تفسیر مدارک النسفی اردو

مدارک التنزیل وحقائق التاویل

جلد سوم

از پارہ 21 - تا - 30

تالیف:

أبی البرکات عبد اللہ بن أحمد بن محمود النسفی

(ت ۷۱۰ھ)

حققه وخرج احادیثه
یوسف علی بدیوی

راجعه وقدم له
محی الدین دیب مستو

مترجم
استاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ

فقہ حنفی کی مشہور تفسیر کا مستند اردو ترجمہ جس میں الفاظِ قرآنی کی لغوی و شرعی تشریح کی گئی ہے۔ ہر آیت کے بارے میں قراء کرام کے اقوال عربی ضرب الامثال کا ذکر۔ ملحدین کے اعتراضات کے جوابات اور احکامِ قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال ہے۔

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph:37211788 - 37231788

نام کتاب .... تفسیر مدارک للنسفی اُردو

تالیف: .... الشیخ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ

مترجم .... اُستاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ

ناشر .... خالد مقبول

مطبع .... آر آر پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ ☎ 37224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور ☎ 37221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸۔اردو بازار ٥ لاہور ٥ پاکستان ☎ 37211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

پارہ : ۲۱

سورۃ الروم ۳۰

سُوْرَۃُ لُقْمٰن ۳۱

سورۃ السجدۃ ۳۲

سورۃ الاحزاب ۳۳

پارہ : ۲۲

سُوْرَۃُ سَبَا ۳۴

سُورۃ فاطر ۳۵

سورۃ یٰس ۳۶

پارہ ۲۳

سُورَةُ الصّٰفّٰتِ ③⑦

سورۃ صٓ ۳۸

سُورَۃُ الزُّمَر ﴿۳۹﴾

پَارَہ : ۲۴

سورۃ المؤمن ۴۰

سورۃ حٰم السجدۃ (۴۱)

پارہ : ۲۵

سورۃ الشوریٰ ۴۲

سورۃ الزخرف ۴۳

سُورَةُ الدُّخَانِ (۴۴)

سُورۃ الجاثیۃ ㊺

سُورۃ الاحقاف ㊻

پارہ : ㉖

سُوْرَةُ مُحَمَّد ⑰

سُورَةُ الفَتْح ⑱

سُورَةُ الحُجُرَات ⑲

سُوْرَةُ قٓ ⑤⓪

سورۃ الذریٰت ⑤①

پارہ : ۲۷

سورۃ الطور ۵۲

سورۃ النجم ۵۳

سورۃ القمر ۵۴

سُورۃ الحدید ۵۷

پارہ : ۲۸

سُورۃ المجادلۃ ۵۸

سُورۃ الحشر ۵۹

سورۃ الممتحنۃ (۶۰)

سورۃ الصف (۶۱)

سورۃ الجمعۃ (۶۲)

سورۃ المنٰفقون ۶۳

سورۃ التغابن ۶۴

سورۃ الطلاق ۶۵

سورۃ التحریم ۶۶

پارہ : ۲۹

سورۃ الملک ⑰

سورۃ القلم ⑱

سورۃ الحاقۃ ⑲

سُوْرَةُ الْمَعَارِج (۷۰)

سُوْرَةُ نُوْح (۷۱)

سُوْرَةُ الْجِنّ (۷۲)

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّل (۷۳)

سُورۃ المدثر ۷۴

سُورۃ القیامۃ ۷۵

سُورۃ الدھر ۷۶

سُورۃ المرسلات ۷۷

پارہ : ۳۰

سورۃ النبأ ۷۸

سورۃ النزعٰت ۷۹

سورۃ عبس ۸۰

سورۃ التکویر ۸۱

سُورَۃُ التَّکْوِیر ۸۱

سُورَۃُ الْاِنْفِطَار ۸۲

سُورَۃُ الْبُرُوج ۸۵

سُورَۃُ الطَّارِق ۸۶

سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی ۸۷

سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃِ ۸۸

سُوْرَۃُ الْفَجْرِ ۸۹

سُوْرَۃُ الْبَلَدِ ۹۰

سُوْرَةُ الشَّمْسِ ⑨①

سُوْرَةُ الَّيْلِ ⑨②

سُوْرَةُ الضُّحٰى ⑨③

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ ⑨④

سُوْرَةُ التِّيْنِ ⑨⑤

سُوْرَةُ الْعَلَقِ ⑨⑥

سُورۃ الماعون ⑩⑦

سُورۃ الکوثر ⑩⑧

سُورۃ الکافرون ⑩⑨

سُورۃ النصر ⑪⓪

سُورۃ اللھب ⑪①

سُورۃ الاخلاص ⑪②

سُورۃ الفلق ⑪③

سُورۃ الناس ⑪④

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ

جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اس کی تلاوت فرمایئے اور نماز قائم کیجئے بلاشبہ نماز بے حیائی سے اور برے کاموں سے

وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

روکتی ہے اور البتہ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

۴۵: اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (پڑھیے اس کو جو آپ کی طرف کتاب وحی کے ذریعہ بھیجی گئی ہے)۔ تا کہ اس کے کلام کی تلاوت سے اس کا قرب حاصل ہو۔ اور تا کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے تمہیں واقفیت حاصل ہو۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ (اور تم نماز قائم کرو)۔ اقامتِ صلاۃ پر مداومت اختیار کرو۔

نماز برائی سے روک:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ (بلاشبہ نماز بے حیائی سے روکتی ہے)۔ الفحشاء۔ (زنا جیسے برے کام)۔ وَالْمُنْكَرِ (اور بری باتیں)۔ جن کو عقل و شرع بُرا قرار دے۔

ایک قول:

جو نماز کی نگہبانی کرنے والا ہو ایک نہ ایک دن وہ اسے اپنی طرف کھینچ لے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ کہ فلاں شخص دن کو نماز پڑھتا ہے اور رات کو چوری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی نماز اس سے اس کو روک دے گی۔ (رواہ احمد، ابن حبان)۔ روایت میں ہے کہ ایک انصاری آپ کے ساتھ نمازیں پڑھتا اور ہر بُرا کام بھی کر گزرتا۔ آپ کو اس کی حالت ذکر کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان صلاته سیمنعها۔ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ اس نے توبہ کر لی۔

قول ابن عوف:

ان الصلاة تنهٰی کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب تم نماز میں مشغول ہو تو تم نیکی و طاعت میں ہوتے ہو۔ اس وقت نماز نے تمہیں بے حیائی اور برائی سے روک دیا ہے۔

قول حسن رحمہ اللہ:

جس کی نماز اس کو بے حیائی اور منکرات سے خبردار نہیں کرتی اُس کی نماز نماز ہی نہیں۔ وہ اس پر وبال ہے۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (اور البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑا ہے)۔ یعنی نماز دیگر طاعات سے بہت بڑھ کر ہے۔ یہاں

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ وَقُوْلُوْٓا

اور اہل کتاب سے بحث مت کرو مگر ایسے طریقہ پر جو اچھا طریقہ ہو، مگر وہ لوگ جو ان میں سے بے انصاف ہیں۔ اور یوں کہو

اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَاِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾

کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل ہوا اور اس پر جو تمہاری طرف نازل ہوا اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

ولذکر اللّٰہ فرمایا۔ تاکہ بیان علت سے وہ مستقل ہو جائے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ الصلاۃ اکبر لانھا ذکر اللّٰہ۔ (نماز بہت بڑی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کا ذکر ہے)۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ولذکر اللّٰہ ایاکم برحمته اکبر (البتہ اللہ تعالیٰ کا تمہیں اپنی رحمت کے ساتھ یاد کرنا بہت بڑا ہے) اس سے کہ تم اپنی اطاعت وعبادت سے اس کو یاد کرو۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

اللہ تعالیٰ کا تمہیں ذکر کرنا تمہارے اس کا ذکر کرنے سے بہت بڑا ہے۔ نمبر۱۔ کیونکہ ان کا یاد کرنا بلا سبب ہے اور تمہارا ذکر اسباب وتمناؤں سے ملا ہوا ہے۔ نمبر۲۔ اور اس سے بھی کہ اس کا ذکر فناء نہ ہونے والا اور تمہارا ذکر باقی نہ رہنے والا ہے۔

قول سلمان رحمۃ اللہ علیہ:

اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر چیز سے بڑا اور افضل ہے۔

قول علیہ السلام:

کیا میں تمہیں تمہارے اعمال میں سے سب سے بہتر اعمال کی خبر نہ دے دوں۔ اور وہ نہ بتلا دوں جو تمہارے بادشاہ کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ اور درجات کے اعتبار سے بلند تر ہے۔ اور سونا چاندی صرف کرنے سے بہتر اور دشمن کا مقابلہ کر کے ان کی گردنیں مارنے اور اپنی گردنیں کٹانے سے اعلیٰ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا وہ کیا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ (رواہ ابن الشاہین۔ کنز العمال)

نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس سے بڑھ کر ہے کہ جس کو تمہارے فہم اور عقلیں سما سکیں۔ نمبر۳۔ ذکر اللہ اس سے بڑھ کر ہے کہ دوسرے کو فحشاء ومنکر سے روکو۔ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو)۔ یعنی خیر وطاعت پس وہ اس پر بہترین ثواب عنایت فرمانے والے ہیں۔

۴۶: وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (اور اہل کتاب سے مباحثہ نہ کرو۔ مگر اس طریقہ سے جو بہت خوب ہو)۔ مگر اس انداز سے جو خوب تر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ درشتی کا مقابلہ نرمی اور غضب کا غصہ پی جانے سے کیا جائے جیسا کہ فرمایا دوسرے مقام پر ادفع بالتی هی احسن [المؤمنون۔۹۶]

ظلموا کی مراد:

اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ (مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظلم کرنے والے ہیں)۔ انہوں نے عناد اور زیادتی میں حد کر دی اور خیر خواہانہ بات کو قبول نہ کیا۔ اور نرمی ان میں اثر کرتی نظر نہیں آتی۔ ان کے ساتھ سختی کرو۔

ایک قول یہ ہے:

مگر وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں دی ہیں۔

نمبر۲۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا اور شریک تجویز کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سخاوت سے بندھے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے ذمی ہو کر یہ حرکت کی ہے اور شرط ذمہ کو نہیں نبھایا۔ اور جزیہ کو روک لیا۔ ان لوگوں سے جدال بالسیف ہے۔

مَسْئَلَة: آیت دلالت کر رہی ہے کہ کفار کے ساتھ دین میں مناظرہ جائز ہے اور علم کلام کا حصول بھی جائز ہے جس سے مناظرہ کیا جا سکتا ہے۔

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (اور کہہ دو ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو ہماری طرف اتاری گئی۔ اور تمہاری طرف اتاری گئی اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی ہی کی فرمانبرداری اختیار کرنے والے ہیں)۔ اور اس جنس سے ہیں جو احسن طریقہ سے مجادلہ کرنے والے ہیں۔

قول علیہ السلام:

اہل کتاب جو تمہیں بیان کریں اس کی تصدیق و تکذیب نہ کرو بلکہ اس طرح کہو ہم تو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے ہیں۔ اس طرح اگر ان کی بات باطل ہوگی تو تم نے اس میں ان کی تصدیق نہ کی اور اگر سچی ہوئی تو تم نے ان کی تکذیب نہ کی۔ (رواہ احمد ۴/ ۱۳۶، ابوداؤد ۳۶۴۴)

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ

اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور

هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ

ان میں سے بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان لے آتے ہیں، اور کافر لوگ ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب

قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ

نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل شک میں پڑ جاتے۔ بلکہ یہ قرآن بذات خود بہت سے واضح دلائل کا مجموعہ ہے

فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ

ان لوگوں کے سینوں میں جنہیں علم دیا گیا، اور ہماری آیتوں کا انکار بے انصاف لوگ ہی کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اس پر

اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾

اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں، آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں اللہ کے اختیار میں ہیں، اور میں تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ

کیا یہ بات انہیں کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بلاشبہ اس میں رحمت ہے اور

ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

نصیحت ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔

قرآن تمام کتب کا مصدق ہے:

۴۷: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح)۔ یعنی اس اتارنے کی طرح۔ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ (ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری)۔ یعنی ہم نے اس کو تمام کتب سماویہ کی مصدق بنا کر بھیجا۔ نمبر۲۔ جیسا ہم نے کتاب ان انبیاء علیہم السلام پر اتاری جو آپ سے پہلے ہوئے اسی طرح تمہاری طرف ہم نے قرآن مجید کو اتارا۔ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (پس وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس پر ایمان لانے والے ہیں)۔

وہ عبداللہ بن سلام اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ (اور ان میں سے)۔ اہل مکہ میں سے۔ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ (ایسے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں)۔ یا اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کتاب ملی اور جن

ھؤلاء سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو اہل کتاب تھے وہ مراد ہیں۔

وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ (اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے) ان آیات کے ظاہر ہونے اور ان سے شبہ کے زائل ہونے کے باوجود اِلَّا الْکٰفِرُوْنَ (مگر کافر) جو کفر میں اصرار وضد کرنے والے ہیں جیسا کعب بن اشرف اور اسی طرح کے لوگ۔

آپ نے کوئی کتاب نہیں پڑھی:

۴۸: وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِہٖ (اور آپ اس سے پہلے پڑھتے نہ تھے کوئی کتاب)۔یعنی اس قرآن مجید سے پہلے۔مِنْ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ (اور نہ آپ اپنے دائیں ہاتھ سے اس کتاب کو لکھتے تھے)۔آیت میں یمین کو خاص کر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے عموماً دائیں ہاتھ سے ہی لکھا جاتا ہے۔مطلب یہ ہوا۔آپ نے کوئی سی کتاب بھی نہیں پڑھی اور نہ آپ لکھتے تھے۔اِذًا (اس وقت) اگر اس میں سے کوئی چیز ہوئی۔کتاب کا پڑھنا اور لکھنا۔لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (ضرور باطل پرست شک میں پڑ جاتے)۔ یہاں باطل پرستوں سے اہل کتاب مراد ہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ ہم آپ کی تعریف امی یعنی جو نہ لکھے اور نہ پڑھے اور نہ اس میں یہ دونوں پائی جاتی ہوں اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

نمبر۲۔اس وقت ضرور مشرکین مکہ شک کرتے۔اور کہتے۔شاید کہ اس نے علم سیکھ لیا ہو یا اپنے ہاتھ سے کہیں سے لکھ لیا ہو۔آیت میں کفار کو مبطلون کہا کیونکہ وہ آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔

قول مجاہد وشعبی رحمۃ اللہ علیہما:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی۔یہاں تک کہ آپ نے لکھا اور پڑھا ہے۔(ممکن ہے بطور معجزہ ہو۔مگر یہ قول ظاہر نصوص کے خلاف ہے۔مترجم)

۴۹: بَلْ ھُوَ (بلکہ وہ) یعنی قرآن۔اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (واضح آیات ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو علم دیا گیا)۔حفاظ وعلماء کے سینوں میں ہیں اور یہ دونوں قرآن کی خصوصیات ہیں۔نمبر۱۔آیات کا اعجاز واضح ہے۔نمبر۲۔ سینوں میں محفوظ ہیں۔بخلاف دیگر کتب کے کہ وہ معجزات نہ تھیں اور مصاحف سے ہی پڑھی جاتی تھیں۔وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ (اور ہماری واضح آیات کا انکار نہیں کرتے)۔اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (مگر ظالم)۔جو ظلم میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔

۵۰: وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّہٖ (اور انہوں نے کہا کیوں نہیں اس پر اتاری گئی اس کے رب کی طرف سے آیات)۔ قراءت: مکی اور حفص کے علاوہ کوفی قراء نے ایۃ پڑھا۔انہوں نے مطلب یہ لیا کہ اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی جیسا کہ اونٹنی' عصا' مائدہ' عیسوی وغیرہ۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ (کہہ دیں بیشک آیات تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں)۔ان میں سے جو چاہتا ہے۔اتار دیتا

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَالَّذِيْنَ

آپ فرمادیجئے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بس ہے وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، اور جو لوگ

اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۗ

باطل پر ایمان لائے اور اللہ کے منکر ہو گئے یہی لوگ نقصان والے ہیں۔ اور وہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں

وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۗ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور اگر مقررہ اجل نہ ہوتی تو ضرور ان کے پاس عذاب آجاتا اور البتہ ان پر اچانک عذاب آپہنچے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

ہے۔ میں ان میں سے کسی کا ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتا۔ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (بلاشبہ میں کھلا ڈرانے والا ہوں)۔ آپ کو انذار اور جو آیات دی گئیں ان کا مکلّف و ذمہ دار بنایا گیا۔ مجھے کہنے کا اختیار نہیں۔ کہ اے اللہ تو مجھ پر فلاں نشانی کی بجائے فلاں نشانی اتار دے۔ باوجودیکہ میں جانتا ہوں کہ آیات سے اصل مقصد تو راہنمائی ہے۔ اور تمام آیات ایک آیت ہی کا حکم رکھتی ہیں۔

ایک کافی نشانی:

۵۱: اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (کیا ان کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب کو اتار دیا جو ان پر) يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (پڑھی جاتی ہے)۔ مطلب یہ ہے کیا ان کے لئے یہ ایک نشانی کافی نہیں جو تمام آیات سے ان کو بے نیاز کرنے والی ہے۔ اگر وہ صحیح طور پر حق کے طالب ہیں اور ضد بازی کرنے والے نہیں ہیں تو یہ قرآن جس کی تلاوت ہر زمانہ اور ہر جگہ میں قائم ہے۔ یہ ان کے ساتھ ہر وقت ثابت رہنے والی نشانی ہے اور اس کو زوال نہیں جیسا کہ تمام نشانیاں اپنے زمانہ کے بعد زائل ہو گئیں۔

نمبر۲۔ اس آیت کا ہر جگہ میں ہونا بجائے کسی خاص جگہ کے اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں)۔ اس جیسی نشانی کی موجودگی میں جو کہ ہر مکان و زمان میں ابدالاباد تک موجود ہے۔ لَرَحْمَةً (البتہ رحمت ہے) یعنی عظیم الشان نعمت ہے۔ وَذِكْرٰى (اور تذکرہ ہے)۔ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (ایمان والے لوگوں کے لئے)۔ ضدی لوگوں کے لئے نہیں۔

۵۲: قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا (کہہ دیجئے۔ کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کے لئے اللہ کافی ہے)۔ میرے دعویٰ رسالت کی سچائی کی گواہی اور مجھ پر قرآن مجید کے اتارنے اور تمہارے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس سب کو جانتا ہے)۔ اس کو میرے اور تمہارے معاملے کی اطلاع ہے۔ وہ میری حقانیت اور تمہاری باطل پرستی کو جاننے والا ہے۔

باطل پر ایمان لانے والے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ (اور وہ لوگ جو باطل پر ایمان لانے والے ہیں)۔ باطل سے مراد یہودیت۔ نمبر۲۔ شرک۔ نمبر۳۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۵۴ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ

یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب آنے کا تقاضا کر رہے ہیں، اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے جس دن اُن کے اوپر سے

الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۵۵

اور پاؤں کے نیچے سے ان پر عذاب چھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ چکھ لو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔

ابلیس لعین ۔وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے ہیں) یعنی اس کی آیات کا انکار کرنے والے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (وہی نقصان اٹھانے والے ہیں)۔ وہ اپنے اس سودے میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔اس لئے کہ انہوں نے ایمان بیچ کر کفر خریدا ہے۔مگر یہاں کلام کو انصاف کے انداز سے لائے۔جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وانا او ایاکم لعلیٰ هُدی او فی ضلال مبین۔[سبا۔۲۴]

روایت میں ہے:

کہ کعب بن اشرف اور اس کے ساتھی کہنے لگے۔اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری نبوت کی گواہی دینے والا کون ہے؟ تو اس پر یہ آیت اتری۔

۵۳: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (کہ تم سے جلد عذاب مانگتے ہیں)۔اس طرح کہتے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ فامطر علینا حجارة من السماء۔[الانفال۔۳۲]

اجل مقررہ کیا ہے؟

وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى (اور اگر وقت مقررہ نہ ہوتا)۔اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔نمبر۲۔ یوم بدر۔نمبر۳۔موت کے اوقات۔مطلب یہ ہے کہ اگر وہ وقت مقررہ نہ ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے طے فرمادیا ہے۔اور ان کے عذاب دینے کے لئے لوح محفوظ میں مقرر کر دیا ہے۔اور حکمت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اس کو ایک مقررہ مدت تک مؤخر کر دیا جائے۔لَجَآءَهُمُ الْعَذَابُ (تو ان پر جلد آ جاتا)۔وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ (اور ضرور ان پر عذاب اترے گا)۔اس مقررہ وقت میں بَغْتَةً (اچانک) وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو اس کے آنے کے وقت کا علم بھی نہ ہوگا)۔

۵۴: يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کا احاطہ کرنے والی ہے)۔یعنی عنقریب ان تمام کو گھیرے میں لے لے گی۔

۵۵: يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (جس دن ان کو عذاب اوپر سے اور ان کے قدموں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا)۔جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے من فوقهم ظلل من النار ومن تحتهم ظلل۔[الزمر۔۱۶]

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝٥٦ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو بلا شبہ میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو، ہر نفس موت کو چکھنے

الْمَوْتِ قف ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝٥٧ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

والا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم انہیں ضرور ضرور جنت کے بالا خانوں میں

مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط نِعْمَ اَجْرُ

ٹھکانہ دیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اچھا اجر ہے

الْعٰمِلِيْنَ ۝٥٨ صلے الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝٥٩ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا

عمل کرنے والوں کا جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور کتنے ہی چوپائے ہیں جو

تَحْمِلُ رِزْقَهَا ق اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ صلے وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٦٠

اپنا رزق نہیں اٹھاتے اللہ انہیں اور تمہیں رزق دیتا ہے، اور وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔

(ان کے اوپر آگ کے سائبان اور ان کے نیچے بھی سائبان ہوں گے)۔

قراءت: الکافرین پر وقف نہیں ہے۔ کیونکہ یوم احاطة النار کا ظرف ہے۔ اور یقول یاء کے ساتھ ہے۔ کوفی اور نافع نے اس طرح پڑھا ہے۔ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم چکھو جو کچھ تم عمل کرتے تھے) یعنی اپنے اعمال کی جزاء۔

۵۶: يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ (اے میرے بندو! جو کہ ایمان لاتے ہو۔ بیشک میری زمین وسیع ہے)۔

قراءت: بصری اور عاصم کے علاوہ کوفی علماء نے یعبادی کو سکون یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اَرْضِيَ کو یاء کے فتحہ کے ساتھ شامی نے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے۔

مَسْئَلَہ: جب کبھی کسی مسلمان کو کسی شہر میں رہتے ہوئے عبادت ممکن نہ ہو۔ اور وہاں وہ اپنے دین پر نہ چل سکتا ہو۔ اس کو وہاں سے ایسے شہر میں چلے جانا چاہیے جہاں وہ صحت وسلامتی قلب کے ساتھ عبادت کر سکے۔ اور دین پر قائم رہ سکے اور زیادہ عبادت انجام دے سکے۔ اس میں مختلف علاقوں کا مختلف حکم ہے۔

علماء کا قول:

ہم نے نفس کو دبانے میں سب سے زیادہ مددگار، دل جمعی کا باعث، قناعت پر آمادہ کرنے والا، شیطان کو بھگانے والا۔ اور فتنوں سے حفاظت کرنے والا اور دینی معاملے کو جوڑنے والا مقام مکہ سے زیادہ کوئی نہیں پایا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے۔

قولِ سہل رحمۃ اللہ علیہ:

جب کسی سرزمین میں سرعام گناہوں اور بدعات کی کثرت ہو۔ وہاں سے اطاعت والی زمین میں چلے جاؤ۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

جو اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا، اگر چہ وہ دوسری زمین سے ایک بالشت کے فاصلہ پر ہو۔ اس نے اپنے لئے جنت کو واجب کرلیا۔ (ثعلبی مرسلا عن حسن)

فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ (پس تم میری ہی عبادت کرو)۔ قراءت: یعقوب نے یاء سے پڑھا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہو گی۔ فایای فاعبدوا فاعبدونی۔ فاعبدون فاء کے ساتھ آیا ہے۔ کیونکہ یہ شرط محذوف کا جواب ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے۔ ان ارضی واسعة فان لم تخلصوا العبادة لی فی ارض فاخلصوها فی غیرها۔ پھر شرط کو حذف کردیا۔ اور اس کے حذف کے عوض مفعول کو مقدم کردیا۔ تقدیم مفعول میں مزید فائدہ یہ حاصل ہوا کہ اختصاص واخلاص کا معنی بھی پیدا ہو گیا۔ پھر اگلی آیت میں مہاجرین کو آمادہ کیا گیا۔

۵۷: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے)۔ یعنی موت کی کڑواہٹ اور اس کی تکلیف پائے گا جیسا کہ کوئی چکھنے والا اس چیز کا ذائقہ پاتا ہے۔ کیونکہ جب مہاجر کو موت کا یقین ہے تو وطن سے علیحدگی اس پر آسان ہو گی۔ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (پھر تم ہماری بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے)۔ موت کے بعد تاکہ ثواب وعقاب پاسکو۔

قراءت: یحییٰ نے یرجعون اور یعقوب نے ترجعون پڑھا ہے۔

۵۸: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے ہم ضرور) مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا (ان کو جنت کے بالاخانوں میں ٹھکانہ دیں گے)۔ ہم ان کو جنت میں لے جا اُتاریں گے۔

قراءت: علالی نے لنثوینهم۔ کوفی قراء نے عاصم کے علاوہ پڑھا ہے یہ الثواء سے ہے۔ اور معنی: اقامت کے لئے کسی جگہ اترنا۔ ثویٰ کا لفظ غیر متعدی ہے جب اس کو ہمزہ سے متعدی بناتے ہیں تو ایک مفعول سے تجاوز نہیں کرتا اور ضمیر مؤمنین اور غرف کی طرف تعدیہ کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس کو لننزلنهم کی جگہ اس کو لائیں یالنؤوینّهم یا جار حذف کیا اور ایصال فعل کے لئے غیر ظرف مؤقت کو ظرف مبہم کے مشابہ بنانے کے لئے۔

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے کام کرنے والوں کا اجر بہت خوب ہے)۔ العالمین پر وقف کیا جائے گا۔ کیونکہ الذین صبروا یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

۵۹: الَّذِيْنَ صَبَرُوْا : (وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا)۔ یہ مبتدأ محذوف هم کی خبر ہے۔ یعنی وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے وطن کو چھوڑنے پر صبر کیا اور مشرکین کی طرف سے ملنے والی ایذاؤں اور تکالیف پر جمے رہے اور طاعات پر ثابت قدم اور معاصی سے بے

تعلق رہے۔

قراءت: وصل زیادہ عمدہ ہے۔ تا کہ الذین یہ عالمین کی صفت بن جائے۔

وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرنے والے ہیں)۔ ان تمام حالات میں انہوں نے صرف اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔

شانِ نزول آیت نمبر: ۶۰:

۶۰: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بعض مسلمانوں کو جو مکہ میں اسلام لائے ہجرت کا حکم دیا تو انہوں نے فقر وضیاع کا عذر پیش کیا۔ پس یہ آیت اتری: (وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ) کتنے ہی جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی اپنے ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے۔ یعنی بہت سے چوپائے ہیں۔ قراءت: مکی نے کاین کو مد اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔ الدابۃ۔ ہر وہ جاندار جو زمین پر چلے خواہ اس میں عقل ہو نہ ہو۔

ہر جاندار اپنا رزق ساتھ لئے پھرتا ہے:

لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا (جو کہ اپنا رزق ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے)۔ یعنی وہ اٹھانے میں کمزوری کی وجہ سے اپنا رزق ساتھ اٹھائے نہیں پھرتے۔ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ (اللہ تعالیٰ اس کو رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی)۔ یعنی ان کمزور جانوروں کو اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتے ہیں اور اے طاقت والو! تمہیں بھی وہی رزق دیتا ہے اور اگرچہ تم اپنے ارزاق کو اٹھانے اور کمانے کی طاقت رکھتے ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے مقدر میں نہ کرے اور تمہارے لئے اسبابِ رزق مہیا نہ فرمائے تو تم جانوروں سے بھی عاجز تر ہو۔

قولِ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

لا تحمل رزقها کا معنی یہ ہے۔ وہ اپنے پاس اس کا ذخیرہ نہیں کر سکتا۔ وہ صبح اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رزق عنایت فرماتے ہیں۔

تین ذخیرہ کرنے والے (ایک قول یہ ہے):

کوئی حیوان سوائے ابن آدم اور چوہے اور چیونٹی کے خوراک کا ذخیرہ نہیں کرتا۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ (وہی تمہاری ہر بات کو سننے والے ہیں) کہ ہمیں تو فقر، ضیاع کا خدشہ ہے۔ الْعَلِيْمُ (وہ جاننے والا ہے) اس چیز کو جو تمہارے دلوں میں ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کیا تو ضرور ضرور جواب دیں گے

اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۗ

کہ اللہ نے، سو وہ پھر کہاں الٹے جارہے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کردیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کردیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا

بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر زمین کی

بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۗ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۗ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا

موت کے بعد پانی کے ذریعہ اس کو زندہ کیا تو وہ ضرور ضرور جواب دیں گے کہ اللہ نے، آپ فرمادیجئے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، بلکہ ان میں اکثر لوگ

يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾

نہیں سمجھتے۔

دلائل قدرت:

۶۱: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور اگر تم ان سے سوال کرو کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا)۔ یعنی اگر آپ ان مشرکین سے آسمانوں اور زمین کے خالق کے بارے میں دریافت کریں۔ کہ باوجود یہ دونوں اپنی وسعت و بڑائی کے کس نے بنائے ہیں۔ اور وہ کون ہے جس نے سورج و چاند کو کام میں لگا دیا؟ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (وہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ پھر وہ کہاں پھرے جا رہے ہیں)۔ ان تمام باتوں کا اقرار کرنے کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی توحید سے کس طرح پھر رہے ہیں۔

وہ بندوں کے صلاح و فساد کے اسباب سے واقف ہے:

۶۲: اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ (اللہ تعالیٰ رزق کو کھولتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔ جس کے لئے وہ چاہتا ہے)۔ من یشاء کی بجائے ضمیر کو لاتے۔ کیونکہ من یشاء مبہم و غیر معین ہے۔ اور ضمیر بھی اس کی طرح مبہم ہے۔ قدر الرزق و قترۂ بمعنی ازا ضیقۂ یعنی رزق کا اس نے اندازہ کیا اور اس کو تنگ کر دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں)۔ وہ بندوں کے لئے جو اصلاح و فساد کا باعث ہے اس کو جاننے والے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا: ان من عبادی الحدیث دیلمی فی مسند الفردوس کہ میرے بعض بندے

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾

اور یہ دنیا والی زندگی نہیں ہے مگر لہو ولعب، اور بلاشبہ آخرت والا گھر ہی زندگی ہے، کاش لوگ جانتے ہوتے۔

ایسے ہیں۔ان کا ایمان مالداری سے درست رہ سکتا ہے۔اگر میں ان کو فقیر کر دوں تو ان کا دین بگڑ جائے۔اور میرے بعض بندے ایسے ہیں۔جن کا ایمان فقر سے ہی درست رہ سکتا ہے اگر میں ان کو غنی بنادوں تو ان کا ایمان بگڑ جائے۔

اعتراضِ دلیل:

۶۳: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (اور اگر آپ ان سے سوال کریں کس نے آسمان سے پانی اتارا پس اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کر دیا وہ ضرور کہیں گے۔اللہ تعالیٰ) یعنی وہ اس کا اقرار کرنے والے ہیں۔

اقرارِ توحید نفی شرک میں ہے:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (کہہ دیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں)۔کہ اس نے زمین کو زندہ کرنے کے لئے پانی اتارا۔یا نمبر۲۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔اس طرح کہ میں بھی ان میں سے ہوں جو انہی باتوں کا اقرار اسی طرح کرنے والے ہیں جس طرح وہ ہیں۔پھر اس کا فائدہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرنے میں ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے شریکوں کی نفی میں ہے۔میرا یہ اقرار مشرکین کے اقرار کی طرح معطل و بے کار اقرار نہیں۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (بلکہ ان کی اکثریت سمجھتی ہی نہیں)۔وہ اپنی عقول سے ان آیات میں غور ہی نہیں کرتے جو ہم ان کو دکھاتے ہیں اور جو دلائل ہم ان کے لئے قائم کرتے ہیں۔نمبر۲۔وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ تم اپنے الحمدللہ کے قول سے کیا ارادہ کرتے ہو۔

حقارتِ دُنیا:

۶۴: وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ (اور یہ دنیا کی زندگی تو کھیل تماشا ہے)۔یعنی دنیا اہل دنیا کے لئے اپنے سرعت زوال اور انسانوں کے دنیا میں مرجانے سے اسی طرح ہے جیسے کہ بچے تھوڑی دیر کھیلتے ہیں اور پھر منتشر ہو جاتے ہیں اس میں دنیا کی تحقیر اور ان کے معاملے کا معمولی ہونا ظاہر کیا گیا ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ اس کی تحقیر بیان نہ فرمائیں جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر وزن نہیں رکھتی۔واللھو! جس سے انسان تھوڑی دیر تلذذ حاصل کرے اور وہ چیز اس کو کچھ دیر غافل کر دے پھر وہ ختم ہو جائے۔ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (اور بیشک آخرت والا گھر البتہ وہی حقیقی زندگی ہے)۔یعنی ایسی

فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى

سو جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خوب خالص اعتقاد کرکے اللہ کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دے

الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ۚۙ وَ لِیَتَمَتَّعُوْا ٚ فَسَوْفَ

دیتا ہے تو اچانک شرک کرنے لگتے ہیں تا کہ ان چیزوں کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی ہیں اور تا کہ مزے اڑائیں، سو وہ عنقریب

یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ

جان لیں گے، کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنائی ہے اور ان کے گردوپیش کے لوگ اچک لئے جاتے ہیں،

اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

کیا وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا۔ جو اللہ پر جھوٹ

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾

باندھے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے پاس آجائے، کیا دوزخ کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے،

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۶۹﴾ ع

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں تکلیفیں اٹھائیں ضرور ہم انہیں اپنی راہیں بتائیں گے اور بلاشبہ اللہ اچھے کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

زندگی جس میں موت نہیں بلکہ دوام ہے۔ گویا کہ وہ ذاتی اعتبار سے زندگی ہے۔ الحیوان ۔ یہ حَیّ کا مصدر ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ تھا حییان۔ پھر یائے ثانیہ کو واؤ سے بدل دیا۔ اور اس طرح نہیں کہا۔ لھی الحیاۃ ۔

نکتہ: کیونکہ فَعَلان کے وزن میں حرکت واضطراب کا معنی پایا جاتا ہے اور حیات حرکت اور موت سکون کا نام ہے پس اس کو ایسے وزن پر لایا گیا جو حرکت کے معنی پر دلالت کرتا تھا تا کہ حیات کے معنی میں مبالغہ ظاہر کیا جا سکے۔ الحیوان پر وقف کریں گے۔ کیونکہ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ لو کانوا یعلمون حقیقۃ الدارین لما اختاروا اللھو الفانی اختار والفانی علی الحیوان الباقی ۔ اگر یہ لوگ جانتے ہوتے کہ دونوں جہاں کی حقیقت کیا ہے تو یہ فانی جہاں کو باقی رہنے والی زندگی پر ترجیح کبھی نہ دیتے ۔ اگر وصل کریں تو اس صورت میں یہ الحیوان کا وصف بن جائے گا۔ جو ان کے علم کی شرط سے معلق ہوگا حالانکہ اس طرح نہیں ۔ فافہم وتدبر۔

۶۵: فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ (اور جب وہ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں)۔ یہ اس محذوف سے متصل ہے۔ جس پر ان کے بیان کردہ حالات اور معاملات دلالت کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ ان کے متعلق جیسا کہ بتلایا گیا کہ وہ مشرک اور معاند ہیں۔ پھر

جب وہ کشتیوں پر سفر کرتے ہیں۔ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (وہ اللہ تعالیٰ کو خالص مخلص ہو کر پکارتے ہیں)۔ان کی حالت اس مؤمن شخص جیسی ہو جاتی ہے۔ جو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا ہو اس طرح کہ وہ غیر اللہ کا مطلقاً تذکرہ بھی نہیں کرتے اور نہ اس کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتے ہیں۔ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ (پس جب اللہ تعالیٰ ان کو خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے)۔اور وہ امن میں ہو جاتے ہیں۔ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ (اسی وقت وہ شرک کرنے لگتے ہیں) یعنی وہ حالت شرک کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

۶۶: لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ (ہم نے جو نعمت ان کو دی ہے وہ اس کا انکار کرتے رہیں)۔ جو نعمت بھی ہم نے ان کو دی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ لام کَیْ ہے اور اسی طرح لیتمتَّعُوْا میں بھی لام کَیْ مانا گیا ہے۔جنہوں نے کسرہ سے پڑھا ہے۔ای لکِی یکفروا تاکہ وہ ناشکری کریں۔ وکَیْ یتمتعوا (تاکہ وہ نفع اٹھائیں)۔مطلب یہ ہوگا۔ وہ اپنے شرک کی طرف لوٹنے والے ہیں تاکہ شرک کی طرف لوٹ کر وہ نعمت نجات کی ناشکری کر دیں اور اس سے ان کا مقصد دنیا سے نفع اٹھانا۔اور تلذذ حاصل کرنا ہے اور کوئی غرض نہیں۔اس کے بالمقابل حقیقی مخلص مؤمن اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جب ان کو کنارے پر نجات میسر آتی ہے۔وہ نعمت نجات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اضافہ کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔اس صورت میں یشرکون پر وقف نہ ہوگا۔

دوسرا قول:

جنہوں نے اس کو لام امر قرار دیا ہے۔قراءت ابن کثیر، حمزہ وعلی میں یہی ہے۔ وَلْيَتَمَتَّعُوْا میں لام ساکن ہے۔اور یہ امر تہدیدی ہے۔جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔فمن شاء فلیؤمن و من شاء فَلْیکفر۔[الکہف ۲۹]

اس کی تحقیقات اصول فقہ میں ملاحظہ ہوں۔

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (عنقریب ان کو علم ہو جائے گا)۔جبکہ ان کی بری تدبیر ان کی تباہی کا باعث بنے گی۔

۶۷: اَوَلَمْ يَرَوْا (کیا ان اہل مکہ نے نہیں دیکھا)۔ اَنَّا جَعَلْنَا (ہم نے ان کے شہر کو بنایا)۔ حَرَمًا (محفوظ وممنوع) اٰمِنًا (امن والا) کہ اس میں داخل ہونے والے محفوظ و مامون ہیں۔ وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (اور لوگ ان کے اطراف سے اُچک لیے جاتے ہیں)۔وہ قتل وقید سے مال چھین لیتے ہیں۔ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ (کیا وہ باطل پر یقین رکھتے ہیں) یعنی شیطان واصنام پر۔ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ (اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں)۔نعمت سے مراد اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مفتری کی سزا جہنم:

۶۸: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ (اور وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے)۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی

شریک ہے۔ اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ (یا اس نے حق کو جھٹلایا)۔یعنی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔اور قرآن مجید کو جھٹلایا۔ لَمَّا جَآءَهٗ (جبکہ وہ اس کے پاس آ چکا)۔جب سنا تو بلا سوچے سمجھے تکذیب کر دی۔اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ (کیا جہنم کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے)۔

نحو : یہ استفہام تقریری ہے کہ وہ جہنم میں ٹھکانہ پائیں گے۔کیونکہ ہمزہ انکاری جب نفی پر داخل کر دیا جائے۔تو ایجاب بن جاتا ہے۔مطلب یہ ہوگا۔خبردار وہ جہنم میں ٹھہریں گے۔وہ اس جیسی تکذیب اللہ تعالیٰ کے سلسلہ میں کر چکے ہیں اور اس جیسی تکذیب انہوں نے حق کے سلسلہ میں بھی کی ہے۔نمبر۲۔کیا یہ بات ان کے ہاں درست نہیں ہے۔کہ بلاشبہ جہنم منکرین کا ٹھکانہ ہے۔جبکہ انہوں نے اس جیسی جراُت کی ہے۔

قراءت: یہاں المثویٰ کا ذکر لنبوئنهم کی بجائے قراءت ثاء کی تائید کر رہا ہے۔

علم کی کوشش والوں کو عمل کی راہ بتلائیں گے:

۶۹ : وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا (اور وہ لوگ جنہوں نے کوشش کی)۔یہاں المجاهدة کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔اس کو مفعول سے مقید نہیں کیا گیا۔تاکہ ہر قسم کا مجاہدہ اس میں داخل ہو جائے خواہ وہ مجاہدہ نفس سے ہو یا شیطان یا اعدائے دین سے ہو۔ فِيْنَا (ہم میں)۔ ہمارے بارے میں۔ہماری خاطر اور خالص ہماری رضامندی کے لئے۔ لَنَهْدِيَنَّهُمْ (ہم ضرور ان کی راہنمائی کریں گے)۔

اقوالِ بزرگان

قولِ ابوعمرو:

سبیل خیر کی طرف ان کی راہنمائی میں ہم اضافہ کر دیں گے۔اور توفیق شامل حال کر دیں گے۔

قولِ دارانی:

والذین جاهدوا۔(جو انہوں نے جان لیا) ہم اس میں اس کی طرف ان کی راہنمائی کر دیں گے جس کو وہ نہیں جانتے۔

ایک قول یہ ہے:

جس نے علم پر عمل کیا۔وہ جو نہیں جانتا اس کی بھی راہنمائی کر دی جائے گی۔

ایک اور قول:

جو ہم اپنی جہالت پاتے ہیں۔ان چیزوں سے متعلق جو ہم نہیں جانتے وہ علم میں ہماری اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہے۔

قولِ فضیل رحمۃ اللہ علیہ:

وہ لوگ جو طلب علم میں مجاہدہ کرنے والے ہیں۔

لَنَهْدِيَنَّهُمْ (یعنی ہم ضرور ان کی راہنمائی کریں گے)۔یعنی عمل کی راہ بتلا دیں گے۔

قولِ عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

انہوں نے ہماری رضامندیوں کی کوشش کی۔تو ہم ضرور ان کی راہنمائی محل رضاء تک پہنچنے میں کریں گے۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

تم ہماری اطاعت میں کوشش کرو۔ہم ضرور تمہیں ثواب کے راستوں پر چلا دیں گے۔

قولِ جنید رحمۃ اللہ علیہ:

توبہ میں کوشش کرو ہم ضرور اخلاص کے راستوں کی راہنمائی کر دیں گے یا تم ہماری خدمت میں مجاہدہ کرو ہم ضرور اپنی مناجات کے راستے ان پر کھول دیتے ہیں اور ہم اپنے سے انس کی راہ کی طرف ان کی راہنمائی کر دیتے ہیں۔

تم ہماری طلب میں ہماری رضا تلاش کرنے کی کوشش کرو۔تو ہم اپنے تک پہنچنے کے راستوں کی طرف راہنمائی کر دیں گے۔وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہیں)۔نصرت و معونت کے ساتھ دنیا میں اور ثواب و مغفرت کے ساتھ آخرت میں۔

آج شب ۲:۳۰ بجے سورۃ العنکبوت کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا والحمد للہ علی ذلک ۵/ فروری ۲۰۰۳ء ۴ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ الیلۃ الاربعاء

سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ روم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ③

الٓمّٓ○ روم والے زمین کے قریب والے حصے میں مغلوب ہوگئے، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال میں غالب ہو جائیں گے۔

فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور ایمان والے اس دن

الْمُؤْمِنُوْنَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤

خوش ہوں گے اللہ کی مدد کی وجہ سے وہ مدد فرماتا ہے جس کی چاہے اور وہ زبردست ہے رحمت والا ہے،

وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑥ يَعْلَمُوْنَ

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، یہ لوگ دنیا والی زندگی کے

ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے غافل ہیں۔

غلبۂ روم کی عظیم پیشگوئی:

۱،۲،۳،۴: الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ (قریب ترین زمین میں رومی مغلوب ہوگئے)۔ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ۔ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ (اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند سال میں) الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ (یعنی فارس نے روم پر غلبہ پالیا)۔ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ (یعنی عرب کے قریب ترین علاقہ میں) الارض میں الف لام عہد کا ہے اور مراد اس سے سرزمین عرب ہے مطلب یہ ہے کہ رومی سرزمین کے قریبی علاقہ شام میں مغلوب ہوگئے ہیں نمبر۲۔ ارض سے رومیوں کی زمین مراد ہو۔ اس صورت میں الف لام مضاف الیہ کے قائم مقام ہوگا یعنی ان کا وہ علاقہ جو دشمن کے قریب تر ہے۔ ھم کی ضمیر الروم کی طرف راجع ہے۔ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ (وہ مغلوب ہونے کے بعد)۔

قراءت: الغَلْبُ ، الغَلَبُ لام کے سکون کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ دونوں مصدر ہیں جن کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ سَیَغْلِبُوْنَ (وہ فارس پر غلبہ پائیں گے) اس پر وقف نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ فی بضع سنین کا تعلق اس کے ساتھ ثابت ہو۔ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ بضع کا لفظ تین سے دس تک بولا جاتا ہے۔

ایک قول:

روم و فارس کی جنگ اذرعات و بصریٰ کے درمیان پیش آئی جس میں فارس کو روم پر برتری حاصل ہوگئی۔ فارس کا حکمران کسریٰ پرویز تھا۔ یہ اطلاعات مکہ پہنچیں۔ رسول اللہ اور مؤمنوں پر یہ بات گراں گزری کیونکہ اہل فارس مجوسی تھے جن کی کوئی کتاب نہ تھی اور رومی اہل کتاب تھے مشرکین نے اس پر خوشیاں منائیں اور مسلمانوں پر آوازیں کستے ہوئے کہنے لگے تم اور نصرانی اہل کتاب ہو اور ہم اور فارسی اَن پڑھ ہیں۔ ہمارے دوست تمہارے دوستوں پر غالب آ گئے۔ ہم بھی تم پر یونہی غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اتاری۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کفار کو کہا اللہ تعالیٰ کی قسم ضرور رومی چند سالوں میں فارسیوں پر غالب آئیں گے۔ ابی بن خلف نے یہ بات سنکر کہا تم جھوٹ بولتے ہو ابوبکر صدیق نے اس سے تین سال کی شرط پر دس اونٹیاں طے کر لیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ کو اس بات کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا بضع کی بعید ترین مدت مقرر کر لو اور انعام میں بھی اضافہ کرو۔ چنانچہ نو سال کی مدت پر ایک سو اونٹنیاں طے پا گئیں۔ ابی بن خلف تو بدر میں آنحضرت ﷺ کے زخم سے مر گیا۔

حدیبیہ یا بدر کے دن رومیوں کو فارسیوں پر غلبہ حاصل ہوا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مقررہ شرط کے مطابق ابی بن خلف کی اولاد سے شرط کا معاوضہ وصول کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو صدقہ کر دینے کا حکم فرمایا۔ [ترمذی] یہ آیت آنحضرت ﷺ کی نبوت پر واضح دلیل ہے اور قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ یہ علم غیب کی اطلاعات ہیں۔ یہ موقعہ وہ تھا جب کہ قمار حرام نہ ہوا تھا۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

اور مذہب امام ابی حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ یہ ہے کہ دار الحرب میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان عقود فاسدہ درست ہیں انہوں نے اسی واقعہ سے دلیل اخذ کی ہے۔

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ (پہلے پیچھے اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے) یعنی ہر چیز سے پہلے اور ہر چیز کے بعد یا جب وہ غالب ہوتے اور جب مغلوب ہوتے ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا ان کے غالب ہونے سے پہلے (وہ ان کے مغلوب ہونے کا وقت) اور ان کے مغلوب ہونے کے بعد (وہ ان کے غالب ہونے کا وقت) یعنی ان کا پہلے مغلوب اور پھر غالب ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم و تقدیر سے ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا وتلك الایام نداولها بین الناس [آل عمران: ۱۴۰] وَيَوْمَئِذٍ (اور اس دن) اور جس دن

روم کوفارس پرغلبہ ہوگا۔اوراللہ تعالیٰ کا وعدہ غلبے کی صورت میں پورا ہوگا۔یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (مؤمن خوش ہونگے)

۵:بِنَصرِ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کی مدد سے)اوراس کے اہل کتاب کوغیراہل کتاب پرغلبہ دینے اور کفار مکہ جوآج کتاب والوں کی ناکامی پرخوش ہورہے ہیں ان کوناکامی کا غصہ دلانے سے۔

ایک قول:

یہ ہے:اللہ تعالیٰ کی نصرت یہ ہے کہ ایمان والوں کی زبانی مشرکین مکہ کوپہنچائی گئی غلبہ روم کی خبرکوسچا کرکے دکھادیا۔بَ یفرحَ سے متصل ہے اسی لئے اللّٰہ پر وقف ہوگا نہ کہ المؤمنون بنصراللہ پر۔یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآ ءُ وَھُوَ الْعَزِیْزُ (وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہےاوروہ زبردست ہے)وہ اپنے دشمنوں پرغالب ہے۔الرَّحِیْمُ(رحمت والا ہے)اوراپنے دوستوں پرمہربان ہے۔

۶:وَعْدَ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ کیا ہے) یہ مصدرمؤکد ہے کیونکہ وھم من بعد غلبھم سیغلبون وعد من اللہ للمؤمنین یعنی یہ آیت اللہ کے مؤمنین سے وعدہ پردلالت کررہی ہے۔پس وعد اللہ یہ بمنزلہ وعداللہ المؤمنین وعدًا کے ہے۔

لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ (اللہ تعالیٰ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) عہد سے مرادروم کوفارس پرغلبہ دینا ہے۔وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن لوگوں کی اکثریت جانتی نہیں)اس بات کو۔

۷:یَعْلَمُوْنَ (وہ جانتے ہیں)

نَحو:یہ لایعلمون کا بدل ہے۔

مَسْئَلَہ:اس میں اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔کہ ایسا علم جومحض جہل ہواس کا ہونااورنہ ہونا برابر ہےاور جوعلم دنیا سے آگے نہ بڑھے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

ظَاھِرًا مِّنَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (دنیا کی زندگی کے ظاہر کو)

فَائِدَہ:دنیا کا ایک ظاہر ہےاورایک اس کا باطن ہے دنیا کا ظاہر وہی جو جہلاء کی نگاہوں میں ہے یعنی اس کی زیبائش پرمرے جانا اوراس کا باطن یہ ہے کہ آخرت کی گزرگاہ ہے یہاں سے آخرت کیلئے اعمالِ صالحہ کا زادِراہ لیا جاتا ہے۔آیت میں ظاہر کے لفظ کو نکرہ لاکراشارہ کردیا کہ یہ لوگ دنیا کے من جملہ مظاہر میں سے ایک مظہرکوصرف جانتے ہیں۔وَھُمْ عَنِ الْاٰخِرَۃِ ھُمْ غٰفِلُوْنَ (اوروہ آخرت سے بالکل غافل ہیں)

نَحو:دوسرا ھم مبتدأاور غافلون اس کی خبر ہے۔اور یہ مکمل جملہ پہلے ھم کی خبر ہے۔

فَائِدَہ: اس میں وضاحت فرمائی کہ وہ غفلت کا اس قدر شکار ہیں گویا غفلت کا مرکز اوراس کی جائے قرار ہیں۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ

کیا انہوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا ،اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا نہیں فرمایا

اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ⑧

مگر حق کے ساتھ اور ایک معینہ مدت تک ، اور بلا شبہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے،سو دیکھ لیتے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے،

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ

وہ لوگ قوت کے اعتبار سے ان سے بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو بویا جوتا اور اس سے زیادہ آباد کی جتنا ان لوگوں نے آباد کیا ہے،

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے، سو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا،اور لیکن وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ۭ⑨ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓاٰۗى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کرتے تھے پھر جن لوگوں نے برے کام کیے ان لوگوں کا برا انجام ہوا،اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا

وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩ ع

اور وہ ان کا مذاق بناتے تھے۔

دِل کی حکمتوں پر غور:

۸: اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (کیا وہ اپنے نفسوں کے متعلق نہیں سوچتے) نمبر۱۔اس کے ظرف ہونے کا احتمال ہے گویا اس طرح کہا گیا: اولم يثبتوا التفكر فی انفسهم یعنی کیا وہ اپنے نفوس میں تفکر کو قائم نہیں کرتے وہ دل جو کہ فکر سے فارغ ہیں حالانکہ تفکر کا تو مقام ہی دل ہے لیکن اس میں سوچنے والوں کی حالت کی مزید تصویر کشی فرمائی گئی جیسا کہتے ہیں اعتقده فی قلبك میں تمہارے دل میں اس کا اعتقاد کرتا ہوں حالانکہ اعتقاد کا تو محل ہی دل ہے۔

نمبر۲۔تفکر کا صلہ ہے جیسا کہتے ہیں تفکر فی الامر واجال فیه فکره ۔اس نے معاملے کو سوچا اور اپنی فکر اس میں دوڑائی۔ اس کے مطابق آیت کا معنی یہ ہے۔کیا انہوں نے اپنے ان دلوں میں سوچا نہیں جو دل ان کے اس مخلوق سے قریب تر ہیں اور وہ

ان کے احوال کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے پس ان کو چاہیئے کہ جو ظاہری و باطنی عجیب وغریب حکمتیں اس دل میں ودیعت کر رکھی ہیں ان پر غور کریں۔ اس لئے کہ وہ تدبیر پر دلالت کرنے والی ہیں بے توجہی ان سے مناسب نہیں اور ضروری ہے کہ اس کی انتہاء ایک ایسے وقت پر ہو جس میں احسان کا بدلہ احسان سے دیا جائے۔ اور برائی کا بدلہ اسی جیسا ملے تا کہ اس وقت تمام مخلوق کو معلوم ہو جائے کہ تمام مخلوق کا معاملہ محض حکمت و تدبیر سے چل رہا ہے اور اس کا ایک آخری وقت ہونا چاہیے۔ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ (اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کی درمیانی کائنات کو برحق ہی پیدا کیا ہے) یہ قول محذوف کا متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے اولم یتفکروا فیقولوا ھذا القول کیا وہ سوچتے نہیں کہ وہ یہ بات کہتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ سوچتے نہیں اگر وہ سوچتے تو جان لیتے کیونکہ کلام میں اس کی دلیل موجود ہے۔

حکمت بالغہ بنایا:

اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى (مگر حق کے ساتھ اور ایک وقت مقررہ کے ساتھ) یعنی ان کو باطل اور عبث نہیں بلکہ حکمت بالغہ کے ساتھ بنایا ہے اور ان کو ہمیشہ باقی رہنے کیلئے بھی نہیں بنایا۔ بلاشبہ ان کو حق کے ساتھ حکمت سے پُر بنایا اور ایک مقررہ اندازہ سے پیدا کیا اس کا اختتام ضروری ہے۔ اور اسی کا نام قیام قیامت اور وقت حساب اور ثواب وعقاب کی گھڑی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو غور سے دیکھو افحسبتم انما خلقناکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمہیں بے کار بنایا اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے کس طرح ان کے بغیر لوٹانے کے یونہی چھوڑ دینے کو عبث فرمایا؟

وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ (اور بلاشبہ بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات) لقاء سے بعث وجزاء مراد ہے۔ لکافرون (کے انکاری ہیں) ضد سے نہیں مانتے۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے رب کی ملاقات سے انکاری ہیں۔

۹: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ (کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے کس طرح ان لوگوں) عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (کا انجام ہوا جو ان سے پہلے ہوئے) یہ استفہام تقریری ہے کہ وہ شہروں میں چلے پھرے ہیں اور انہوں نے عاد وثمود وغیرہ سرکش اقوام کے تباہ شدہ مقامات دیکھے ہیں۔ پھر ان اقوام کی تھوڑی حالت ذکر فرمائی كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً (وہ ان سے طاقت میں زیادہ تھے)۔ وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ (انہوں نے زمین کو آباد کیا) زمین میں کھیتی باڑی کی۔ وَعَمَرُوْهَآ (اور اس کو آباد کیا) ان تباہ ہونے والوں نے اَكْثَرَ (ان سے زیادہ)

نحو: یہ مصدر محذوف کی صفت ہے مما عمروھا کا ما مصدریہ ہے۔

مِمَّا عَمَرُوْهَا (اہل مکہ کے تعمیر کرنے سے) وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (اور ان کے رسول ان کے پاس دلائل

لائے) یہاں وقف کیا جائے گا کیونکہ حذف ہے تقدیر کلام یہ ہے فلم یؤ منوا فاھلکوا ان کے رسول ان کے پاس دلائل لاتے پس وہ ایمان نہ لائے تو ہلاک کر دیے گئے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ (اللہ تعالیٰ ایسے تو نہیں کہ ان پر ظلم کریں) ان کی ہلاکت ظلماً نہ تھی۔ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے تھے) اس طرح کہ وہی اعمال کرنے لگے جو ان کی ہلاکت کا باعث بنے۔

۱۰: ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى (پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے بدی کی تھی بہت برا ہوا)۔

قراءت: عاقبۃ کو شامی وکوفی قراء نے منصوب پڑھا ہے۔

السُّوْآی یہ اسوأ کی تانیث ہے اور اس کا معنی قبیح ترین جیسا کہ حسنٰی احسن کی تانیث ہے۔

نحو: کان کا اسم ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہے۔ یہ ان کے نزدیک ہے جنہوں نے عاقبۃ کو خبر کی وجہ سے نصب دیا ہے۔ نمبر۲۔ جنہوں نے عاقبۃ کا رفع پڑھا انہوں نے اس کو محلاً منصوب قرار دیا ہے۔ معنی یہ ہے دنیا میں ان کا نتیجہ تباہی ہوا پھر ان کا انجام بہت ہی برا ہے۔ یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر الذین اساءُوا کو لائے۔ مطلب اس طرح ہے وہ سزا جو کہ بدترین سزا آخرت میں دی جانے والی ہے وہ وہی آگ ہے جو کفار کیلئے تیار کی گئی۔ اَنْ كَذَّبُوْا (اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا)

نحو: اس سے پہلے لام تعلیلیہ ہے۔ لان نمبر۲۔ بان سببیہ ہے۔ اس صورت میں اساءُوا کا معنی کفر واہوگا۔

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ (اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور وہ ان معجزات کا مذاق اڑانے والے تھے) یعنی پھر کفار کا انجام آگ ہوگا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

اللہ مخلوق کو ابتداءً پیدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا فرمائے گا، پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے' اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرمین ناامید ہو کر

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ

رہ جائیں گے اور ان کے شرکاء میں سے کوئی بھی سفارش کرنے والا نہ ہو گا اور وہ اپنے شرکاء کے

كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

منکر ہوں گے، اور جس دن قیامت قائم ہو گی، اس دن لوگ متفرق حالتوں میں ہوں گے۔ سو جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا

نیک عمل کیے وہ باغ میں مسرور ہوں گے، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو اور

بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، سو یہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے، سو تم اللہ کی تسبیح بیان کرو

حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

شام کے وقت اور صبح کے وقت۔ اور اسی کے لیے سب تعریف ہے آسمانوں میں اور زمین میں

عَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

اور دن کے پچھلے اوقات میں اور دوپہر کے وقت اس کی تسبیح بیان کرو۔ وہ جاندار کو بے جان سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے

الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع

نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندگی بخشتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔

۱۱: اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ (اللہ تعالیٰ ہی نے مخلوق کو اول مرتبہ پیدا کیا) ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (پھر وہی ان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کریں گے)۔ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (پھر اسی ہی کی طرف تمہاری واپسی ہوگی)

قراءت: ابوعمرو اور سہل نے یرجعون یاء سے پڑھا ہے۔

۱۲: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ (اور جب قیامت قائم ہوگی ناامید ہوں گے) مایوس و حیران ہونگے عرب کہتے ہیں ناظرته فابلس جبکہ بول نہ سکے اور دلیل پیش کرنے سے مایوس ہو جائے۔ الْمُجْرِمُوْنَ (مجرم) یعنی مشرکین۔

۱۳: وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآءِ هِمْ (اور ان کے شرکاء میں سے کوئی بھی نہ ہوگا) ان میں سے جن کی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کی ہوگی اور ان کو سفارشی فرض کیا۔ شُفَعٰٓؤُا (سفارشی) کتابتِ قرآن میں یہ لفظ الف سے قبل واؤ سے ہی لکھا جائے گا۔ جیسا کہ علمؤا بنی اسرائیل لکھا جاتا ہے۔ السوأی کا لفظ بھی یاء سے قبل الف کے ساتھ اس ہمزہ کو قائم رکھتے ہوئے اس حرف کی صورت میں جس سے اس کی حرکت ہے۔

وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ (وہ اپنے شرکاء کے انکاری ہو جائیں گے) نمبرا۔ وہ اپنے شرکاء کا شدت وقوت سے انکار کر دیں گے۔ نمبر۲۔ دنیا میں وہ ان شرکاء کی وجہ سے کافر بنے۔

۱۴: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ (اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن وہ سب منتشر ہو جائیں گے)

نحو: یتفرقون کی ضمیر کا مرجع مؤمن وکافر سب ہیں۔ اسلئے کہ مابعد اس پر دلالت کر رہا ہے۔

مؤمن کا اکرام ہوگا:

۱۵: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ (پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالحہ کیے وہ باغات) فِیْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ (میں مزے لے رہے ہونگے) روضة باغ کو کہتے ہیں اس کو نکرہ لائے کیونکہ اس کا معاملہ مبہم ہے اور تنوین تفخیم شان کیلئے ہے یحبرون اتنا خوش ہونا جس سے چہرہ ٹمٹمانے لگے اور خوشی کا اثر چہرے پر نظر آئے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کیونکہ خوشی کی وجوہ بہت ہیں۔ نمبرا۔ ان کا اکرام کیا جائے گا۔ نمبر۲۔ زیور پہنائے جانا۔ نمبر۳۔ جنت میں سریلی آواز کا سننا۔

۱۶: وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ (اور پھر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا) لقاء الآخرة سے بعث بعد الموت مراد ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ (وہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے) اقامت پذیر ہونگے اور اس سے غائب نہ ہونگے اور نہ ان سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: وما هم بخارجين منها [المائدہ: ۳۷]

پانچوں نمازیں:

۱۷: جب وعدے اور وعید کا ذکر کیا تو اس کے بعد ایسی چیز ذکر کی جو وعدے تک پہنچانے والی اور وعید سے محفوظ کرنے والی تھی۔ پس فرمایا۔ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ (پس تم اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرو) اس سے مراد ظاہری تسبیح ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو عیب سے پاک قرار دینا ہے اور ان اوقات میں ان کی خیر سے تعریف کرنا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمتوں کی تجدید ہوتی ہے۔ نمبر۲۔ نماز مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کیا پانچ نمازیں قرآن سے ثابت ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں اور یہ آیت تلاوت فرمائی یہ مصدر ہونے کی بناء پر منصوب ہے مطلب یہ ہے اس چیز سے پاک قرار دو جو اس کی ذات کے مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی خاطر نماز پڑھو۔ حِيْنَ تُمْسُوْنَ (جب تم شام کرتے ہو) اس میں نمازِ مغرب وعشاء آگئیں۔ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ

(جب تم صبح کرتے ہو) اس میں نمازِ فجر آئی۔

۱۸: وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اسی ہی کیلئے تعریف آسمانوں اور زمین میں ہے) یہ جملہ معترضہ ہے سمجھدار لوگ جو آسمان وزمین میں ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا چاہیے۔

نحو: فی السمٰوٰت یہ الحمد سے حال ہے۔

وَعَشِيًّا (اور پچھلے پہر)۔اس میں صلاۃ العصر آ گئی۔

نحو: اس کا عطف حین تمسون پر ہے۔وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ (اور جب تم دوپہر کرتے ہو) اس میں صلاۃ الظهر آ گئی۔عرب کا محاورہ ہے۔ اظھر ای دخل فی وقت الظھر۔وہ وقت ظہر میں داخل ہوا۔اکثر مفسرین کا قول یہ ہے پانچوں نمازیں مکہ میں فرض ہوئیں۔

۱۹: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ (وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے) پرندہ انڈے سے یا انسان نطفہ سے یا مؤمن سے کافر۔وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (اور میت کو زندہ سے نکالتا ہے) انڈہ پرندے سے یا انسان سے نطفہ یا مؤمن سے کافر۔

قراءت: المیّتُ میں المَیْت دونوں مقام پر مکی وشامی ،ابوعمرو، ابوبکر، حماد نے تخفیف سے پڑھا ہے۔اور دیگر نے تشدید سے۔

وَيُحْيِ الْاَرْضَ (اور وہ زمین کو زندہ کرتا ہے)۔نباتات کے ذریعہ اس کے مرجانے کے بعد بَعْدَ مَوْتِهَا (مردہ ہونے کے بعد) زمین کے مرجانے سے خشک ہونا مراد ہے۔وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (اور اسی طرح تمہیں نکالا جائے گا)۔

قراءت: حمزہ، علی، خلف نے تَخْرُجُوْن پڑھا ہے۔یعنی اس نکالنے کی طرح تم اپنی قبور سے نکلو گے۔

ان آیات کا عظیم ثواب:

كذلك کی کاف محل نصب ہے اور تخرجون اس کا عامل ہے مطلب یہ ہے ابداء اور اعادہ اس کی قدرت میں برابر ہیں۔ جو کہ مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ سے نکالنے پر قدرت رکھتا ہے۔روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے سبحان الله حین تمسون۔ تین مرتبہ اور سورۂ صافات کی آخری آیات ہر فرض نماز کے بعد پڑھیں آسمان کے ستاروں کے عددکی مناسبت سے اور بارش کے قطرات کی گنتی کے مطابق اور اسی طرح درختوں کے پتے اور ریت کے ذرات کے مطابق نیکیاں ملیں گی۔اور جب وہ مرجائے گا تو ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں اس کی قبر میں حاصل ہونگی اور انہی سے رسول ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا جس نے صبح کے اوقات میں سبحان الله حین تمسون و حین تصبحون سے الی قوله و کذلك تخرجون پڑھا۔اس کو وہ سب کچھ مل جائے گا جو اس سے اس دن میں رہ گیا اور جس نے شام کے وقت پڑھ لیا، اس نے رات میں فوت شدہ وظیفہ کا ثواب پالیا۔[رواہ ابوداؤد:۵۰۷۶]

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا پھر اچانک تم آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو۔ اور اس کی

اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ

قدرت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان کے پاس آرام کرو اور تمہارے درمیان

مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ

محبت اور ہمدردی پیدا فرمادی۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہیں۔ اوراس کی نشانیوں میں سے آسمانوں کا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

پیدا فرمانا اور تمہاری بولیوں اور رنگتوں کا مختلف ہونا ہے بلا شبہ اس میں جاننے والوں کے لیے

لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ

نشانیاں ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا ہے رات میں اور دن میں اور تمہارا تلاش کرنا ہے اس کے فضل کو،

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا

بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر ہوتا ہے

وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور امید بھی اور وہ آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس کے ذریعہ زمین کو زندہ فرمادیتا ہے اس کی موت کے بعد، بلاشبہ اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ

ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر

اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

جب وہ تم کو پکار کر زمین سے بلائے گا تو تم اسی وقت نکل پڑو گے، اور اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین

وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ

میں ہے سب اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ اور وہی ہے جو مخلوق کو پیدا فرماتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور وہ اس پر زیادہ آسان

عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ع

ہے اور اسی کیلئے شان اعلےٰ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہ عزت والا ہے حکمت والا ہے۔

دلائل قدرت، انسانی تخلیق:

۲۰: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ (اوراس کی ربوبیت اورقدرت کی علامات میں سے ہے)۔ اَنْ خَلَقَكُمْ (تمہارا پیدا کرنا ہے)۔ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ (مٹی سے پھر کچھ مدت کے بعد تم آدمی بن کر) کم سے آدم علیہ السلام اوران کی اولاد مراد ہے۔ تَنْتَشِرُوْنَ (تم پھیلے پھرتے ہو) تم ان چیزوں میں تصرف کرتے ہو جن میں تمہارا سامانِ معیشت ہے۔

نحو: اذا مفاجات کیلئے ہے تقدیر کلام اس طرح ہے ثم فا جا تم وقت کونکم بشرا منتشرین فی الارض پھر اچانک تمہارے بشر بن جانے پر تم زمین میں پھیلے پھرتے ہو۔

ازواج کا پیدا کرنا:

۲۱: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا (اوراس کے نشانہائے قدرت میں سے یہ ہے کہ تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تمہیں ان کے پاس آرام ملے) یعنی حواء کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا فرمایا اوران کے بعد عورتوں کو مردوں کی صلب سے پیدا فرمایا۔ یہ من ابتدائیہ ہے یا تمہاری ہم شکل اور ہم جنس کسی اور جنس سے نہیں اس صورت میں من بیانیہ ہے کیونکہ دونوں ایک جنس ہوں تو الفت وسکون ہوتا ہے۔ اور دو مختلف جنسیں ہوں تو نفرت عرب کہتے ہیں سکن الیہ ای مال الیہ۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (اور تمہارے مابین دوستی اور مہربانی بنادی) ازواجی تعلق سے باہمی محبت ورحمت پیدا کر دیا۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

المودۃ یہ جماع سے کنایہ ہے۔ اور رحمت سے مراد اولاد ہے۔ ایک قول یہ ہے مودت کا لفظ جوان کے لئے استعمال ہوا اور رحمت کا لفظ بوڑھی کیلئے۔ اور ایک قول یہ ہے مودت ورحمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور تفرک شیطان کی طرف سے یعنی بغض جو میاں بیوی کے درمیان ہو۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (اس میں البتہ نشانیاں ہیں سوچ وبچار والی قوم کیلئے) پس وہ جانتے ہیں کہ دنیا کا قیام وبقاء تناسل کے سبب سے ہے۔

تخلیق ارض وسماء، اختلافِ رنگ:

۲۲: وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اوراس کی نشانیوں میں سے آسمان وزمین کی پیدائش) وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ (اور تمہاری بولیوں کا مختلف ہونا ہے) نمبر ۱: السنہ سے مراد لغات کا مختلف ہونا، نمبر ۲۔ بولنے کے طریقوں اور آوازوں کی کیفیتوں کا مختلف ہونا۔ وَاَلْوَانِكُمْ (اور تمہارے رنگوں کا) سیاہ، سفید وغیرہ۔ اوراسی اختلاف سے تعارف و پہچان پیدا ہوئی ورنہ اگر انسان باہمی ہم شکل اور ایک طرح کے ہوتے تو التباس اور تجاہل پیدا ہوتا اور مصلحتیں معطل ہو کر رہ جاتیں۔ اس میں واضح علامت قدرت ہے۔ ایک باپ اور ماں سے پیدا ہوئے اوران کی کثرت تعداد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا مگر تمام میں باہمی فرق پایا جاتا

ہے۔اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (بلاشبہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں جاننے والوں کیلئے)عالمین یہ عالِمٌ کی جمع ہے۔
قراءت: حفص نے عالِمِین کسرہ سے عالم کی جمع اور کسرہ کیلئے یہ آیت شاہ ہے وَمَا یعقلھا الا العالمون[العنکبوت:۴۳]

رات کی نیند:

۲۳:وَمِنْ اٰیٰتِہٖ مَنَامُکُمْ بِالَّیْلِ اوراس کے نشانہائے قدرت میں سے تمہارا یہ رات کو سونا) وَالنَّھَارِ وَابْتِغَآؤُکُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ (اور دن کو اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرنا) نمبرا۔ یہ لف و نشر مرتب ہے و من آیاتہ منامکم وابتغاؤکم من فضلہ باللیل والنھار۔البتہ اول دونوں ساتھیوں میں اور پچھلے دونوں ساتھیوں میں فاصلہ کیا گیا۔نمبر۲۔تمہارا دونوں زمانوں میں نیند کرنا اور دونوں میں رزق طلب کرنا۔

مسلکِ جمہور:

اول زیادہ بہتر ہے کیونکہ قرآن مجید میں بار بار استعمال ہوا ہے اور سب سے درست معنی وہ ہے جس کو قرآن بیان کرے۔
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ (بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں سننے والی قوم کیلئے) یسمعون سے مراد تدبر کے ساتھ یاد رکھنے والے کانوں سے سننا مراد ہے۔

بادل کا پانی اُتارنا:

۲۴:وَمِنْ اٰیٰتِہٖ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ (اوراس کے نشانہائے قدرت میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے)۔
نحو: یُریکم میں دوصورتیں ہیں۔نمبرا۔اَنْ کو مضمر مان لیں جیسا کہ قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے۔(تمہارا بجلی دیکھنا) نمبر۲۔فعل کو مصدر کی جگہ لیا گیا۔اس مثال کی تشریح اسی طرح کی جاتی ہے تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ۔ای ان تسمع او سماعك خَوْفًا (ڈر کی بناء پر) کڑک سے یا سیلاب سے ڈر کر وَّ طَمَعًا (اور طمع میں) بارش کی۔نمبر۲۔خطرہ مسافر کیلئے اور طمع مقیم کیلئے ہے۔
نحو: یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام قرار دیا ای ارادۃ خوف وارادۃ طمع۔نمبر۲۔نصب حال ہونے کی بناء پر ہے۔ای خائفین و طامعین اس حال میں کہ وہ خوف کرنے والے اور طمع کرنے والے ہوتے ہیں۔
وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ (اور وہ آسمان سے اتارتا ہے)۔قراءت: مکی و بصری علماء نے تخفیف سے ینْزِلُ پڑھا ہے۔مَآءً (پانی) یعنی بارش فَیُحْیٖ بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (پس وہ اس کے ساتھ زمین کے بنجر ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کرتا ہے بیشک اس میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں) یعقلون سے مراد عقلوں سے سوچ بچار کرتے ہیں۔

آسمان وزمین کا قیام:

۲۵: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ (اوران کی نشانیوں میں سے کھڑا ہونا) بغیر ستونوں کے قائم رہنا۔ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ (آسمان اورزمین کا اسی کے حکم سے ہے) اس کے قائم کرنے نمبر۲۔اس کی تدبیر وحکمت سے ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ (پھر جب وہ تمہیں بلائے گا) اُٹھنے کیلئے۔

دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ (بلانا یکدم توتم زمین سے نکل کھڑے ہوگے) اپنی قبور سے۔

یہ جملہ بھی مفرد کے موقع پرمعنوی اعتبار سے یریکم کی طرف واقع ہے۔گویا اس طرح فرمایاومن آیاته قیام السمٰوٰت والارض واستمساکھا بغیر عمدٍ ثم خروج الموتٰی من القبور اذا دعاھم دعوة واحدة یاھل القبور اخرجوا۔ اوراس کے نشاناتِ قدرت میں آسمان وزمین کا قائم رکھنا اوربغیرستون کے ان کاٹھہرانا پھرقبروں سے مردوں کا نکلنا جب کہ ان کو ایک ہی آوازیاھل القبور اخرجوا سے دی جائے گی۔مقصد یہ ہے کہ بلاتوقف یہ بات پائی جائے گی ثم کے ذریعے اس کوقیام السمٰوٰت والارض پرعطف کیا تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ معاملہ بہت بڑا ہوگا اوراس چیز پراللہ تعالیٰ کومکمل قدرت حاصل ہے کہ وہ اس طرح فرمائیں اے قبروں والو! اٹھو! تو ایک فرد بھی اولین واخرین میں نہ رہے گا مگر کہ وہ کھڑا جھانک رہا ہوگا۔جیسا کہ فرمایاثم نفخ فیه اخرٰی فاذاھم قیام ینظرون [الزمر:۶۸]

نَحو: پہلا اذا شرط کا معنی دے رہا ہے۔اوردوسرا مفاجات کیلئے ہے اوریہ جوابِ شرط میں آنے والی فاء کے قائم مقام ہوتا ہے۔من الارض یہ فعل کے متعلق ہے مصدر سے نہیں اوراس محاورہ دعوته من مکان کذا میں مکانك مراد ہو یامکان صاحبك ہو۔

تمام اس کے غلام:

۲۶: وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (اوراسی ہی کے لئے ہے جو آسمان وزمین ہیں اورتمام اس کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں) وہ اس کے مطیع ہیں کیونکہ اس کے افعال کا وجودان میں پایا جاتا ہے ان سے رک نہیں سکتا یااس کی غلامی کااقرارکرنے والے ہیں۔

اعادۂ خلق اس کے لئے بہت آسان ہے:

۲۷: وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (اوروہ وہی ذات ہے جس نے مخلوق کی ابتداء کی پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا) وہ ان کو پیدا کرتا ہے پھران کودوبارہ اٹھانے کیلئے زندہ کرے گا۔وَهُوَ (اوروہ) بعث اَهْوَنُ (زیادہ آسان ہے)۔عَلَيْهِ یہ عندکم کے معنی میں ہے کیونکہ اعادہ تمہارے ہاں نئے سرے سے پیدا کرنے کی نسبت آسان ہے، پھرتم اعادہ کا کیوں انکار کرتے ہو۔

نکتہ: ھوا ھون علیه میں صلہ کومؤخرکیا اورھو علیّ ھیّن [مریم:۹] میں مقدم کیا۔کیونکہ وہاں مریم میں تخصیص مقصود ہے گویا اختصاص کا کوئی مقصد نہیں اس لئے مؤخر کردیا۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ

اللہ نے تمہارے لیے ایک مثال بیان فرمائی جو تمہارے نفسوں کے اندر سے ہے جن کے تم مالک ہو کیا ان میں سے کوئی اس مال میں شریک ہے

فِىْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ

جو ہم نے تمہیں دیا کہ وہ اور تم اس میں برابر ہو تم ان سے اسی طرح ڈرتے ہو جیسا اپنے نفسوں سے ڈرتے ہو، ہم اسی طرح

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۸ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

آیات کو بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے ظلم کیا وہ بغیر علم کے اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں،

فَمَنْ يَّهْدِىْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۹

سو جسے اللہ گمراہ کردے اسے کون ہدایت دے گا اور کوئی بھی ان کے لیے مددگار نہ ہوگا۔

قولِ ابوعبیدہ وزجاج وقتادۃ رحمہم اللہ:

اھون یہاں ھین کے معنی میں ہے اور اس کا استعمال ذات باری تعالیٰ کیلئے کیا جاتا ہے۔ یہاں اھون بمعنی کان ذلك علی اللہ یسیرًا کے ہے۔ جیسا کہ اللہ اکبر بمعنی کبیر ہے۔

اعادہ اگرچہ اپنی ذات کے اعتبار سے بہت بڑا ہے مگر انشاء کے مقابلہ میں آسان تر ہے۔ نمبر۲۔ وہ مخلوق کے مقابلہ میں پیدا کرنے سے آسان تر ہے کیونکہ ایک ہی آواز سے انکا کھڑے ہو جانا یہ نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ سے تکمیل تخلیق تک مقابلہ میں آسان تر ہے۔

سب سے بلندترین وصف وحدانیت:

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اسی کی شان اعلیٰ ہے آسمانوں اور زمین میں) یعنی ایسی اعلیٰ صفت و تعریف جو اس کے سوا اور دوسرے کیلئے نہیں اور وہ اس کے ساتھ مشہور ہے اور اسی سے اس کی آسمان وزمین میں مخلوقات کی زبان پر تعریف کی جاتی ہے۔ اور دلائل کی زبان سے بھی ثناء بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ ممکنات کی ہر چیز کے انشاء واعادہ پر پوری قدرت رکھتا ہے اس سے کسی طور پر عاجز نہیں اور وَهُوَ الْعَزِيْزُ کی صفت اس پر دلالت کرتی ہے عزیز کا معنی جو ہر مقدور پر زبردست غالب ہو۔ الْحَكِيْمُ (وہ حکمت والے ہیں) اس کا ہر فعل حکمت وعلم کے مطابق چل رہا ہے۔

قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

المثل الاعلی سے مراد کمثلہ شیئ وھوا لسمیع البصیر [الشوریٰ:۱۱] ہے۔ قول مجاہد رحمہ اللہ: اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے سب سے بلندترین وصف وحدانیت اسی ہی کیلئے ہے اور اگلی آیت اس کی تائید کرتی ہے۔

۲۸: ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (اللہ تعالیٰ ایک مضمون تمہارے ہی حالات میں سے بیان کرتے ہیں) یہ مثال ان لوگوں کے لئے بیان فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کا شریک تجویز کرتے ہیں۔

نحو : مِن یہ ابتدائیہ ہے گویا اس طرح فرمایا۔اس نے ایک مثال لی اور وہ تمہارے سب سے قریب چیز یعنی تمہارے نفوس سے لی ہے۔هَلْ لَّكُمْ (کیا تمہارے لیے ہے)اے آزادلوگو! مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (ان میں سے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں)یعنی تمہارے غلاموں میں سے۔

نحو : مِن تبعیضیہ ہے۔

مِّنْ شُرَكَآءَ (کوئی شریک)

نحو : مِن تاکیدِ استفہام کیلئے لایا گیا ہے جو کہ نفی کے قائم مقام ہے اس کا معنی یہ ہے کیا تم اپنے نفوس کیلئے پسند کرتے ہو۔ (حالانکہ تمہارے غلام تمہاری طرح انسان ہیں اور غلاموں کی طرح غلام ہیں) کہ وہ تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہوں۔فِيْ مَارَزَقْنٰكُمْ (اس روزی میں جو ہم نے تمہیں دی) یعنی اموال وغیرہ۔فَاَنْتُمْ (پس تم) اے آزاد اور مملوک لوگو! فِيْهِ (اس رزق میں)سَوَآءٌ (برابر ہو) آزاد غلام کے فرق کے بغیر تمہارے غلام تمہارے اموال میں تمہاری طرح کارمختار ہوں۔ تَخَافُوْنَهُمْ (تمہیں ان کا خطرہ لگا رہتا ہو)۔

نحو : یہ سواء کی ضمیر فاعلی سے حال ہے یعنی اے سادات! تمہیں اپنے غلاموں کا خطرہ اپنے اموال و جائیداد کے متعلق لگا رہتا ہو کہ تم ان کی اجازت کے بغیر اس میں کوئی حکم نافذ نہ کرتے ہو کہ کہیں وہ تمہیں روک ٹوک کریں۔

كَخِيْفَتِكُمْ (جیسا کہ تم اندیشہ کرتے ہو)اَنْفُسَكُمْ (اپنے لوگوں کا) جیسا تم آزاد لوگ ایک دوسرے سے مشترک چیز میں اندیشہ کرتے ہو۔پس جب تم اپنے نفوس کے متعلق یہ بات پسند نہیں کرتے تو پھر کیونکر یہ چیز تم رب الارباب اور مالک الاحرار والعبید کے لئے پسند کرتے ہو۔کہ اس کے بعض غلاموں کو اس کا شریک بناؤ۔

كَذٰلِكَ (اسی طرح) کاف یہاں محل نصب میں واقع ہے یعنی اس تفصیل کی طرح۔نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ (ہم آیات کی تفصیل کرتے ہیں) یعنی وضاحت کرتے ہیں کیونکہ تمثیل معانی کو کھولتی اور واضح کرتی ہے۔لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (عقل مند لوگوں کیلئے) جو امثلہ میں غور کرتے ہیں۔

۲۹: جب انہوں نے اس سے اثر نہ لیا تو ان سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (بلکہ ظالموں نے اتباع کی)ظلموا یعنی شرک کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔جیسا ان الشرك لظلم عظيم [لقمان:۱۳] میں ہے۔

اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (اپنی خواہشات کی بغیر علم کے)ای اتبعوا اهواء هم جاهلين جہالت کا ارتکاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنی خواہشات کی اتباع کی۔

فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ (جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے)اضل الله ای اضلهٗ

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا

آپ ایک طرف ہو کر اسی دین کی طرف اپنا رخ رکھئے ، اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کیجئے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، اللہ کی

تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

تخلیق میں تبدیلی نہیں ہے، یہ دین قیم ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ،

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾

اللہ کی طرف رجوع ہو کر اس کی فطرت کا اتباع کرو اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مختلف گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

اللہ ضمیر مفعولی حذف ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اور ان کیلئے کوئی مددگار نہ ہوگا) جو عذاب کے سلسلہ میں ان کی مدد کر سکے۔

دین پر استقامت اختیار کرو:

۳۰: فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ (پس آپ اپنا رخ سیدھا دین کی طرف کر لیں) اپنے چہرے کو بالکل اسی ہی کی طرف کر لیں، دائیں، بائیں متوجہ نہ ہوں۔ یہ درحقیقت دین کی طرف پوری توجہ، اس پر استقامت، اور اس کے اسباب کا اہتمام کرنے کی تمثیل ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز کا اہتمام کرتا ہے وہ اپنی نگاہ کو اس پر مرکوز کر لیتا ہے اور اپنی نظر اس کی طرف درست کرتا اور چہرے کو سیدھا کر لیتا ہے۔ حَنِيْفًا (یکسو ہو کر)

نحو: یہ مأمور اور دین سے حال ہے۔

توحید اور دین اسلام کے قابل پیدا کیا' اسے مت بدلو:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا: (اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑو جس فطرت پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا) یہاں فعل محذوف ہے یہ الزموا ہے اور اصل عبارت ہے: الزموا فطرة اللّٰه۔ تم اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لازم پکڑو۔ الفطرة خلقت کو کہتے ہیں اس کی تائید کیلئے آیت کا اگلا حصہ دیکھیں۔ لا تبديل لخلق اللّٰه (اللہ تعالیٰ کی اس خلقت کو مت بدلو!) مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو توحید اور دین اسلام کے قابل پیدا فرمایا نہ کہ اس سے دور ہونے والے اور اس کا انکار کرنے والے بنو۔ کیونکہ دین پر چلنا یہ عقل کے عین مطابق اور صحیح نظر و فکر کے ہم قرین ہے اس کو چھوڑ کر اس سے اعلیٰ کا انتخاب کر ہی نہیں سکتے جس نے اس راہ کو گم کیا وہ شیاطین انس و جن کے اغواء کا ہی نتیجہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد اسی بات کی ترجمانی کر رہا ہے: تمام

بندوں کو میں نے حنیف پیدا کیا ان کو دین کے سلسلہ میں شیاطین نے آگھیرا اور ان کو حکم دیا کہ میرے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہرائیں [مسلم: ۲۸۶۵] اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے والدین اس کو یہودی اور نصرانی بنادیتے ہیں۔

قول زجاج رحمہ اللہ: اس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایمان ہی کی حالت میں پیدا کیا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی صلب سے چیونٹیوں جیسی صورت میں نکالا اور ان کو اپنے اوپر گواہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے پس فطرۃ اللّٰہ کا معنی دین اللہ ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ لاتبدیل لخلق اللہ کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کو تبدیل و متغیر کرنا مناسب نہیں۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کے دین کو مت بدلو۔ اس کی دلیل آیت کا مابعد والا حصہ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ہے۔ (یہ مضبوط دین ہے) یعنی مستقیم دین ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں اس حقیقت کو)۔

۳۱: مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ (اسی ہی کی طرف تم رجوع کرو)

نحو: یہ نمبرا۔ یہ الزموا کی ضمیر سے حال ہے۔ اور اتقوا اور اقیموا اور لا تکونوا یہ تمام اس مضمر پر معطوف ہیں۔ نمبر۲۔ اقم وجهك سے حال ہے۔ کیونکہ آپ کو حکم یہ امت ہی کو حکم ہے گویا اس طرح فرمایا فاقیموا وجوهکم منیبین الیه تم اپنے چہروں کو درست کرو اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے نمبر۳۔ یا تقدیر عبادت یہ ہے کہ كُوْنوا منيبين اليه تم اس کی طرف رجوع کرنے والے بنو اس کی دلیل و لا تکونوا ہے۔

وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (اور اس سے ڈرو اور نماز کی پابندی کرو) یعنی اس کے اوقات میں ادا کرو۔ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اور تم ان شرک کرنے والوں میں سے مت بنو) جو غیروں کو اس کی عبادت میں حصہ دار بنانے والے ہیں۔

۳۲: مِنَ الَّذِيْنَ (جنہوں نے)

نحو: یہ المشرکین سے بدل ہے حرف جر کو دوبارہ لایا گیا ہے۔

فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ (اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا)۔ اور اختلاف خواہشات کی وجہ سے اس کو کئی دین بناڈالا۔

قراءت: حمزہ و علی نے فارقوا پڑھا یہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے اسی طرح معنی یہ ہے انہوں نے دین اسلام کو چھوڑ دیا۔ وَكَانُوْا شِيَعًا (اور وہ بہت سے گروہ بن گے) شیعہ کا معنی گروہ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے مقتداء کے پیچھے چل رہا ہے۔ جس نے اس کو گمراہ کیا۔ كُلُّ حِزْبٍ (ان میں سے ہر گروہ)۔ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (جو اس کے پاس ہے اس پر مگن ہے) اپنے مذہب پر خوش و خرم ہے اس کے باطل کو حق جانتا ہے۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ

اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جب اللہ انہیں اپنی رحمت کا

رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا وقفہ

کچھ مزہ چکھا دیتا ہے تو اچانک ان میں سے بعض لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں تا کہ وہ اس کے منکر ہو جائیں جو ہم نے انہیں دیا ہے، سو مزے اڑا لو،

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

عنقریب جان لو گے، کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے، سو وہ ان سے اس کے بارے میں بات کر رہے ہیں جو وہ شرک کرتے ہیں

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا کچھ مزہ چکھاتے ہیں تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر ان کے اعمال بد کی وجہ سے انہیں کوئی مصیبت پہنچ جائے

اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

تو اچانک وہ نا امید ہو جاتے ہیں۔

کیا شرک کی دلیل ہے:

۳۳: وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ (اور جب لوگوں کو کوئی دکھ چھو لیتا ہے) ضُر سے جسمانی کمزوری نمبر۲۔ مرض نمبر۳۔ قحط نمبر۴۔ اسی طرح کی دیگر چیزیں مراد ہیں۔ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً (وہ پکارتے ہیں اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کر کے پھر جب وہ اپنی طرف سے کسی قدر رحمت کا مزہ ان کو چکھاتا ہے)۔ رحمت سے یہاں مراد اس شدت و سختی سے چھٹکارا ہے۔ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ (اسی وقت ہی ایک جماعت ان میں سے اپنے رب کا شریک بنانے لگ جاتی ہے)۔ عبادت میں شریک ٹھہرانے لگتے ہیں۔ یعنی خلاصی دلانے میں دوسروں کو حصہ دار ماننے لگ جاتے ہیں۔

۳۴: لِيَكْفُرُوْا (تا کہ وہ ناشکری کریں)۔

نحو: یہ لام کَیْ ہے۔ نمبر۲۔ یہ لام امر ہے جو وعید کیلئے لائی گئی ہے۔

بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ (جو کچھ نعمتیں ہم نے ان کو دیں)۔ فَتَمَتَّعُوْا (پس تم مزے اڑا لو) اپنے کفر کے سبب تھوڑی دیر دنیا میں۔ یہ امر وعید کیلئے لایا گیا ہے۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (تم عنقریب اپنے اس نفع اٹھانے کا وبال جان لو گے)۔

۳۵: اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا (کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے) سلطانًا کا معنی حجت و دلیل ہے۔ فَهُوَ يَتَكَلَّمُ (وہ ان سے کہہ رہی ہے۔) یہاں تکلّمہ مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہتے ہیں كتابه ناطق بكذا وهذا مما نطق به

القرآن۔ یعنی شہادت و گواہی گویا تقدیر کلام اس طرح ہے **فھو یشھد بشرکھم وبصحتہٖ** وہ گواہی دیتا ہے ان کے شرک اور اس کی درستی کی۔

بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ (جس کے سبب سے وہ شرک کر رہے ہیں) مَا مصدریہ ہے ان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے سبب نمبر۲۔ ما موصولہ ہے اور ضمیر بہٖ کی اس کی طرف لوٹتی ہے تقدیر کلام اس طرح ہوا **فھو یتکلم بالامر الذی بسببہٖ یشرکون** ۔وہ اس امر کا کلام کرتا ہے جس وجہ سے وہ شرک کرتے ہیں۔**ایک اور تفسیر**: یا ہم نے ان پر دلیل والا یعنی فرشتہ اتارا کہ جس کے پاس دلیل ہے۔ پس وہ فرشتہ اس دلیل کو بیان کرتا ہے جس کے سبب سے وہ شرک کرتے ہیں۔

تنگ دستی و بدحالی گناہوں سے ہے:

۳۶: **وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً** (اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں) رحمت سے یہاں بارش والی نعمت مراد ہے۔ نمبر۲۔ خوشحالی مراد ہے۔ نمبر۳۔ صحت جسمانی مراد ہے۔ **فَرِحُوْا بِهَا** (وہ اس کی وجہ سے اتراتے ہیں) فرح کا یہاں معنی اترانا، تکبر کرنا ہے۔ **وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ** (اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے) سیئۃ سے خشک سالی، نمبر۲۔ تنگدستی، نمبر۳۔ بیماری کی مصیبت مراد ہے۔ **بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ** (ان کے کرتوت کے سبب) یعنی ان کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے۔ **اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ** (اسی وقت ہی وہ آس توڑ بیٹھتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ اذا یہ مفاجات کیلئے بطور جواب شرط لایا گیا ہے یہ فاء کی جگہ لایا گیا کیونکہ تعقیب میں دو ہم قرین ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ رزق پھیلا دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

جو ایمان لاتے ہیں، سو اے مخاطب تو رشتہ دار کو اس کا حق دے دے اور مسکین کو اور مسافر کو یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ

جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں، اور جو بڑھنے والی چیز تم دو گے تاکہ وہ

اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

لوگوں کے مالوں میں شامل ہو کر بڑھ جائے، سو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھے گی اور جو بھی زکوٰۃ تم دو گے جس کے ذریعہ اللہ کی رضا چاہتے ہو

فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ

سو یہ وہ لوگ ہیں جو بڑھانے والے ہیں۔ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا۔ پھر تمہیں رزق دیا۔ پھر تمہیں موت دے گا۔ پھر

يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾

تمہیں زندہ فرمائے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے؟ اللہ ان کے شرک سے پاک ہے اور برتر ہے۔

ع ۱۳ ۷

۳۷: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کا رزق فراخ کرنا چاہتے ہیں فراخ کر دیتے ہیں اور جس کی روزی تنگ کرنا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اس میں مؤمنوں کیلئے نشانیاں ہیں) استفہام انکاری ہے اس میں ان پر انکار کیا گیا کہ وہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی رزق کو کھولنے اور تنگ کرنے والے ہیں پھر یہ کیوں کر اس کی رحمت سے نا اُمید ہوتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کی طرف گناہوں سے توبہ کر کے کیوں نہیں آتے وہ گناہ جن کی نحوست کی وجہ سے یہ سزا ملی ہے تاکہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف لوٹ آئے۔

افعالِ لازمہ کا تذکرہ:

۳۸: اور جب یہ ذکر کر دیا گیا کہ تنگدستی اور بدحالی ان کے گناہوں کی وجہ سے آئی ہے اس کے بعد اس چیز کا ذکر کیا کہ کن افعال کو کرنا لازم اور کن سے دست کش ہونا ضروری ہے چنانچہ فرمایا۔ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (تم اپنے قرابت والے کو اس کا حق) صلہ رحمی اور حسن سلوک میں سے دو۔ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (اور مسکین اور مسافر کو) ان کا حق صدقہ جو ان کے لئے مقرر کیا

گیا ہے وہ دو۔

مَسْئَلَہ: محارم پر خرچ کرنا واجب وفرض ہے جیسا کہ مذہب احناف رحمہم اللہ ہے۔

ذٰلِکَ (یہ) یعنی ان کے حقوق کی ادائیگی خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ (بہت بہتر ہے ان لوگوں کے حق میں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتے ہیں) وجہ اللہ سے ذات حق تعالیٰ مراد ہے مطلب یہ ہے وہ اپنی اس بھلائی سے خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کو راضی کرنے والے ہیں۔ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور وہی کامیاب ہیں)۔

سود مال کو گھٹاتا اور زکوٰۃ بڑھاتی ہے:

۳۹: وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ (اور وہ چیز جو تم اس لئے دو گے تاکہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر وہ بڑھ جائے) مراد یہ ہے کہ جو مال تو سود کھانے کیلئے لگاؤ گے تاکہ لوگوں کے مال میں وہ نشوونما پائے اور بڑھ جائے۔ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰہِ (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا) اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ نشوونما نہیں پاتا۔ اور نہ ہی اس میں برکت ڈالی جاتی ہے۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد وہ اضافہ ونمو ہے جو حلال ہے اب مطلب اس طرح ہوا جو ہدیہ تم اس غرض سے دیتے ہو کہ اضافہ کے ساتھ تمہیں واپس دیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا کیونکہ اس سے رضائے الٰہی مقصود ہی نہیں۔ وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ (اور جو تم زکوٰۃ دو گے) زکوٰۃ سے یہاں مطلق صدقہ مراد ہے۔ تُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ (اس سے تم اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنے والے ہو) خالصۃً اس سے رضاءِ الٰہی مطلوب ہو۔ اور کسی بدلہ کی چاہت نہ ہو اور نہ سودخوری اور ریاکاری کی غرض ہو۔ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (پس وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑھانے والے ہیں) نیکیوں میں کئی گنا اضافہ پانے والے ہونگے۔ المضعف کے لفظ کی نظیر المقوی اور الموسر ہے جو کہ ذی القوۃ وذی الیسار کو کہا جاتا ہے۔

قراءت: اتیتم من ربا بغیر مد کے مکی نے پڑھا یعنی سود دے کر جو ملاوٹ اور کھوٹ تم نے کی لتربوا مدنی نے پڑھا ہے یعنی تاکہ اضافہ کیا جائے ان کے مالوں میں۔

نکتہ: اولئک ھم المضعفون میں شاندار التفات ہے کیونکہ یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے گویا اس طرح فرمایا جس نے یہ کیا تو اس کا راستہ مخاطبین والا راستہ ہے اور المضعفون کا معنی المضعفون بہ ہے (وہ اس کو بڑھانے والے ہیں) کیونکہ اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔ جو ماموصولہ کی طرف لوٹے۔

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

پس اولئک ھم المضعفون کی تقدیر کلام فاھلھا ھم المضعفون ہے۔ مطلب یہ ہے وہی لوگ ہیں جن کو بڑھا کر ثواب دیا جائے گا اور نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا۔

۴۰: پھر انکے معبودان مجوزہ کی عاجزی کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہیں پیدا کیا)۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ

ظاہر ہو گیا فساد خشکی میں اور دریا میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا

الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

مزہ چکھا دے، تاکہ وہ لوگ باز آجائیں، آپ فرما دیجئے زمین میں چلو، دیکھو ان لوگوں کا

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿٤٢﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ

کیا انجام ہوا جو تم سے پہلے تھے، ان میں سے اکثر مشرک تھے۔ سو اے مخاطب تو اپنا رخ دین قیم کی طرف

الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿٤٣﴾ مَنْ

رکھ اس دن کے آنے سے پہلے جس کیلئے اللہ کی طرف سے ہٹنا نہ ہو گا اس دن لوگ جدا جدا ہوجائیں گے۔ جو شخص

كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ

کفر اختیار کرے گا تو اس کا کفر اسی پر پڑے گا اور جو شخص نیک کام کرے گا سو ایسے لوگ اپنی ہی جانوں کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ تاکہ اللہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٥﴾

ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، بلاشبہ وہ کفر اختیار کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

نحو: یہ مبتدا اور خبر ہے۔

رزق، موت، زندگی اللہ کے پاس ہے:

ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا)۔ یعنی وہ تخلیق کرنے، روزی دینے اور موت و زندگی دینے کے ساتھ خاص ہے۔ هَلْ مِنْ شُرَكَآءِكُمْ (کیا تمہارے فرضی شریکوں میں سے) یعنی وہ اصنام جن کے متعلق تمہارا گمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ (کون ایسا ہے جو اس میں سے کوئی کام کرنے کی طاقت رکھتا ہو) یعنی پیدا کرنا، رزق دینا، موت و زندگی بخشنا وغیرہ۔ مِّنْ شَيْءٍ (ذراسی) یعنی ان افعال میں سے ذرہ بھر۔ کفار کی طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا تو بطور استبعاد فرمایا۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (وہ پاک ہے اور ان کی شرک آفرینیوں سے بلند و بالا ہے) مِن پہلا، دوسرا اور تیسرا ہر ایک ان میں سے مستقل طور پر ان کے معبودان باطلہ کی عاجزی اور ان کی پوجا کرنے والوں کی جہالت کی تاکید در تاکید ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔

فساد سے مراد:

۴۱: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (خشکی اور سمندر میں فساد پھیل رہا ہے) الفساد سے نمبر ا۔ قحط نمبر ۲۔ بارشوں کی قلت نمبر ۳۔ کھیتوں پر ہواؤں کا چلنا۔ نمبر ۴۔ تجارتوں میں نقصان نمبر ۵۔ انسانوں اور چوپایوں میں کثرتِ اموات نمبر ۶۔ کثرتِ غرق نمبر ۷۔ ہر چیز سے برکت کا مٹ جانا مراد ہے۔ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (لوگوں کی بداعمالیوں کے سبب) وہ بداعمالیاں شرک اور دیگر کبائر ہیں جیسا کہ فرمایا وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم [الشوری: ۳۰] لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا (تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے بعض اعمال کا بدلہ چکھائے) مطلب یہ ہے تا کہ ان کو دنیا میں ان کے بعض اعمال کا وبال چکھا دیا جائے اس سے قبل کہ آخرت میں ان کو تمام اعمالِ بد کی سزا ملے۔

قراءت: لنذیقهم نون کے ساتھ قنبل نے پڑھا ہے۔

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (شاید کہ وہ توبہ کرلیں) ان معاصی سے جن میں وہ مبتلا ہیں۔ پھر گناہوں کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور سزا کا سبب حقیقی ہونے کی تاکید کیلئے اگلی آیت میں فرمایا۔

۴۲: قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ (آپ کہہ دیجئے! زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ تم سے پہلے لوگوں) عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ (کا انجام کیا ہوا ان میں سے اکثر مشرک تھے) اس آیت میں زمین میں گھوم پھر کر ہلاک ہونے والی امم کے حالات دیکھنے کا حکم فرمایا تا کہ گناہوں کے باعث ان کا جو برا انجام ہوا اس کو وہ دیکھیں اور اس پر غور و فکر کریں)۔

۴۳: فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ (پس آپ اپنا چہرہ دین قیم کی طرف کرلیں) القیم ایسی کامل استقامت جس میں کوئی ٹیڑھ نہ ہو۔ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ (اس سے قبل کہ ایسا دن آئے جس کو لوٹانا ممکن نہیں) مَرد یہ مصدر بمعنی الردّ (لوٹانا) کے آیا ہے۔ مِنَ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے)۔

نحو: یہ یأتی کے متعلق ہے مطلب یہ ہے اس سے قبل کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا دن آئے جس کو کوئی لوٹا نہ سکے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا فلا یستطیعون ردها [الانبیاء: ۴۰] نمبر ۲۔ مردّ کے متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے وہ اس کو لانے کے بعد واپس نہ فرمائے گا اور خود وہ لوٹے گا نہیں۔ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ (اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے)۔

۴۴: رَبط: پھر اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کی طرف اشارہ کیا۔

اللہ کی بے نیازی کافر کو کفر کی سزا اور نیک عمل کا بدلہ جنت ہوگا:

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ (جو کفر کر رہا ہے اسی پر اس کا کفر پڑے گا) یعنی کفر کا وبال واقع ہوگا۔ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ (اور جو نیک عمل کر رہے ہیں وہ اپنے ہی لئے سامان کر رہے ہیں) یعنی وہ اپنے نفوس کیلئے اسے درست کر رہے

ہیں اپنے نفس کیلئے وہ آدمی درست کرتا ہے جو بستر بچھاتا ہے تاکہ نیند کو خراب کرنے والی کوئی چیز ابھار وغیرہ اس کی خوابگاہ میں باقی نہ رہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی وجہ سے جنت ان کے لئے تیار فرما رہے ہیں۔

نکتہ: اس میں جنت درست کرنے کی نسبت ایمان والوں کی طرف فرمائی اور دونوں مقام پر جار مجرور **فعلیه کفرہ** اور **فلانفسھم** کو مقدم کیا تاکہ یہ ظاہر کردیا جائے کہ کفر کا نقصان خود اس کافر پر ہی پلٹ کر پڑنے والا ہے۔اور ایمان واعمال صالحہ کا فائدہ بھی اسی مؤمن کو ملے گا اس سے ہرگز تجاوز نہ کرے گا۔

دلیل قدرت:

۴۵: لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو جزاء عنایت فرمائے گا)۔

نحو: **لیجزی** یہ **یمھدون** کے متعلق ہے اور اس کی تعلیل وتکریر ہے یہاں ضمیر کی بجائے **امنو ا وعملو ا** صریح لائے تاکہ اس بات کو پختہ طور پر ثابت کردیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب فقط اور فقط مؤمن ہے۔مِنْ فَضْلِهٖ (اپنے فضل سے) یعنی اپنی خاص عطاء سے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (اور بیشک وہ کافروں کو پسند نہیں فرماتے)۔اس میں سابقہ مضمون کو مزید پختہ کیا گیا ہے پہلی تقریر مثبت انداز میں تھی اور یہ منفی اور عکس کے انداز میں ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے جو خوشخبری دیتی ہیں تا کہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم سے

بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

جاری ہوں اورتا کہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو، اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو

رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ

ان کی قوم کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لے لیا جنہوں نے جرم کئے ،

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ

اور اہل ایمان کو غالب کرنا ہمارے ذمہ ہے، اللہ وہی ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو جو اٹھاتی ہیں

سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ

بادل کو، پھر وہ اس کو آسمان میں پھیلا دیتی ہیں جیسے اللہ چاہے اور وہ بادل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر اے مخاطب تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر سے

مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٨﴾

نکلتی ہے پھر وہ اس مینہ کو اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے پھر وہ خوشی کرنے لگتے ہیں۔

۴۶: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ (اور اس کی قدرت کی آیات میں سے) یہ ہے اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ (ہواؤں کا بھیجنا) الریاح سے جنوبی، شمالی اور صبا کی ہوائیں مراد ہیں یہ رحمت کی ہوائیں ہیں۔ باقی دبور (مغربی ہوا) یہ عذاب کی ہوا ہے آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی میں اسی کا تذکرہ ہے اللهم اجعلها رياحا ولا تجعلها ريحًا۔ (ریح سے یہاں دبور مراد ہے) [ابویعلی ۲۴۵۶، الطبرانی] ہواؤں کے فوائد شمار کرتے ہوئے فرمایا۔ مُبَشِّرٰتٍ (خوشخبریاں دیتی ہوئی) ان کو بھیجا بارش کی خوشخبری سنانے کیلئے وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ (اور اس لئے کہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے) رحمت کا چکھانا یہ ہے: بارش کے اترنے، سبزہ کے حاصل ہونے اور ہواؤں کے چلنے سے راحت میسر آنا، زمین کا پاک وصاف ہونا وغیرہ۔

نحو: وليذيقكم کا عطف مبشرات پر اسی معنی میں ہے گویا فرمایا ليبشركم وليذيقكم تا کہ وہ تمہیں خوشخبری دے اور تمہیں چکھائے۔

وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ (اور تا کہ کشتیاں چلیں) جب کہ وہ سمندر میں چلیں۔ بِاَمْرِهٖ (اس کے حکم سے) یعنی اس کی تدبیر یا تکوین سے جیسا کہ فرمایا: انما امره اذا اراد شيئا الاية [یٰسین:۸۲] وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (اور تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو)

ابتغاءِ فضل سے مراد سمندر کے راستہ سے کی جانے والی تجارت ہے۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تا کہ تم شکر گزار رہو) تا کہ تم اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔

تسلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

۴۷: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى (اور تحقیق آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر انکی اقوام کی طرف) قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (بھیج چکے اور وہ پیغمبران کے پاس واضح نشانیاں لائے) پس بعض لوگ ان پیغمبروں پر ایمان لائے اور بعض نے انکار کیا اس پر آیت اضمار دلالت کر رہا ہے۔ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا (پس ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا) اجرموا کا معنی کفروا ہے انتقام سے مراد دنیا میں ہلاکت کا شکار ہونا ہے۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور مؤمنوں کی مدد ہم پر لازم ہے) یعنی مؤمنوں کی مدد ہم پر لازم تھی ان کو ہم نے رُسل کے ساتھ ہی نجات دی۔

قراءت: کبھی حقاً پر وقف کیا جاتا ہے اب معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انتقام برحق ہے اس طرح علینا نصر المؤمنین یہ جملہ ابتدائیہ بنے گا۔ مگر عدم وقف زیادہ صحیح اور تکلف سے بری ہے۔

دلیل قدرت، بادل سے بارش نکالنا:

۴۸: اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ (اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے)۔

قراءت: مکی نے الریح پڑھا ہے۔

فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ (پس وہ بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں۔ پھر وہ بادلوں کو پھیلاتی ہیں) ہٗ کی ضمیر سحاب کی طرف ہے۔ فِى السَّمَآءِ (آسمان میں) آسمان کی جانب وطرف جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وفرعها فى السماء (یعنی آسمان کی جانب) [ابراہیم: ۲۴] كَيْفَ يَشَآءُ (جس طرح وہ چاہتا ہے) شمال کی جانب یا جنوب یا پچھم یا پورب کی طرف۔ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا (اور وہ اس کے ٹکڑے کر دیتا ہے) کِسَف جمع کسفۃ کی ہے۔ معنی ہیں ٹکڑا۔ مطلب یہ ہے کہ اولاً بادلوں کو پھیلاتا ہے اور کبھی وہ آسمان کی سطح کو اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی ان کو متفرق ٹکڑوں کی صورت میں بغیر پھیلائے چھوڑ دیتے ہیں۔

قراءت: كِسْفًا سین کے سکون سے یزید اور ابن ذکوان نے پڑھا ہے۔

فَتَرَى الْوَدْقَ (پس بارش کو دیکھتے ہو) الودق: بارش يَخْرُجُ (نکلتی ہے) دونوں ہی صورتوں میں مِنْ خِلٰلِهٖ (اس کے درمیان سے) فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ (پھر وہ اس بارش کو پہنچاتا ہے)۔ ہٗ کی ضمیر الودق کی طرف لوٹتی ہے۔ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (جن کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے) جن کی زمینوں اور علاقے کو سیراب کرنا چاہتا ہے۔ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (اسی وقت وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں) یستبشرون یفرحون کے معنی میں ہے۔

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ

اگرچہ وہ اس سے پہلے کہ ان پر پانی اتارا جائے نا امید ہو گئے تھے، سو دیکھو لو اللہ کی رحمت کے

رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ

آثارکو وہ کیسے زندہ فرماتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد۔ بلاشبہ وہی مردوں کو زندہ فرمانے والا ہے اور وہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾

ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر ہم ان پر دوسری قسم کی ہوا چلا دیں پھر یہ اپنی کھیتی کو ایسی حالت میں دیکھیں کہ پیلی پڑ گئی ہو، سو یہ ناشکری کرنے لگیں گے۔

۴۹: وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ (اور یقیناً وہ بارش کے اتارے جانے سے پہلے) مِّنْ قَبْلِهٖ (بارش سے پہلے)

نحو: تاکید کیلئے دوبارہ لائے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے فكان عاقبتهما انهما في النار خالدين فيها [الحشر:۱۷] (ھما ثانی اول ھما کی تاکید ہے)

نکتہ: اس آیت میں تاکید کا معنی یہ ہے کہ ان پر بارش اترے ہوئے زمانہ بیت گیا۔ جس سے ان کی ناامیدی پختہ ہوگئی پس ان کی خوشی بھی ان کے غم کی طرح بہت زیادہ حد سے نکلی ہوئی تھی۔ لَمُبْلِسِيْنَ (البتہ مایوس ہونے والے تھے)۔

اعادہ مقدورات میں ابتداء کی طرح ہے:

۵۰: فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ (تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ملاحظہ کرو۔ کس طرح وہ) يُحْيِ الْاَرْضَ (زمین کو زندہ کرتا ہے)۔

قراءت: اٰثٰرِ امی، کوفی قراء نے پڑھا سوائے ابوبکر کوفی کے اور دیگر قراء نے اَثَرِ پڑھا ہے۔ رحمت سے یہاں بارش مراد ہے۔ احیائے ارض سے نبات اور انواع واقسام کے اثمار سے زمین کا آباد ہونا ہے۔

بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ ذٰلِكَ (اس کے مرجانے کے بعد بیشک وہی) یعنی اللہ تعالیٰ ذٰلک کا مشارالیہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى (ضرور مردوں کو زندہ فرمائے گا)۔ یعنی بیشک وہ قادر مطلق جس نے زمین کو مردہ وبنجر ہونے کے بعد آباد کر دیا وہی تو لوگوں کو ان کی موت کے بعد زندہ فرمائے گا۔

نکتہ: یہاں بنجر زمین کی آبادی کو مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے کیلئے بطور استدلال کے ذکر فرمایا ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) وہ اپنی مقدورات کی ہر چیز پر قادر مطلق ہیں اور مردوں کو زندہ کرنا یہ منجملہ مقدورات میں سے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا ابتداءً پیدا کرنا جب مقدورات (ممکنات) میں سے ہے تو اعادہ خود مقدورات وممکنات میں شامل ہوا۔

۵۱: وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا (اور اگر ہم ان پر پچھم کی ہوا بھیج دیں)۔ فَرَاَوْهُ (پس وہ اس کو دیکھیں) ہٗ سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اثر ہے۔ کیونکہ رحمت سے بارش اور اس کے اثر سے نبات مراد ہے۔

قراءت: بعض قراء نے اس کو جمع سے پڑھا انہوں نے ضمیر کو اس کے معنی کی طرف لوٹایا ہے کیونکہ آثار رحمت کا معنی نباتات ہے اور نباتات کا لفظ قلیل و کثیر ہر دو کیلئے مستعمل ہے کیونکہ یہ مصدر ہے جس کو اُگنے والی چیز کیلئے بطور نام استعمال کر لیا ہے۔ مُصْفَرًّا (زرد)۔ اس کے سبز ہونے کے بعد۔

ایک قول:

یہ منصوب ہے کیونکہ یہ زردی حادث اور نئی پیدا ہونے والی ہے۔ قول دیگر: پس وہ بادلوں کو زرد دیکھیں۔ زرد بادل سے بارش نہیں برستی۔

مایوس و ناشکرے بھی بن گئے:

نحو: ولئن میں لام سم کی تمہید کیلئے ہے جس کو حرف شرط پر داخل کیا اور قسم و شرط دونوں کے جواب کے قائم مقام ہے۔ لَّظَلُّوْا (تو وہ ہو جائیں گے) اس کا معنی لیظلّنّ (ضرور وہ ہو جائیں گے) مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ (اس کے بعد انکار کرنے والے) یعنی اس کے زرد ہو جانے کے بعد نمبر۲۔ خوش ہو جانے کے بعد۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کی مذمت فرمائی ہے کہ جب بارش روک لی جاتی ہے تو مایوسی کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اپنی ٹھوڑیاں اپنے سینوں پر ناامیدی سے مارتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو سیراب کرتے اور بارش عنایت کر دیتے ہیں تو وہ بڑے خوش ہوتے ہیں۔ جب عذاب کی ہوا ان کے کھیتوں پر بھیج کر ان کو زرد کر دیتے ہیں تو وہ چیختے اور شور مچاتے اور اس کی نعمتوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ وہ ان تمام احوال میں قابل مذمت حالت میں ہیں۔ ان پر لازم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے اور اس کے فضل پر اعتقاد و اعتماد جماتے مگر وہ مایوس ہو گئے اور انہیں چاہیے تھا کہ وہ اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے اور اس کی حمد و ثناء کرتے مگر وہ اترانے لگے اور تکبر اختیار کیا۔ ان پر حق بنتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی مصیبت پر صبر کرتے مگر انہوں نے کفر اختیار کر لیا۔

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ

سو آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جبکہ وہ پشت پھیر کر چل دیں اور آپ

بِهٰدِ الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾

اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہٹا کر ہدایت نہیں دے سکتے، آپ اسی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لائے سو وہ ماننے والے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ضعف کی حالت میں پیدا فرمایا پھر ضعف کے بعد قوت پیدا کردی پھر قوت کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

ضعف اور بڑھاپا پیدا فرمادیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے وہ خوب جاننے والا ہے بڑی قدرت والا ہے۔

ان پر ایمان کی طمع ترک کردیں:

۵۲: فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (پس بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے)۔ الموتی یعنی مردہ دل نمبر۲۔ یہ مردوں کے حکم میں ہیں پس آپ ان سے طمع مت کریں کہ یہ آپ کی بات قبول کرلیں گے۔ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ (اور نہ آپ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں)۔

قراءت: مکی نے ولا یَسمَع الصمُّ پڑھا ہے۔

اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ (جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں)

سوال: بہرہ تو اقبال وادبار دونوں حالتوں میں نہیں سنتا پھر ولوا مدبرین کی تخصیص کا کیا معنی ہے؟

جواب: بہرہ چہرے کی طرف سے متوجہ ہو تو رمز واشارہ سے سمجھ جائے گا۔ مگر جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا ہو تو نہ سنے گا اور نہ ہی اشارہ کو سمجھے گا۔

۵۳: وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْىِ (اور نہ آپ اندھوں کو راستہ دکھا سکتے ہیں)۔ العمی سے دلوں کے اندھے مراد ہیں۔

قراءت: حمزہ نے وما انت تھدی العُمْیَ پڑھا ہے۔

عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ (ان کی گمراہی سے) آپ کے لئے ممکن نہیں کہ آپ اندھے کی راہنمائی اپنے اشارہ سے اس راستہ کی طرف کردیں جس کو وہ بھول چکا ہے۔ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ (نہیں سنا سکتے مگر اسی کو جو ہماری آیات پر ایمان لانے والے ہیں پس وہی اطاعت کرنے والے ہیں) اِنْ یہاں ما کے معنی میں ہے۔ مسلمون کا معنی وہ اطاعت

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا

اور جس دن قیامت قائم ہو گی مجرمین قسم کھائیں گے کہ ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے وہ اسی طرح سے دنیا میں الٹے چلائے

يُؤْفَكُوْنَ ۝۵۵ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ

جاتے تھے، اور جن کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ بلا شبہ اللہ کے نوشتہ میں بعث کے دن تک

اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۵۶ فَيَوْمَئِذٍ

ٹھہرے ہو، سو یہ بعث کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے، سو اس دن

لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝۵۷

ظالموں کو ان کی معذرت نفع نہ دے گی اور نہ انہیں اس کا موقع دیا جائے گا۔

اختیار کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتلانے کی وجہ سے۔

ناتوانی سے جوانی دی:

۵۴: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں بنایا) ضعف سے مراد نطفہ سے بنانا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا من ماءٍ مهين [المرسلات: ۲۰] ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً (پھر اس نے ناتوانی کے بعد توانائی عطاء فرمائی) قوت سے حالت جوانی اور کامل بلوغ مراد ہے۔ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً (پھر اس نے توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنا دیا)۔ شیبۃ سے انتہائی بڑھاپا مراد ہے اور يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے) ضعف و ناتوانی (بچپن) توانائی، شباب و جوانی اور بڑھاپا۔ وَهُوَ الْعَلِيْمُ (وہی ان کے احوال کو جاننے والے) الْقَدِيْرُ (بڑی قدرت والا ہے) اور ان کی تبدیلی پر کامل قدرت والے ہیں۔

مَسْئَلَہ: احوال کا یہ عظیم ردوبدل علیم وقدیر صانع کی عظیم الشان قدرت کی دلیل ہے۔

قراءت: ضعف ہر تینوں مقامات پر ضؔ کا فتحہ عاصم اور حمزہ نے پڑھا اور ضادؔ کا ضمہ دیگر تمام قراء نے پڑھا جبکہ حفص فتحہ وضمہ دونوں کو پڑھتے ہیں۔ درحقیقت یہ دونوں لغات ہیں۔ ضمہ والی قراءت قوی تر ہے اس لئے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے مِنْ ضَعْفٍ پڑھا تو آپ نے مجھے مِن ضُعْفٍ پڑھایا۔

قیامت کو ساعت کہنے کی وجہ

۵۵: وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ (اور جس دن قیامت قائم ہوگی)۔ الساعۃ سے قیامت مراد ہے اس کے نام کی وجہ یہ ہے کیونکہ ساعات

دنیا کے آخری ساعت میں پیش آئے گی ۔نمبر۲۔ کیونکہ وہ اچانک واقع ہوگی جیسا کہتے ہیں ۔فی ساعۃ اس کے جواب میں بولتے ہیں جو جلد بازی کا طالب ہو اور یہ قیامت کا نام بن گیا جیسا کہ الثریا کو نجم کہتے ہیں ۔یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ (اور مجرمین قسمیں اٹھائیں گے)المجرمونَ سے کافر مراد ہیں کہ کافر قسمیں اٹھائیں گے یہاں وقف نہ کریں گے ۔

قلت وقت:

کیونکہ مَا لَبِثُوْا (وہ نہیں ٹھہرے) قبور میں یا دنیا میں غَيْرَ سَاعَةٍ (سوائے ایک گھڑی کے) یہ جواب قسم ہے ۔

نمبر ① وہ قبور میں رہنے کی مدت کو قلیل ترین قرار دیں گے ۔

نمبر ② دنیا میں قیام کی مدت کو تھوڑا کہیں گے اس کا سبب قیامت کا ڈر اور قیامت کی سختیوں میں لمبی دیر تک انتظار کرنا ۔

نمبر ③ وہ بھول کر تھوڑی مدت بیان کریں گے ۔

نمبر ④ جھوٹ بولیں گے ۔

كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ (اسی طرح وہ الٹا چلا کرتے تھے) اس پھر جانے کی طرح وہ دنیا میں سچائی سے جھوٹ کی طرف پھر جانے والے تھے اور یہ کہا کرتے تھے ماھی الاحیاتنا الدنیا وما نحن بمبعوثین کہ ہماری یہی دنیا ہی کی زندگی ہے ۔اور ہمیں اٹھایا نہ جائے گا ۔

علم کی مراد:

۵۶:وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ (اور وہ لوگ جن کو علم اور ایمان دیا گیا)۔اوتوا العلم سے مراد نمبر۱۔ ملائکہ نمبر۲۔ انبیاء علیہم السلام اور مؤمن لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (تم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں رہے) کتاب سے مراد نمبر۱۔ وہ علم الٰہی جو لوح محفوظ میں درج ہے ۔نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور تقدیر الی يَوْمِ الْبَعْثِ (قیامت کے دن تک) انہوں نے اس بات کی تردید کی جو کفار قسمیں اٹھا کر کہا کرتے تھے اور ان کو حقیقت سے مطلع کیا پھر قیامت کے انکار پر کفار کو جو وہ خبر دار کر رہے تھے اس کے ساتھ ملا کر اس کو پیش کیا ۔فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (پس یہ قیامت کا دن ہے مگر تم جانتے نہ تھے) دنیا میں کہ وہ برحق ہے کیونکہ تلاشِ حق میں تم کوتاہی کرنے والے تھے اور اس کی اتباع سے گریزاں تھے ۔

نحو : فاء یہ جواب شرط میں لائی گئی ہے سیاق کلام اس پر دلالت کر رہا ہے تقدیر کلام یہ ہے ان کنتم منکرین البعث فھذا یوم البعث الذی انکر تموہ اگر تم بعث کے انکاری ہو پس یہی تو بعث کا دن ہے جس کا م انکار کیا کرتے تھے ۔

۵۷:فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (پس اس دن ظالموں کو فائدہ نہ دے گی)۔

قراءت : کوفی قراء نے لا ینفع یاء سے پڑھا ہے ۔ظلموا کا معنی کفروا ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا ۔مَعْذِرَتُهُمْ (ان کی

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے عمدہ مضامین بیان کر دیئے ہیں اور اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے کر آئیں

لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى

تب بھی وہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم لوگ صرف باطل والے ہو۔ جو لوگ نہیں جانتے ان کے دلوں پر اللہ

قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٥٩﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ

یوں ہی مہر کر دیتا ہے۔ سو آپ صبر کیجئے بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں کرتے وہ لوگ

الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٦٠﴾ ع

آپ کو بے برداشت نہ بنا دیں۔

معذرت) یعنی عذر وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (اور نہ ان کو تدارک کا موقعہ دیا جائے گا) یعنی ان کو یہ نہ کہا جائے گا لوتوبہ کر کے اپنے رب کو راضی کرلو۔ جیسے کہتے ہیں۔ استعتبنی فلان فاعتبتهٗ ای استرضانی فار ضیتهٗ اس نے مجھے منایا پس میں مان گیا۔

ضد میں لوگوں کا حال:

۵۸: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (اور ہم نے لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ مضمون بیان کئے ہیں)۔ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا (اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی لے کر آئیں تو کافر لوگ ضرور کہیں گے) مُبْطِلُوْنَ (تم محض غلط کہتے ہو)۔ یعنی ہم نے ہر حالت بیان کر دی جو کہ گویا اپنی غرابت میں ایک مثال ہے۔ اور ہم نے ہر عجیب شان والا واقعہ ان کے سامنے بیان کر دیا جیسا کہ قیامت کے دن اٹھائے جانے والوں کی حالت اور ان کا قصہ اور جو کچھ وہ کہیں گے اور جو کچھ ان سے کہا جائے گا اور قعات ہونگے جو وہ کہیں اور ان کو جو کہا جائے گا اور یہ قابل سماعت ہوگا۔ لیکن دلوں کی سختی کے باعث جب بھی آپ ان کے سامنے قرآن مجید کی کوئی آیت پیش کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں تو ہمارے پاس جھوٹ و باطل لایا ہے۔

۵۹: كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں)۔ لَا يَعْلَمُوْنَ (جو نہیں جانتے) یعنی اس مہر کرنے کی طرح (الطبع: مہر) اللہ تعالیٰ جہلاء کے دلوں پر مہر کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ گمراہی کو پسند کریں۔ گے یہاں تک کہ انہوں نے حق پرستوں کو باطل والا قرار دیا حالانکہ وہ بذات خود اس گمراہی کی صفت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

تسلی رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :

۶۰ : فَاصْبِرْ (سو آپ صبر کیجئے) پس آپ ان کی ایذاء پر صبر کریں یا ان کی عداوت و دشمنی پر صبر کریں۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ (بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ) جو اس نے تیرے دشمنوں کے خلاف تیری مدد کے متعلق کر رکھا ہے اور اسلام کو ہر دین پر غلبہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے یقیناً سچا ہے حَقٌّ (برحق ہے) اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ اور پورا کرنا لازمی ہے۔ وَّ لَا یَسْتَخِفَّنَّکَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ (اور ہرگز آپ کو وہ لوگ جو یقین نہیں رکھتے خفت پر آمادہ نہ کردیں) یعنی نمبرا۔ یہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے آپ کو ہلکے پن اور بد دعا میں عجلت پر آمادہ نہ کردیں۔

نمبرا۔ اپنے اقوال و افعال سے گھبراہٹ میں ڈال کر آپ کو خفت اور قلق و اضطراب پر آمادہ نہ کردیں۔ اس لئے کہ یہ گمراہ اور شک کرنے والے ہیں۔ ان کی طرف سے یہ حرکت نئی نہیں۔

قراءت: لَا یَسْتَخِفَّنَّکَ نون کے سکون سے یعقوب نے پڑھا ہے۔

واللہ الموفق للصواب

آج مورخہ ۱۷ فروری بروز سوموار ۱۵ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ سورۃ الروم کا تفسیری ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ لقمان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چونتیس (۳۴) آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ۝١ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝٢ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝٣ الَّذِيْنَ

الٓمّٓ ۝ یہ قرآن حکیم کی آیات ہیں جو اچھے کام کرنے والوں کے لیے ہدایت ہے اور رحمت ہے، جو

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٤ اُولٰٓئِكَ عَلٰى

نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہ لوگ اپنے

هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٥

رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

۱،۲: الٓمّٓ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ۔ (الم یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں)۔ الحکیم کا معنی حکمت والی نمبر۲۔ الحکیم صفت باری تعالیٰ ہے اور اس کو یہاں بطور اسناد مجازی کتاب کی صفت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

۳: هُدًى وَّرَحْمَةً (جو کہ ہدایت ورحمت ہے)

نحو: یہ دونوں حال ہیں اوران میں تلک اسم اشارہ کا معنی عامل ہے۔

قراءت: حمزہ نے ان کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے اس کی تقریر یہ ہے کہ تلک مبتدأ اور آیات الکتاب اس کی خبر ہے اور هدی دوسری خبر ہے۔ نمبر۲۔ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای ھو۔ نمبر۳۔ ھی ھدی و رحمة لِّلْمُحْسِنِيْنَ جو اگلے ارشاد میں مذکورہ نیکیوں کے حامل ہیں۔ الذین یقیمون الصلوة ویؤتون الزکوة وھم بالآخرہ ھم یوقنون۔

ایمان والوں کی صفات:

۴: الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت پر وہی یقین کرنے والے ہیں) اس کی نظیر اوس کا قول ہے۔

الا لمعیُّ الذی یظنُّ بك الظنّ ☆ کان قد رای وقد سمعا

اس میں الألمعیّ کی صفات بیان کی گئیں ہیں۔ نمبر۲۔ احسان ان لوگوں کیلئے ہے جوان تمام اعمال کو انجام دینے والے ہیں۔ جو

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

اور بعض ایسے لوگ ہیں جو ان باتوں کو خریدتے ہیں جو کھیل کی باتیں ہیں تا کہ بغیر علم کے اللہ کے راستے سے ہٹائیں

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى

اور اللہ کی راہ کا مذاق بنائیں، ان لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے، اور جب ایسے شخص پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو

مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِىْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۞ اِنَّ

تکبر کرتے ہوئے پیٹھ پھیر دیتا ہے گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے، سو آپ اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے، بلاشبہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کیلئے نعمتوں والے باغ ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ نے سچا وعدہ

حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞

فرمایا ہے اور وہ عزیز ہے حکیم ہے۔

اچھے ہوں پھر ان میں سے خاص طور پر ان تینوں کو بوجہ افضیلت ذکر دیا۔

۵: اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى (وہ ہدایت پر ہیں۔) اولٰٓئك مبتدأ اور على هدًى خبر ہے۔ مِّنْ رَّبِّهِمْ (اپنے رب کی ہدایت پر ہیں) یہ ھدًی کی صفت ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اور وہی کامیاب ہیں۔)

نحو: اس کا بھی ماقبل پر عطف ہے۔

اسلام سے غافل کرنے والی سزا:

۶: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (اور بعض لوگ ایسے ہیں جو لوگوں کو غافل کرنے والی باتیں خریدتے ہیں)۔

شانِ نزول: یہ نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی وہ فارس کے بادشاہوں کے حالات خرید کر لے جاتا اور لوگوں کو کہتا محمد تمہیں عاد و ثمود کے بعض واقعات سناتا ہے میں تمہیں فارسی بادشاہوں کے قصے سناؤں گا۔ کئی لوگ اس کی باتوں میں آ کر قرآن مجید سننا چھوڑ دیتے۔ اللھو ہر وہ باطل جو لایعنی ہو اور خیر سے غافل کر دے۔ لہو الحدیث جیسے رات کو بیان کی جانے والی حکایات جن کی کوئی اصل و حقیقت نہیں اور گانا بجانا۔

ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہم قسم اٹھا کر کہتے کہ اس سے گانا بجانا مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ گانا دل کو بگاڑ دیتا ہے مال کو ختم کرتا ہے اور رب کی ناراضی ہے۔

ارشادِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو آدمی گانے سے اپنی آواز بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دو شیطان مقرر کر دیتے ہیں جن میں سے ایک ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر رقص کرتے اور ناچتے ہیں یہاں تک کہ یہ شخص خاموش ہو جائے۔ مجمع الزوائد (۸/۱۱۹) الاشتراء یہ شراء کے معنی میں ہے جیسا کہ نضر بن حارث کے متعلق مذکور ہوا۔ یا نمبر۲۔ اشتروا الکفر بالایمان [آل عمران: ۱۷۷] میں جس طرح استبدال اور اس کے مقابلہ میں اس کو اختیار کرنے کا معنی ہے۔ یہی معنی یہاں ہے یعنی وہ باطل بات کو حق بات کے مقابلہ میں اختیار کرتا ہے۔

فائدۂ اضافت:

الحدیث کی طرف لھو کی اضافت بیانیہ ہے اور مِن کے معنی میں ہے کیونکہ لھو باتوں سے بھی ہوتا ہے اور باتوں کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی ہوتا ہے۔ تو الحدیث لا کر وضاحت کر دی اور یہاں الحدیث سے مراد الحدیث المنکر ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے **الحدیث فی المسجد یأکل الحسنات کما یأکل البھیمۃ الحشیش** [کشف الخفاء: ۱/۳۵۳] نمبر۳۔ مِن تبعیضیہ ہے گویا کلام اس طرح ہے **ومن الناس من یشتری بعض الحدیث الذی ھو اللھو منہ** بعض لوگ ایسے ہیں جو بعض باتوں کو جو کہ ان میں سے گانا ہے خریدتے ہیں۔ لِیُضِلَّ (تاکہ وہ گمراہ کرے) تاکہ وہ لوگوں کو اسلام میں داخلہ اور قرآن سننے سے ہٹائے اور روکے۔

قراءت: مکی اور ابوعمرو نے لَیَضِلَّ پڑھا۔ اب معنی یہ ہے تاکہ وہ اپنی سابقہ گمراہی پر قائم رہے اور اس میں اضافہ کرے۔

عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) یعنی دین اسلام اور قرآن سے بِغَیْرِ عِلْمٍ (بے سمجھے بوجھے) یعنی وہ اس سے بے خبر ہے کہ اس پر کیا بوجھ اور سزا ہوگی۔ وَّیَتَّخِذَ ھَا (اور اس کو بنا لے) ھا کی ضمیر سبیل کی طرف راجع ہے اس راستے کا مذاق اڑاتا ہے قراءت: کوفی قراء نے سوائے ابوبکر کے نصب سے پڑھا ہے اور اس کا عطف لیضل پر مانا ہے اور جنہوں نے یتخذھا رفع سے پڑھا انہوں نے اس کا عطف یشتری پر کیا۔ ھُزُوًا (مذاق)

قراءت: یہ حفص کی قراءت ہے حمزہ نے سکون زای اور ہمزہ سے پڑھا۔ دیگر قراء نے ضم زاء اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔

اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ (یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلت والا عذاب ہے) مھین جوان کو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ مَن یہ مبہم ہے اس لئے واحد و جمع دونوں پر اطلاق آ سکتا ہے یعنی نضر اور اس جیسے دیگر۔

تدبر سے اعراض:

۷: وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَکْبِرًا (اور جب اس کے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ غرور سے پشت پھیر لیتا ہے۔) تکبر کرتے ہوئے تدبیر سے اعراض کرتا ہے اور قرآن کی طرف کان لگانے سے اپنے کو بلند قرار دیتا ہے۔ کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْھَا (گویا اس نے سنا ہی نہیں) اس کی حالت اس شخص کے مشابہ ہے جس نے بات نہ سنی ہو۔

نحو : یہ مستکبراً سے حال ہے یہ اصل میں کانہٗ ہے یہ ضمیرشان ہے اس کو حذف کر دیا گیا۔
كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا (گویا اس کے کانوں میں بوجھ ہے)وقرثقل کو کہتے ہیں۔
نحو : یہ لم یسمعها سے حال ہے
قراءت: نافع نے اُذْنيهٔ ذال کوسکون سے پڑھا ہے۔
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پس تم اس کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو)۔
۸: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ (بلاشبہ جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے اعمالِ صالحہ کیے ان کے لئے نعمتوں والے باغات ہیں)۔
نحو : اس پر وقف نہیں کیونکہ خالدین فیها یہ لهم کی ضمیر سے حال ہے۔

دلائل قدرت:

۹: خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں) وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا (اللہ تعالیٰ نے یہ سچا وعدہ کرلیا)
نحو : یہ دونوں مصدر مؤکد ہیں اول تو اپنے فعل کی تاکید کیلئے ہے اور دوسرا اپنے علاوہ دوسرے کی تاکید کیلئے۔اس لئے کہ لهم جنات النعیم ، وعدهم الله جنات النعیم کے معنی میں ہے۔پس وعد کے معنی کی تاکید وعد سے کردی اور حقا ثبات کے معنی پر دلالت کرتا ہے پس اس کے ذریعہ وعد کے معنی کی تاکید کی گئی ہے اوران دونوں کا مؤکد لَهُمْ جنات النعیم ہے۔وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست ہے) ایسا زبردست کہ اس پر کوئی شی غالب نہیں آسکتی۔وہ اپنے دشمنوں کو دردناک عذاب سے ذلیل کرے گا۔ الْحَكِيْمُ (وہ حکمت والا ہے) ان افعال میں جو وہ کرتا ہے پس وہ اپنے دوستوں کو باقی رہنے والی نعمتوں سے ثواب عنایت فرمائے گا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَبَثَّ

اللہ نے آسمانوں کو بلاستون پیدا فرمایا تم اسے دیکھ رہے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال دیئے کہ وہ تم کو لے کر ڈانواں ڈول نہ ہو اور اس میں

فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ۝۱۰

ہر طرح کے جانور پھیلا دیئے، اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا سو ہم نے زمین میں ہر قسم کے اچھے پھل اُگا دیئے۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ

یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں سو تم مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کیا پیدا کیا جو اس کے علاوہ ہیں؟ بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۱۱ ع

کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

۱۰: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (اس نے آسمانوں کو بلاستونوں کے پیدا کیا تم دیکھ رہے ہو) عمدٍ جمع عماد ہے۔ ترونہا کی ضمیر آسمانوں کی طرف لوٹتی ہے یہ ان کے بغیر ستون ہونے پر ان کی رویت سے استشہاد پیش کیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں انابلا سیف ولا رمح ترانی تو دیکھ تو رہا ہے کہ میں بغیر تلوار اور نیزے کے ہوں۔ نمبرا۔ اس کا کوئی محل اعراب نہیں کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ نمبر۲۔ یہ محل جر میں عمدٍ کی صفت ہو ای بغیر عمدمرئیۃ مطلب یہ ہوا کہ اس کے ستون نظر نہیں آتے اور وہ ان کو اپنی قدرت سے روکنا ہے۔ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ (اور اس نے زمین میں پہاڑ ڈال دیے) جمے رہنے والے پہاڑ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ (کہ کہیں وہ تمہیں لے کر ڈانواں ڈول نہ ہو جائے)۔ تا کہ وہ تمہاری وجہ سے مضطرب نہ ہو جائے۔ وَبَثَّ (اور اس نے پھیلا دیے) فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ (اس میں ہر قسم کے جانور اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پس اس سے اُگا دیئے ہر طرح کے عمدہ اقسام) زوج یہاں صنف وقسم کے معنی میں ہے کریم (خوبصورت، عمدہ)۔

اصنام کی عبادت کی وجہ؟

۱۱: هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے) ھذا سے ماقبل مذکورہ مخلوقات کی طرف اشارہ ہے۔ خلق اللہ کا معنی مخلوق ہے۔ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (پس تم مجھے دکھاؤ جو اس کے سوا ہیں انہوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں) من دونہ سے ان کے آلہہ مراد ہیں۔ ان کو لاجواب کیا گیا کہ یہ تمام بڑی بڑی اشیاء تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ پس تم مجھے دکھلاؤ کہ انہوں نے کیا چیز پیدا کی ہے۔ جس کی وجہ سے تم پر ان کی عبادت لازم ہوگئی۔ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (بلکہ ظالم لوگ صریح گمراہی

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّشْكُرْ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ

اور بلا شبہ ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کر' اور جو شخص شکر ادا کرے سو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے شکر ادا کرتا ہے،

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ

اور جو شخص ناشکری کرے تو اس میں شک نہیں کہ اللہ بے نیاز حمد کا مستحق ہے اور جب لقمان نے نصیحت کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ

بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا

شرک نہ کرنا، بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کردی، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف برداشت کرتے ہوئے

عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾

اسے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو سال میں ہے، یہ کہ تو میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے،

میں مبتلا ہیں) اس میں ان کے لاجواب کرنے سے اعراض کرتے ہوئے ان کے ورطہ گمراہی میں ڈوبنے کا ذکر کیا کہ وہ ایسی گمراہی میں پڑے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی گمراہی نہیں ہے۔

حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کے نصائح:

۱۲: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ (اور ہم نے لقمان کو دانشمندی عطاء فرمائی)۔ یہ لقمان رحمۃ اللہ علیہ بن باعوراء ہیں۔ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے نمبر۲۔ یا خالہ زاد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آزر کی اولاد سے تھے انہوں نے ایک ہزار سال عمر پائی حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ اور ان سے علم حاصل کیا یہ بعثت داؤد علیہ السلام سے قبل فتویٰ دیتے تھے۔ جب وہ مبعوث ہوئے تو فتویٰ چھوڑ دیا۔ ان سے کہا گیا کہ تم نے فتویٰ کیوں چھوڑا اور انہوں نے جواب دیا۔ میں کیوں اکتفاء نہ کروں (وحی پر) جب میری کفایت کردی گئی [داؤد علیہ السلام پر وحی بھیج کر]۔

ایک قول یہ ہے یہ درزیوں کا کام کرتے تھے ایک اور قول یہ ہے کہ یہ بڑھئی تھے قول دیگر میں ان کو چرواہا بتلایا گیا۔ ایک قول میں ان کو بنی اسرائیل کا قاضی بتلایا گیا۔ عکرمہ وشعبی رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ پیغمبر تھے۔ جمہور علماء رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ دانشمند تھے۔ پیغمبر نہ تھے ایک قول یہ ہے ان کو نبوت وحکمت میں اختیار ملا تھا۔ انہوں نے حکمت کو اختیار کیا۔ حکمت بات کی تہہ میں پہنچنا اور صحیح عمل کرنا۔ قول دیگر: انہوں نے ایک ہزار پیغمبروں کی شاگردی کی اور ایک ہزار پیغمبران کے ساتھ رہے۔ (قول جمہور) کے علاوہ بقیہ تمام اقوال اسرائیلی معلوم ہوتے ہیں (فافہم) اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ (کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو) ان مفسرہ ہے معنی یہ ہے اشکر للہ کیونکہ ایتائے حکمت یہ قول کے معنی میں ہے۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا کہ اصل حکمت اور حقیقی ان پر عمل پیرا ہونا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا شکر یہی حکمت و علم ہے اس لئے کہ ایتائے حکمت کی تفسیر شکریہ پر برانگیختہ کر کے فرمائی۔

ایک قول یہ ہے کہ آدمی اس وقت دانشمند ہوتا ہے جب وہ اپنے قول، فعل، معاشرت، دوستی میں عقل مند ہو۔ سری سقطی رحمہ اللہ کا قول شکریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے معاملے میں اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ جنید رحمہ اللہ: کیا تم اس کی نعمتوں (کے عنایت کرنے) میں اس کا کوئی شریک دیکھتے ہو۔ ایک قول یہ ہے یہی تو شکریہ سے عاجزی کا اقرار ہے۔

خلاصۃ الکلام: دل کا شکریہ معرفت اور زبان کا شکریہ حمد' ارکان کا شکریہ طاعت اور ان میں ہر ایک میں اپنی عاجزی کو پیش نظر رکھنا تمام کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ (جو شخص شکر کرے گا۔ وہ اپنے ذاتی فائدہ کیلئے شکر کرے گا) کیونکہ اس کا نفع لوٹ کر اسی کو ملے گا۔ پھر وہ اور کا طالب ہوگا۔ وَمَنْ كَفَرَ (اور جو شخص ناشکری کرے گا) نعمتوں کی فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ (تو اللہ تعالیٰ بے نیاز) کسی کے شکریہ کے محتاج نہیں۔ حَمِیْدٌ (خوبیوں والے ہیں) وہ حمد کے حقیقی حقدار ہیں اگرچہ ان کی کوئی بھی حمد نہ کرے۔

۱۳: وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ (اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا)۔

نحو: اذ یہ اذکر فعل محذوف کے متعلق ہے۔ ابنہ بیٹے کا نام انعم یا اشکم تھا۔

وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَیَّ (اور وہ اس کو نصیحت فرما رہے تھے اے بیٹے!)

قراءت: یا بُنَی یہ مکی کی قراءت ہے یَابُنَیَّ یہ حفص کی قراءت ہے۔ تمام قرآن میں یہ لفظ فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

شرک سے گریز کرو:

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرا بیشک شرک کرنا بڑا بھاری گناہ ہے) کیونکہ یہ اس کے درمیان جو ہر نعمت کا حقیقی مالک ہے اور اس کے درمیان جو کسی ایک نعمت کا بھی مالک نہیں برابری کرنا ہے۔

ماں باپ کی خدمت کرو:

۱۴: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ (اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق تاکید کی ہے)۔ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ (اس کی ماں نے ضعف پر ضعف برداشت کر کے اس کو اٹھایا) اس کو اٹھایا اس حال میں کہ وہ کمزوری در کمزوری اٹھا رہی تھی یعنی اس کی کمزوری رو بترقی تھی اور بڑھ رہی تھی۔ جوں جوں حمل بڑھتا ہے اور بچہ بڑا ہو جاتا ہے تو بوجھ اور ثقل زیادہ ہو جاتا ہے۔ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ (اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے) دو سالوں کی تکمیل پر اس کا دودھ چھوڑا دیا جاتا ہے۔ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ (تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کیا کر) یہ وصینا کی تفسیر ہے۔ یعنی ہم نے اسے اپنے اور والدین کے شکریہ کی تاکید فرمائی ہے۔ اور حملته امه وهنا علی وهن وفصاله فی عامین یہ جملہ معترضہ ہے جو مفسر اور تفسیر کے درمیان میں

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا

اور اگر تیرے ماں باپ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے، جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا، اور ان کے ساتھ دنیا میں

فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ

خوبی کے ساتھ رہنا، اور جو شخص میری طرف متوجہ ہو اس کا اتباع کرنا پھر تم سب کو میری طرف لوٹنا ہے سو میں تمہیں ان اعمال سے باخبر کردوں گا

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

جو تم کیا کرتے تھے

حائل ہے۔ کیونکہ جب والدین کے سلسلہ میں تاکید فرمائی گئی تو ماں جو اولاد کی خاطر تکالیف برداشت کرتی اور اس کے حمل کے دوران جن مشقتوں کا اسے سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس طویل مدتِ رضاعت اور پھر دودھ چھوڑانے میں جو پریشانیاں اس کو پیش آتی تھیں ان کو ذکر کر دیا۔ تاکہ انفرادی طور پر اس کے عظیم حق کو یاد رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں والدین کی مداخلت جائز نہیں:

قول ابن عیینہؒ: جس نے پانچوں نمازیں پڑھیں اس نے گویا اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور جس نے والدین کے لئے پانچوں نمازوں کے بعد دعا کی اس نے ان کا گویا حق شکریہ ادا کر دیا۔ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ (تم نے میرے پاس لوٹ کر آنا ہے)۔ تمہارا انجام میرے پاس اور تمہارا حساب میرے ذمہ ہے۔

۱۵: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ (اور اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک) بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنائے جس کی تیرے پاس دلیل نہ ہو) نفی علم سے نفی شریک مراد ہے یعنی تو میرے ساتھ اس چیز کو مت شریک ٹھہرا جس کی کچھ حقیقت نہیں۔ مراد اس سے اصنام ہیں۔ فَلَا تُطِعْهُمَا (تو تو ان کا کہنا نہ مان) شرک کے سلسلہ میں وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا (اور ان کے ساتھ رہ دنیا میں خوبی کے ساتھ) معروف یہ مصدر محذوف کی صفت ہے ای صاحبھما صحابا معروفًا۔ اس کے معنی میں خوبی اور خوبصورت اخلاق اور حلم و حوصلہ اور برّ و صلہ رحمی سب کچھ ہی داخل ہے۔ وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (اور تو چل اس شخص کے راستہ پر جو میری طرف رجوع کرنے والا ہو)۔ مطلب یہ ہے ایمان والوں کے راستہ کو اختیار کرو اور والدین جو مشرک ہوں ان کے راستہ پر نہ چل اگرچہ تمہیں ان کے ساتھ دنیاوی اعتبار سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا۔ ابن عطاء نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو اس کی دوستی اختیار کر جس پر میری خدمت کے انوار ہوں۔ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ (پھر تم نے میرے پاس لوٹنا ہے) یعنی تمہارا اور ان کا مرجع میری بارگاہ ہی ہے۔ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پھر میں تم کو جتلاؤں گا وہ اعمال جو تم کرتے تھے)۔ پس تمہارے ایمان پر بدلہ دونگا۔ اور ان کے کفر پر ان کو سزا دونگا۔

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ

اے میرے بیٹے! بے شک بات یہ ہے کہ اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو

اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ

یا زمین میں ہو اللہ اس کو حاضر کر دے گا، بلاشبہ وہ لطیف ہے خبیر ہے۔ اے بیٹے! نماز قائم کر

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ

اور بھلائی کا حکم کراور برائی سے منع کر اور تجھے جو تکلیف پہنچ جائے اس پر صبر کر بلاشبہ یہ ہمت کے

عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ

کاموں میں سے ہے۔ اور تو لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل، بلاشبہ

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ

تکبر کرنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتا، اور تو اپنی چال میں درمیانہ طریقہ اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع

بلاشبہ سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھوں کی آواز ہے۔

ان دونوں آیات سے بطور استطراد وصیت لقمان کی تاکید وتائید ہو رہی ہے جو انہوں نے امتناع شرک کے سلسلہ میں فرمائی وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے انسان کو اس کے والدین کے سلسلہ میں تاکید کی اور یہ بھی حکم دیا کہ شرک کے سلسلہ میں تم ان کی بات نہ ماننا خواہ وہ اس کے لیے کتنی کوشش کریں۔ کیونکہ شرک قبیح ترین چیز ہے۔

نصائح لقمان، حقوق اللہ اور حقوقِ عباد:

۱۶: يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے برابر ہو)۔

قراءت: مثقال کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے اور حبہ کی طرف اضافت کی وجہ سے مثقال مؤنث ہے اسلئے فعل مؤنث لایا گیا ہے انھا کی ضمیر قصہ ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔ كما شرقت صدر القناة من الدم۔ (جس طرح نیزے کا سینہ خون سے چمکتا ہے)۔ اور کان تامہ ہوگا۔ باقی تمام قراء نے نصب سے پڑھا ہے اور ضمیر کا مرجع وہ ہیئت ہے خواہ اچھی ہو یا بری مطلب یہ ہے اگرچہ وہ چیز چھوٹائی میں رائی کے دانے کی طرح ہو۔

فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ (پھر کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمانوں کے اندر ہو) وَفِي الْاَرْضِ (یا وہ زمین کے اندر ہو) مطلب یہ ہے کہ اپنی چھوٹائی کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی مخفی مقام پر اور محفوظ ترین جگہ میں واقعہ ہو۔ جیسے پتھر کا جوف و باطن یا عالم علوی میں جس جگہ ہو۔ یا عالم سفلی کے ظلمات میں پڑی ہو۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے اس سے مراد وہ چٹان ہے جس پر زمین قائم ہے اور وہی سجین ہے جس میں کفار کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔ اور وہ زمین میں نہیں۔ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ اسے لے ہی آئے گا) قیامت کے دن اور اس کے کرنے والے سے اس کا محاسبہ کیا جائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ باریک بین باخبر ہیں)۔ اس کا علم ہر مخفی سے مخفی تر کو پہنچنے والا ہے اور اس کی حقیقت سے باخبر ہے یا نمبر ٢۔ اس کے نکالنے میں باریک بین ہے۔ اور اس کے مستقر و مقام سے باخبر ہے

١٧: يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ (بیٹا! نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں) بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى (کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر) جو مَآ اَصَابَكَ (مصیبت آئے اس پر صبر کیا کر)۔ ما اصابک سے مراد جو اللہ تعالیٰ کی طرف معروف کی دعوت دیتے ہوئے اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے تکلیف آئے۔ نمبر ٢۔ یا جو مشقتیں تجھے پہنچیں کیونکہ وہ بندے کو عطیے کا حقدار بنا دیتی ہیں۔

اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ) جو نصائح میں نے تمہیں کی ہیں۔ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (ہمت کے کاموں میں سے ہے) یعنی ان کاموں میں سے ہیں جن کو اللہ نے قطعی طور پر واجب و لازم کر دیا یعنی ان کا قطعی حکم دے دیا۔ عزم بمعنی معزومات ہے گویا مفعول کو مصدر سے تعبیر کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ قطعیات و فرائض میں سے ہے۔

مَسْئَلَه: اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ عبادات وطاعات تمام امم میں مامور بھا تھیں۔

١٨: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (اور تو لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر) یعنی تکبر کی وجہ سے ان سے اعراض و بے رخی اختیار نہ کر۔

قراءت: ابو عمرو اور نافع، حمزہ، علی نے تُصَاعِر پڑھا ہے اور اس کا معنی تصعر ہی کا ہے۔ الصَّعَر اس بیماری کو کہتے ہیں جو اونٹ کو لگتی ہے تو اس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے حاصل یہ ہوا تواضع کے ساتھ اپنے چہرے سے لوگوں کی طرف متوجہ ہو ان سے اپنے چہرہ کی جانب اور پیشانی کو مت موڑ جیسا کہ متکبرین کیا کرتے ہیں۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (اور زمین پر اکڑ کر مت چل)۔ یعنی نمبر ١۔ مت چل زمین پر کہ تو اترا رہا ہو اترانا۔ نمبر ٢۔ مرحاً مصدر ہے جو کہ حال واقع ہے نہ چل اس حال میں کہ تو اترا رہا ہو۔ نمبر ٣۔ لاتمش لاجل المرح۔ اکڑنے کیلئے مت چل۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے) مختال متکبر کو کہتے ہیں فخور جو بڑائی کیلئے اپنے مناقب گنائے۔

چال میں میانہ روی:

١٩: وَاقْصِدْ (اعتدال اختیار کر) القصد بلندی و پستی کے درمیان میانہ روی۔ فِيْ مَشْيِكَ (اپنی رفتار میں) اعتدال اختیار کر و تا کہ

وہ رفتار دونوں کے درمیان ہو۔ نہ تو رینگ کر چلو جیسے بے جان چلتے ہیں اور نہ لپک کر چلو جیسے چھچھورے کرتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا رفتار کی تیزی مؤمن کے وقار کو زائل کر دیتی ہے۔ (ابونعیم فی الحلیۃ ۱۰/۲۹۰)

قولِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاویل:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو فرمایا کان اذا مشی اسرع۔ اس کا مطلب! یہ وہ تیزی ہے جو رینگنے والے کی چال سے بڑھ کر ہو۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہود کے لپک کر چلنے اور عیسائیوں کی طرح رینگنے سے منع کیا جاتا۔ اور اس کے درمیان چلنے کا حکم دیا جاتا۔ ایک قول یہ ہے تم تواضع کرتے ہوئے اپنے قدموں کی جگہ پر نظر رکھو۔ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (اور تو اپنی آواز کو پست کر) اپنی آواز کو ہلکا کر اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ (بیشک سب سے بری آواز آوازوں میں سے) سب سے زیادہ وحشت ناک لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ (البتہ گدھے کی آواز ہے) کیونکہ اس کی ابتداء زفیر اور انتہاء شہیق ہے جیسا کہ جہنم والوں کی آواز ہوگی۔

قولِ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ:

ہر جانور کی چیخ تسبیح ہے سوائے گدھے کے۔ وہ شیطان کو دیکھ کر ہینکتا رہتا ہے اسی لئے اس آواز کو منکر فرمایا۔

مَسْئَلہ: آواز بلند کرنے والوں کو گدھے سے تشبیہ دی اور ان کی آواز کو گدھے کی آواز سے تشبیہ دے کر اشارہ کر دیا۔ کہ آواز کا بلند کرنا انتہائی مکروہ ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلکی و پست آواز والا شخص پسند تھا۔ اور زوردار آواز والے کو ناپسند کرتے تھے۔

نحو: گدھے کی آواز کو واحد ذکر کیا جمع نہیں لائے۔ کیونکہ ہر جنس میں سے ہر ایک آواز کا ذکر کرنا مراد نہیں کہ جمع لانے کی ضرورت ہو بلکہ یہاں مقصود یہ ہے۔ کہ ہر جنس حیوان کی ایک آواز ہے اور ان اجناس میں سے بدترین آواز اس جنس کی ہے اسلئے اس کا واحد لانا ضروری تھا۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے تمہارے لیے وہ سب کچھ مسخر فرما لیا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں

ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا

بھرپور انڈیل دی ہیں، اور لوگوں میں بعض لوگ ایسے ہیں جو بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب کے اللہ کے بارے میں

كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

جھگڑتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی تو کہتے ہیں کہ بلکہ ہم تو اس چیز کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ

اپنے باپ دادوں کو پایا ہے کیا باپ دادوں کا اتباع کرینگے اگرچہ ان کے باپ دادوں کو شیطان عذاب دوزخ کی طرف بلا رہا ہو۔ اور جو شخص اپنی ذات کو

وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ

اللہ کا فرمانبردار بنا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو اس نے مضبوط کڑے کو اچھی طرح سے پکڑ لیا اور اللہ ہی کی طرف

عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ

سب کاموں کا انجام ہے۔ اور جو کوئی شخص کفر اختیار کرے تو اس کا کفر آپ کو رنجیدہ نہ کرے ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے سو ہم انہیں وہ عمل بتا دیں گے جو انہوں نے کیے،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

بلاشبہ اللہ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں۔ ہم انہیں چند روزہ عیش دیں گے پھر انہیں سخت عذاب کی طرف مجبور کریں گے۔

دلائل قدرت:

۲۰: اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ (کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمان کی چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے) یعنی سورج، چاند، ستارے، بادل وغیرہ مراد ہیں۔ وَمَا فِى الْاَرْضِ (اور جو کچھ زمین میں ہے) وہ بھی یعنی سمندر، دریا، کانیں، چوپائے وغیرہ۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ (اور اس نے پوری کر رکھی ہیں تم پر) نِعَمَهٗ (اپنی نعمتیں)

قراءت: نِعَمَهٗ، مدنی، ابوعمرو، سہل، حفص نے عین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا۔ نِعْمَةً دیگر قراء نے سکونِ عین سے پڑھا ہے۔

تعریفِ نعمت:

ہر وہ فائدہ جس سے احسان کا ارادہ کیا جائے۔

ظَاهِرَةً (ظاہری) جومشاہدہ میں آنے والی ہیں۔ وَّ بَاطِنَةً (اور باطنی) جودلیل سے معلوم ہوتی ہیں۔ایک اورقول ہے کہ نمبرا۔ظاہری نعمتیں، آنکھ،کان،زبان،تمام اعضاء ظاہرہ،نمبر۲۔باطنی نعمتیں،دل،عقل،فہم،اور حواس کے مشابہ ہیں۔

دُعائے موسیٰ علیہ السلام:

میں یہ کلمات ہیں :الھی ! دلّنی علی اخفیٰ نعمتك علی عبادك اے اللہ مجھے اپنے بندوں پرمخفی ترین نعمت کے بارے میں بتلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایااخفی نعمتی علیھم النفس میری سب مخفی سے نعمت بندوں پروہ جان ہے۔

قولِ دیگر:

شرائع کی تخفیف ذرائع،وسائل کا بڑھانا، پیدا کرنا،اخلاق وعطایا کا پانا،مصائب کادور کرنا اورپھیر دینامخلوق کامقبول ہونا، رب کی رضامندی۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ظاہری نعمتیں! تخلیق کودرست بنانا۔باطنی نعمتیں! عیوب کو چھپانا۔وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ (اور بعض آدمی ایسے ہیں جوبغیر واقفیت اور)وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ (بغیر دلیل اور بغیر کسی روشن کتاب کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہیں)۔

شانِ نزول: یہ نضر بن حارث کے متعلق اتری۔سورۂ حج میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲۱:وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو)قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے وہ کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسی کی اتباع کریں گے)۔اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى (جس پرہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے۔کیااگر شیطان ان کوعذاب)عَذَابِ السَّعِيْرِ (دوزخ کی طرف)بلاتا ہوتب بھی (یہ ان کی اتباع کریں گے)اگر شیطان ان کوعذابِ نار کی طرف دعوت دیتارہا ہو۔

مضبوط کھونٹے والا:

۲۲:وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ (جوشخص اپنارخ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکادے)۔

نحو: یہاں اسلم کوالی کے ذریعے متعدی بنایا گیا ہے جبکہ بل من اسلم وجھه لله [البقرہ:۱۱۲] میں لام سے متعدی بنایا گیا ہے۔لام کے ساتھ اس کا معنی یہ ہے اس نے اپنی ذات اورنفس اس طرح کردیا کہ وہ سالم یعنی خالص ہے اللہ تعالیٰ کیلئے۔

الی کے ساتھ اس کا معنی یہ ہے اس نے سپرد کردیا اپنے نفس کواس طرح کہ جیسے سامان کسی شخص کے سپرد کیا جاتا ہے مراد اس سے اللہ تعالیٰ پرتوکل اوراس کی بارگاہ میں سپردگی ہے۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ (اس حال میں کہ مخلص ہو)ان کاموں میں جوکرے فَقَدِ اسْتَمْسَكَ (پس اس نے تھام لیا)اوروہ چمٹ

گیا استمساک، یہ تمسک اور تعلق کے معنی میں ہے۔
بِالْعُرْوَةِ (مضبوط کڑے کو) العروۃ: وہ کھونٹا جس سے کسی چیز کو لٹکایا جائے۔ الْوُثْقٰی (مضبوط) یہ اوثق کی مؤنث ہے اس آیت میں متوکل کی حالت کو اس آدمی کی حالت سے مثال دی گئی جو بلند چوٹی سے نیچے لٹکنا چاہتا ہے۔ اس نے احتیاط کرتے ہوئے مضبوط رسی والے کھونٹے کو تھام لیا جو انقطاع سے محفوظ و مامون ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (اور تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پہنچے گا۔) یعنی اس ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں پس وہ ان پر بدلہ دیگا۔
۲۳: وَمَنْ كَفَرَ (اور جس نے کفر کیا) اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد نہ کیا۔ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ (اس کا کفر آپ کو غم میں مبتلا نہ کرے)۔
قراءت: نافع نے يُحْزِنك پڑھا ہے۔ حزن واحزن جو کفر اختیار کرتا ہے اس کا کفر آپ کو غمزدہ نہ کرے۔
اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا (ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے پس ہم ان کو بتلا دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے) پس ہم ان کو ان کے اعمال پر سزا دیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بیشک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جاننے والے ہیں) بلاشبہ اللہ کو اپنے بندوں کے سینوں کی باتوں کا علم ہے پس اس کے مطابق ان سے سلوک کرے گا۔
۲۴: نُمَتِّعُهُمْ (ہم ان کو عیش دیئے ہوئے ہیں) ایک مدت تک قَلِيْلًا (تھوڑی) دنیا میں ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ (پھر ہم ان کو مجبور کریں گے) کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ (ایک سخت عذاب کی طرف) عذاب کے لازم اور لاحق ہونے کو مضطر و مجبور کے اضطراء سے تشبیہ دی ہے۔ الغلظ کا لفظ جو سخت اجسام کیلئے آتا ہے۔ عذاب کی شدت ظاہر کرنے کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ اصل مقصود یہاں عذاب پانے والے پر بوجھ و شدت ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا فرمایا تو وہ ضرور ضرور یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پیدا فرمایا! آپ فرما دیجئے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے بلکہ

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۲۵ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۲۶

ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے، اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے، بلاشبہ وہ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا ہے'

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ

اور زمین میں جتنے بھی درخت ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے بعد سات سمندر اس میں اور شامل

اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۲۷ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا

ہو جائیں تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے، بلاشبہ اللہ عزیز ہے حکیم ہے نہیں ہے تمہارا پیدا کرنا اور موت کے بعد اٹھانا مگر

كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۲۸ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ

ایک ہی جان کی طرح بلاشبہ اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔ اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو

وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ

رات میں، اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر فرمایا، ہر ایک اپنے وقت مقررہ تک چلتا ہے، اور

اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۲۹ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ

بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو، یہ اس وجہ سے ہے کہ بلاشبہ اللہ حق ہے اور بلاشبہ یہ لوگ اس کے علاوہ جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں

الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۳۰ ع

وہ باطل ہیں اور بلاشبہ اللہ عالی شان ہے اور بڑا ہے۔

۲۵: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ (اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کس نے آسمان و زمین) وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (کو پیدا کیا تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے اللہ تعالیٰ نے) آپ کہہ دیجئے الحمد للہ یہ الزام بطور اقرار ہے کہ وہ ذات جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا وہی اللہ وحدہ لاشریک ہے اسی ہی کیلئے حمد و شکر واجب ہے۔ اور لازم ہے کہ اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔ پھر فرمایا۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (بلکہ ان کی اکثریت جانتی نہیں) کہ یہ بھی ان پر لازم ہے۔ اور جب ان کو خبردار کیا جاتا ہے تو خبردار نہیں ہوتے۔

۲۶ : لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ) هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (وہی بے نیاز خوبیوں والا ہے) الغنی یعنی تعریف کرنے والوں کی حمد سے بے نیاز۔ الحمید حمد کا حقدار ہے۔ خواہ وہ اس کی تعریف نہ بھی کریں۔

۲۷ : مشرکین نے کہا یہ وحی عنقریب ختم ہو جائے گی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ختم نہیں ہو سکتا۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ (اور اگر جتنے درخت زمین میں ہیں قلمیں بن جائیں)۔ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ (اور یہ سمندر اور اس کے ساتھ سات اور سمندر شامل ہو جائیں)۔ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں)۔

قراءت: ابوعمرو اور یعقوب نے البَحر کو فتحہ سے پڑھا ہے۔ ان کے اسم پر عطف کیا ہے۔ اور وہ مَا ہے اور بقیہ قراء جنہوں نے رفع پڑھا ہے نمبر۱۔ انہوں نے اَنّ کے محل اور معمول پر عطف کیا ہے تقدیر کلام اس طرح ہوئی ولو ثبت کون الاشجار اقلاما وثبت البحر ممدودًا بسبعة ابحر۔ اگر درختوں کی قلمیں بن جائیں اور موجودہ سمندر سات سمندروں کے ساتھ مل جائیں۔ نمبر۲۔ رفع کی دوسری وجہ یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور واؤ حالیہ ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا ولوان الاشجار قلام فی حال کون البحر ممدودًا اگر درخت اقلام ہوں اس حال میں کہ سمندروں کے ساتھ اور سمندر ملائے ہوئے ہوں۔ یَمُدُّہٗ کو یُمِدُّہٗ بھی پڑھا گیا ہے۔

نکتہ: کلام کا تقاضا یہ تھا کہ اس طرح کہا جاتا ولو ان الشجر اقلام والبحر مداد۔ لیکن مداد کے ذکر کی ضرورت کو یَمُدّ نے پورا کر دیا کیونکہ اہل عرب کہتے ہیں مد الدواة و امدّها گویا بحر اعظم کو بمنزلہ دوات قرار دیا۔ اور سات بھرے سمندروں کو سیاہی قرار دیا کہ وہ اپنی سیاہی اس دوات میں پلٹتے رہیں ذرا انقطاع واقع نہ ہو۔

آیت کا معنی یہ ہے اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور موجودہ سمندر جن کے ساتھ سات اور سمندر مل کر سیاہی بن جائیں اور وہ قلمیں اس سیاہی سے اللہ تعالیٰ کے کلمات کو لکھنا شروع کریں اور لکھتی رہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہونگے قلم اور سیاہی ختم ہو جائے گی جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا قل لو كان البحر مدادًا لكلمات ربى لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات ربى [الکہف:۱۹]

سوال: والبحر یمده۔ رفع کی ایک صورت میں حال واقع ہے۔ لیکن اس میں کوئی ضمیر نہیں پائی جاتی جو ذوالحال کی طرف راجع ہو؟

جواب: یہ اس محاورہ کی طرح ہے ص جنت والجیش مصطف اور اس طرح کے دوسرے حال جو ظروف کی طرح مستعمل ہوتے ہیں۔

ایک نحوی نکتہ:

شجرہ کو واحد ذکر کیا گیا کیونکہ شجر کی تفصیل اور ایک ایک درخت کر کے پڑتال مراد ہے۔ یہاں تک کہ کوئی جنس شجر اور کوئی

درخت باقی نہ رہ جائے کہ جس کی اقلام نہ بنائی گئی ہوں ۔ اسی طرح یہاں کلمات جمع قلت کوکَلِمٌ پر ترجیح دی حالانکہ وہ جمع کثرت ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے اس کے کلمات سمندروں کے ساتھ لکھے جانے سے جب ختم ہونے والے نہیں تو کلام سے کیسے ختم ہو سکتے ہیں ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی ۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اس کے علم وحکمت سے کوئی چیز نکل نہیں سکتی ۔ پس اس کے کلمات وحکم ختم نہ ہونگے نہ ہو سکتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کو ایک شان، دوسری شان سے غافل نہیں کرتی :

۲۸: مَاخَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (تمہارا پیدا کرنا اور اٹھایا جانا ایک جان کی طرح ہے) ای الّا كخلق نفس واحدة خلق کا لفظ حذف کر دیا گیا کیونکہ وہ معلوم ومعروف ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے قلیل وکثیر کا فرق نہیں اس کو ایک شان دوسری شان سے غافل نہیں کرسکتی ۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ (بیشک اللہ ہر بات کو سننے والے ہیں) جو مشرکین کہہ رہے ہیں کہ بعث بعد الموت نہیں ہے ۔ بَصِيْرٌ (اور ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں) جو اعمال وہ کرتے ہیں پس وہ ان کا بدلہ انہیں دیں گے ۔

۲۹: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ (اے مخاطب کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے) رات کی ظلمت کو ضوءِ نہار میں داخل کر دیتا ہے جبکہ رات آتی ہے ۔ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے شمس وقمر کو کام میں لگا دیا) بندوں کے منافع کیلئے ۔ كُلٌّ (سورج و چاند میں سے ہر ایک) يَّجْرِىْ (اپنے مدار میں چل رہا ہے) اور اس کو طے کر رہا ہے ۔ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مدت مقررہ کیلئے) قیامت کے دن تک یا وقت معلوم تک جیسے سورج سال بھر کیلئے اور چاند ہر مہینہ کے آخر تک وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (اور بیشک اللہ تعالیٰ جو تم اعمال کرتے ہو ان سے مطلع ہیں) ۔

قراءت :تعلمون کو یاء کے ساتھ عیاش نے پڑھا ہے ۔

ایک نکتہ :

دن رات کا آنا جانا اور ان میں اضافہ اور کمی اور سوج و چاند کا اپنے اپنے مداروں میں گھومنا ایک اندازے اور حساب کی نشاندہی کر رہے ہیں ۔ اور اس بات کی دلیل ہیں کہ وہ اپنی مخلوق کے تمام اعمال کا احاطہ کرنے والے ہیں اور یہی چیز اس کی عظیم قدرت اور کمالِ حکمت کا ثبوت اور اعلیٰ دلیل ہے ۔

اللہ عزوجل ہستی میں کامل ہے :

۳۰: ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ (اور یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے) وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور جن چیزوں کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں) ۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ

اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ کشتی اللہ کی نعمت کے ساتھ سمندر میں چلتی ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی نشانیوں میں سے دکھلائے، بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کے لیے

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ

نشانیاں ہیں جو خوب صبر کرنے والا خوب شکر کرنے والا ہو، اور جب انہیں موج ڈھانپ لیتی ہے جو سائبانوں کی طرح ہوتی ہے تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں،

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے بعض لوگ راہِ اعتدال پر چلتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا ہر وہی شخص انکار کرتا ہے جو عہد کا بہت جھوٹا، بہت ناشکرا ہو۔

قراءت: یدعون یاء کے ساتھ سوائے ابوبکر کے باقی عراقی قراء نے پڑھا ہے۔

الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ (وہ باطل ہے اور بیشک اللہ وہی عالی شان و بڑا ہے)۔ یعنی یہ صفت جو اس کی بیان کی گئی ہے یہ اس کی قدرت کے عجائبات اور اس کی ایسی حکمت میں سے ہے جس سے زندہ لوگ جن کو کچھ قدرت و علم بھی حاصل ہے۔ وہ بھی عاجز ہیں تو وہ جماد بت جن کو یہ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں ان کو کیونکر قدرت حاصل ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ الوہیت برحق اسی ہی کی ذات کیلئے ثابت ہے اور اس کے علاوہ سب کی الوہیت باطل ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بلند و عالی شان اور بڑی دبدبے والی ہے۔

۳۱: اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ (کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کشتیاں سمندر میں) اللہ تعالیٰ کے بِنِعْمَتِ اللّٰهِ (فضل سے چلتی ہے۔)

قراءت: الفُلْكَ کو الفُلُكَ بھی پڑھا گیا ہے۔

ایک کلیہ:

اس کے لئے قانون یہ ہے کہ ہر وہ لفظ کہ جو فُعْلٌ کے وزن پر ہو اس کے عین پر ضمہ جائز ہے جیسا کہ فُعْلٌ کو فُعُلٌ پڑھنا جائز ہے۔ نعمت اللہ کا معنی احسان و رحمت ہے یا ہوا کی نعمت سے تعبیر کیا کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖ (تا کہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے) سمندر میں اپنی قدرت کے عجائبات دکھائے جب تم سمندر میں سفر کرو۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کیلئے جو صابر) اس کی طرف سے آنے والے ابتلاء پر شَكُوْرٍ (شاکر کیلئے نشانیاں ہیں) جو اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والا ہے۔ یہ دونوں مؤمن کی صفات ہیں، ایمان کے دو حصے ہیں نمبر ۱۔ نصف شکر نمبر ۲۔ نصف صبر۔ گویا اس طرح فرمایا: ان فی ذلك لا یات لكل مؤمن کہ اس میں ہر مؤمن کیلئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اوراس دن سے ڈرو جس دن باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ

مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

کوئی بیٹا اپنے باپ کی طرف سے کچھ بھی بدلہ دینے والا ہوگا۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، سو تمہیں دنیاوالی زندگی ہرگز دھوکے میں

الدُّنْيَا ۫ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

نہ ڈال دے، اور ہرگز تمہیں اللہ کا نام لے کر بڑا دھوکہ باز دھوکہ میں نہ ڈالے۔

مصیبت میں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں:

۳۲: وَاِذَا غَشِيَهُمْ (اور جب ان کو گھیر لیتی ہیں) یعنی کفار کو مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ (سائبانوں کی طرح امواج) موج بلند ہو کر جب لوٹتی ہے تو سائبان کی طرح بن جاتی ہے۔ الظلل یہ ظلة کی جمع ہے۔ ہر وہ چیز جو تمہیں سایہ دے خواہ پہاڑ ہو یا بادل اور شئی دیگر۔ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ (وہ اللہ تعالیٰ کو خالص اعتقاد کر کے پکارتے ہیں پھر جب ان کو نجات) اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے پس ان میں سے بعض اعتدال پر رہتے ہیں) مقتصد کا معنی ایمان واخلاص پر باقی رہنے والے ہیں جو ایمان پہلے ظاہر ہوا تھا اور وہ کفر کی طرف نہیں لوٹتے۔ نمبر۲ کفر وظلم میں زیادہ نہیں بڑھتے بلکہ درمیانے درجہ میں رہتے ہیں اور کچھ ڈانٹ ڈپٹ قبول کرتے ہیں کفر میں غلو اختیار نہیں کرتے۔ نمبر۳۔ اخلاص میں میانہ رو ہیں وہ اخلاص جو سمندر میں ان سے ظاہر ہوا مطلب یہ ہے اخلاص وقتی ہے جو خوف کے موقعہ پر پیدا ہوا یہ کسی میں بھی باقی نہیں رہتا۔ اور ایسے میانہ رو بھی نادر و نایاب ہیں۔ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ (اور ہماری آیات کا انکار فقط وہ لوگ کرتے ہیں) یعنی آیات کی حقیقت کا انکار اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ (جو بدعہد وغدار ہوتے ہیں)۔ الختر (بدترین غداری)۔ كَفُوْرٍ (ناشکرے ہیں) اپنے رب تعالیٰ کے۔

۳۳: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ (اے لوگو اپنے رب سے ڈرو!) اخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا) اس کی طرف سے کوئی حق ادا نہ کر سکے گا۔ اصل کلام یہ ہے لا یجزی فیہ مگر فیہ کو حذف کر دیا گیا۔ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا (اور نہ بیٹا اپنے باپ کی طرف سے ذرا بھر مطالبہ ادا کر سکے گا)۔

ایک نکتہ:

یہ جملہ تاکید کے ایسے طریقہ پر وارد ہوا ہے کہ معطوف علیہ اس طرح نہیں کیونکہ جملہ اسمیہ جملہ فعلیہ کی نسبت زیادہ تاکید والا ہے۔ اور اس میں مزید ھو کا ملانا اور مولود کا لانا اس کو اور مؤکد بنا رہے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں خطاب ایمان والوں کو فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ

بلا شبہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے، اور وہ بارش کو نازل فرماتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو ماؤں کے ارحام میں ہے،

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کرے گا، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ اسے کس زمین میں موت آئے گی،

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ ع

بلا شبہ اللہ جاننے والا ہے باخبر ہے۔

ركوع ۴

اوران کے بڑوں کوحالانکہ مسلمانوں کے آباءواجداد کی اموات کفر میں آئیں (سوائے اقل قلیل کے) پس اس میں مسلمانوں کی اس طمع کومٹانا مقصود ہے کہ وہ اپنے اباء کفار کی کچھ سفارش قیامت کے دن کر سکیں گے المولود میں تاکید کا معنی اس طرح ہے کہ ان میں سے ایک بچہ اپنے قریب ترین والد کیلئے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اگر سفارش کرے گا تو وہ بھی قبول نہ ہوگی چہ جائے کہ آباءواجداد مقدمین کیلئے۔

الولد کا اطلاق:

الولد کا اطلاق بیٹے اور پوتے دونوں پر ہوتا ہے بخلاف مولود یہ صرف اس پر بولا جاتا ہے جو تیرا اپنا صلبی بیٹا ہو پوتے پر اطلاق نہیں ہوتا۔ (کذافی الکشاف) اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ) بعث وحساب وجزاء۔ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (برحق ہے پس تمہیں دنیا کی زندگی دھوکا میں مبتلا نہ کردے) اپنی زینت کے باعث اس کی نعمتیں قریب مگر لذات فانیہ ہیں۔ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور نہ تمہیں دھوکہ میں ڈال دے اللہ کے متعلق دھوکہ باز)۔ نمبرا۔ شیطان نمبر۲ دنیا نمبر۳۔ امید۔

مفاتیح الغیب:

۳۴: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (بیشک اللہ تعالیٰ ہی کو قیامت کی خبر ہے)۔ یعنی قیامت کے وقوع کا وقت وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ (اور وہی بارش برساتا ہے)۔

قراءت: يُنَزِّلُ تشدید سے شامی، مدنی، عاصم نے پڑھا ہے۔ اور اس کا عطف اس پر ہے جس کا تقاضا فعل کا ظرف کر رہا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے ان اللہ یثبت عندہ علم الساعۃ و ینزل ۔ الغیث (بارش و بادل) اپنے ظہور میں بغیر تقدیم و تاخیر کے وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ (اور وہ جانتا ہے جو کچھ ارحام میں ہے) آیا مذکر ہے یا مؤنث، کامل یا ناقص وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ (اور کوئی نفس نہیں جانتا) خواہ نیک ہو یا بد ما ذا تتکسب غَدًا (وہ کل کیا کمائے گا)۔ خیر یا شر۔ بسا اوقات وہ ارادہ خیر رکھتا ہے

مگر برائی کر گزرتا ہے اور بسا اوقات برائی کا ارادہ کرنے والا ہوتا ہے مگر بھلا کام کر لیتا ہے۔ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا)۔

یعنی کہاں اس کی موت واقع ہوگی بعض اوقات وہ ایک مقام پر مقیم ہوتا ہے اور اپنے خیمے گاڑے ہوتا ہے زبان سے نعرہ بلند کرتا ہے میں یہاں سے نہ جاؤنگا۔ تقدیر کے فیصلے اس کو اس مکان پر لاڈالتے ہیں جہاں اس کے متعلق طے ہوتا ہے حالانکہ اس کے کسی گوشۂ خیال میں بھی یہ بات نہیں ہوتی۔

روایت تفسیر یہ ہے:

کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس موت کا فرشتہ گزرا۔ وہ آپ کے پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک کو غور سے دیکھنے لگا آدمی نے اسی دم کہا یہ کون ہے؟ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ملک الموت ہے اس نے کہ اس طرح معلوم ہوتا ہے۔ یہ مجھے چاہ رہا ہے اور سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہوا کو حکم دیں وہ مجھے ہندوستان میں ڈالدے آپ نے اس کی بات مان لی۔ پھر ملک الموت سلیمان علیہ السلام سے عرض پیرا ہوا۔ میں اس کی طرف تعجب سے دیکھ رہا تھا کیونکہ مجھے حکم ملا تھا کہ میں اس کی روح ہندوستان میں قبض کروں مگر وہ آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علم موت تو اپنے لئے مقرر فرمایا۔ اور درایت بندوں کو عنایت فرمائی کیونکہ درایت میں ہی حیلہ اور چالاکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی نفس موت کو نہیں جانتا اگرچہ وہ حیلہ کام میں لائے جو اس کے لئے مخصوص ہے۔ اور انسان کیلئے اس کی کمائی اور انجام سے بڑھ کر کوئی چیز خاص نہیں۔ پس جب انسان ان دونوں چیزوں کو معلوم نہیں کر سکتا۔ تو ان کے علاوہ چیزیں تو بہت دور ہیں کہ ان کو جان سکے۔

ایک نجومی کا عمل:

نجومی جو بادل و بارش اور موت کے اوقات کی خبریں دیتے ہیں تو محض قیاس ہے اور ستاروں کے ذریعہ ہے وہ دلیل سے ادراک نہیں کرتے۔ ان کا یہ قیاس غیب نہ بن سکے گا۔ کیونکہ وہ محض گمان و تخمینہ ہے علم نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفاتح غیب پانچ ہیں۔ اور آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ [بخاری: ۴۶۹۷ احمد/۲ ۲۴، ۵۲، ۵۸] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس نے ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک کے علم کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ بولا۔

منصور عباسی کا خواب:

منصور نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ شکل ہے۔ منصور نے اس سے پوچھا میری عمر کتنی باقی ہے اس فرشتے نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا تعبیر کرنے والوں نے اس کی تعبیر پانچ سال سے کر دی۔ بعض نے پانچ ماہ اور بعض نے پانچ ایام سے کر دی۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اس میں پانچ انگلیوں سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ پانچ علوم اللہ تعالیٰ کے

سوا کوئی نہیں جانتا۔اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ غیوبات کو جاننے والے ہیں)۔ خَبِيْرٌ (وہ باخبر ہے)۔ جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہوگا۔

قولِ زہری رحمہ اللہ:

سورۃ لقمان کی اکثر قراءت کیا کرو کیونکہ اس میں عجائبات ہیں۔

الحمدللہ سورۃ لقمان کا تفسیری ترجمہ آج بروز بدھ ۱۷ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ ۱۹فروری ۲۰۰۳ء قبل الظہر اختتام پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ السجدہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں تیس آیات اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ② اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ

الٓمّٓ ○ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں، رب العالمین کی طرف سے ہے، کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے جھوٹ بنا لیا ہے،

بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ

يَهْتَدُوْنَ ③ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

ہدایت پر آجائیں۔ اللہ وہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا فرمایا

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ④

پھر عرش پر مستوی ہوا تمہارے لئے اس کے سوا نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی سفارشی، کیا تم نہیں سمجھتے؟

۱،۲: الٓمّٓ۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ (الم! یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کچھ شبہ نہیں)۔ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یہ رب العالمین کی طرف سے ہے)

الٓمّٓ نحو: نمبرا۔ اگر اس کو سورت کا نام مانا جائے تو یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر تنزیل الکتاب ہے۔ نمبر۲۔ اگر اس کو حروف مقطعات سے شمار کریں تو پھر تنزیل الکتاب مبتدأ محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگی۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ : نحو: نمبرا۔ یہ مبتدأ اور اس کی خبر لا ریب فیہ ہے۔

لَا رَيْبَ فِيْهِ نحو: مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع اور اس کی خبر من رب العالمین ہے اور لا ریب فیه جملہ معترضہ ہے اور اس کی ضمیر مضمون جملہ کی طرف راجع ہے گویا کلام اس طرح ہے لا ریب فی ذلك ای فی كونه منزلًا من رب العالمین۔ اس میں شبہ نہیں یعنی اس کے رب العالمین کی طرف سے منزل ہونے میں شبہ نہیں کیونکہ وہ انسانوں کو عاجز و درماندہ کرنے والا ہے۔ اور ایسی شئی شبہ سے بعید تر ہے۔ پھر اس سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ

وہ آسمان سے لیکر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے، پھر ہر امر اس کے حضور میں ایک ایسے دن میں پہنچ جائے گا جس کی مقدار

اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ⑤

تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال ہوگی۔

جب یہ اللہ کا اتارا ہوا ہے تو اس کو مفتری کہنے کی کوئی وجہ نہیں:

۳: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (کیا وہ کہتے ہیں کہ اس کو پیغمبر نے گھڑ لیا ہے) یعنی محمد ﷺ اس کو بنا کر لائے ہیں۔ کیونکہ اَم منقطعہ ہے جو کہ بل کے معنی میں ہے ہمزہ انکار و تعجب کیلئے ہے کلام اس طرح ہے بل ایقولون افتراہ (بلکہ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو بنا لیا ہے) اس لئے کہ قرآن تین آیات جو اس کی مثل ہوں کے چیلنج سے ان کے بلغاء کو عاجز کر چکا (پھر کس منہ سے اس کو من گھڑت کہتے ہیں) بَلْ هُوَ الْحَقُّ (بلکہ یہ سچی کتاب ہے) پھر ان کے انکار سے اعراض کرتے ہوئے اثبات کی طرف رخ پھیر دیا کہ بیشک وہ برحق ہے۔ مِنْ رَّبِّكَ (آپ کے رب کی جانب سے ہے) اس کو محمد ﷺ نے خود نہیں بنایا۔ جیسا کہ کفار مکہ محض ضد اور جہالت کی وجہ سے کہتے تھے۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا (تا کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں) قوم سے اہل عرب مراد ہیں۔ مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ (جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا)۔

نحو: ماء نافیہ ہے اور جملہ قوماً کی صفت حالت نصبی میں واقع ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (تا کہ وہ لوگ راہ پر آجائیں) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے امید کی بناء پر لعل لایا گیا جیسا کہ موسیٰ و ہارون کی طرف سے امید پر ان کے لئے استعمال ہوا۔ لعلہ یتذکر [طٰہٰ: ٤٤]

خالق و مدبر وہی ہے:

۴: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین) وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (اور جو کچھ ان کے مابین ہے چھ دن کے عرصہ میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا) پھر عرش پر استیلاء کیا اس کے احداث کے سبب۔ مَالَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (تمہارے لئے اس کے سوا) اللہ تعالیٰ کے سوا مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ (کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہیں) یعنی جب تم اس کی رضامندی سے تجاوز کر جاؤ تو اپنے لئے اس کو مددگار نہ پاؤ جو تمہاری امداد کرے۔ اور نہ کوئی سفارشی پاؤ گے جو تمہاری سفارش کرے۔ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے والے مواعظ سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

۵: يُدَبِّرُ الْاَمْرَ (وہ معاملات کی تدبیر کرتا ہے) دنیا کے معاملات کی مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ (آسمان سے زمین تک) یہاں

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶﴾ الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ

وہی پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے زبردست ہے رحمت والا ہے اس نے جو چیز بنائی خوب بنائی،

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۸﴾

اور انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی سے کی، پھر اس کی نسل کو ذلیل پانی سے نکالی ہوئی چیز بنایا،

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ

پھر اس کو ٹھیک طرح بنا دیا،اور اس میں اپنی روح پھونک دی،اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے۔

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾ وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ

تم کم شکر ادا کرتے ہو اورانہوں نے کہا کیا یہ واقعی بات ہے کہ جب مٹی میں رل مل جائیں گے تو نئے طور پر پیدا ہوں گے،

بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ آپ فرمادیجئے ملک الموت تمہاری جانوں کو قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر ہے

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾

پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تک کہ قیامت آجائے ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ (پھر یہ سب امر اسی کی بارگاہ میں پہنچ جائے گا) وہ سارے امور اس کی بارگاہ میں پہنچیں گے تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ فرمائے۔ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ (ایک ایسے دن میں جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے) وہ قیامت کا دن ہے۔ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (تمہاری گنتی کے موافق) دنیا کے دنوں کے موافق ۔

تردید فرقہ باطلہ :

فرقہ مشبہ کیلئے الیہ کے لفظ سے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں ہے وہ اس سے جہت ثابت کرتے ہیں حالانکہ اس سے الی حیث یرضاہ۔ (اس کی رضا کا مقام) یا الی امرہ۔ (اس کے حکم کی طرف) مراد ہے جیسا کہ ان آیات میں ان کے لئے الی سے استدلال کا موقعہ نہیں۔ نمبرا۔ انی ذاهب الی ربی [الصافات:۹۹] نمبر۲۔ انی مهاجر الی ربی [العنکبوت:۲۶] نمبر۳۔ ومن یخرج من بیتہ مهاجرًا الی الله [النساء:۱۰۰]

وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے:

۶: ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر باتوں کا) یعنی وہ ان تمام چیزوں کو جو مخلوق سے پوشیدہ یا مخلوق کے مشاہدہ میں ہے جاننے والا ہے۔ الْعَزِيْزُ (وہ زبردست ہے) اس کا حکم وتدبیر ہر چیز پر غالب ہے۔ الرَّحِيْمُ (وہ مہربان ہے) اس کی نرمی اور آسانیاں انتہاء کو پہنچنے والی ہیں۔

قراءت: ایک قول یہ ہے کہ اس پر وقف نہیں کیونکہ الذی جملہ اس کی صفت ہے۔

اس کی دلیل:

۷: الَّذِیْٓ (وہ جس نے) یہ ماقبل کی صفت ہے۔ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ (ہر شئی کو خوبصورت بنایا) اس کو خوب بنایا کیونکہ ہر چیز کو تقاضۂ حکمت سے مرتب فرمایا گیا ہے۔ خَلَقَهٗ قراءت: کوفی، نافع، سہل نے صفت قرار دیا ای کل شی خلقه فقد احسن۔ ہر چیز جو اس نے پیدا کی خوب بنایا۔ دیگر قراء نے خَلْقَهٗ بدل قرار دیا۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ احسن خَلْقَ کل شیء ہر چیز کی پیدائش کو خوب بنایا۔ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ (اور انسان کی تخلیق کی ابتداء مٹی سے کی) الانسان الف لام عہد کا ہے اور مراد آدم ہیں۔

۸: ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ (پھر اس کی نسل کو بنایا) اس کی اولاد کو۔ مِنْ سُلٰلَةٍ (خلاصۂ اختلاط سے) یعنی نطفہ مِّنْ مَّآءٍ (یعنی پانی سے) مراد منی ہے۔

نحو: یہ سلالہ سے بدل ہے۔ مَّهِيْنٍ (بے قدر سے) کمزور وحقیر۔

دوسری دلیل:

۹: ثُمَّ سَوّٰىهُ (پھر اس کے اعضاء درست کئے) جیسا کہ فرمایا فی احسن تقویم [التین: ۴] وَنَفَخَ (اور اس نے پھونکی) داخل کی۔ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (اس میں اپنی روح)

نحو: اس میں اضافت تخصیص کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا و نفخ فيه من الشی الذی اختص هو به و بعلمه اس نے اس میں ایسی شئی پھونک دی جس کے وہ خاص ہے۔ اپنے علم کے ساتھ خاص ہے۔

تیسری دلیل:

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ (اور اس نے کان، آنکھیں اور دل بنا دیے) تا کہ تم سن، دیکھ اور سمجھ سکو۔ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (بہت کم شکر یہ تم لوگ ادا کرتے ہو) تم شکر کم کرتے ہو۔

۱۰: وَقَالُوْٓا (اور لوگ کہتے ہیں) یہ کہنے والا ابی بن خلف تھا کیونکہ اس کی یہ بات سب کو پسند تھی اس لئے سب کی طرف اسناد ونسبت کردی۔ ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ (کیا جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو گئے) یعنی مٹی ہو گئے اور زمین کی مٹی سے اس طرح

رل مل گئے اس سے امتیاز نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ پانی اور دودھ مل جاتے ہیں ۔ نمبر۲۔ زمین میں دفن ہو کر غائب ہو گئے ۔
قراءت: علی نے صَلِلْنَا لام کے کسرہ سے پڑھا ہے کہا جاتا ہے صَلَّ یَصِلُّ ۔ صَلَّ یَصَلُّ ۔
نحو: اذا ظرف أاذا ضللنا میں منصوب ہوگا اس پر أانا لفی خلق جدید دلالت کرتا ہے۔
أَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (کیا ہم نئی پیدائش میں آئیں گے) اور وہ دوبارہ اٹھنا ہے۔ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ کٰفِرُوْنَ (بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں) ضد سے انکار کرنے والے ہیں ۔ جب ان کے انکار بعث بعد الموت کو ذکر کیا تو اس سے بلیغ تر کی طرف اعراض کرتے ہوئے فرمایا۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ آخرت میں جو کچھ بھی ہونے والا ہے اس سب کے منکر ہیں فقط بعث ہی کے منکر نہیں۔
۱۱: قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ (کہہ دیجئے تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین) ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ (ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے) تم کو موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے وہ قبض کرے گا تمہاری ارواح کو قبض کر کے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۔ اس کے بعد حساب و کتاب کیلئے تم اٹھائے جاؤ گے ۔ لقاء اللہ کا یہ معنی ہے۔

منکرین آخرت کو فہمائش:

التوفی: روح کو پورا پورا لینا تم سب کی ارواح کو قبض کیا جائے گا۔ اہل عرب کہتے ہیں یوفیت حقی من فلان۔ جبکہ پورا پورا بغیر کسی نقصان کے لے لیا جائے۔
قول مجاہد رحمہ اللہ ہے کہ ملک الموت کیلئے زمین سمیٹ دی جاتی اور ایک پلیٹ کی طرح کر دی جاتی ہے وہ جہاں سے چاہتا ہے روح لے لیتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ملک الموت ارواح کو آواز دیتا ہے تو وہ اس کو جواب دیتی ہیں پھر اپنے ساتھیوں کو حکم دیتا ہے وہ اس کو قبض کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اس سب کا حکم دینے والے ہیں ۔ وہی مخلوقات کے افعال کا خالق ہے یہ اس آیت اور دوسری آیات توفتہ رسلنا [الانعام:۶۱] میں اور الله یتوفی الانفس حین موتها [الزمر:۴۲] میں موافقت کی ایک صورت ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا

اور اے مخاطب اگر تو اس موقع کو دیکھے جبکہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے تو عجیب منظر دیکھے گا، یہ لوگ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا سو ہم کو

نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ

واپس بھیج ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہمیں یقین آ گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے اور لیکن میری طرف سے یہ بات

الْقَوْلُ مِنِّىْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ

طے ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے بھر دوں گا جو اس میں اکٹھے ہوں گے۔ سو تم آج کے دن کی ملاقات کو

لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

بھول جانے کی وجہ سے چکھ لو، بلاشبہ ہم نے تمہیں بھلا دیا اور تم جو اعمال کیا کرتے تھے ان کی وجہ سے ہمیشگی والا عذاب چکھ لو۔

۱۲: وَلَوْ تَرٰٓى (اور اگر آپ دیکھیں) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے نمبر ۲۔ ہر ایک کو خطاب ہے۔

نحو: لو امتناعیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے ای لرأيت امرًا عظيمًا ۔

مجرمین کا حال:

اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ (جبکہ یہ مجرم لوگ) وہی لوگ ہیں جنہوں نے أاذا ضللنا فی الارض [السجدہ:۱۰] کے الفاظ کہے تھے۔ لو اور اذ دونوں ماضی کیلئے آتے ہیں اور یہ جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو منتظر ہے وہ بھی موجود ہی کی طرح ہے۔ تری اور جن کو یہ شامل ہے ان کے لئے مقدر ماننے کی ضرورت نہیں گویا اس طرح فرمایا گیا ولو تكون منك الرؤية اور اِذ اس کا ظرف ہے۔

نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ (وہ اپنے سروں کو جھکانے والے ہونگے) ذلت، حیاء، اور شرمندگی کی وجہ سے۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے ہاں) اپنے رب کے ہاں حساب دیتے وقت۔ اس پر وقف جائز ہے کیونکہ حذف کا حق ہے کیونکہ تقدیر کلام يقولون رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا (اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا) تیرا وعدہ اور وعید سچی ہے۔ وَسَمِعْنَا (اور ہم نے سن لیا) تیری طرف سے تیرے رسولوں کی تصدیق یا ہم اندھے اور بہرے تھے پس ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا۔ فَارْجِعْنَا (تو ہمیں واپس لوٹا دے) دنیا کی طرف نَعْمَلْ صَالِحًا (ہم نیک عمل کریں گے) ایمان واطاعت اختیار کریں گے۔ اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں) بعث بعد الموت اور حساب پر۔

۱۳: وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ (اگر ہمیں منظور ہوتا تو ہم ہر نفس کو) دنیا میں هُدٰىهَا (اس کا راستہ عطاء فرماتے) یعنی اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو وہ مہربانی جو ہمارے پاس ہے وہ دے دیتے جس کو اگر وہ اختیار کر لیتے تو ہدایت پا جاتے لیکن ہم نے ان کو وہ

مہربانی عنایت نہ کی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ کفر کو اختیار کریں گے اور وہ اس کو ترجیح دیں گے۔

ردِ معتزلہ:

کیونکہ معتزلہ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ہر نفس کو وہ چیز دے جس سے وہ ہدایت پائے اور اس نے دے بھی دی لیکن اس نے ہدایت نہ پائی۔ معتزلہ نے اس آیت کی تاویل مشیت جبر سے کی ہے اور یہ فاسد تاویل ہے جیسا کہ دلائل سے معلوم ہو چکا۔ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّىْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ (لیکن یہ بات ثابت ہوچکی کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں) وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (سے بھروں گا۔) لیکن یہ بات میری طرف سے لازم ہوچکی اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ ایسے اعمال کریں گے جو ان پر جہنم کو واجب کردیں گے۔ اور وہ اسی طرح ہوا جیسا اس کے علم میں تھا کہ وہ ردو تکذیب کو پسند کریں گے۔

نکتۂ تخصیص:

جن و انس کی تخصیص سے اشارہ کردیا کہ ملائکہ اس قسم کے اعمال سے معصوم ہیں جو جہنم کو واجب کرنے والے ہیں۔

۱۴: فَذُوْقُوْا (پس تم چکھو) عذاب کو بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ (اس وجہ سے کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا) اس وجہ سے کہ تم نے ملاقات کے اعمال کو ترک کردیا۔ يَوْمِكُمْ هٰذَا (وہ عمل ایمان ہے جس کو بھلایا)۔ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ (بیشک ہم نے تمہیں بھلا دیا) یعنی بھلائے ہوئے کی طرح عذاب میں چھوڑ دیا۔ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ (تم ہمیشہ کا عذاب چکھو) دائمی عذاب جو منقطع نہ ہوگا۔ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اپنے اعمال کی وجہ سے) وہ کفر اور دیگر معاصی ہیں۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

ہماری آیات پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں جس کے ساتھ حمد بھی ہوتی ہے

وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا

اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو لیٹنے کی جگہوں سے جدا ہوتے ہیں، وہ ڈرتے ہوئے

وَّطَمَعًا ز وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ

اور امید باندھتے ہوئے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سو کسی شخص کو اس کا علم نہیں ہے جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا

اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾

سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے یہ ان اعمال کا بدلہ ہوگا جو دنیا میں کیا کرتے تھے سو جو شخص مومن ہو کیا وہ فاسق کی طرح ہو سکتا ہے؟ برابر نہیں ہیں

اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ز نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے باغ ہوں گے ٹھہرنے کی جگہوں میں یہ بطور مہمانی ان اعمال کے بدلہ ہوں گے جو دنیا میں

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ

کیا کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے نافرمانی کی ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب بھی اس میں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے

اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾

اسی میں واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھ لو جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

ایمان والوں کی صفات:

۱۵: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا (تو ہماری آیات پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جائیں) یعنی ان آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے خَرُّوْا سُجَّدًا (وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع اور خشوع سے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اسلام کی نعمت عنایت ہونے پر شکریہ میں سجدہ کرتے ہیں۔ وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں) تسبیح اللہ تعالیٰ کو ان باتوں سے جو اس کی ذات کے لائق نہیں پاک قرار دیتے ہیں۔ حمد اس کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں۔ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (اور وہ تکبر نہیں کرتے) ایمان لانے اور سجدہ کرنے سے تکبر نہیں کرتے۔

۱۶: تَتَجَافٰى (اور علیحدہ رہتے ہیں) دور اور الگ رہتے ہیں جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (ان کے پہلو خواب گاہوں سے) مضاجع

بستر اور سونے کے مقامات۔

سہل رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

ایک جماعت کو اس نے ایک عطیہ دیا اور وہ یہ ہے کہ ان کو اپنے سے مناجات کی اجازت دی اور ان کو اپنے وسیلہ میں سے قرار دیا۔ پھر اس پر ان کی تعریف و مدح کی اور فرمایا تتجا فی جنوبهم عن المضاجع ۔ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ (وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں) اپنے رب کی عبادت کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔

خَوْفًا وَّطَمَعًا (امید وخوف سے) یہ مفعول لہ ہے مطلب یہ ہے لاجل خوفهم من سخطه و طمعهم فی رحمته وهم المتهجّدون اس کی ناراضی کے خوف اور اس کی رحمت کی طمع میں اس حال میں کہ وہ تہجد گزار ہوتے ہیں۔

قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اِس کی تفسیر میں فرمایا بندے کا رات کو قیام کرنا۔ [رواہ احمد ۵/۲۴۲،۲۳۲] ابن عطاء کہتے ہیں ان کے پہلو غفلت کے بستر کی بجائے قربت کے قالین کے خواہشمند ہیں یعنی رات کو نماز پڑھتے ہیں۔

انس رضی اللہ عنہ کا قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب نماز مغرب عشاء اخیرہ تک پڑھتے رہتے۔ انہی کے بارے میں یہ آیت اتری۔ (ابن مردویہ) ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عشاء کی نماز پڑھ کر سوتے ہیں اس سے پہلے نہیں سوتے۔ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (اور جو ہم نے رزق دیا وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صرف کرتے ہیں۔

مخفی عمل کا مخفی بدلہ:

۱۷: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ (پس کسی شخص کو معلوم نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے لئے خزانۂ غیب میں موجود ہے) ما یہ الذی کے معنی میں ہے ای الذی۔

قراءت: اُخْفِی حکایت نفس کے طور پر حمزہ، یعقوب نے پڑھا ہے۔

مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (آنکھوں کی ٹھنڈک) کوئی نہیں جانتا کہ ان کیلئے کیا عظمت کی چیزیں ہیں۔ جَزَآءً (بدلہ کے طور پر)

نَحو: یہ جوزوا مصدر کا مفعول ہے۔

بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان اعمال کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے)

حسن رحمہ اللہ کا قول:

جو لوگ دنیا میں اعمال سب سے چھپا کر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے وہ چھپا رکھا ہے جو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور نہ کسی کان نے سنا۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ اس سے مراد رات کی نماز ہے۔ تا کہ بدلہ اس کے موافق ہو (وہ بھی مخفی وہ بھی مخفی)

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (٢١)

اور ضرور ضرور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے قریب والا عذاب چکھا دیں گے تاکہ وہ باز آجائیں ،

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ (٢٢)

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جسے اس کے رب کی آیات یاددِلائی جائیں پھر وہ ان سے اعراض کرے، بلاشبہ ہم مجرمین سے بدلہ لینے والے ہیں۔

ع ۱۵ / ۲

کافرو مؤمن میں فرق:

۱۸: رَبط : پھر بیان کیا کہ جونورِ ایمان وطاعت کے ساتھ ہے وہ اس کے برابر نہیں جو کفرو عصیان کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہے فرمایا: اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا (تو جو شخص مؤمن ہو گیا وہ اس شخص جیسا ہو جائے گا جو کافر ہے) فاسق یہاں کافر کے معنی میں ہے کیونکہ دونوں مَن پر محمول ہیں اور ایمان کا مقابل کفر ہوتا ہے۔ لَا يَسْتَوٗنَ (وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے) معنوی اعتبار سے اس کی دلیل اگلے ارشاد میں ہے۔

مؤمن کا بدلہ:

۱۹: اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ (جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے پس ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانہ) الْمَاْوٰى (جنتیں ہیں) جنت الماوٰی یہ جنت کی ایک قسم ہے جہاں ارواحِ شہداء قیام پذیر ہوتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے۔ یہ عرش کی دائیں جانب ہے۔ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (ان کے اعمال کے بدلہ میں بطور مہمانی) یہ عطیہ ان کے اعمال کے بدلہ میں ہوگا۔ النزل اول تو یہ مہمان کو پیش کیا جانے والا عطیہ تھا پھر اس کا استعمال عام عطیہ کیلئے ہونے لگا۔

کافر کا بدلہ:

۲۰: وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ (اور جو لوگ کافر ہوئے پس ان کا ٹھکانہ آگ ہے) ماوٰی کا معنی پناہ گاہ اور اترنے کی جگہ كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ (وہ لوگ جب اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے پھر اس میں دھکیل دیے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا) ان کو جہنم کے داروغہ کہیں گے۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (تم دوزخ کا وہ عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے)۔

مَسْئَلَۃ: یہ دلیل ہے کہ یہاں فاسق سے مراد کافر ہے کیونکہ تکذیب ایمان کے بالمقابل ہے۔

۲۱: وَلَنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنَ الۡعَذَابِ الۡاَدۡنٰى (اورضرور ہم ان کوقریب کا عذاب چکھائیں گے) دنیا میں قید کا عذاب اور وہ سات سال کا قحط جوان پر مسلط کیا گیا دُوۡنَ الۡعَذَابِ الۡاَكۡبَرِ (بڑے عذاب سے پہلے) بڑے عذاب سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ہم ان کوعذاب آخرت تک پہنچنے سے پہلے چکھائیں گے۔

دارانی کا قول:

عذابِ ادنیٰ سے رسوائی وذلت مراد ہے اور عذابِ اکبر سے ہمیشہ کی آگ۔

ایک قول:

عذابِ ادنیٰ سے عذابِ قبر مراد ہے۔

لَعَلَّهُمۡ (شاید کہ وہ) جن کوقریبی عذاب دیا گیا ہے۔يَرۡجِعُوۡنَ (باز آئیں) کفر سے توبہ کریں۔

اعراضِ حق عقل سلیم سے بعید تر ہے:

۲۲: وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ (اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس کو یاددلائی جائیں) نصیحت کی جائے بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ (اس کے رب کی آیات) یعنی قرآن مجید کے ذریعہ ثُمَّ اَعۡرَضَ عَنۡهَا (پھر وہ ان سے اعراض کرے) ان سے منہ موڑے اور ان میں تدبر نہ کرے۔

نحو: ثُمّ استبعاد کیلئے آتا ہے۔ایسی آیات جو اس قدر واضح ، روشن اور سیدھے راستہ کی طرف راہنما اور سعادت عظمیٰ سے نوازنے والی ہوں ان سے نصیحت کرنے کے بعد جو آدمی اور اعراض کرے گا اس کا اعراض عقل سلیم سے بہت دور ہے۔جیسا کہ تم اپنے دوست کو کہو۔تو نے ایسی فرصت پائی مگر پھر اس سے فائدہ نہ اٹھایا؟ درحقیقت یہ بات اس کے فرصت کوغنیمت نہ جاننے سے استبعاد کا اظہار کرتے ہوئے تم نے کہی۔اِنَّا مِنَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُنۡتَقِمُوۡنَ (بلاشبہ ہم مجرمین سے انتقام لینے والے ہیں)

فائدہ: یہاں منہ نہیں فرمایا کیونکہ جب اس کواظلم الظالمین قرار دیا پھر عام مجرمین کو اپنے انتقام سے ڈرایا اس سے بڑے ظالم کوانتقام کا بڑا حصہ پانے کا ثبوت خود مل گیا۔اگر صراحت کی بجائے ضمیر لائی جاتی تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوسکتا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے اور ہم نے ان کو

هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝۲۳ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا

بنی اسرائیل کے لیے موجب ہدایت بنا یا تھا۔ اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے جبکہ انہوں نے

صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝۲۴ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

صبر کیا ،اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان

الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۲۵

ان چیزوں میں فیصلے فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

کتاب کا ملنا:

۲۳: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی) یعنی تورات فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ (پس آپ شک نہ کیجئے) مریۃ کا معنی شک آتا ہے۔ مِّنْ لِّقَآئِهٖ (ان کے ملنے میں) موسیٰ علیہ السلام کے کتاب ملنے سے نمبر۲۔ لیلۃ المعراج میں موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات نمبر۳۔ قیامت کے دن کی ملاقات نمبر۴۔ آخرت میں موسیٰ علیہ السلام کی رب تعالیٰ سے ملاقات اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات۔ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (ہم نے اس کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا تھا)۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام پر اتاری جانے والی کتاب کو ان کی قوم کیلئے ہدایت بنایا۔

۲۴: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً (اور ہم نے ان میں بہت سے پیشوا بنا دیے) قراءت: ائمۃ دونوں ہمزہ کے ساتھ کوفی وشامی نے پڑھا ہے۔ يَّهْدُوْنَ (وہ ہدایت کیا کرتے تھے) لوگوں کو اور ان کو اللہ تعالیٰ کے دین وشریعت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ بِاَمْرِنَا (ہمارے حکم سے) جو خاص انہی کو دیا جبکہ انہوں نے حق اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر اختیار کیا یا معاصی سے اعراض پر جمے رہے۔ لَمَّا صَبَرُوْا (جبکہ انہوں نے ثابت قدمی اختیار کی)

قراءت: لِمَا صبروا یہ حمزہ وعلی کی قرات ہے۔ دنیا سے بچے رہنے کی وجہ سے۔

مَسْئَلَۃ: اس سے ثبوت ملتا ہے۔ کہ جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی امامت عنایت فرماتے ہیں۔ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ (اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے) وہ ایسا یقینی علم رکھتے تھے جس میں شک کی ذرہ بھر ملاوٹ نہ تھی۔

۲۵: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (بیشک آپ کا رب وہی ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا) نمبرا۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ

کیاان لوگوں کواس چیز نے ہدایت نہیں دی کہ ان سے پہلے ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں، یہ لوگ ان کے رہنے کی جگہوں میں چلتے پھرتے ہیں، بلاشبہ

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۝۲۶ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ

اس میں نشانیاں ہیں، کیا یہ لوگ نہیں سنتے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم سوکھی زمین کی طرف پانی کو روانہ

الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۝۲۷

کرتے ہیں پھر اس کے ذریعہ کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے مویشی اور خود یہ لوگ کھاتے ہیں،کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے۔

الثلثة

انبیاء علیہم السلام اوران کی امتوں کے درمیان نمبر۲۔ مؤمنوں اور مشرکوں کے درمیان ۔فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے) پس وہاں حق پرست اور باطل پرست ظاہر ہوجائے گا۔

۲۶: اَوَلَمْ (کیانہیں)۔

نحو :واؤ عاطفہ ہے اور معطوف علیہ منوی جو معطوف کی جنس سے ہواس پر عطف کیلئے لائی گئی ہے۔تقدیر کلام یہ ہے **ألم يدع۔ يهد اى يبين** (یعنی واضح ہوا)

نحو :اس کا فاعل اللہ ہے اس کی دلیل زید کی قراءت ہے جو بروایت یعقوب نَهْدِ ہے۔

لَهُمْ (ان کو) اہل مکہ کیلئے ۔ كَمْ (کتنے)

نحو : یہ یھد کا فاعل بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ کم استفہام کیلئے ہے اوراس میں ماقبل قطعاً عمل نہیں کرتا۔کم محلاً یہاں منصوب ہے۔ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ (ہلاک کر چکے ان سے پہلے امتیں) جیسا عاد،ثمود،قوم لوط۔

يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ (یہ ان کے رہنے کے مقامات میں آتے جاتے ہیں)۔یعنی اہل مکہ اپنی تجارت کے اسفار میں ان کے بلادودیار سے گزرتے تھے۔اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ (بیشک اس میں صاف نشانیاں ہیں کیاوہ لوگ سنتے نہیں) ان نصائح کوتا کہ ان سے وہ نصیحت حاصل کرتے۔

۲۷: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ (کیاوہ نہیں نظر کرتے اس بات پر کہ ہم پانی پہنچاتے ہیں) ہم بارش اور دریا جاری کرتے ہیں ۔اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ (خشک زمین کی طرف)یعنی وہ زمین جس کی نبات منقطع ہوچکی ہو یعنی کاٹ لی گئی ہونمبر۱۔یا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے نمبر۲۔یااس لئے کہ اس کو چروالیا گیا۔

جرز :اس زمین کو ہرگز نہیں کہتے جو فصل نہ اُگائے اس کی دلیل یہ قول ہے **فنخرج به زرعًا الاية** فَنُخْرِجُ بِهٖ (پھر ہم اس سے نکالتے ہیں) ہٖ سے مراد پانی ہے۔زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ (کھیتی جس سے کھاتے ہیں) ہٗ سے مراد کھیتی اَنْعَامُهُمْ (ان کے

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ فتح کب ہو گی اگر تم سچے ہو ۔ آپ فرمادیجئے کہ فتح کے دن کافروں کو

يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

انکاایمان نہ نفع دے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ سوآپ ان سے اعراض کیجئے

وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿٣٠﴾

اور انتظار کیجئے بے شک وہ منتظر ہیں۔

چوپائے) بھوسہ وَاَنْفُسُهُمْ (اوروہ بذات خود) اس غلہ سے اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ (کیاوہ دیکھتے نہیں ہیں)۔اپنی آنکھوں سے تا کہ وہ مردوں کے زندہ کرنے پراستدلال کر لیتے۔

فیصلے کے منتظر:

۲۸: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ (اوروہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ فیصلہ) کامیابی، نمبر۲۔حکومت سے فیصلہ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ربنا افتح بيننا [الاعراف:۸۹] مسلمان کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عنقریب مشرکین پر فتح دیں گے۔نمبر۳۔ہمارے اوران کے مابین فیصلہ فرمادیں گے جب مشرکین یہ سنتے تو کہتے متی هذا الفتح۔ یہ کہہ کر طعنہ زنی کرتے کہ کس وقت وہ فیصلہ ہوگا! اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگرتم سچے ہو) کہ وہ ہوکر رہے گا۔

فیصلے کا دن:

۲۹: قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ (کہہ دیجئے فیصلہ کا دن) یہاں قیامت کا دن مراد ہے۔وہی حقیقت میں مسلمانوں اوران کے دشمنوں کے مابین فیصلہ کا دن ہوگا۔اوراس دن مسلمانوں کو کافروں پر مکمل کامیابی ملے گی۔نمبر۲۔یوم بدر۔نمبر۳۔فتح مکہ کا دن۔ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (کافروں کوان کاایمان فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی)۔

ایک سوال:

یہ کلام ان کے سوال کا بظاہر درست جواب نہیں بنتا؟

حل:

جواب میں ان کی جوغرض معروف تھی۔اس کا لحاظ کر کے جواب دیا گیا ہے۔لیکن ان کے سوال کی غرض فیصلہ کا وقت تھا۔اوروہ

بطور استہزاء وتکذیب کے اس کو جلد مانگ رہے تھے۔ اس لئے ان کو کہا گیا کہ تم عذاب جلدی مت مانگو۔ اور اس کا مذاق نہ اڑاؤ۔ پس گویا کہ میں اور تم اس دن کو پا چکے اور تم ایمان لائے مگر تمہارے ایمان نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور عذاب کی آمد میں تم نے مہلت مانگی وہ بھی نہ ملی۔ جنہوں نے اس کی تفسیر فتح مکہ سے کی ہے یا یوم بدر سے کی ہے۔ ان کے نزدیک اس سے مراد مقتولین بدر وفتح ہیں۔ کیونکہ حالت قتل میں ایمان کا فائدہ نہیں۔ جیسا کہ فرعون کا غرق کے وقت ایمان معتبر نہ ہوا۔

۳۰: فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ (پس آپ ان سے اعراض کریں۔ اور انتظار کریں) ان پر کامیابی اور ان کی ہلاکت کا۔ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ (بیشک وہ بھی منتظر ہیں) تم پر غلبہ اور تمہاری ہلاکت و بربادی کے۔

سورت کی فضیلت:

آنحضرت ﷺ سونے سے قبل الم تنزیل اور تبارك الذى تلاوت فرماتے۔ اور فرمایا جس نے الم تنزیل اپنے گھر میں پڑھی وہاں تین دن تک شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔ (قال الحافظ لم اجدہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ: سورۃ الم تنزیل یہ سورت مانعہ ہے جو عذاب قبر سے روکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس سورت کو اکثر فجر کی نماز میں پڑھتے۔ (احمد، ترمذی عن جابر)

الحمد للہ ۸ ذوالحجہ جمعرات کی رات بعد از نماز عشاء ترجمہ تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ احزاب مدنی ہے اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے، بلاشبہ اللہ علیم ہے

حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾

حکیم ہے، اور آپ اس کا اتباع کیجئے جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کیا جاتا ہے، بلاشبہ اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو،

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾

اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور وہ کافی ہے اور کارساز ہے۔

۱: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ (اے نبی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور کافروں) وَالْمُنٰفِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے)۔

قول ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا مطلب:

حضرت ابی نے زر کو کہا سورۂ احزاب کی آیات تمہارے شمار میں کتنی ہیں انہوں نے جواب میں کہا۔ ۷۳ آیات حضرت کعب نے کہا اس ذات کی قسم جس کے نام کی قسم ابی اٹھاتا ہے یہ سورۂ بقرہ کے برابر تھی یا اس سے بھی زیادہ لمبی ہم نے اس میں آیت رجم پڑھی۔ الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة نکالا من الله والله عزیز حکیم۔ حضرت ابی کی مراد یہ ہے کہ یہ سورت من جملہ قرآن کے اس حصہ میں سے جو منسوخ ہوا۔

نشاندہی:

باقی وہ جو حکایت بیان کی جاتی ہے کہ یہ اضافہ ایک صحیفہ میں تھا جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پڑا تھا اس کو بکری نے کھا لیا یہ حکایت ملحدین اور رافضیوں کی تصنیفات سے ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے ہماری طرف سے خبر دینے والے، ہمارے اسرار کے امین، ہمارے خطابات ہمارے بندوں تک پہنچانے والے۔

قراءت: نافع نے لنبیء ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے یہاں انداز خطاب لقب سے ہے نام سے نہیں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو یا آدم، یا موسیٰ کہا گیا۔ آپ کی تشریف اور فضیلت کو ظاہر فرمانے کے لئے کیا گیا ہے البتہ دوسری آیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [الفتح ۲۹] اور بعض دیگر آیات میں نام کی تصریح یہ تعلیم دینے کیلئے ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہے۔

کفار اور منافقین کی باتیں نہ مانیں:

اتَّقِ اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو!) تقوی پر ثابت قدم رہو اور ہمیشگی اختیار کرو اور اس میں اضافہ کرو کیونکہ یہ ایسا باب ہے جس کی انتہاء کو پایا نہیں جاسکتا۔ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ (کسی بھی چیز میں کفار و منافقین کی مساعدت و مدد نہ فرمائیں) اور ان سے بچتے رہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور مؤمنوں کے دشمن ہیں۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ ابوسفیان، عکرمہ بن ابوجہل، ابوالاعور سلمی احد لڑائی کے بعد مدینہ آئے۔ اور عبداللہ بن ابی کے ہاں مہمان رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امان دیا کہ وہ آپ سے گفتگو کر سکیں۔ انہوں نے آپ سے کہا۔ ہمارے معبودوں کا تذکرہ چھوڑ دو۔ اور کہو کہ وہ سفارشی ہیں اور نفع و نقصان دے سکتے ہیں۔ منافقین نے ان کی اس بات میں مدد کی مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو یہ آیت اتری۔ اتق الله فی نقض العهد ولا تطع الكافرين من اهل مكة و المنافقين من اهل المدينة فيما طلبوا۔ وعدہ خلافی میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو اور کفار مکہ کا اور منافقین مدینہ کی بات نہ مانیں جو کچھ انہوں نے کہی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) ان کے اعمال کی خیانت کو حَكِيْمًا اور ان کے ساتھ حکم قتال کی تاخیر میں حکمت والا ہے۔

۲: وَّ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (اور اتباع کریں اس حکم کی جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے وحی کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے) تقویٰ پر ثابت قدمی اور کفار و منافقین کی عدم اطاعت میں۔ اِنَّ اللّٰهَ (بیشک اللہ تعالیٰ) وہ ذات ہے جو آپ کی طرف وحی بھیجتا ہے۔ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (وہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے) وہ انے اور تمہارے اعمال سے پہلے سے باخبر ہے۔

ایک قول یہ ہے:

تعملون کو جمع لائے کیونکہ اتبع سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔

قراءت: ابوعمرو نے یاء سے **یعملون** پڑھا ہے مطلب یہ ہوگا منافقین اور کفار تمہارے خلاف جو مکر و تدابیر کر رہے ہیں۔

۳: وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو) اپنا معاملہ اس کے سپرد کرو اور اس کی تدبیر کے حوالے کردو۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے) محافظ ہے ہر معاملہ اسی کے حوالہ ہے۔

قول زجاج رحمہ اللہ:

یہ الفاظ اگرچہ خبر کے ہیں مگر ان کا معنی انشاء کا ہے ای اكتف بالله وكيلا محفوظ ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ پر اکتفاء کرو۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ

اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں

مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

نہیں بنایا، اور جو تمہارے منہ بولے بیٹے ہیں ان کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا، یہ تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے، اور اللہ

يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ

حق بات فرماتا ہے اور راستہ دکھاتا ہے، تم انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک انصاف کی بات ہے،

فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ

سو اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں، اور جو کچھ تم سے خطا ہو جائے اس کے بارے میں تم پر

فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

کوئی گناہ نہیں اور لیکن جس کا تمہارے دل قصداً ارادہ کر لیں، اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

جیسے دل ایک ہے اسی طرح ایک عورت آدمی کی یا ماں ہوگی یا بیوی:

۴: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ وَمَا جَعَلَ (اور اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیویوں) اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ وَمَا جَعَلَ (کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنا دیا اور تمہارے منہ بولے) اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ (بیٹوں کو تمہارا بیٹا نہیں بنا دیا) یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک سینے میں دو دل جمع نہیں کیے اور نہ ہی کسی عورت میں زوجیت اور امومت اور نہ بنوّت اور دعوی ابنیت کو جمع کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک انسان کے دو دل نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ حالت دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ ایک سے ایسے افعال کریگا۔ جیسے دوسرے لوگ اپنے دلوں سے کرتے ہیں تو ایک دل فضول و بے کار ہو اس کی ضرورت نہ ہوئی اور یا پھر وہ دوسرے دل سے لوگوں کے دلوں کے الٹ کریگا۔ تو اس سے اس کا دو متضاد صفات سے موصوف ہونا لازم آئے گا۔ کہ وہ ارادہ کرنے والا بھی ہے اور مجبور بھی' جاننے والا اور گمان کرنے والا بھی اور یقین کرنے والا اور شک میں پڑا ہوا بھی۔ پس ثابت ہوا کہ ایک ہی دل سینے میں ہے اور ایک ہی ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی عورت یا تو کسی شخص کی ماں ہوگی یا بیوی۔ کیونکہ ماں مخدومہ ہے اور بیوی خادمہ ہے اور ان دونوں کے درمیان منافات ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کسی کا منہ بولا بیٹا ہو اور حقیقی بیٹا ہو کیونکہ بنوت نسبت میں

داخل کرنے والی ہے اور منہ بولا بیٹا ہونا صرف نام سے ملانے والا ہے اس کے سوا کچھ نہیں تا کہ ایک شئی میں اصلیت اور غیر اصلیت جمع نہ ہو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مثال:

درحقیقت یہ مثال ہے جو زید بن حارثہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے یہ بنوکلب قبیلہ سے تھے بچپن میں قید ہوئے حکم بن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ کیلئے ان کو خرید لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدیجہ کا نکاح ہو گیا تو خدیجہ نے زید آپ کو ہبہ کر دیا۔ زید کے والد اور چچا تلاش کے بعد مکہ پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مطالبہ کیا آپ نے زید کو اختیار دیا تو زید نے والد و چچا کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا۔ آپ نے ان کو آزاد کر کے بیٹا بنالیا۔ چنانچہ لوگ زید بن محمد کہنے لگے۔ جب جوان ہوئے تو اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے نکاح کر دیا۔ مگر نباہ نہ ہوئی زید نے طلاق دے دی۔ آپ نے بحکم الٰہی زینب بنت جحش سے نکاح کر لیا۔ تو منافقین نے پروپیگنڈا کیا کہ محمد نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ حالانکہ یہ دوسروں کو اس سے روکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

ایک قول یہ ہے منافقین کہتے تھے کہ محمد کے دو دل ہیں ایک دل تمہارے ساتھ ایک اپنے اصحاب کے ساتھ۔۔قول دیگر ابو معمر عربوں میں بڑے حافظ والا مشہور تھا اس کو لوگ ذو القلبین کا لقب دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے قول کی تردید فرمائی اور اس کو ظہار اور تبنی میں بطور مثال بیان فرمایا۔

تاکیدات: نمبرا۔ رجل میں تنوین تنکیر نمبر۲۔ قلبین پر مِنْ استغراقیہ داخل کرنا۔ نمبر۳۔ جوف کا لفظ خاص کرلانا۔ یہ تمام تاکیدات ہیں۔

قراءت: اللَّائی ہمزہ کے بعد یاء جہاں بھی آئے کوفی اور شامی اسی طرح پڑھتے ہیں مگر نافع اللاء پڑھتے ہیں ان کے ساتھ یعقوب وسہل بھی شامل ہیں۔ یہ التی کی جمع ہے۔ تُظَاهِرُون عاصم نے ظَاهَرَ سے پڑھا جبکہ کوئی شخص اپنی بیوی کو انت علیّ کظھر امی کہے تو یہ ظہار کہلاتا ہے۔

تَظَاهَرُونَ علی، حمزہ اور خلف نے پڑھا ہے۔ تَظَّاهَرُون۔ شامی ظاء کی تشدید کے ساتھ اظّاهر بمعنی تظاهر سے لیا اور پڑھا تَظَّهَّرُوْن دیگر قراء نے پڑھا۔ اظَّهَّرَ بمعنی تَظَهَّر سے لیا ہے۔

نحو: تظاهرونَ کو من سے متعدی بنایا گیا۔ کیونکہ یہ بعد کے معنی کو متضمن ہے اس لئے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ طلاق شمار ہوتی تھی اس کی دوسری نظیر آلی من امرأته ہے۔ کیونکہ ایلاء میں بھی بعد کا معنی پایا جاتا ہے اسی لئے مِنْ سے متعدی بنایا گیا ہے۔ ورنہ اصل میں ایلاء تو قسم کے معنی میں آتا ہے۔ اور حَلَفَ اور اَقْسَم کا یہ حکم نہیں ہے۔

الدّعیّ یہ فعیل بمعنی مفعول ہے اور لڑکا جس کی نسبت کسی آدمی یا خاندان کی طرف کی جائے۔

نحو: اس کی جمع یہاں ادعیاء شاذ اور خلافِ قیاس ہے۔ کیونکہ جو فعیل بمعنی فاعل ہو اس کی جمع اس وزن پر آتی ہے مثلاً تقی جمع

اتقیاء شقی جمع اشقیاء مگر دَمِیٌّ اور سَمِیٌّ کی جمع اس وزن پر نہیں آتی اور نہ بنا سکتے ہیں اگرچہ لفظی مناسبت موجود ہے۔

ظہار یا متبنّیٰ محض منہ کی بات ہے:

ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ (یہ تمہارے منہ سے صرف کہنے کی بات ہے) یعنی تمہارا اپنی بیوی کو کہنا کہ یہ میری ماں ہے اور متبنّیٰ کو بیٹا کہنا یہ نری منہ کی بات ہے جس کی تہہ میں حقیقت نہیں کیونکہ بیٹا ولادت سے بنتا ہے اسی طرح ماں وہ جس نے پیٹ سے جنا ہو۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتے ہیں) یعنی وہ بات جس کا ظاہر و باطن حق ہو۔ وَ هُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ (اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے) حق کا راستہ پھر حق وہدایت جو راہ حق کی طرف جانے والا تھا بتلایا چنانچہ فرمایا۔

۵: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچائی والی بات ہے) اقسط کا معنی عدل والی۔ وضاحت فرمادی کہ ان کی نسبت ان کے باپوں کی طرف عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ ایک قول یہ ہے زمانہ جاہلیت میں جب کسی کو کسی شخص کی بہادری پسند آتی تو اس کو اپنے ساتھ شامل کرتا اور اپنی مذکر اولاد جیسا اس کا میراث میں حصہ مقرر کر دیتا وہ اسی کی طرف منسوب ہوتا کہا جاتا یہ فلاں بن فلاں ہے۔

کمالِ فصاحت:

کتنا فصیح کلام ہے کہ انشائی اور طلبی جملوں کو ملایا پھر خبر یہ جملہ سے ان کا فاصلہ کیا پھر ان کے ساتھ ملایا پھر جملہ اسمیہ کو اس سے الگ کیا اور ان کے درمیان وصل کیا۔ پھر درمیان میں انشائی جملہ لے آئے۔ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ (اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو) یعنی تمہیں ان کے سلسلہ نسب کے باپ معلوم نہیں جن کی طرف تم ان کی نسبت کرو تو

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ (وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں) پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور دینی دوست ہیں۔ پس یا اخی، یا مولا کہہ کر آواز دو۔ اس سے اخوت دینی اور ولایت مذہبی مراد ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ (اس سے تم پر کچھ گناہ نہیں جو بھول چوک سے ہو جائے) ممانعت کے آنے سے قبل جو تم نے بھول کر کہہ سن لیا اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں۔ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ (لیکن وہ جو تم دل کے ارادہ سے کرو) لیکن گناہ اس میں ہے جو تم ممانعت کے بعد جان بوجھ کر کرو۔ نمبر۲۔ اس وقت کوئی گناہ نہیں جب تم دوسرے کے لڑکے کو۔ اے بیٹے! بطور خطاء اور سبقت لسانی کے کہو۔ لیکن جب تم جان بوجھ کر کہو گے تو گناہ ہوگا۔

نَحو: ما یہ موضع جر میں پہلے ما پر معطوف ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ عفو عن الخطأ مراد لی عفو عن العمد مراد نہ ہو جیسا عموم کا تقاضا ہے پھر اپنے عموم کے لحاظ سے خطاءً بیٹا بنانا یا عمداً بیٹا بنانا دونوں کو شامل ہے۔ جب لے پالک پایا جائے اگر وہ مجہول النسب ہے اور عمر میں چھوٹا ہے۔ تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر وہ غلام ہے تو لے پالک بنانے سے آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر وہ عمر میں اس سے بڑا ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر وہ معروف النسب ہے تو متبنّیٰ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ

مومنین سے نبی ﷺ کا تعلق اس سے زیادہ ہے جو ان کا اپنے نفسوں سے ہے اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، اور رشتہ دار

بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ

اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھنے والے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین مہاجرین کے مگر یہ کہ

تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶

تم اپنے دوستوں سے کچھ اچھا سلوک کرنا چاہو   یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

بنانے سے نسب ثابت نہ ہوگا۔ مگر وہ آزاد ہو جائے گا۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) خطأ پر تم سے مواخذہ نہ فرمائیں گے اور عمد پر توبہ کو قبول فرمائیں گے۔

نبی کا حق جان سے زیادہ:

۶: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (نبی زیادہ حقدار ہیں ایمان والوں کیلئے ان کی جانوں سے بڑھ کر) یعنی دین و دنیا کے تمام معاملات میں زیادہ حقدار ہیں اور آپ کا حکم ایمان والوں پر ان کے اپنے نفس کے حکم سے زیادہ نافذ ہونے والا ہے پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفوس کو آپ کے حکم پر قربان کر دیں۔ اور آپ کی ذات پر قربان کر دیں نمبر۲۔ آپ زیادہ مہربان ہیں ایمان والوں پر ان کی جانوں سے بڑھ کر اور زیادہ نرمی کرنے والے اور زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں جیسا کہ فرمایا بالمؤمنین رء وف رحیم [التوبہ:۱۲۸]

قراءتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسهم وهو ابٌ لهم قول مجاہد رحمہ اللہ: ہر پیغمبر اپنی امت کا باپ ہے اسی لئے مؤمن بھائی بھائی ہوئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان کے روحانی باپ ہیں۔

مائیں حرمت و تعظیم میں ہیں:

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (اور آپ کی ازواج ان کی مائیں ہیں) نکاح کی حرمت اور تعظیم کے لازم ہونے میں۔ وہ امت کیلئے ان دو کے علاوہ بقیہ باتوں مثلاً وراثت وغیرہ میں اجنبیات عورتوں کی طرح ہیں اسی لئے یہ تحریم ان کی بیٹیوں کی طرف سبقت کرنے والی نہیں۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ (اور رشتہ دار) قرابت والے۔ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ (وہ ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں) سلسلۂ میراث میں۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى

اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم

ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۷﴾ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ

سے،اور ہم نے ان سے پختہ عہد لے لیا تاکہ اللہ سچوں سے انکی سچائی کے بارے میں سوال فرمائے

۱/۴ ۸ ۱۷

وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۸﴾

اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار فرمایا ہے۔

ابتدائے اسلام:

مسلمان ابتدائے اسلام میں دین وہجرت کی بنیاد پر وارث بنتے تھے۔قرابت داری بنیاد نہ تھی۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور میراث کو قرابت کے حق سے متعلق کر دیا گیا۔

فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی کتاب میں) اس کے حکم وتقدیر میں نمبر۲۔لوح محفوظ میں نمبر۳۔اس میں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا۔مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ (بنسبت دوسرے مؤمنین ومہاجرین کے) یہ اولی الارحام کا بیان بھی بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا ان میں سے جو قریبی رشتہ دار ہیں وہ اجانب کی نسبت وراثت کے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ مِنْ بیانیہ کے لحاظ سے معنی ہے۔نمبر۲۔مِنْ ابتدائیہ بھی ہوسکتا ہے مطلب یہ ہوگا رشتہ دار حق قرابت میں میراث کے زیادہ مستحق ہیں ایمان والوں سے یعنی انصار سے ولایت فی الدین کے باعث اور مہاجرین سے حق ہجرت کے سبب۔اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا (مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے اچھا سلوک کرنا چاہو) یہاں استثناء خلاف جنس سے ہے یعنی لیکن تمہارا اپنے اولیاء کے ساتھ بھلا سلوک کرنا جائز ہے۔اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے جس کیلئے پسند کرو وصیت کر سکتے ہو۔(جو ثلث مال سے کم ہو) پس یہ مال وصیت کے لحاظ سے ان کو ملے گا۔نہ کہ میراث سے۔

نحو: تفعلوا کو الٰی کے ساتھ متعدی بنایا گیا ہے کیونکہ وہ تُسدوا کے معنی میں ہے۔الاولیاء سے مراد دینی ولایت والے یعنی مؤمن اور مہاجر۔كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے) یہ توارث بالارحام لوح محفوظ میں مندرج ہے۔

۷:وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ (جب ہم نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ عہد لیا) یعنی اس وقت کو یاد کرو (اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے) جب ہم نے انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت کا عہد لیا اور دین قیم کی طرف دعوت دینے کا وعدہ لیا۔وَمِنْكَ (اور آپ سے) خصوصاً۔

نکتۂ تقدیم:

رسول اللہ ﷺ کونوح اور بعد والے انبیاء علیہم السلام پر مقدم کیا کیونکہ یہ عطف بیان فضیلت کیلئے ہے اس لئے کہ یہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام ہیں۔اور سارے صاحب شریعت ہیں۔جبکہ حضرت محمد ﷺ ان سب سے افضل تھے اسی لئے آپ کو مقدم کردیا۔اگر ایسا ملحوظ نہ ہوتا تو جن کا زمانہ مقدم ہے ان کو مقدم کیا جاتا۔

وَمِنۡ نُّوۡحٍ وَّاِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ وَاَخَذۡنَا مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا (اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ بن مریم سے بھی ہم نے ان سب سے خوب پختہ عہد لیا) وصف کو ملانے کی غرض سے میثاق کا دوبارہ ذکر کردیا اور بتلا دیا کہ ہم نے ایسا ضرور کیا ہے۔

۸: **لِّيَسۡئَلَ** (تاکہ اللہ تعالیٰ تحقیقات کرے) **الصّٰدِقِيۡنَ** (سچوں سے) یعنی انبیاء علیہم السلام سے **عَنۡ صِدۡقِهِمۡ** (ان کی سچائی کے متعلق) جوانہوں نے کہا اپنی اقوام کو نمبر۲۔تاکہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنے والوں سے پوچھے۔کیوں کہ جس نے صادق کو صدقت کہا وہ اپنی بات میں سچا ہے۔نمبر۳۔تاکہ انبیاء علیہم السلام سے پوچھے کہ ان کی امتوں نے ان کو کیا جواب دیا۔اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے: **یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم** [المائدہ:۱۰۹] **وَاَعَدَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ** (اور اس نے تیار کررکھا ہے کافروں کیلئے) جو رسولوں کا انکار کرنے والے ہیں۔**عَذَابًا اَلِيۡمًا** (دردناک عذاب)۔

نحو: اس کا عطف اخذنا پر ہے کیونکہ معنی اس طرح ہے۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو پختہ طور پر حکم دیا کہ وہ اس کے دین کی طرف دعوت دیں تاکہ ایمان لانے والوں کو ثواب سے نوازا جائے اور انکار کرنے والوں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے۔یا جس پر لیسأل الصادقین دلالت کررہا ہے۔گویا اس طرح فرمایا: پس اس نے ایمان والوں کو ثواب دیا اور کافروں کے لئے عذاب تیار کیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا

اے ایمان والو!اللہ کی نعمت جو تمہیں ملی ہے اسے یاد کرو جبکہ تمہارے پاس لشکر آگئے، سو ہم نے ان پر ہوا بھیج دی

وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۟ۚ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ

اور لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا،اور اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو، جبکہ وہ لوگ تمہارے اوپر سے آچڑھے

مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ

اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی، اور جبکہ آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور دل گلوں کو پہنچ گئے،اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے

بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۟ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۟

گمان کررہے تھے، اس موقعہ پر مؤمنین کی جانچ کی گئی اور انہیں سختی کے ساتھ جھنجھوڑ دیا گیا۔

غزوۂ احزاب کے حالات:

۹: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو) یعنی وہ انعام جو اللہ تعالیٰ نے احزاب کے دن فرمایا۔ جس کو یوم خندق بھی کہا جاتا ہے۔ یہ احد کے ایک سال بعد پیش آیا۔ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ (جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے) تمام گروہ جس میں قریش، غطفان، قریظہ، بنی نضیر سب شامل تھے۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا (پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی) بادِ صبا نبی علیہ السلام نے فرمایا نصرت بالصبا و اهلكت عاد بالدبور۔

[رواه احمد ۱/۲۲۸ و ۳۲٤ والبخاری ٤١٠٥ و مسلم ۹۰۰]

فرشتوں کے لشکر:

وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (اور ایسی فوج جو تم کو نظر نہ آتی تھی) وہ فرشتے تھے جن کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اللہ تعالیٰ نے صبا باردہ کو انتہائی سرد رات میں ان پر مسلط کر دیا۔ جس نے ان کو کپکپا کر رکھ دیا اور ان کے چہرے خاک آلود ہو گئے۔ اور فرشتوں کو حکم دیا گیا انہوں نے خیموں کی رسیاں توڑ کر خیموں کو اکھاڑ پھینکا۔ آگ بجھ گئی ہانڈیاں الٹ گئیں۔ اور گھوڑے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے۔ ان کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا۔ ملائکہ نے ان کے لشکر کے گرد نعرہ تکبیر بلند کیا وہ بغیر لڑائی کے شکست کھا گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی آمد کی خبر سن کر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے خندق کھودی تھی۔ پھر تیاری کے ساتھ تین ہزار مسلمانوں کو لے کر خندق کے اس طرف خیمے لگا دیے کفار اور آپ کے لشکر کے درمیان خندق حائل تھی۔ بچوں اور عورتوں کو گڑھوں میں محفوظ کر دیا گیا خوف شدید ہو گیا۔ قریش دس ہزار احابیش اور بنی کنانہ اور اہل تہامہ کے ساتھ ابوسفیان کی قیادت میں نکلے اور غطفانیوں کی

تعداد ایک ہزار تھی جن کی قیادت عیینہ بن حصن فزاری کے پاس تھی ان کے ساتھ اہل نجد میں سے جو ان کے پیرو تھے وہ بھی شامل تھے ادھر عامر بن طفیل ہوازن کا لشکر لے کر آملا۔ یہود بنو قریظہ اور بنونضیر نے بھی ان کی معاونت کی (اس طرح اس لشکر کی تعداد چودہ سے ۲۴ ہزار تک بتلائی جاتی ہے) ایک ماہ تک دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے کوئی لڑائی نہ تھی بس کبھی کبھی تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مدد نازل فرمائی۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو) اے مسلمانو! تمہارے اعمال کو خندق کے ذریعہ حفاظت اور نبی اکرم ﷺ کی معاونت پر ثابت قدم رہنے کو۔ بَصِيْرًا (دیکھتے تھے) قراءت: ابوعمرو نے یاء کے ساتھ یعملون پڑھا ہے معنی یہ ہے کفار جو بغاوت کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی روشنی کو بجھانے کیلئے کوشاں تھے۔ وہ دیکھنے والے تھے۔

لشکرِ کفار:

۱۰: اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ (جب وہ لوگ تم پر آچڑھے) (مدینہ) کی بالائی جانب سے۔

نحو: اذ جاء و کم یہ اذ جاء تکم سے بدل ہے۔ من فوقکم سے وادی کی بالائی جانب جو کہ مشرقی تھی اور اس طرف سے بنوغطفان حملہ آور تھے۔

وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی) وادی کی نچلی جانب جو کہ مغربی جانب تھی اس طرف سے قریش حملہ آور تھے۔ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ (اور جبکہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں) حیرانی کی وجہ سے اپنے دیکھنے کے انداز وطریق سے پھر گئیں تھیں۔ نمبر۲۔ ہر چیز سے مڑ چکی تھیں۔ وہ سوائے اپنے دشمن کے اور کسی کی طرف دیکھتی ہی نہ تھیں کیونکہ گھبراہٹ وخوف شدید تھا۔ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ (اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے) الحجرۃ حلقوم کا انتہائی حصہ، حلقوم کی وہ رگ جس سے کھانا اور پانی اندر جاتا ہے۔ علماء کا قول ہے کہ خوف کی وجہ سے پھیپھڑے پھول جاتے ہیں اور پھیپھڑوں کے پھول جانے کی وجہ سے دل اوپر کو حلق کی طرف اٹھنے لگتا ہے۔ ایک قول یہ ہے: اضطراب قلب کیلئے یہ ایک مثال ہے خواہ حقیقۃً حلق کو نہ پہنچے۔ روایت میں ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا دل حجرہ تک پہنچے ہوتے ہیں کیا کوئی ایسا کلمہ ہے جو ہم کہیں آپ نے فرمایا اس طرح کہو: اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَآمِنْ رَوْعَاتِنَا [رواہ احمد: ۲/۲۵] ابوداؤد ۵۰۷۴، ابن ماجہ ۳۸۷۱، ادب المفرد: ۱۲۰۰]

کمزور دِل منافقین کا حال:

وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا (اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے) یہ ایمان والوں کو خطاب ہے ان میں کچھ انتہائی مضبوط دل اور ثابت الاقدام تھے بعض کمزور دل، کچھ منافق۔ اول گروہ نے گمان کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے پس اس میں پھسل جانے سے ڈرے۔ اور آزمائش کو اٹھانے میں کوئی کمزوری نہ واقع ہو جائے۔ پچھلوں نے وہ گمان کیا جو ان کے متعلق بیان کیا گیا۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ

اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ کا

اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ

وعدہ کر رکھا ہے، اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ اے یثرب والو تمہارے لیے ٹھہرنے کا موقعہ نہیں ہے لہٰذا تم واپس ہو جاؤ،

وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ

اور ان میں سے ایک فریق نبی سے اجازت طلب کر رہا تھا یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے یہ لوگ

يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ

صرف بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اگر مدینہ کے اطراف سے کوئی لشکر ان پر گھس جائے پھر ان سے فتنہ کا سوال کیا جائے

لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا

تو یہ ضرور فتنے کو منظور کرلیں گے اور گھروں میں نہیں ٹھہریں گے مگر بس ذرا سی دیر۔ اور اس سے پہلے انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ ہم

يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾

پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے جو عہد کیا اس کی باز پرس ہوگی۔

قراءت: ابوعمرو اور حمزہ نے الظنونا کو بغیر الف پڑھا ہے خواہ حالت وقف ہو یا وصل اور یہ قیاس ہے مگر مدنی، شامی، ابوبکر نے دونوں میں الف پڑھا۔ وصل کو وقف کے مقام پر جاری کرتے ہوئے اور مکی، علی وحفص نے وقف میں الف پڑھا اور اسی کی مثل الرسولا [الاحزاب:٦٦] اور السبيلا [الاحزاب:٦٧] اور فاصلہ میں اس کا اضافہ کیا جیسا کہ شاعر نے قافیہ میں بڑھایا ہے قول شاعر۔

اقلى اللوم عاذل والعتابا

اور یہ تمام حروف مصحف امام میں الف کے ساتھ ہیں۔

۱۱: هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ (اس موقع پر ایمان والوں کا امتحان لیا گیا) ایمان پر ثابت قدم رہنے کا امتحان لیا گیا۔ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (اور ان کو سخت جھنجھوڑا گیا) خوف کے باعث ان کو خوب ہلایا گیا۔

۱۲: وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ (اور جب منافقین کہہ رہے تھے) اسکا پہلے اذ پر عطف ہے۔ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے) ایک قول یہ ہے یہ منافقین کا ہی وصف ہے۔ جو واؤ کے ساتھ اس طرح لایا گیا جیسا اس قول میں۔

الى الملكِ القرم وابن الهُمام ☆ و ليثِ الكتيبةِ فى المزدحم

الملك القرم اور ابن الهمام سے ایک ہی شخص مراد ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو دین میں کوئی سمجھ بوجھ نہ تھی۔ منافقین ان کو شبہات ڈال کر اپنی طرف مائل کرتے۔ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا (ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے محض دھوکا ہی کا وعدہ کر رکھا ہے) تفسیری روایت میں ہے کہ معتب بن قشیر نے جب مختلف گروہوں کو دیکھا تو کہنے لگا محمد تو ہمیں فارس، روم کی فتح کے وعدے کرتا ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے قضائے حاجت کیلئے نکل نہیں سکتے یہ وعدہ کیا ہے محض دھوکا ہے۔

۱۳: وَاِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ (اور جب کہ ان میں سے ایک گروہ نے کہا) یہ منافقین میں سے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی تھے۔ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ (اے یثرب کے لوگو!) یہ مدینہ منورہ کا پرانا نام ہے۔ لَا مُقَامَ لَكُمْ (تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقعہ نہیں)

قراءت: مُقَام ضم میم کے ساتھ حفص نے پڑھا۔ اور مَقَام ابن کثیر نافع، ابوعمرو، حمزہ، کسائی نے پڑھا معنی یہ ہے تمہارے لئے یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ اور نہ کوئی جگہ ہے کہ جس میں تم کھڑے بھی ہوسکو۔ نمبر۲۔ یا اقامت پذیر ہوسکو۔ فَارْجِعُوْا (پس لوٹ چلو) کفر کی طرف نمبر۲۔ لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر مدینہ کی طرف۔ وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ (اور ان میں سے ایک گروہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرتا تھا) یہ بنو حارثہ قبیلہ کے لوگ تھے۔

منافقین کی بہانہ بازی:

یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ (وہ کہتے تھے ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں) ای ذات عورة غیر محفوظ وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں وہ صرف بھاگنا ہی چاہتے ہیں) العورة خلل۔ عورة سے مراد ذات العورة ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے کہتے ہیں عور المكان عَوَرًا جبکہ اس میں کوئی خلل ظاہر ہو جس سے دشمن اور چور کا خطرہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عورة یہ عَوِرَة کی تخفیف ہو۔ انہوں نے عذر پیش کیا کہ ان کے مکانات دشمنوں اور چوروں کی زد میں ہیں کیونکہ وہ قلعہ بند نہیں ہیں انہوں نے اس لئے اجازت طلب کی تا کہ وہ ان کی حفاظت کریں اور ان کی حفاظت کا انتظام ہونے کے بعد وہ واپس لوٹ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات غلط قرار دی کہ ان کو اس بات کا خطرہ نہیں۔ بلکہ وہ تو لڑائی سے بھاگنا چاہتے ہیں۔

۱۴: وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ (اور اگر ان پر گھس آئے) یعنی مدینہ میں نمبر۲۔ ان کے گھروں میں یہ اس محاورہ سے لیا گیا ہے۔ دخلت علی فلان داره۔ مِّنْ اَقْطَارِهَا (اس کی اطراف سے) مدینہ کی جوانب سے نمبر۲۔ اگر یہ اجتماعی لشکر جن سے بھاگنے کی یہ تدابیر کر رہے ہیں۔ اگر یہ لشکر اجتماعیہ ان کے مدینہ میں داخل ہو جائیں جن سے ڈر کر یہ بھاگ رہے ہیں۔ نمبر۳۔ ان کے گھروں میں تمام اطراف سے داخل ہو جائیں اور ان کے اہل و اموال پر لوٹ مار کا بازار گرم کر دیں۔ ثُمَّ سُىِٕلُوا (پھر ان سے درخواست کی جائے) ایسی گھبراہٹ میں الْفِتْنَةَ (فساد کی) فساد سے مراد ارتداد اور کفر کی طرف لوٹ جانا اور مسلمانوں سے لڑائی کرنا۔ لَاٰتَوْهَا (تو یہ اس کو منظور کر لیں گے) ضرور ارتکاب کریں گے۔

قراءت: حجازی نے بلا مدّ پڑھا ہے اس کا معنی اس کو کر گزریں گے اس کی پناہ لیں گے۔

وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَا (اورنہیں ٹھہریں گے ان گھروں میں) س کے قبول کرنے میں۔ اِلَّا يَسِيْرًا (مگر بہت معمولی) صرف اتنی دیر کہ ان سے سوال ہو اور یہ اس کو فوراً قبول کرلیں۔ نمبر۲۔ اپنے ارتداد کے بعد یہ مدینہ میں زیادہ دیر نہ ٹھہریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کردیں گے مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں کے غیر محفوظ ہونے کو ایک بہانہ کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس بہانہ سے وہ نصرتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کی مدد سے دست کش ہوجائیں اور ان گروہوں کے مقابلہ سے علیحدہ ہوجائیں جن کے رعب سے ان کے دل بھرے ہوئے ہیں۔ اور یہ کفار کے گروہ ان کے علاقہ اور سرزمین پر اچانک لوٹ مچادیں اور ان کے سامنے کفر پیش کر کے کہیں کہ اب ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو جلدی سے ان کی بات قبول کرلیں گے اور اس میں ذرا توقف نہ کریں گے اور یہ حرکت صرف حبّ کفر اور اسلام سے ناراضی کے باعث ان سے سرزد ہوگی۔

منافقین کا وعدہ:

۱۵: وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ (حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے) بنو حارثہ قبیلہ کے لوگ غزوہ خندق سے قبل) یا اس لشکر احزاب کو دیکھنے سے پہلے کہ وہ شکست کھا کر نہ بھاگیں گے۔ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا (اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی بازپرس ہوگی) وہ عہد مطلوب و مقصود ہے تاکہ اس کو پورا کیا جائے۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٦﴾ قُلْ مَنْ

آپ فرما دیجئے اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگو گے تو یہ بھاگنا تمہیں نفع نہ دے گا اور اس وقت بس تھوڑے ہی دن جیو گے۔ آپ فرما دیجئے کہ

ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

وہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچائے گا اگر وہ تمہارے بارے میں کسی بری حالت کا ارادہ فرمائے یا تم پر فضل فرمائے اور اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایت کرنے والا

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَاۗىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا

یا مددگار نہ پائیں گے، بلاشبہ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو رکاوٹ ڈالتے ہیں اور جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ اور یہ

يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٨﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ

لوگ لڑائی میں کم آتے ہیں۔ یہ لوگ تمہارے بارے میں بخیل بنے ہوئے ہیں پھر جب خوف پیش آجاتا ہے تو آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ آپ کی طرف

اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ

تک رہے ہیں ان کی آنکھیں اس طرح چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کے وقت بے ہوشی طاری ہو رہی ہو، پھر جب خوف چلا جاتا ہے تو تم کو

بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ

تیز زبانوں سے طعنے دیتے ہیں، مال کے حریص بنے ہوئے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے، سو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے اور یہ

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٩﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ

اللہ کے لیے آسان ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جماعتیں واپس نہیں گئیں اور اگر جماعتیں آجائیں تو یہ لوگ اس بار آرزو کریں گے کہ کاش ہم دیہاتوں میں

بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَاۗىِٕكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢٠﴾

ہوتے تمہاری خبریں دریافت کرلیا کرتے، اور اگر وہ تمہارے اندر موجود ہوں تو وہ لڑائی نہ لڑیں گے مگر ذرا سی۔

ع ۲ / ۱۲ / ۱۸

۱۶: قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ (اور کہہ دیجئے تم کو بھاگنا ہرگز فائدہ مند نہ ہوگا اگر تم موت) اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں تم فائدہ نہ اٹھاؤ گے مگر تھوڑے دنوں) مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری موت کا وقت آچکا تو میدان سے بھاگنا تمہیں فائدہ نہ دے گا۔ اور اگر موت کا وقت ابھی نہیں آیا اور تم بھاگے تو تم دنیا میں رہنے کا ذرا سا فائدہ اٹھا لو گے اور وہ دنیا میں رہنا وہی مدتِ حیات ہے جو کہ معمولی ہے۔

نکتہ: کسی مروانی سے منقول ہے کہ اس کا گزر ایسی دیوار کے پاس سے ہوا جو گرا چاہتی تھی اس نے تیزی سے قدم اٹھایا دیکھنے

والے نے یہ آیت تلاوت کردی۔ تو اس نے جواب دیا وہی قلیل تو ہم ڈھونڈ رہے ہیں۔

۱۷: قُلْ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِّنَ اللّٰهِ (فرمادیجئے وہ کون ہے جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچا سکے گا) من اللہ سے مراد وہ عذاب جس کے اتارنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمالیا ہے۔ اِنْ اَرَادَبِکُمْ سُوْٓءً (اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے) تمہارے نفوس کے سلسلہ میں قتل ہو یا اور کوئی صورت۔ اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَةً یا (وہ کون ہے جو اس کے فضل کو روک سکے) اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے۔ رحمة سے مراد عافیت وسلامتی کے ساتھ طویل عمر۔ مطلب یہ ہے کون اللہ تعالیٰ کو روک سکتا ہے رحم کرنے سے اگر وہ تم پر رحم کرنا چاہے؟ یہ روکنے کا معنی اس لئے کیا کیونکہ یعصمکم میں منع کا معنی پایا جاتا ہے۔ وَ۔ لَایَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَانَصِیْرًا (اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار) نصیر بمعنی ناصر (مددگار) ہے۔

دوسروں کونصرتِ رسول سے روکنے والے:

۱۸: قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْکُمْ (اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جانتے ہیں جو مانع بنتے ہیں) یعنی جو دوسروں کو نصرتِ رسول اللہ ﷺ سے روکتے ہیں۔ وہ منافقین تھے۔ وَالْقَآئِلِیْنَ لِاِخْوَانِهِمْ (اور اپنے نسبی یا وطنی بھائیوں کو کہتے ہیں) کھلے طور پر اپنے مسلمان بھائیوں سے کہتے ہیں) هَلُمَّ اِلَیْنَا (تم ہمارے پاس آ جاؤ) تم اپنے کو ہمارے قریب کردو اور محمد ﷺ کو چھوڑ دو۔

لغت: یہ اہل حجاز کی لغت ہے ان کے ہاں اس میں واحد و جماعت برابر ہے۔ مگر بنوتمیم کہتے ہیں هلم یارجلُ، هلموا یا رجال، یہ ایک صوت ہے جو فعل متعدی کے نام کے طور پر استعمال ہوتی ہے جیسے احضر وقرّب۔ وَلَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِیْلًا (اور وہ لڑائی میں بہت کم ہی آتے ہیں)۔

خوف کے وقت منافقین کا حال:

۱۹: اَشِحَّةً عَلَیْکُمْ (تمہارے حق میں بخیلی لیے ہوئے ہیں)۔ یہ جمع شحیح کی ہے اس کا معنی بخیل ہے یا تون کی ضمیر سے حال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے یا تون الحرب بخلاء علیکم بالظفر و الغنیمة وہ لڑائی میں اس حال میں شامل ہوتے ہیں کہ تمہارے متعلق کامیابی اور غنیمت کے سلسلہ میں بخل کرنے والے ہیں۔ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ (پس جب خوف پیش آتا ہے) خواہ دشمن کی جانب سے ہو یا رسول اللہ کی جانب سے ہو۔ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ (تم ان کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگے ہیں) اس حالت میں تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ (کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں)۔ دائیں، بائیں (وہ اپنی آنکھوں سے یوں دائیں بائیں دیکھتے ہیں) کَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ (جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو) جیسے ڈر کر گھبرا کر پناہ کی غرض سے موت کی غشی میں مبتلا انسان دیکھتا ہے۔ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ (پھر جب وہ خوف دور ہو جاتا ہے) وہ خوف جب دور ہو جاتا ہے اور وہ امن میں ہو جاتے ہیں۔ اور غنائم جمع کر لیے جاتے ہیں۔ سَلَقُوْکُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ (تو تم کو تیز تیز زبانوں سے طعنے دیتے ہیں) وہ تم سے سخت انداز سے تخاطب کرتے ہیں اور کلام سے ایذاء پہنچاتے ہیں کہا جاتا ہے خطیبٌ

مسلق یعنی فصیح خطیب، ورجل مسلاق یعنی کلام میں مبالغہ کرنے والا آدمی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں ہمیں زیادہ حصہ دو ہم نے تمہاری حفاظت کی ہے اور تمہارے ساتھ ہو کر لڑائی بھی کی ہے۔ ہمارے وجود کی وجہ سے تو تمہیں دشمن پر غلبہ ملا ہے۔ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ (مال پر حریص ہیں) یعنی وہ تم سے اس انداز سے خطاب کرتے ہیں کہ مال اور غنیمت کے متعلق حریص ہیں (کہ زیادہ سے زیادہ مل جائے)

نحو : اشحةً یہ سلقوکم کے فاعل سے حال ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا (یہ لوگ ایمان نہیں لائے) حقیقت میں بلکہ صرف زبانی مؤمن ہیں۔ فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ (پس اس نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا) ان کے اعمال ظاہرہ کو اندر کفر چھپانے کی وجہ سے باطل کر دیا۔ وَكَانَ ذٰلِكَ (اور یہ ان کے اعمال کا ضیاع) عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالکل آسان اور معمولی ہے)۔

منافقین کی چاہت:

۲۰: يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا (ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ لشکر نہیں گئے) وہ اپنی بزدلی کی وجہ سے خیال کرتے تھے کہ کفار کے لشکر شکست کھا کر نہیں لوٹے حالانکہ وہ لوٹ چکے ہیں۔ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ (اور اگر وہ گروہ دوبارہ آ جائیں) دوسری مرتبہ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ (یہی چاہتے ہیں کہ کاش ہم دیہاتوں میں باہر صحراء میں جا رہیں) البادون جمع البادی کی ہے بمعنی دیہاتی۔ مطلب یہ ہے کہ منافق اپنی بزدلی کی وجہ سے تمنا کرتے ہیں کہ وہ مدینہ سے باہر جنگل میں ہوتے اور دیہاتیوں کے درمیان رہائش پذیر ہوتے تاکہ وہ محفوظ رہ سکتے اور اس قتال سے جس میں مسلمان مبتلا ہیں الگ تھلگ رہتے۔

يَسْاَلُوْنَ (مدینہ سے آنے والوں سے) پوچھتے عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ (تمہاری خبریں اور حالات اور جو تم پر گزری)۔ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ (اور اگر وہ تمہارے اندر شامل رہتے) اور مدینہ واپس نہ لوٹتے۔ اور لڑائی ہو جاتی تو مَّا قٰتَلُوْا اِلَّا قَلِيْلًا (وہ تھوڑا سا لڑتے) وہ بھی شہرت و دکھلاوے کی غرض سے۔

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَ

تمہارے لیے یعنی اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا ؕ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ ۙ قَالُوۡا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ

ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔ اور جب ایمان والوں نے جماعتوں کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ہے وہ جس کا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَمَا زَادَهُمۡ اِلَّاۤ اِيۡمَانًا وَّتَسۡلِيۡمًا ؕ﴿۲۲﴾ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

وعدہ فرمایا، اور اللہ نے اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور ان کے ایمان اور فرمانبرداری میں ترقی ہی ہو گی۔ اہل ایمان میں

رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيۡهِ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ ۖ

بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنا وہ عہد سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا، سو ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی اور بعض وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں

وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا ۙ﴿۲۳﴾ لِّيَجۡزِىَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيۡنَ بِصِدۡقِهِمۡ وَيُعَذِّبَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ اِنۡ

اور انہوں نے کچھ بھی تبدیلی نہیں کی۔ تا کہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقین کو عذاب دے اگر

شَآءَ اَوۡ يَتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ۚ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِغَيۡظِهِمۡ

چاہے، یا ان کی توبہ قبول فرمائے بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ اور کافروں کو اللہ نے ان کے غصہ کے ساتھ واپس لوٹا دیا

لَمۡ يَنَالُوۡا خَيۡرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الۡقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيۡزًا ۚ﴿۲۵﴾

انہوں نے کوئی خیر نہ پائی اور قتال کی جانب سے مومنین کے لیے اللہ خود ہی کافی ہو گیا اور اللہ قوت والا ہے عزت والا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ تمہارے مقتداء ہیں:

۲۱: لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ (تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں اُسوۂ حسنہ ہے) اسوۃ یہ جہاں بھی ہو ضمہ کے ساتھ آئے گا عاصم کے نزدیک اس کا معنی قدوہ (نمونہ) آتا ہے۔ جس کو نمونہ بنایا جائے جس کو مقتدیٰ مانا جائے جیسا کہتے ہیں فی البیضة عشرون مناحدید یعنی خود میں بیس سیر لوہا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے مقتداء ہیں۔ تمہیں ان کی اقتداء مناسب ہے۔ نمبر۲۔ یا آپ ﷺ کی سیرت میں تمہارے لئے خصائل حمیدہ موجود ہیں جو تمہارے لئے واجب العمل ہیں مثلاً آپ کا بذات خود قتال کرنا (شدائد پر صبر کرنا وغیرہ) لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ (اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو) یعنی وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت سے ڈرتا ہو۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کے ثواب کا امیدوار

ہو۔اور آخرت کی نعمتوں کا چاہنے والا ہو۔

نحو :لمن یہ لکم سے بدل ہے مگر یہ کمزور قول ہے کیونکہ ضمیر مخاطب سے بدل آنہیں سکتا۔نمبر۲۔لمن یہ حسنۃ کے متعلق ہے ای اسوۃ حسنۃ کائنۃ لمن کان یرجوا اللہ۔ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا (اور اللہ تعالیٰ کو وہ بہت یاد کرے) خوف ورجاء اور خوشحالی، تنگدستی میں۔

۲۲: وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ (جب مؤمنوں نے ان لشکروں کو دیکھا) اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کے قدم اکھاڑ دے گا۔ بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں اور اسی سے مدد کے طالب ہوں اس سے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا گیا:ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الی قولہ قریب۔[البقرۃ:۲۱۴] جب لشکر آگئے وہ مضطرب ہوئے اور سخت مرعوب ہوئے۔ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (کہنے لگے یہ وہی ہے جس کی ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خبر دی تھی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سچ فرمایا) اور انہیں یقین ہو گیا کہ جنت ونصرت الٰہی دونوں ان کے لئے لازم کر دی گئیں ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ لشکر تمہاری اس ماہ کے آخری نو دس راتوں میں پہنچنے والے ہیں جب اصحاب نے لشکروں کو دیکھا کہ وہ اس میعاد میں پہنچ گے ہیں تو انہوں نے یہ کہا (قال الحافظ،لم اجدہٗ)ھذا کا مشارالیہ بلاء ومصیبت اور آزمائش ہے۔ وَمَا زَادَهُمْ (اس میں جو کچھ انہوں نے لشکروں کا اجتماع دیکھا) اور ان کی آمد نی اور اس سے ترقی ہوئی۔ اِلَّآ اِيْمَانًا (ان کے ایمان میں) جو اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر تھا۔ وَّتَسْلِيْمًا (اور اطاعت میں) اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور اس کی تقدیر پر۔

نذر پوری کرنے والے:

۲۳: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (ان مؤمنوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اس میں سچے اترے) اس بات میں جس میں انہوں نے اس سے عہد کیا تھا) حرف جار کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ اس مشہور مثال میں صدقنی سن بَکرِہٖ ای صدقنی عن سن بکرہٖ اور فعل کو اس کے ساتھ ملا دیا۔بعض صحابہ کرامؓ نے قسم کھائی تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر قتال کا موقعہ ملے تو ثابت قدم رہیں گے اور اس وقت تک قتال کریں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں گے ان کے نام یہ تھے عثمان بن عفان، طلحہ، سعد بن زید، حمزہ ومصعب وغیرہم۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ (پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے) یعنی شہادت پالی جیسے حمزہ، مصعب رضی اللہ عنہما۔

قضائے نحب :

یہ موت کی تعبیر ہے کیونکہ ہر زندہ مرنے والا ہے کیونکہ وہ محدث ہے اس کے ذمہ جو نذر لازم تھی اس سے کنایہ کیا گیا ہے جب وہ مرگیا تو اس نے گویا اپنا حصہ پورا کر دیا یعنی نذر کو۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (اوران میں سے کچھ منتظر ہیں) یعنی موت کے جیسے عثمان و طلحہ رضی اللہ عنہما وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا (اورانہوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا) اس عہد کو نہیں بدلا۔ نہ تو شہید کیے جانے کو اور نہ انتظارِ شہادت کو۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض کی جنہوں نے عہد کو بدل دیا تھا اور جو دلوں کے بیمار تھے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ولقد كانوا عاهدوا الله من قبل لا يولون الا دبار [الاحزاب:۱۵]

۲۴: لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ (تا کہ اللہ تعالیٰ سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے) صدق سے مراد وعدہ وفا ہے۔ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ (اور منافقوں کو چاہے سزا دے) جبکہ وہ توبہ نہ کریں۔ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (یا ان کو توبہ کی توفیق دے) اگر وہ توبہ کریں۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) قبولیت توبہ کے ذریعہ رَّحِيْمًا (رحم کرنے والے ہیں) غلطی معاف کر کے۔

نکتہ: یہاں منافقین کو اس طرح ذکر فرمایا گویا کہ انہوں نے برے انجام کا قصد کیا اور تبدیل عہد کر کے اس کا ارادہ کیا جیسا کہ سچے لوگوں نے وفاء عہد سے سچے انجام کا قصد کیا۔ کیونکہ ہر دو فریق سے ثواب و عقاب میں سے ایک انجام کو ہر صورت پہنچنا ہے گویا دونوں طلب میں برابر اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش میں بھی یکساں ہیں۔

کفار کی شکست :

۲۵: وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو واپس کر دیا) کافروں سے یہاں لشکر مراد ہے۔ بِغَيْظِهِمْ (ان کے غصہ سمیت)۔

نحو : یہ حال ہے ای مغيظين جیسا کہ اس ارشاد میں تنبت بالدهن [المؤمنون:۲۰] میں ہے۔

لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا (ان کو کچھ بھی کامیابی نہ ملی) خیر سے یہاں غلبہ مراد ہے۔ یعنی مسلمانوں پر غلبہ نہ پا سکے۔ اس کو ان کے زعم کے مطابق خیر فرمایا۔

نحو : یہ حال ہے ای غير ظافرين اس حال میں کہ وہ کامیاب ہونے والے نہ تھے۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (اور اللہ تعالیٰ مؤمنین کیلئے لڑائی میں کافی ہو گیا) ہوا اور ملائکہ کے ذریعہ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے بڑے زبردست ہیں) قدرت و غلبہ والے۔

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ

اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان کی مدد کی اللہ نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب

الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ۲۶ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِیَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ

ڈال دیا، تم ایک جماعت کو قتل کرنے لگے اور ایک جماعت کو قید کرنے لگے، اور تمہیں ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا

وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ۲۷

اور ایسی زمین کا مالک بنادیا جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

غزوۂ بنو قریظہ :

۲۶: وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ (اور اتار دیا ان لوگوں کو جنہوں نے ان کی مدد کی تھی) ان لشکروں کی معاونت کی۔ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (اہل کتاب میں سے) یہودِ بنی قریظہ مراد ہیں۔ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ (ان کے قلعوں سے) الصیصة کی جمع ہے بمعنی گڑھی، قلعہ، مکانِ حفاظت۔

روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس رات جس میں لشکر شکست کھا کر بھاگے اس کی صبح تشریف لائے۔ مسلمان مدینہ منورہ لوٹے۔ اور اپنے ہتھیار رکھ دیے جبرئیل علیہ السلام اپنے الحیزوم گھوڑے پر سوار تھے ان کے گھوڑے کی کاٹھی اور چہرے پر غبار تھا۔ آپ نے فرمایا جبرئیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا قریش کا پیچھا کرنے کی وجہ سے یہ غبار ہے رسول اللہ ﷺ ان کے گھوڑے کی پیشانی اور زمین سے غبار پوچھنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! فرشتوں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ میں انہی کی طرف جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح کھٹکھٹا دیا ہے جیسے خود چٹان پر کھٹکھٹاتے ہیں۔ وہ تمہارے لئے لقمہ ہیں۔ لوگوں میں اعلان کر دیں جو حکم ماننے والا فرمانبردار ہے وہ بنی قریظہ میں عصر کی نماز ادا کرے۔ آپ ﷺ نے پچیس راتیں ان کا محاصرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میرے حکم پر اتر آؤ! انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر فرمایا سعد بن معاذ کے حکم پر اتر آؤ! وہ اس پر رضامند ہو گئے حضرت سعد بن معاذ نے کہا میں ان کے متعلق فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے مقاتلین کو قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد و نساء کو قیدی بنا لیا جائے۔ پھر ان کو اترنے کیلئے کہا گیا۔ مدینہ کے بازار میں ان کے لئے ایک خندق کھودی گئی جس میں ان کی گردنیں مار دیں گئیں۔ ان کی تعداد ۸۰۰ سے ۹۰۰ کے درمیان تھی۔ ایک قول: چھ سو مقاتل تھے اور سات سو قیدی تھے۔ (سیرت ابن ہشام ۳/۲۲۴) وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (اور ان کے دلوں پر رعب طاری کر دیا) الرعب سے مراد خوف ہے۔

قراءت: الرُّعُبُ شامی وعلی نے عین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجئے کہ اگر تم دنیا والی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ

اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ

میں تمہیں فائدہ پہنچادوں اور تمہیں خوبی کے ساتھ چھوڑ دوں۔ اور اگر تم اللہ کو اور اس کے رسول کو چاہتی ہو اور

الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ

دار آخرت کو تو بلاشبہ اللہ نے ان عورتوں کے لیے جو تم میں اچھے کام کرنے والی ہوں بڑا اجر تیار فرمایا ہے۔ اے نبی کی

النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ

بیویو! تم میں سے جو بیوی بے ہودگی کرے گی اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔

فَرِيْقًا (ایک فریق کو) تَقْتُلُوْنَ (تم قتل کرتے تھے) تقتلون کی وجہ سے فریقًا منصوب ہے۔ یہ مقتولین لڑنے والے مرد تھے۔ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا (اور ایک گروہ کو قید کرتے تھے) یہ عورتیں اور بچے تھے۔

امتنانِ فتح:

۲۷: وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ (اور تمہیں ان کی زمینوں، گھروں اور مالوں کا وارث بنا دیا) اموال سے مراد نقدی، مویشی اور اثاثہ تھا۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی زمین صرف مہاجرین کو عنایت فرمائی اور انصار کو فرمایا تم اپنے گھروں میں ہو (واقدی) وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا (اور ایسی زمین کا جس پر تم نے قدم بھی نہ رکھا) لڑائی کی غرض سے اور وہ سرزمین نمبرا۔ مکہ نمبر۲۔ یا فارس وروم نمبر۳۔ یا خیبر یا نمبر۴۔ ہر وہ زمین جو قیامت تک مسلمان فتح کریں گے مراد ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) قدیر بمعنی قادر ہے۔

طلبِ خوشی کا جواب:

۲۸: يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا (اے نبی ﷺ آپ اپنی بیویوں سے فرما دیں۔ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو) یعنی خوشحالی اور کثرتِ اموال فَتَعَالَيْنَ (تو آؤ)۔ یہ اصل میں تعال ہے۔ جو کسی بلند جگہ میں ہو اس کو نچلی جگہ والا بلانے کے لئے کہتا ہے پھر اس کا استعمال عام ہو کر اونچی، نیچی تمام جگہوں کیلئے ہونے لگا تعالین کا

معنی اپنے ارادہ اور اختیار سے ایک امر کا چناؤ کرلو۔ اس سے مراد جگہ سے اٹھ کر جانا نہیں ہے۔ جیسا کہ اس قول میں ہے قام يُهَدِّدُنِی (وہ مجھے دھمکانے لگا)۔ اُمَتِّعْكُنَّ (میں تمہیں کچھ متاع دے دوں) متعۂ طلاق مراد ہے۔ اور یہ متعۂ طلاق ہر مطلقہ کیلئے مستحب ہے۔ سوائے اس عورت کے جو طلاق سے قبل اپنا حق تفویض کر دے۔

یہ آیت تخییر ہے:

وَاُسَرِّحْكُنَّ (اور تمہیں رخصت کر دوں) طلاق دے کر رخصت کرنا مراد ہے۔ سَرَاحًا جَمِيْلًا (اچھی طرح رخصت کرنا) دنیا کی جو چیز کپڑے، خرچہ میں اضافہ و تبدیلی اس میں کمی نہ کی جائے گی۔ آپ ﷺ اس بات سے غمزدہ ہوئے۔ پس یہ آیت تخییر نازل ہوئی۔ پس آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء کی یہ آپ کی سب سے زیادہ محبوب بیوی تھیں۔ ان پر جب آپ نے آیت تخییر پڑھی تو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کیا۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے غم کا بادل چھٹ کر چاند کی چمک آ گئی۔ پھر تمام ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کر لیا۔ جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا۔

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا میں تمہیں ایک بات کہنے والا ہوں۔ تم اپنے والدین کے مشورہ کے بغیر اس کا جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ پھر ان کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیات پڑھیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیات سننے کے بعد کہا کیا اس معاملے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں۔ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت والے گھر کو پسند کرتی ہوں۔ [رواہ البخاری: ۴۷۸۵، مسلم ۱۴۷۵]۔

تخییر کا حکم:

طلاق کے سلسلہ میں تخییر کا حکم یہ ہے کہ جب اس نے اپنی بیوی کو کہا اختاری بیوی نے کہا اخترت نفسی۔ ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر اس نے اپنے خاوند کو اختیار کیا تو اس کو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور اگر اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

۲۹: وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ (اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول اور آخرت والے گھر کو چاہتی ہو)۔ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (پس اللہ تعالیٰ نے نیک کرداروں کیلئے تم میں سے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے)۔

معصیت کی قباحت کا بڑھنا، زیادتی فضل کو ظاہر کرتا ہے:

۳۰: يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ (اے ازواج نبی اکرم ﷺ جو تم میں سے کھلی ہوئی بے ہودگی کرے گی)۔ فاحشۃ (انتہائی قبیح برائی)۔ مُّبَيِّنَةٍ (جس کا فحش ظاہر ہو) یہ بَيَّنَ بمعنی تبیّن ہے۔

قراءت: مکی، ابوبکر نے فتحہ یا مُبَيَّنَةٍ پڑھا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس سے مراد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور حکم عدولی کرنا مراد ہے۔ قول دیگر زنا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے معصوم رکھنے والے ہیں۔ **يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ** (اس کو دوہری سزا دی جائے گی)

قراءت: مکی وشامی نے **يُضَعِّفُ لها العذاب** پڑھا ہے۔ جبکہ ابوعمرو، زید، یعقوب نے **يُضَعَّف** پڑھا ہے۔

ضِعْفَيْنِ (دوگنا) دوسری عورتوں کے مقابلہ میں دوگنی سزا کیونکہ جو دوسری عورتوں کیلئے قبیح ہے تو وہ ان کے لئے اقبح ہے۔ معصیت کی قباحت کا بڑھنا یہ زیادتی فضل کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی اور عورت کو ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی فضیلت حاصل نہیں۔ اسی وجہ سے تو عالم عاصی جاہل عاصی کی نسبت زیادہ قابل مذمت ہے۔ کیونکہ عالم کی معصیت قبیح تر ہے۔ اور اسی لئے غلاموں کے مقابلہ میں احرار کی حد زیادہ ہے اور کافر کو رجم نہ کیا جائے گا۔ **وَكَانَ ذٰلِكَ** (اور یہ ان پر سزا کا دوگنا ہو جانا)۔

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ کو یہ بات آسان ہے) آسان معمولی۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا

اور تم میں سے جو عورت اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک عمل کرے گی ہم اس کا ثواب دوہرا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے

لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا

رزق کریم تیار کیا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی طرح نہیں ہو اگر تم تقوی اختیار کرو،

تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ

تو نرمی سے بات نہ کرو کہ ایسا شخص لالچ نہ کرنے لگے جس کے دل میں مرض ہو، اور مناسب طریقہ پر بات کرو۔ اور تم اپنے گھروں میں

بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ

ٹھہری رہو اور قدیم جہالت کے دستور کے موافق نہ پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو

وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ

اور اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرو، اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھروالو تم سے گندگی کو

الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ

دور فرمادے اور تم کو اچھی طرح پاک کردے۔ اور گھروں میں جو تلاوت کی جاتی ہیں ان آیات کو

اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ ع

اور حکمت کو یاد کرو، بلاشبہ اللہ مہربان ہے باخبر ہے۔

ع ۴

اطاعت گزار کو دوگنا بدلہ:

۳۱: وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (اور جو کوئی تم میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرے گی) الاقنوت۔ اطاعت کو کہتے ہیں۔ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ (اور نیک عمل کرے گی ہم اس کو اس کا اجر دو مرتبہ دیں گے) دوسروں کے مقابلے میں دوگنا ثواب۔ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا (اور ہم نے اس کے لئے عزت والی روزی تیار کر رکھی ہے)

قراءت: حمزہ، علی نے دونوں میں یاء پڑھی ہے۔ رزق کریم سے مراد عظیم الشان رزق ہے اور وہ جنت ہے۔

کوئی جماعتِ نساء تمہارے برابر نہیں:

۳۲: یٰنِسَآ ءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآ ءِ (اے نبی ﷺ کی ازواج تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو) یعنی تم عورتوں کی جماعتوں میں سے کسی ایک کی طرح نہیں ہو۔ جب عورتوں کی تمام جماعتوں کی ایک جماعت کر کے پڑتال کی جائے تو کوئی ایک جماعت بھی تمہاری فضیلت میں برابری کرنے والی نہ ملے گی۔ اَحَدٌ اصل میں وَحَدٌ ہے اور وہ ایک کو کہتے ہیں پھر نفی عام کیلئے اس کو وضع کیا گیا اس میں مذکر مؤنث اور واحد اور اس کے ماوراء کو برابر قرار دیا گیا۔

اِنِ اتَّقَیْتُنَّ (اگر تم تقویٰ اختیار کرو) اگر تم تقوی کا ارادہ کرو۔ نمبر۲۔ اگر تم متقی ہو۔ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ (تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو) یعنی جب تم مردوں سے پردے میں بات کرو تو بولنے میں نرم اور چبا چبا کر باتیں مت کرو جیسے امید دلانے والی عورتیں کلام کرتی ہیں۔ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ (ایسے شخص کو طمع اور خیال ہونے لگتا ہے۔ جس کے دل میں خرابی ہے)۔

نحو: فیطمعَ کو نصب کی صورت میں نہی کا جواب بنائیں گے۔ مرض سے شک اور فجور مراد ہے۔

وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (اور تم قاعدہ کے موافق بات کہو)۔ اچھی بات ہو باوجودیکہ انداز درشت ہو۔

۳۳: وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی (اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔ اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو)۔

قراءت: مدنی اور عاصم سوائے ہبیرہ کے قَرْنَ پڑھتے ہیں۔

صرف: یہ اصل میں اِقْرَرْنَ تھا ایک راء کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ اور اس کا فتحہ ماقبل کو دے دیا۔ یا یہ قار یقار سے ہے جس کا معنی جمع ہونا آتا ہے۔ دیگر تمام قراء نے قِرن پڑھا اور اس کو وقر وقارًا سے یا قرّ یقرّ سے قرار دیا پہلی راء کو تکرار کی وجہ سے حذف کر دیا ای اقررن قرارًا اور کسرہ قاف کو دے دیا۔

قراءت: فی بُیُوتکن میں باء کا ضمہ بصری، مدنی، حفص نے پڑھا ہے۔ جاہلیت اولی سے قدیم جاہلیت اور التبرج سے مراد چلنے میں نزاکت ونخرہ یا اظہار زینت۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ لا تبرجن تبرجًا مثل تبرج النساء فی الجاهلیة الاولی۔ قدیم زمانۂ جاہلیت میں جیسے عورتیں اظہار زینت کر کے نکلتیں تھیں تم اس طرح زینت کر کے مت نکلو۔

جاہلیتِ اولیٰ:

اس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے نمبر۲۔ آدم ونوح علیہما السلام کا درمیانی زمانہ، نمبر۲۔ زمن داؤد وسلیمان علیہما السلام۔

جاہلیت اُخریٰ:

عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان والا زمانہ نمبر ۲۔ جاہلیت اولیٰ سے اسلام سے قبل کفر کا زمانہ اور جاہلیت اخری اسلام میں فسق وفجور والی جاہلیت۔

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (تم نمازوں کی پابندی رکھواور زکوۃ دیا کرواور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہا مانو) نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے ہوئے امر کا الگ الگ صیغہ استعمال فرمایا پھر دیگر تمام طاعات کیلئے ایک ہی صیغہ امر استعمال فرمایا۔ اس سے ان دونوں کی تمام احکام پر عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ جو ان پر مواظبت اختیار کرنے والا ہے۔ یہ دونوں اس کو دوسرے احکام کی تعمیل کی طرف کھینچ لے جانے والی ہیں۔

ترغیب اور گناہوں سے نفرت دلانے کا انداز:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ (اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! تم سے آلودگی کو دور رکھے) الرجس سے الاثم یعنی گناہ مراد ہے۔

نحو: اھل البیت یہ نداء کی وجہ سے منصوب ہے یا مدح کی بناء پر منصوب ہے۔

دلیل:

اس میں دلیل ہے کہ آپ کی ازواج آپ کے اہل بیت سے ہیں۔ عنکم کی ضمیر مذکر لائے۔ کیونکہ اس سے آپ کی آل کے مرد وعورتیں دونوں مراد ہیں۔ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (اور وہ تمہیں پاک صاف رکھے) گناہوں کی نجاست سے۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ نے ازواج کو بعض باتوں کا حکم دیا اور بعض سے روکا۔ اور ان کو نصیحت کی تاکہ اہل بیت رسول ﷺ گناہوں کا ارتکاب نہ کریں اور تقوی کے ذریعہ اس سے اپنے کو بچائیں۔ گناہوں کیلئے بطور استعارہ الرجس کا لفظ استعمال کیا اور تقوی کیلئے تطہیر کا کیونکہ قباحت کے مقامات پر ارتکاب کرنے والے کا اپنے کو پیش کرنا اس کو اسی طرح ملوث کر دیتا ہے جیسا کہ گندگیوں سے اس کا بدن پلید ہو جاتا ہے۔ باقی رہے نیکیوں کے مقامات تو ان پر آپ کو پیش کرنے سے پاک کپڑے کی طرح انسان پاک رہتا ہے۔ اس میں عقلمندوں کو گناہوں سے نفرت دلائی اور اوامر کی ترغیب دی ہے۔

۳۴: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (اور تم یاد رکھو ان آیات الٰہیہ اور علم کی باتوں کو جن کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے) آیات سے مراد قرآن اور حکمت سے سنت مراد ہے۔ یا حکمت سے معانی قرآن کی وضاحت۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا (بیشک اللہ تعالیٰ راز داں ہے) وہ اشیاء کی گہرائیوں کو جاننے والا ہے۔ خَبِيْرًا (خبردار ہے) اشیاء کے حقائق سے واقف ہے مطلب یہ ہے وہ تمہارے افعال واقوال اور احوال کو جاننے والا ہے۔ امر ونہی کی مخالفت سے بچتی رہو اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرو۔

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ

بلا شبہ مسلم مرد اور مسلم عورتیں اورمومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والےمرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ

اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں

وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ

اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے

فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ

مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اوریاد کرنے والی عورتیں ان کے لیے اللہ نے

لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٣٥﴾

مغفرت اوراجرعظیم تیار کر رکھا ہے۔

۳۵: شانِ نزول: نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے متعلق یہ فضائل والی آیات اتریں تو امت کی عورتوں نے کہا ہمارے متعلق تو فضیلت کی کوئی آیت نہیں اتری۔تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امت کی عورتوں کے فضائل:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ (بیشک مسلمان مردوعورتیں)المسلم جولڑائی کے بعدصلح میں داخل ہو۔ایسے مطیع کو کہتے ہیں جو سرکشی نہ کرے۔نمبر۲۔اپنا آپ جواللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔اوراسی پر بھروسہ کرنے والا ہو۔جیسا اس آیت میں ہے:من اسلم وجهه لله۔

وَالْمُؤْمِنِيْنَ (اورمؤمن) اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی تصدیق کرنے والےاوروہ باتیں جن کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔

وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقٰنِتِيْنَ (اورمؤمنہ عورتیں اورفرمانبرداری کرنے والے مرد) جوطاعت پر قائم رہنے والے ہیں۔وَالْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ (اورفرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور سچ بولنے والے مرد) منہیات میں اوراقوال واعمال میں سچ۔وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ (اور سچ بولنے والی عورتیں اورصبر کرنے والے مرداورصبر کرنے والی عورتیں) طاعات پر جمے رہنے والےاورسیئات سے گریزاں۔وَالْخٰشِعِيْنَ (اورخشوع اختیارکرنے والے مرد)الخاشع وہ شخص جواللہ تعالیٰ کیلئے دل اور جوارح سے تواضع کرنے والاہو۔یاخائفین مراد ہے۔وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ (اورخشوع کرنے والی عورتیں اور

خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں) خواہ صدقہ فرضی ہو یا نفلی وَالصّٓآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ (اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں) فرضی ہو یا نفلی ایک قول یہ ہے کہ جس نے ایک ہفتہ میں ایک درہم صدقہ کیا وہ متصدقین میں شمار ہو جائے گا اور جس نے ہر ماہ ایام بیض کے روزے رکھے وہ الصائمین میں شمار ہوگا۔ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ (اور وہ مرد جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔ ان مقامات سے جو حلال نہیں۔ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا (اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنے والے مرد) تسبیح وتحمید اور تکبیر وتہلیل اور قراءتِ قرآن مجید، علم میں مشغولیت کے ذریعہ۔ علم میں مشغولیت یہ بھی ذکر ہے۔

عطف کے فرق کا لطیفہ:

مطلب یہاں یہی ہے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والیاں۔ مگر الذاکرات کو ماقبل کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ اور مؤنثات کے مذکروں پر عطف اور جوڑے کے جوڑے پر عطف میں فرق یہ ہے کہ اول دوسرے قول کی نظیر ہے ثیبات و ابکارًا۔ [التحریم:۵] یہ دونوں مختلف جنسیں ہیں مگر حکم ایک ہے اس لئے ان کے درمیان حرف عطف لانے کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ مگر دوسرا وہ عطف الصفۃ علی الصفۃ بحرف الجمع کے قبیل سے ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مردان صفات کو اپنے اندر جمع کرنے والے اور جو عورتیں اپنے میں یہ صفات جمع کرنے والیاں ہیں۔ وَّ الذّٰکِرٰتِ (اور بہت یاد کرنے والی عورتیں)۔

اَعَدَّ اللّٰہُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (ان سب کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے) جو ان کی طاعات پر ان کو ملے گا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے اس کی گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں تو انہیں اپنے کام میں اختیار

مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ

باقی رہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اللہ کی نافرمانی کرے سو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔ اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے

لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ

تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ نے انعام کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رو کے رکھو اور اللہ سے ڈر، اور آپ اپنے

فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى

دل میں اس چیز کو چھپا رہے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانے والا تھا، اور آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے اور آپ کو یہ سزاوار ہے کہ اللہ سے ڈریں، پھر جب زید اس سے

زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ

اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس عورت کا آپ سے نکاح کر دیا تا کہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ رہے

اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا

جب وہ ان سے حاجت پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم پورا ہونے ہی والا تھا۔ نبی پر اس بارے میں کوئی تنگی نہیں ہے جو اللہ نے

فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾

ان کے لیے مقرر فرما دیا، جو لوگ اس سے پہلے گذرے ہیں ان کے بارے میں اللہ نے یہی معمول رکھا ہے، اور اللہ کا حکم مقرر کیا ہوا ہے

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾

جو اللہ کے پیغاموں کو پہنچاتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے، حساب لینے والا۔

۳۶: شانِ نزول: رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کو بھیجا۔ ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے انکار کیا تو یہ نازل ہوئی۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ (کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کے لئے گنجائش نہیں) یعنی کسی مومن ومومنہ کیلئے درست نہیں۔ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا (جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں) کاموں میں سے کسی کام کا۔ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (کہ ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار رہے) کہ وہ اس معاملہ میں جس بات کا چاہیں چناؤ کریں بلکہ ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی رائے کو رسول ﷺ کی رائے کے تابع بنا

دیں اور اپنے اختیار کو آپ کے اختیار کے ماتحت کر دیں۔ان دونوں نے یہ سن کر کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم راضی ہیں۔پھر زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید سے کر دیا۔اور زید کی طرف سے ان کی طرف مہر روانہ کر دیا گیا۔

وجہ ضمیر:

لَهُمْ میں ضمیر جمع لائی گئی حالانکہ ضمیر مفرد کی آنی چاہیے۔کیونکہ مذکورین نفی کے تحت وارد ہوئے۔پس حکم ہر مؤمن ومؤمنہ کے لئے عام ہو گیا پھر معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ضمیر جمع لائی گئی لفظ ظاہر کا اعتبار نہ رہا۔

قراءت: یکون یاء کے ساتھ کوفی نے پڑھا ہے اور تکون تاء کی قراءت ابن کثیر، نافع، ابن عامر، ابوجعفر وغیرہ دیگر قراء کی ہے۔

الخیرۃ : وہ چیز جس کو چنا اور پسند کیا جائے۔

مَنْشَئَلَہ : اس سے یہ معلوم ہوا کہ امر وجوب کیلئے آتا ہے۔وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا) معصیت دو قسم کی ہے اگر یہ عصیان قبولیت سے انکار اور حکم کو مسترد کرنے والا ہے تو یہ کفر وضلال ہے اور اگر فعلی عصیان ہے مگر حکم کو قبول کر لیا اور حکم لازم ہونے کا اعتقاد ہے۔تو یہ فسق وفجور اور گناہ کبیرہ ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ:

۳۷: وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (اور جب آپ فرما رہے تھے اس کو جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا) اسلام کی توفیق دی جو سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (اور آپ نے انعام کیا) اس کو آزاد فرما کر متبنّیٰ بنالیا۔گویا وہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے انعامات میں کروٹ بدلنے والا ہے مراد اس سے زید بن حارثہ ہیں۔اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دے) زوج سے مراد یہاں زینب بنت جحش ہیں۔اور واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید سے نکاح کے بعد ان کو دیکھا تو اچھی معلوم ہوئیں آپ نے فرمایا سبحان اللہ مقلب القلوب اس سے قبل آپ کے دل کا میلان قطعاً نہ تھا زینب رضی اللہ عنہا نے یہ تسبیح سنی اور زید سے اس کا تذکرہ کیا۔زید سمجھ گئے۔(یہ کلام مفسر مرحوم نے معلوم نہیں کہاں سے نقل کیا۔یہ منصب نبوت کے خلاف اور باطل ہے۔آپ کو ان کے نکاح سے کوئی چیز مانع نہ تھی زید کے ساتھ نکاح آپ نے خود کیا تھا) اللہ تعالیٰ نے زید کے دل میں زینب سے نفرت اور اعراض ڈال دیا۔زید رضی اللہ عنہ نے ایک دن حاضر خدمت ہو کر کہا میں اپنی بیوی کو چھوڑنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ کیا اس کے کسی معاملے میں شک معلوم ہوا؟ انہوں نے عرض کیا نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے اس سے سوائے خیر کے اور کچھ نہیں دیکھا۔مگر وہ اپنے شرافت نسبی کی وجہ سے مجھ پر بڑائی ظاہر کرتی ہے اور مجھے ایذاء پہنچاتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تو اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں برقرار رکھ۔وَاتَّقِ اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈر) نمبر۱۔اور اس کو طلاق نہ دے یہ نہی تنزیہی ہے کیونکہ اولیٰ بات یہ تھی کہ وہ طلاق نہ دیں۔نمبر۲۔اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تکبر و بڑائی کی طرف نسبت کر کے اس

کی مذمت نہ کرو اور خاوند کو ایذاء دینے والی بات اس کے ذمہ مت لگا۔ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ (اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا) یعنی اپنے دل میں ان کے ساتھ نکاح کی بات اگر زید طلاق دے دیں۔ اور یہی وہ بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا۔

ایک قول:

یہ ہے آپ کے دل میں اس کی طرف میلان اور زید سے ان کی جدائی کی پسندیدگی یہ وہ بات تھی کہ جس کو آپ دل میں چھپائے تھے۔ (اس دوسرے قول بلا دلیل کے متعلق عرض یہ ہے کہ تخفی فی نفسک سے اگر محبت و میلان مراد ہے تو ماالله مبد یه کے وعدہ کا ایفاء کہاں اور کس آیت میں ہے۔ حالانکہ آیت تو صاف زوجنکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہی آپ قلب اطہر میں چھپائے ہوئے تھے۔ کہ اگر زید نے طلاق دے دی تو مجھے زینب سے نکاح کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر زینب اور اس کے بھائیوں کی اشک شوئی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ طبعاً کراہت کے باوجود اطاعت رسول کی خاطر انہوں نے نکاح کر دیا تھا۔ (مترجم انظر البیان)

نحو : **وتخفی فی نفسك** میں واؤ حالیہ ہے۔

وَتَخْشَی النَّاسَ (اور آپ لوگوں سے اندیشہ کرتے تھے) یعنی لوگوں کی اس بات سے کہ اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے۔ (جو جاہلیت عرب میں حقیقی بہو کی طرح ناجائز سمجھا جاتا تھا) وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ (اور ڈرنا تو آپ کو اللہ تعالیٰ ہی سے زیادہ سزاوار ہے)

نحو : واؤ حالیہ ہے مطلب یہ ہے **امسك علیك زوجك مخفیافی نفسك ارادة الاّ یمسكها وتخفی خاشیا قالة الناس و تخشی الناس حقیقاً فی ذلك بان تخشی الله** (یہ مفسر رحمہ اللہ کا قول محتاج دلیل ہے) مترجم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ وحی میں سے کوئی چیز چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے (جب اس کو بھی نہیں چھپایا تو کسی چیز کو نہیں چھپایا) فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا) الوطر حاجت و ضرورت جب کوئی شخص کسی چیز سے متعلق اپنی مقصودی ضرورت کو پالے تو اس وقت کہتے ہیں **قضی منه وطرهٗ** مطلب یہ ہے کہ جب زینب کے متعلق زید کی کوئی ضرورت نہ رہی اور زید رضی اللہ عنہ کی ہمت نے جواب دے دیا۔ اور اس کو طلاق دے دی اور زینب رضی اللہ عنہا کی عدت ختم ہوگئی۔ زَوَّجْنٰكَهَا (ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا) روایت تفسیر یہ میں ہے کہ جب ان کی عدت مکمل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا مجھے تم پر سب سے بڑھ کر اعتماد ہے زینب رضی اللہ عنہا کو میری طرف سے پیغام نکاح دو۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں چل دیا اور میں نے آواز دے کر کہا: یا زینب أبشری! رسول اللہ ﷺ تمہیں نکاح کا پیغام دیتے ہیں۔ زینب اس پر خوش ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح کرلیا اور اس سے شب باشی فرمائی۔ اور جو ولیمہ ان کے نکاح پر کیا وہ اور کسی بیوی کے نکاح پر نہیں کیا۔ آپ نے ایک بکری ذبح فرمائی اور لوگوں کو روٹی و گوشت کھلایا یہاں تک کہ آدھا دن گزر گیا۔ (ابو یعلی بغیر سند)

لِكَيْ لَايَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ (تاکہ مؤمنوں سے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی تنگی نہ ہو) اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (رہے جب وہ ان سے اپنا جی بھر چکیں) ایک قول یہ ہے کہ قضائے وطر حاجت کا پا لینا اور مراد کو پہنچنا۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کا حکم) جس کے متعلق وہ چاہتے ہیں کہ وجود میں آئے۔ مَفْعُوْلًا (ہونے والا تھا) ہر صورت میں پورا ہونے والا تھا۔ اور یہ مثال ہے اس کی جو اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ زینب کا نکاح رسول اللہ ﷺ سے ہو کر رہے گا۔

حلال کے استعمال میں پیغمبر ﷺ کو کیا قباحت:

۳۸: مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ (اور نبی اکرم ﷺ پر کوئی الزام نہیں اس بات میں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کر دی) فرض الله سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا اور اس کا حکم دیا اور وہ زید رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح تھا۔ نمبر۲۔ جو عورتوں کی تعداد آپ کے لئے مقرر کر دی تھی۔

سُنَّةَ اللّٰهِ (اللہ عزوجل کا طریقہ) اور اللہ تعالیٰ نے یہی معمول بنا رکھا ہے) سنۃ یہ اسم ہے جس کو مصدر کی جگہ رکھا گیا ہے جیسے کہتے ہیں: تربًا وجندلًا، یہ ما کان علی النبی من حرج کی تاکید ہے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے سن الله ذلك سنة فی الانبیاء الماضین اللہ تعالیٰ نے انبیائے ماضین میں یہی طریقہ مقرر فرما رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مباح کام کے کر گزرنے میں ان پر کوئی پابندی نہیں اور نکاح وغیرہ میں ان پر وسعت کی گئی۔ کہ ان کے حرم میں آزاد اور باندیاں دونوں ہی تھیں۔ داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں اور سلیمان علیہ السلام کی تین سو آزاد عورتیں چھ سو باندیاں تھیں۔ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ (ان کے حق میں جو پہلے گزرے) وہ انبیاء علیہم السلام جو آپ سے قبل گزرے۔ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ کا حکم تجویز کردہ ہوتا ہے) فیصلہ شدہ، قطعی طے شدہ۔

قراءت ونحو:

اس پر اس صورت میں وقف نہ کیا جائے گا جبکہ الذین یبلغون کو اول الذین سے بدل بنایا جائے۔ اور اگر تم اس کو محل رفع میں قرار دو۔ تو اس پر وقف کریں گے اور الذین یبلغون سے کلام ابتدائی ہو۔

۳۹: اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ (یہ سب لوگ ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچایا کرتے تھے)

نحو: اول الذین سے بدل ہے نمبر۲۔ محل رفع میں کلام ابتدائی نمبر۳۔ مدح کی وجہ سے منصوب ای هم الذين يبلغون نمبر۴۔ اعنی الذين يبلغون۔

وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ

تمہارے مردوں میں سے محمد ﷺ کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ کے رسول ہیں نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ

اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۟ۧ

ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

ع ۵

تھے) اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے ہیں۔ یہ تصریح کے بعد تعریض ہے و تخشی الناس و اللہ احق ان تخشاہ) اب اس آیت کے پیش نظر تخشی الناس کا معنی لیا جائے گا جو آپ کے مناسب ہوگا فافہم وتدبر) وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا (اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے) ہر مقام خوف کیلئے کافی ہے نمبر۲۔ صغیرہ اور کبیرہ پر محاسبہ کرنے والا ہے۔ وہی اس لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا:

۴۰: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں) حقیقتاً تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں کہ جس کی بنیاد پر آپ کے اور اس بیٹے کے درمیان حرمت مہر و نکاح ثابت ہو سکے۔ الرجال سے بالغ اولاد مراد ہے اور حسن وحسین تو اس وقت بالغ نہ تھے (یہ تو نواسے ہیں جو حکماً اولاد میں شامل ہوتے ہیں) طاہر وطیب وقاسم، ابراھیم رضی اللہ عنہم بچپن میں فوت ہوگئے۔

وَلٰكِنْ (لیکن وہ ہیں) رَّسُوْلَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے ان باتوں کے لحاظ سے جوان کی توقیر و تعظیم کو امت میں لازم کرنے والی ہوں اور اسی طرح جو باتیں مشقت و نصیحت کو امت کے حق میں لازم کرنے والی ہوں۔ تمام احکام میں نہیں جو کہ ابناء و آباء کے درمیان ثابت ہوتے ہیں۔

اور زید تمہارے مردوں میں سے ایک ہیں وہ آپ کی حقیقی اولاد نہیں ہے۔ اس کا حکم تمہاری طرح ہے اور بیٹا بنا لینا اس سے اختصاص وتقرب حاصل ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (اور سب نبیوں کے لئے خاتم ہیں)

قراءت: خاتَم تاء کے فتحہ سے عاصم نے پڑھا ہے اس کا معنی طابع یعنی ان سے آخر۔ مطلب یہ ہے آپ ﷺ کے بعد کوئی پیغمبر بنایا نہ جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام تو ان میں سے ہیں جن کو نبوت پہلے دی جا چکی اور جب وہ اتریں گے تو شریعت محمد ﷺ پر عامل ہونگے گویا کہ وہ آپ کی امت کے ایک فرد ہیں۔ دیگر قراء نے تاء کے کسرہ کے ساتھ بمعنی طابع ہے ختم کرنے والے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔ ولکن نبیاً ختم النبین۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں)۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو خوب کثرت کے ساتھ۔ اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔ وہی ہے

الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ

جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تا کہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔اور وہ

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۖۚ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا ﴿۴۴﴾

ایمان والوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ جس دن یہ لوگ اس سے ملاقات کرینگے ان کا تحیہ سلام ہوگا اور اس نے ان کے لیے اجر کریم تیار فرمایا ہے۔

۴۱: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو) قسم قسم کی ثناء کثرت کے ساتھ کرو۔

۴۲: وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً (اور اس کی تسبیح کرو صبح) بُکرۃ دن کے ابتدائی حصہ کو کہتے ہیں۔وَّ اَصِیْلًا (اور دن کے آخر میں)

کثرت ذکر کا حکم، وجہ تخصیص:

ان دواوقات کو ذکر کیلئے خاص کیا کیونکہ دن رات کے فرشتے ان دواوقات میں جمع ہوتے ہیں۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

سجوا کا معنی یہ ہے کہ تم سبحان اللہ، والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھو۔

دونوں فعل اذکروا اور سبحوا اوقات بکرہ اور اصیل کی طرف متوجہ ہیں۔جیسا کہ کہتے ہیں۔صم و صل یوم الجمعۃ اور تسبیح یہ منجملہ اذکار میں سے ہے تمام اقسام ذکر میں سے ان دوانواع کو خاص کرنا اسی طرح ہے جیسا کہ جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کو تمام فرشتوں میں سے خاص کرنا۔تا کہ تمام اذکار پر ان کی فضیلت ظاہر ہو جائے کیونکہ اس کا معنی اس کی ذات کو ایسی صفات سے پاک قرار دینا جو اس کی ذات کے لائق نہیں۔اور یہ بھی جائز ہے کہ ذکر اور کثرت ذکر سے مراد کثرت طاعات و عبادات ہوں۔کیونکہ وہ بھی منجملہ ذکر میں سے ہے پھر اس میں سے تسبیح کو (بکرہ) صبح کیلئے خاص کیا وہ صلوٰۃ الفجر ہے اور اصیلاً کو خاص کیا یہ نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء ہیں یا صلوٰۃ فجر اور مغرب وعشاء مراد ہیں۔

صلوٰۃ کا مطلب:

۴۳: هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ (وہ وہی ذات ہے جو کہ تم پر رحمتیں بھیجتی ہے اور اس کے فرشتے) مصلی کی جب یہ حالت ہے کہ وہ اپنے رکوع اور سجدہ میں متوجہ ہوا ہے۔تو دوسرے پر شفقت ونرمی کے ساتھ متوجہ ہونے والے کیلئے بطور استعارہ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

اے نبی بے شک ہم نے آپ کو گواہ اور بشارت دینے والا اورڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا

وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا

اور روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے، اور آپ مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے کہ بلا شبہ اللہ کی طرف سے ان پر بڑا فضل ہے اورآپ

تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانئے اور ان کی ایذاء کو چھوڑیئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ کافی

وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

کارساز ہے۔

استعمال ہونے لگا۔جیسا کہ مریض کی عیادت کرنے والا مریض پرشفقت میں اورعورت اپنے بیٹے پرشفقت کرتی ہے پھراس کا استعمال کثرت سے رحمت ومہربانی میں ہونے لگا اوراسی معنی میں عرب کا یہ قول ہے:صلی اللہ علیك یعنی تم پر رحم فرمائے اور مہربانی فرمائے۔

صلاۃ ملائکہ:

سے مراد ملائکہ کا یہ قول ہے:اللھم صل علی المؤمنین کیونکہ وہ مستجاب الدعوات ہیں اس لئے ان کواس طرح قرار دیا گیا گویا کہ وہ رحمت ومہربانی کرنے والے ہیں مطلب یہ ہے وہی ذات ہے جوتم پر رحم فرماتا اور مہربانی کرتا ہے اس طرح کہ وہ تمہیں خیر کی طرف بلاتا ہے اور تمہیں کثرت ذکر کا حکم دیتا ہے۔اوروافر مقدار میں صلاۃ وطاعت کا حکم دیتا ہے۔

لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے) معصیت کے اندھیروں سے نوراطاعت کی طرف وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (اوروہ مؤمنوں پرزیادہ مہربان ہے)۔

مَسْئَلَة: آیت کا یہ حصہ دلیل ہے کہ صلاۃ سے مراد رحمت ہے روایت میں ہے کہ جب آیت:ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی [الاحزاب:۵۶] نازل ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ اللہ تعالیٰ نے جس شرف کے ساتھ بھی آپ کو خاص کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حصہ دار اور شریک ضرور بنایا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی۔

۴۴: تَحِيَّتُهُمْ (ان کا سلام) یہ اضافت مصدر الی المفعول کی قسم میں سے ہے۔ای تحیۃ اللہ لکم۔ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ (جس دن وہ اس کو ملیں گے) اس کو دیکھیں گے۔سَلٰمٌ (اللہ تعالیٰ السلام علیکم فرمائیں گے) وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اجر کریم تیار کر رکھا ہے) اجر کریم یعنی جنت۔

پیغمبر ﷺ کے اوصافِ خمسہ:

۴۵: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا کہ آپ شاہد ہونگے) ان پر جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے اور ان کی تصدیق وتکذیب پر یعنی آپ کا قول ان کے متعلق خواہ حق میں ہو یا خلاف قبول کیا جائے گا۔ جیسا کہ شاہد عادل کا قول فیصلہ میں قبول کیا جائے گا۔

نحو: یہ حال مقدرہ ہے جیسا تم کہو مررت برجل معه صقر صائدا به غدا ای مقدرًا به الصید غدًا۔ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جس کے پاس باز ہے۔ اس حال میں کہ وہ اس سے صبح شکار کرنے والا ہے یعنی اسکے مقدر کیا گیا ہے شکار کو کل وَّ مُبَشِّرًا (اور خوشخبری دینے والے ہیں) ایمان والوں کو جنت کی۔ وَّ نَذِیْرًا (اور وہ کافروں کو آگ سے ڈرانے والے ہیں)۔

۴۶: وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ (اور دعوت دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے) اس کے امر سے یا اس کے میسر کر دینے سے۔

نحو: تمام حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (اور روشن چراغ ہیں) آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ظلماتِ شرک کو روشن کر دیا گمراہوں کو ہدایت ملی جیسا کہ رات کے اندھیرے روشن سورج سے روشن ہو جاتے ہیں۔ اور روشنی سے راستہ پایا جاتا ہے۔

قول جمہور کہ سراج منیر سے مراد قرآن مجید ہے۔ اسکے مطابق تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ ذا سراج منیر اور سراج منیر کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ منیر کی صفت سراج کیلئے لائی گئی کیونکہ جب دیئے کی بتی چھوٹی ہو جاتی اور تیل کم ہو جاتا ہے تو وہ روشنی نہیں دیتا۔ نمبر۲۔ شاہداً کا معنی ہماری وحدانیت کی گواہی دینے والا مبشراً (ہماری رحمت کی خوشخبری دینے والا)۔ و نذیرا (ہمارے عذاب سے ڈرانے والا) وداعیا الی اللہ (ہماری عبادت کی طرف دعوت دینے والا)۔ وسراجًا اور ہمارے وجود کی ظاہر دلیل)

۴۷: وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا (اور مؤمنین کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے۔) فضل کبیر سے بڑا ثواب مراد ہے۔

۴۸: وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ (اور آپ کافروں اور منافقوں کی اتباع مت کیجئے) اس سے مراد اس حالت پر برانگیختہ کرنا اور دوام وثبات پیدا کرنا ہے جس میں آپ تھے۔ وَدَعْ اَذٰىهُمْ (اور ان کی طرف سے جو ایذاء پہنچے اس سے صرف نظر فرمائیں) اذیٰ بمعنی ایذاء ہے۔

نحو: اور نمبر۱۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی اضافت فاعل کی طرف ہو ای اجعل ایذائهم ایاك فی جانب ان کی ایذاء کو ایک طرف رکھ اور اس کی کوئی پرواہ مت کرو اور نہ ان کی ایذاء سے ڈرو۔ نمبر۲۔ اضافت مفعول کی طرف ہو۔ ای دع إیذاء ك إیّاهم مكافأة لهم۔ آپ ان کو بطور بدلہ ایذاء دینے کو رہنے دیجئے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجئے) وہ ان کے لئے

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ

اے ایمان والو!جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو

فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا

تو تمہاری ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو تم ان کو کچھ متاع دے دو اور انہیں خوبی کے ساتھ

جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

چھوڑ دو۔

کافی ہے۔وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (اوراللہ تعالیٰ کی کارسازی کافی ہے)اس کی سپرداری کفایت کرنے والی ہے۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پانچ اوصاف بیان فرمائے اوران میں سے ایک کا مقابلہ ایک مناسب خطاب سے فرمایا مثلاً نمبر۱۔شاہد کا مقابلہ وبشر المؤمنین سے کیونکہ آپ ﷺ امت پر شاہد ہونگے اورامت تمام امتوں پر شاہد ہوگی۔اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے نمبر۲۔المبشر کا مقابلہ کفارومنافقین سے اعراض کرنے کے ساتھ کروایا کیونکہ جب ان سے اعراض کریں گے تو ایمان والوں کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونگے اور بشارت کیلئے یہ بات مناسب ہے۔نمبر۳۔النذیر کا مقابلہ دع اذاھم سے کیا کیونکہ جب وہ حاضر میں ان کی ایذاء کو چھوڑ دیں گے حالانکہ ایذاء کی جلدی سزا تو ضروری ہے۔یا بدیر سزا۔اور کفار کو مستقبل میں ملنے والی اس سزا سے ڈرایا گیا۔نمبر۴۔اورداعی الی اللہ کا تقابل تیسیر کے قول توکل علی اللہ کے ساتھ کیا۔کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرلیتا ہے اس پر ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے۔نمبر۵۔سراج منیر کا تقابل اللہ تعالیٰ کی وکالت پر اکتفاء سے کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کی دلیل کو تمام مخلوق پر روشن کردیں تو وہ اس لائق ہے کہ تمام مخلوق کو چھوڑ کر اسی پر اکتفاء کیا جائے۔

وجوب عدت:

۴۹: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (اے ایمان والو!جب تم مؤمنہ عورتوں سے نکاح کرو) یعنی جب تم شادی کرو۔نکاح کا لفظ اصل میں وطی کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔اور عقد کو بھی نکاح اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وطی تک پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ ہے جیسا کہ شراب کو اثم کہتے ہیں کیونکہ وہ شراب اس گناہ کا سبب ہے جیسا کہ راجز کے اس قول میں:

اسنمة الا بال فی سحابہ

شاعر نے پانی کا نام اسنمة الا بال رکھا کیونکہ وہ اونٹوں کے موٹا ہونے کا سبب اوران کی سناموں کی بلندی کا سبب ہے۔

النکاح:

نکاح کالفظ قرآن مجید میں عقد کے معنی میں ہی وارد ہوا ہے۔ کیونکہ وطی کے معنی میں تو یہ باب تصریح میں سے ہو جائے گا۔ حالانکہ آدابِ قرآن کا تقاضا اس کا (یعنی وجی ء) کنایہ، **الملامسة ، المماسة، القربان، التغشی اورالاتیان** ہے۔

وجہ تخصیص:

مؤمنات کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اشارہ کردیا کہ مؤمن کو مؤمنہ سے نکاح کرنا چاہیے۔ اگر چہ کتابیات جواز نکاح میں مؤمنات کے برابر ہیں۔

ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (پھر تم ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو) اور خلوت صحیحہ مس کی طرح ہے۔ **فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا** (تو تمہاری ان کے اوپر کوئی عدت نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو)

مَسْئَلَه: اس میں دلیل ہے کہ عورتوں پر مردوں کیلئے عدت واجب ہے اور تعتدونہا کا معنی اس کی گنتی کو پورا کرنے والے ہو۔

صرف:

یہ عدّ سے باب افتعال ہے **فَمَتِّعُوْهُنَّ** (پس ان کو کچھ متاع دیدو)۔

متعہ:

اُس عورت کے لئے لازم ہے جس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اور اس کا مہر بھی مقرر نہ ہو دوسری عورتوں کے لئے نہیں۔

وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا (اور ان کو خوبی کے ساتھ رخصت کردو)۔ یعنی ان کو تکلیف دینے کیلئے نہ روکو۔ اور ان کو اپنے گھروں سے فارغ کردو۔ کیونکہ تمہاری طرف سے ان پر کچھ بھی عدت نہیں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

اے نبی !ہم نے آپ کے لیے یہ بیویاں حلال کردیں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں اور وہ عورتیں بھی حلال کیں جو آپ کی مملوکہ

يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ

ہیں ان اموال میں سے جواللہ نے آپ کو مال غنیمت میں سے دلوائے اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اورآپ کے ماموؤں کی بیٹیاں

وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ؗ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا

اور خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور وہ عورتیں حلال کیں جو بغیر عوض کے اپنی جان نبی کو بخش

لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

دیں اگر پیغمبر ان سے نکاح کرنا چاہیں، یہ آپ کے لیے مخصوص ہے نہ کہ مؤمنین کے لیے ،

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ

ہم نے جان لیا جو کچھ ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور باندیوں کے بارے میں احکام مقرر کیے تا کہ آپ پر کوئی

عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۰

تنگی نہ ہو اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

نہم شرط تابید نکاح ہے:

۵۰: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْ (اے نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کیلئے آپ کی یہ بیویاں جن کے مہر) اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ (آپ دے چکے ہیں حلال کی ہیں) اجور کا معنی مہر ہے۔ کیونکہ مہر بضع کا بدلہ ہے۔ (اتیت اجورھن کی قید احترازی نہیں۔ واقعی ہے کیونکہ آپ جلدادا فرماتے تھے)

کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

لفظ اجارہ سے نکاح اسی لئے جائز ہے کیونکہ مہر کو اجور فرمایا۔

جواب کرخی رحمۃ اللہ علیہ:

نکاح کی شرط تابید ہے اور اجارہ کی شرط تاقیت ہے اور دونوں میں منافات ہے اور ایتاؤھا کا معنی اعطاءھا عاجلاً ان کو جلد ادا کرنا یا اس کو مقرر کرنا اور عقد میں اس کا نام لینا ہے۔ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ (اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری

مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنیمت میں دلوادی ہیں) وہ صفیہ، جویریہ ہیں ان دونوں کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ (اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموؤں کی بیٹیاں اور خالہ)۔ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ (کی بیٹیاں وہ جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی) مَعَ کا لفظ یہاں مقارنت کیلئے نہیں بلکہ فقط وجودِ ہجرت کو ثابت کرنے کیلئے ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ص و اسلمت مع سلیمان [النمل:۴۴]

امّ ہانی بنت ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے مجھے پیغام نکاح بھیجا میں نے معذرت پیش کی۔ آپ نے میرے عذر کو قبول فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری پس آپ کے لئے یہ (نکاح کرنا) حلال نہ قرار دیا گیا کیونکہ میں نے ہجرت نہ کی تھی۔ [ترمذی:۳۲۱۴]

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ (اور اس مؤمنہ عورت کو جو بلاعوض اپنے کو پیغمبر کو دیدے) اور آپ کے لئے حلال کر دیا ہم نے اس عورت کو جو اپنے نفس کو آپ کے ہبہ کر دے اور یہ عورت مہر طلب نہ کرے اگر ایسا اتفاق ہو۔ اسی لئے امراۃ مؤمنۃ نکرہ لایا گیا۔ **قول ابن عباس** رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: یہ مستقبل کے حکم کو بیان کیا ہے۔ حالانکہ کوئی عورت ہبہ والی آپ کے ہاں نہ تھی۔

ایک قول یہ ہے کہ نفس کو ہبہ کرنے والی عورت آپ کے ہاں میمونہ بنت الحارث یا زینب بنت خزیمہ یا اُمّ شریک بنت جابر یا خولہ بنت حکیم تھیں۔

قراءت: حسن رحمہ اللہ نے اَنْ وھبت پڑھا اور ان کو تعلیلیہ قرار دیا۔ اور لام کو محذوف مانا لان وهبت۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بغیر ان کے پڑھا۔ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا (اگر پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں) اور اس کی طرف نکاح کی رغبت رکھتے ہوں۔

ایک قول یہ ہے نکح اور استنکح کا ایک معنی ہے دوسری شرط پہلی شرط کے لئے قید ہے حلال ہونے کی شرط یہ ٹھہرائی گئی ہے وہ عورت اپنا آپ آپ کو ہبہ کر دے اور ہبہ میں نکاح کی طلب کا ارادہ خود موجود ہے گویا اس طرح فرمایا احللناها لك ان وهبت لك نفسها وانت ترید ان تستنكحها او ارادته هی: قبول الهبة وما به تتم۔ ہم نے آپ کے لیے حلال کر دیا اگر وہ اپنا آپ آپ کو ہبہ کر دے اور آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے ہوں۔ اور آپ کا ارادہ ہی قبول ہے۔ جس سے وہ نکاح ہبہ تکمیل پذیر ہوگا۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ لفظ ہبہ سے نکاح جائز ہے کیونکہ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اور آپ کی امت احکام میں برابر ہیں سوائے ان احکام کے جن کو دلیل آپ کے لئے خاص ثابت کر دے۔ خَالِصَةً (یہ مخصوص ہے آپ کے لئے) بلا مہر نکاح۔

نَحْو: یہ وھبت کی ضمیر سے حال ہے نمبر۲۔ مصدر مؤکد ہے تقدیر کلام یہ ہوگی خلص لك احلال ما احللنالك خالصة تمہارے لئے مخصوص کر دیا گیا اس چیز کا حلال کرنا جو کہ ہم نے آپ کیلئے حلال کیا خصوصاً اور مصادر فاعلۃ کے وزن پر کثرت سے آتے ہیں۔ مثلاً العاقبۃ، الکاذبۃ۔ لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (نہ کہ دوسرے مؤمنین کیلئے) دوسروں کیلئے مہر واجب ہے خواہ اس

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا

آپ ان میں سے جسے چاہیں اپنے سے دور رکھیں اور جسے چاہیں اپنے نزدیک ٹھکانہ دیں اور جسے آپ دور کریں اسے طلب کریں تو

جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَآ اٰتَیْتَهُنَّ

اس بارے میں آپ پر کوئی گناہ نہیں یہ اس بات سے قریب تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ آپ ان کو دیں وہ سب اس پر

كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾

راضی رہیں اور اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ جاننے والا ہے علم والا ہے۔

وقت مذکور ہو یا اس کی نفی کر دی گئی ہو۔

حکمتیں:

اولاً خطابی انداز تھا پھر اس کلام کو غیبت کی طرف موڑ دیا ان اراد النبی میں پھر خطاب کی طرف کلام کو لوٹایا تا کہ اعلان کر دیا جائے کہ یہ اختصاص نبوت کی وجہ سے بطور تکریم فرمایا گیا ہے۔ اور اس کو بار بار عظمت شان کیلئے ذکر کیا۔

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْٓ اَزْوَاجِهِمْ (ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیبیوں) یعنی جو مہر ہم نے آپ کی امت پر ان کی زوجات کے سلسلہ میں واجب کیے ہیں۔ نمبر۲۔ جو ہم نے ان کی ازواج کے سلسلہ میں حقوق لازم کیے ہیں۔ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ (اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کیے ہیں) ملکیت کے طور پر ان کو خرید لینے کی بناء پر لِكَیْلَا یَكُوْنَ عَلَیْكَ حَرَجٌ (تا کہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو) حرج کا معنی تنگی ہے یہ آیت کا حصہ خالصةً لك من دون المؤمنین سے متصل ہے۔ اور قد علمنا ما فرضنا علیهم فی ازواجهم وما ملکت ایمانهم یہ جملہ معترضہ ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ وہ اپنے بندوں پر وسعت فرمانے والے ہیں۔

۵۱: تُرْجِیْ (اور اپنے سے دور رکھیں)

قراءت: بلا ہمزہ مدنی، حمزہ، علی، خلف، حفص نے پڑھا اور دیگر قراء نے ہمزہ سے پڑھا۔ ترجی کا معنی مؤخر کرنا، دور رکھنا ہے۔

اصل مقصد کو جامع تقسیم:

مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ (جن کو آپ چاہیں ان میں سے اور نزدیک رکھیں ان میں جس کو آپ چاہیں) تُـْٔوِیْ کا معنی ملانا، نزدیک کرنا ہے۔ یعنی جس سے چاہیں اپنی خوابگاہ کو الگ فرمائیں اور جس سے چاہیں مضاجعت فرمائیں یا جس کو چاہیں طلاق دیں اور جس کو چاہیں روک رکھیں یا جن کے لئے چاہیں باری کی تقسیم فرمائیں اور جن کے لئے چاہیں نہ فرمائیں یا امت کی عورتوں سے جس سے چاہیں نکاح کر لیں اور جن سے چاہیں تزوج چھوڑ دیں۔ یہ تقسیم ایسی ہے جو کہ

اصل مقصد کو جامع ہے۔ کیونکہ یا تو وہ طلاق دیں گے اور یا وہ روک کر رکھیں گے جب نکاح میں باقی رکھیں گے تو اس سے مضاجعت فرمائیں گے یا نہ فرمائیں گے اور باری تقسیم کریں گے یا نہ کریں گے۔ جب طلاق دے دی اور علیحدگی اختیار فرمائی تو پھر اس معزولہ کو بالکل چھوڑ دیں گے اس کو بالکل نہ چاہیں گے یا اس کو چاہیں گے۔

روایت میں ہے کہ آپ نے ان میں سے جویریہ، سودہ، صفیہ اور میمونہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہن کو مؤخر اور دور کیا۔ آپ ان کے لئے باری کو جب چاہتے اور جس طرح چاہتے تقسیم فرماتے۔ اور جن عورتوں کو اپنے قریب کیا وہ عائشہ، حفصہ، ام سلمہ اور زینب رضی اللہ عنہن تھیں۔ پانچ کو دور کیا اور چار کو نزدیک کیا (ابن ابی شیبہ مرسلاً) آپ اختیار اور آزادی کے باوجود ان کے مابین برابری فرماتے۔ سوائے سودہ کئے انہوں نے اپنی رات عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے ہبہ کر دی۔ اور عرض گزار ہوئیں۔ آپ مجھے طلاق نہ دیں تا کہ قیامت کے دن آپ کی ازواج میں سے اٹھائی جاؤں۔

تقسیم کا معاملہ آپ کی مشیت کے سپرد کیا:

وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (اور جن کو آپ طلب کریں ان میں سے جن کو آپ نے دور رکھا تھا۔ آپ پر کوئی گناہ نہیں) یعنی جن کو آپ اپنے بستر کی طرف بلائیں ان ازواج میں سے جن کو دور رکھا تھا۔ تو آپ پر اس سلسلہ میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ اگر پہلے آپ نے روک دیا تو اب اس کو لوٹا نہیں سکتے بلکہ آپ کو اختیار ہے۔

نحو: مَن ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور فلا جناح اس کی خبر ہے۔

ذٰلِكَ (یہ) یعنی آپ کی مشیت کے سپرد کرنا۔ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَا (اس بات سے قریب تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور وہ آزردہ خاطر نہ ہونگیں)۔ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ (اور جو کچھ بھی آپ ان کو دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی) یعنی یہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلت حزن اور تمام کی رضامندی کیلئے قریب تر بات ہے۔ کیونکہ جب ان کو معلوم ہو گیا یہ تفویض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے تو ان کے نفوس مطمئن رہیں گے اور تغایر ختم ہو کر رضا حاصل ہوگی اور ان کی آنکھوں میں اس سے ٹھنڈک حاصل ہوگی۔

نحو: كُلُّهُنَّ یہ رفع کے ساتھ یرضین کے نون کی تاکید ہے۔

قراءت: اس طرح بھی پڑھا گیا ویرضین کلّھن بما اتیتھن کلھن کو مقدم کر کے اور ایک شاذ قراءت میں كُلَّهُنَّ نصب کے ساتھ ہے۔ اس صورت میں آتیتھن کی تاکید ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اس کو جو تمہارے دلوں میں ہے) اس میں ان کے لئے وعید ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم و تدبیر پر راضی نہ ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفویض پسند نہ کرتی ہوں۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا (اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے ہیں) جو سینوں میں چھپا ہے۔ حَلِيْمًا (بردبار ہیں) جلدی سے سزا نہیں دیتے۔ اسی سے ڈرنا اور اسکی سزا سے بچنا ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ

اس کے بعد آپ کے لیے عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ بات حلال ہے کہ آپ ان بیویوں کے بدلہ دوسری بیویوں سے نکاح کریں اگرچہ آپ کو

حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿٥٢﴾

ان کا حسن بھلا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہو اور اللہ ہر چیز کا نگران ہے۔

موجودہ کے علاوہ حلال نہیں:

۵۲: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ (حلال نہیں آپ کے لئے عورتیں)۔

نحو، قراءات: ابوعمرو، یعقوب نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کے علاوہ دیگر قراء نے مذکر صیغہ پڑھا ہے۔ کیونکہ تانیث جمع غیر حقیقی ہے اور جب بلافصل قال نسوة [یوسف: ۳۰] میں جائز ہے تو فاصلہ کی موجودگی میں بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ مِنْ بَعْدُ (ان کے علاوہ) ان نو کے علاوہ کیونکہ ۹ ازواج یہ آپ کے لئے اسی طرح نصاب تھا جیسا امت کیلئے چار نصاب ہے۔ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ (اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان ازواج کی جگہ دوسری بیبیاں کرلیں) ان کو طلاق دے کر۔ مطلب یہ ہے کہ نہ تو آپ ان ازواج تمام کی جگہ اور بیبیاں تبدیل کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان میں سے بعض کی جگہ بعض بیبیاں تبدیل کر سکتے ہیں یہ ان کے اعزاز اور پیغمبر ﷺ کو اختیار کرنے اور راضی ہو جانے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت عنایت فرمائی رسول ﷺ نے انہی پر اکتفاء فرمایا وہ نو یہ ہیں جن کو چھوڑ کر آپ نے وفات پائی۔ عائشہ نمبر ۲۔ حفصہ، نمبر ۳۔ ام حبیبہ نمبر ۴۔ سودة۔ نمبر ۵۔ ام سلمہ نمبر ۶۔ صفیہ، نمبر ۷۔ میمونہ، نمبر ۷۔ زینب بنت جحش، نمبر ۹۔ جویریہ رضوان اللہ علیہن اجمعین۔ من ازواج میں مِن تاکید نفی کیلئے آیا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جنس ازواج کی تحریم کا احاطہ کرنے والا ہے۔ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ (اگرچہ ان کا حسن آپ کو اچھا معلوم ہو)

نحو: تبدل کی ضمیر فاعلی سے یہ موضع حال میں ہے اور تبدل اصل میں تبدّل یہ من ازواج جو کہ مفعول ہے اس سے موضع حال میں نہیں ہے کیونکہ وہ تنکیر میں مشغول ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے مفروضا اعجابك بهن۔ (بالفرض آپ کو ان کا حسن بھلا لگتا ہو)۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اسماء بنت عمیس بیوہ جعفر بن ابی طالب ہیں۔ یہ ان میں سے تھیں جن کا حسن بھلا معلوم ہوا۔

قول عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما: رسول اللہ ﷺ کیلئے وفات سے قبل تحریم کو اٹھالیا تھا اور جن عورتوں سے چاہیں نکاح کی اجازت دے دی گئی تھی۔ مطلب ہوا کہ آیت منسوخ ہے۔ اس کا نسخ یا تو پھر سنت سے ماننا پڑے گا۔ یا اس آیت: انا احللنا لك ازواجك سے۔ باقی ترتیب نزولی ترتیب مصحف کے مطابق نہیں ہے۔ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ (مگر جو آپ کی مملوکہ ہو) مملوکات کو ان محرمات سے مستثنیٰ کر دیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے

غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا

منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور

مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ

باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو، اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں

وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ

اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے میں لحاظ نہیں فرماتا، اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے

حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ

مانگا کرو، یہ بات تمہارے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو یہ جائز نہیں ہے کہ رسول کو کلفت پہنچاؤ

وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝٥٣

اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو، بیشک تمہاری یہ بات خدا کے نزدیک بڑی بھاری ہو گی،

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝٥٤

اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا اسے پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نحو : مَا محل رفع میں النساء سے بدل ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگران ہے) محافظ ہے۔ اس کی حدود سے تجاوز کرنے سے ڈرایا گیا ہے۔

آپ کے گھروں میں داخلہ کے وقت اذن کا حکم:

۵۳: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ (اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو)۔ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ (مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے اجازت دی جائے۔ ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو)۔

نحو : ان یوذن لکم یہ موضع حال میں ہے تقدیر کلام یہ ہے لا تدخلوا الامأ ذونًا لکم ۔تم مت داخل ہو مگر اس حال میں

کہ تمہیں اجازت دی گئی ہو۔ یا ظرف کے معنی میں ہو۔ تقدیر کلام یہ ہے وقت ان یوذن لکم ۔اور غیر ناظرین یہ لا تدخلوا سے حال ہے۔ اور استثناء حال اور وقت دونوں ہی سے واقع ہوا ہے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے لاتدخلوا بیوت النبی الاوقت الاذن و لا تدخلوھا الا غیر ناظرین ای غیر منتظرین تم پیغمبر کے گھروں میں مت داخل ہو مگر اجازت کے وقت، اور ان گھروں میں نہ داخل ہو مگر یہ کہ تم انتظار کرنے والے نہ ہو۔ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے کھانے کے وقت کا انتظار کرتے ۔ پس داخل ہوتے اور کھانے کو پانے کے انتظار میں بیٹھ رہتے ۔ مطلب یہ ہے کہ اے کھانے کے وقت کا انتظار کرنے والو! تم گھروں میں داخل نہ ہو مگر اس وقت جبکہ کھانے کیلئے تمہیں اجازت دی جائے اس کے پکنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو۔

عرب کہتے ہیں انی الطعام کھانا تیار ہونا' کہا جاتا ہے :انی الطعام انی جیسے کہتے ہیں :قلاہ قلی ۔ایک قول یہ ہے اناہ کا معنی اس کا وقت یعنی تم کھانے کے وقت کو دیکھنے والے نہ ہو۔ اور اس کے کھانے کی گھڑی کو دیکھنے والے نہ ہو۔ روایت میں ہے نبی اکرم ﷺ نے زینب بنت جحش کے نکاح پر کھجور، ستو اور گوشت سے ولیمہ کیا اور انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بلا کر لائے ۔ پس لوگ ایک دوسرے کے بعد گروہ در گروہ گھر میں داخل ہو کر کھاتے اور نکلتے رہے یہاں تک کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے دعوت دی ہے یہاں تک کہ اب میں کوئی شخص نہیں پاتا جس کو دعوت دوں۔ آپ نے فرمایا۔ کھانا اٹھالو۔ تمام لوگ منتشر ہو گئے ۔ تین آدمی وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے اور انہوں نے طویل مجلس کی۔ آپ اٹھے تاکہ وہ بھی اٹھ کر چلے جائیں۔ آپ نے اپنے حجرات کا چکر لگایا اور ازواج کو سلام فرمایا۔ ان تمام نے سلام کا جواب دیا اور دعائیں دیں۔ پھر لوٹ کر تشریف لائے تو وہ بیٹھے ابھی باتوں میں مشغول تھے آپ بڑے حیادار تھے۔ آپ واپس مڑے ۔ اب جب انہوں نے آپ کو واپس لوٹتے دیکھا تو وہ نکل کر چل دیئے۔ پس آپ گھر لوٹ آئے تو یہ آیت اتری۔

داخلہ دعوت کے آداب:

وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا (جب جب تمہیں بلایا جائے تو جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو)۔ فانتشروا کا معنی وہاں سے جدا ہو جایا کرو۔ وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ (اور باتوں میں دل لگا کر مت بیٹھے رہا کرو) ۔

نَحو : یہ مجرور ہے۔ اور اس کا عطف ناظرین پر ہے۔ نمبر۳۔ منصوب ہے تقدیر کلام یہ ہے و لا تدخلوھا مستأنسین۔

ادب : زیادہ دیر بیٹھے رہنے اور ایک دوسرے کی بات میں دل لگا کر بات سننے کی غرض سے بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِىَّ فَيَسْتَحْىٖ مِنْكُمْ (اس سے پیغمبر کو ناگواری ہوتی ہے پس وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں) تمہیں نکالنے سے وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْىٖ مِنَ الْحَقِّ (اور اللہ تعالیٰ صاف صاف باتیں کہنے سے لحاظ نہیں کرتے)۔ تمہارا اس وقت نکالنا درست ہے مناسب نہیں کہ اس میں لحاظ کیا جائے۔ جب حیاء کسی کو بعض افعال سے مانع بن جائے تو اس وقت کہا جاتا ہے لا

یستحی من الحق یعنی وہ اس سے باز نہیں رہتے اور نہ اس کو اس طرح چھوڑ دیتے ہیں جیسے حیاء والا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ ست لوگوں کو ادب سکھایا گیا ہے۔قول عائشہ رضی اللہ عنہا: ست لوگوں کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو برداشت نہیں فرمایا اور فرمادیا۔ **فاذا طعمتم فانتشروا**۔وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ (اور جب ان سے کوئی چیز مانگو) ھن کی ضمیر ازواج پیغمبر ﷺ کی طرف راجع ہے کیونکہ پیچھے بیوت النبی ﷺ کا تذکرہ چل رہا ہے۔اور ان بیوت میں آپ کی ازواج ہی تھیں۔

مَتَاعًا (کوئی چیز عاریۃً مانگو) یا ضرورۃً مانگو۔فَسْئَلُوْهُنَّ (ان سے وہ چیز مانگو)۔مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے) شیطانی خیالات سے فتنوں کے پیش آنے سے۔اس آیت کے نزول سے قبل عورتیں مردوں کے سامنے آجاتیں۔عمر فاروق رضی اللہ عنہ پسند کرتے کہ ان کو پردے میں ہونا چاہیے اور وہ چاہتے تھے کہ اس کے متعلق وحی نازل ہو۔عرض کردیا۔یارسول اللہ! اچھے اور برے سب لوگ آپ کے ہاں آتے ہیں۔اگر آپ امہات المؤمنین کو حکم فرماتے کہ وہ پردہ کرلیا کریں؟ پس یہ آیت نازل ہوئی (بخاری ۴۷۹۰) اور یہ بھی مذکور ہے کہ بعض نے یہ کہا کہ ہمیں روک دیا گیا کہ ہم اپنی چچازاد بہنوں سے پردے کے علاوہ بات کریں اگر محمد ﷺ فوت ہوگئے تو میں فلاں عورت سے شادی کرلوں گا۔پس یہ آیت نازل ہوئی۔

ایذاء کی ممانعت:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا (تمہارے لئے جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ) اور اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا (یہ بھی جائز نہیں کہ تم آپ کی ازواج سے آپ کے بعد کبھی بھی نکاح کرو)۔یعنی رسول ﷺ کو دکھ دینا تمہارے لئے جائز نہیں۔اور نہ آپ کی موت کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح جائز ہے۔اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا یہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بھاری بات ہے) یعنی بہت بڑا گناہ۔

۵۴: اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا (اگر تم کسی چیز کو ظاہر کروگے) نبی اکرم ﷺ کی ایذاء میں سے یا ان سے نکاح کروگے۔اَوْ تُخْفُوْهُ (یا اپنے دلوں میں اس کو چھپاؤ گے)۔فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (پس اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں)۔پس وہ اس پر تمہیں سزا دے گا۔

لَاجُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ

ان بیویوں پر گناہ نہیں ہے اپنے باپوں کے بارے میں اور اپنے بیٹوں کے بارے میں اور اپنے بھائیوں کے بارے میں اور اپنے بھتیجوں کے بارے میں

وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ

اور اپنے بھانجوں کے بارے میں اور اپنی عورتوں کے بارے میں اور اپنی لونڈیوں کے بارے میں، اور اللہ سے ڈرتی رہو،

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر ہے۔

اقارب کے احکام:

۵۵ : شانِ نزول: آیت حجاب نازل ہوئی تو باپوں، بیٹوں اور اقارب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم بھی ان سے پردے کے پیچھے سے بات کریں پس یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ (پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے) وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ (اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے) نسائھن سے مؤمنہ عورتیں مراد ہیں۔

وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ (اور نہ اپنی لونڈیوں کے) یعنی ان پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ ان سے پردہ نہ کریں آیت میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ بمنزلہ والدین ہیں۔ اور اَبٌ کا اطلاق چچا پر آیا ہے۔ ارشاد فرمایا: **والٰہ اباء ك ابراهيم و اسماعيل واسحاق** [البقرة:۱۳۳] اسماعیل یعقوب علیہم السلام کے چچا ہیں۔ اور غلام جمہور کے نزدیک اجنبی شمار ہوتے ہیں۔ پھر کلام کو غیبت سے خطاب کی طرف منتقل کر دیا۔ اور اس انتقال میں بڑی فضیلت ہے گویا اس طرح کہا گیا ہے **واتقين الله فيما امرتن به من الاحتجاب وانزل فيه الوحی من الاستتار واحتطن فيه** اور تم اس حکم حجاب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جس استتار کی وحی اتر چکی اس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پوری احتیاط کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر شی پر گواہ ہے۔) جاننے والا ہے۔ ابن عطاء کہتے ہیں۔ **الشهيد:** جو دل کے خطرات اور وساوس کو اسی طرح جانے جیسا اعضاء کی حرکات کو جانتا اور قرار دیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ

بلا شبہ جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا

عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ

عذاب تیار فرمایا ہے، اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر گناہ کیے ایذاء پہنچاتے ہیں وہ لوگ

احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ ع

بہتان اور صریح گناہ کا بار اٹھاتے ہیں۔

درود وسلام کا حکم:

۵۶: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ (اے ایمان والوں تم ابھی آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرو) یعنی تم اس طرح کہو: اللهم صل على محمدٍ یاصلّی الله علی محمدٍ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (اور خوب سلام بھیجا کرو) یعنی اس طرح کہا کرو: اللهم سلم علی محمد یا آپ کے حکم کی اطاعت کرو خوب اطاعت کرنا۔ آنحضرت ﷺ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ جب بھی کسی مسلمان کے ہاں میرا تذکرہ ہوتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو دونوں فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور اللہ تعالیٰ اور ملائکہ ان دونوں فرشتوں کو کہتے ہیں آمین اور جس مسلمان بندے کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو فرشتے کہتے ہیں لا غفر الله لك اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی طرف سے ان فرشتوں کے جواب میں آمین کہی جاتی ہے (مجمع الزوائد ۷/۹۳) قول کرخی رحمہ اللہ: یہ ایک مرتبہ واجب ہے۔ قول طحاوی رحمہ اللہ: جب بھی آپ کا نام لیا جائے اس وقت واجب ہے اور احتیاط اسی قول میں ہے اور جمہور کا یہ قول ہے۔ اگر دوسرے کیلئے صلاۃ کا لفظ بولا جائے گا تو تابع کی حیثیت سے آئے گا۔ جیسا کہیں صلی اللہ علی النبی و آلہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ باقی جب اہل بیت میں سے کسی کیلئے الگ طور پر صلاۃ کا لفظ لایا جائے گا۔ تو یہ مکروہ ہے اور رافضیوں کی نشانات میں سے ہے۔

کفر کرنا ایذائے رسول ہے:

۵۷: اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں) یوذون الله ورسوله

سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا ہے اور اسم الٰہی تشریف کیلئے ہے۔ نمبر۲۔ اللہ اور رسول کی ایذاء یہ مجاز أ تعبیر ہے ایسے افعال کی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو پسند نہ ہوں۔ مثلاً کفر اور انکار نبوت وغیرہ۔ دونوں کے متعلق مجاز قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حقیقی ایذاء مانی جائے تو حقیقت ومجاز کا اجتماع ایک لفظ کے ماتحت لازم آئے گا اور یہ درست نہیں اس لئے مجاز ہی مراد لیا۔

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (اللہ تعالیٰ ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کرتا ہے) اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دونوں جہانوں میں دور کر دیا ہے۔ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا (اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے) آخرت میں۔

ایمان والوں کو ایذاء کی ممانعت:

۵۸: وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان والے مردوں اور مؤمنات کو) بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا (بغیر اس کے کہ وہ کچھ کرتے ایذاء پہنچاتے ہیں)

نکتہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ایذاء کو بلا قید ذکر کیا تو مؤمنوں اور مؤمنات کی ایذاء کو مقید فرمایا کیونکہ وہ تو ہمیشہ ناحق ہوتی ہے اور یہ کبھی حق سے ہوتی ہے جیسے حدود و تعزیرات میں اور کبھی ناحق اس لئے مقید کرنے کی ضرورت پڑی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ان منافقین کے متعلق اتری جو علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو ایذاء دیتے تھے اور ان کو وہ کلمات سنا کر کرتے تھے۔ قول دیگر یہ ہے ان زانیوں کے متعلق اتری جو عورتوں کا پیچھا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ عورتیں بھی اس بات کو ناپسند کرتیں تھیں۔ قول فضیل رحمہ اللہ: جب کسی کتے جیسے جانور کو ایذاء دینا حلال نہیں اسی طرح ناحق خنزیر کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں تو مؤمنین ومؤمنات کو ایذاء پہنچانا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ فَقَدِ احْتَمَلُوْا (وہ بار اٹھاتے ہیں) اٹھاتے ہیں۔ بُهْتَانًا (بہتان بڑا) وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا (اور کھلا گناہ) یعنی ظاہر گناہ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اے نبی اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی چادریں نیچی

جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

کر لیا کریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي

منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو مدینہ میں افواہیں اڑایا کرتے

الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا

ہیں اگر یہ لوگ باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پائیں گے جو پھٹکارے ہوئے ہوں گے جہاں

ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ

ملیں گے پکڑ دھکڑ ہوگی اور قتل کئے جائیں گے۔ جو لوگ پہلے گذرے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا یہی دستور رکھا ہے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾

اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور میں ردوبدل نہ پائیں گے۔

پردے کا حکم:

۵۹: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ (اے پیغمبر (ﷺ) اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے) وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ (اور مؤمنوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیں کہ نیچی کر لیا کریں اور اپنے اوپر) جَلَابِيْبِهِنَّ (تھوڑی سی اپنی چادریں) الجلباب وہ کپڑا جس سے تمام جسم کو لپیٹا جائے جیسے بڑی چادر۔

قول مبرد رحمہ اللہ:

یدنین علیھن من جلا بیبھن کا معنی یہ ہے اپنے اوپر چادر کو ڈھیلا کر کے لٹکا لیں اور اس سے اپنے چہروں اور کندھے کو ڈھانپ لیں۔ عرب کہتے ہیں جبکہ کپڑا عورت کے چہرے سے ہٹ جائے۔ اَدْنِي ثوبك علي وجھك اپنے چہرے پر کپڑا ڈال لو۔ من تبعیضیہ ہے یعنی اپنی بڑی چادر کا بعض حصہ لٹکائے اور بچا ہوا چہرے پر ڈال لے اور پردہ بنا لے تاکہ لونڈیوں سے اس کا امتیاز ہو سکے۔ یا وہ چادر اوڑھ لیں جو ان کی چادریں ہیں مطلب یہ ہے وہ صرف دوپٹہ اور اوڑھنی پہنے نہ ہوں جیسا کہ لونڈیوں کا

لباس ہوتا ہے،عورت کیلئے تو اپنے گھر میں دو یا زیادہ اوڑھنیاں ہیں۔اور اس کا باعث یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں عورتوں کی عادات جاہلیت کے مطابق تھیں۔کام کاج والے کپڑے پہننے والی ہوتیں۔عورت اوڑھنی اور ڈوپٹے میں نکلتی اس کے اور لونڈیوں کے مابین کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا۔کچھ نوجوان لونڈیوں کے راستہ میں رکاوٹ بنتے جبکہ وہ رات کو کھجوروں اور گہرے کھڈوں میں قضائے حاجت کے لئے نکلتیں اور بسا اوقات آزاد عورتوں کو لونڈیاں سمجھ کر انکا سامنا کرتے۔پس آزاد عورتوں کو لونڈیوں سے لباس میں فرق کرنے کا حکم دیا گیا کہ وہ بڑی چادریں لیں اور اپنے چہروں اور سروں کو ڈھانپ کر نکلیں تا کہ ان کے متعلق کوئی طمع باز طمع نہ کرے اور آیت کے اگلے حصہ میں اسی کا تذکرہ فرمایا۔ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (اس سے جلد پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی) مطلب یہ ہے بہتر یہ ہے کہ ان کی پہچان ہو جائے پس وہ ان کا راستہ نہ روکیں۔وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے) اس کوجوان کی طرف سے کوتاہی ہو چکی۔رَّحِيْمًا (مہربان ہیں) کہ ان کو مکارم اخلاق کی تعلیم دی۔

۶۰: لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ (اگر باز نہ آئے منافقین اور وہ لوگ) فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (جن کے دلوں میں بیماری ہے) فجور وفسق کی بیماری اس سے مراد زانی لوگ ہیں۔دوسرے مقام پر یہی لفظ اس معنی میں ارشاد فرمایا فیطمع الذی فی قلبه مرض۔ [الاحزاب:۳۲]

وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِى الْمَدِيْنَةِ (اور مدینہ میں افواہیں اڑانے والے) وہ کچھ لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے غزوات وسرایا کے متعلق غلط خبریں پھیلاتے تھے اور کہتے ان کو شکست ہوئی اور قتل کر دیئے گئے اور ان پر ایسا ایسا واقعہ گزرا وغیرہ۔اس سے ان کا مقصد مؤمنوں کے دلوں کو توڑنا تھا عرب کہتے ہیں ارجف بکذا جبکہ وہ اس کے متعلق غیر حقیقی خبر دے کیونکہ وہ خبر ہلا دینے والی اور پاؤں اکھاڑ دینے والی غیر ثابت شدہ ہوتی ہے۔یہ الرجفۃ سے لفظ بنا ہے اور وہ زلزلہ کو کہتے ہیں۔

لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ (ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے) ان پر مسلط کر دیں گے یا ان کے ساتھ قتال کا حکم دیں گے۔ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ پھر (وہ آپ کے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے) اور جلاوطنی ان کے حق میں سب سے بڑی مصیبت تھی تو اس کو بطور عطف لائے اور عطف ثُمّ سے کیا کیونکہ معطوف علیہ سے اس کا حال بہت دور ہے۔

اِلَّا قَلِيْلًا (مگر بہت تھوڑا) زمانہ مطلب یہ ہے لئن لم ینته المنافقون عن عداوتهم وكيد هم والفسقة عن فجورهم والمرجفون عما يؤلفون من اخبار السوء لنأمرنك بان تفعل بهم الافعال التى تسوؤ هم ثم بان تضطر هم الى طلب اخلاء عن المدينه والى الا يساكنوك فيها الا زمانا قليلا ريثما يرتحلون۔اگر منافقین اپنی عداوت اور کید سے باز نہ آئے اور فساق اپنے فجور سے باز نہ آئے اور افواہیں پھیلانے والے جو بری اطلاعات سے الفت رکھتے ہیں اگر وہ باز نہ آئے۔تو ضرور ہم آپ کو حکم دیں گے کہ آپ ان کے ساتھ وہ سلوک کریں جو ان کو برا لگے وہ اس طرح کہ آپ ان کو مجبور کر کے مدینہ سے نکال دیں اور یہ بھی کہ وہ آپ کے ساتھ مدینہ میں بہت کم رہ سکیں گے جلد کوچ کر جائیں گے۔اس

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۗ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَمَا يُدْرِيْكَ

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر

لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ

عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی زمانہ میں واقع ہو جائے۔ بے شک اللہ نے لعنت کر دی ہے کافروں پر اور ان کے لیے دہکنے والی آگ تیار کی ہے۔ وہ اس میں

فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ

ہمیشہ ہمیش رہیں گے، وہ کوئی یار و مددگار نہ پائیں گے۔ جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے

يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا

یوں کہیں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ اور وہ یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم نے اپنے سرداروں کی

وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾

اور اپنے بڑوں کی فرمانبرداری کی سو انہوں نے ہمیں راستہ سے گمراہ کر دیا، اے ہمارے رب انہیں عذاب کا دوہرا حصہ دیجئے اور ان پر لعنت کر دیجئے بڑی لعنت۔

کو اللہ تعالیٰ نے اغراء سے بطور مجاز تعبیر فرمایا۔ اغراء برانگیختہ کرنے کو کہتے ہیں۔

۶۱: مَّلْعُوْنِيْنَ (وہ بھی پھٹکارے ہوئے)

نحو: یہ شتم کی وجہ سے منصوب اے ادم ملعونین نمبر۲۔ حال کی وجہ سے تقدیر کلام یہ ہے لا یجاورونک الا ملعونین پس حرف استثناء ظرف و حال دونوں پر اکٹھا داخل ہوا ہے جیسا کہ پہلے گزر ا یاد رہے کہ یہ اخذوا کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ کلمہ شرط کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرتا۔ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا (جہاں ملیں گے) وہ پائے جائیں گے۔ اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جائے گی) قتِّلوا کی تشدید کثرت کو ظاہر کرتی ہے۔

۶۲: سُنَّةَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں یہ طریقہ رکھا) یہ مصدر مؤکد ہے ای سن الله فی الذین ینافقون الانبیاء ان یقتلوا اینما وجدوا۔ اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ ان لوگوں کے متعلق رہا ہے جو انبیاء علیہم السلام سے منافقت اختیار کرتے رہے ہیں کہ جہاں وہ پائے جائیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلاً (جو پہلے ہو گزرے ہیں اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے دستور میں رد و بدل نہ پاؤ گے) مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے طریقے نہیں بدلتے۔ بلکہ تمام امتوں میں ایک ہی طرح جاری رکھتے ہیں۔

بطورِ استہزاء وقت قیامت کا سوال:

۶۳: يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ (آپ سے لوگ قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں)۔ مشرکین رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے وقت کو دریافت کرتے اور جلد آنے کا بطور استہزاء مطالبہ کرتے اور یہودی بطور امتحان سوال کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تورات اور ہر کتاب میں عمومی بتلایا ہے پس اپنے رسول کو حکم فرمایا کہ ان کو جواباً فرمائیں کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس ہی رکھا ہے۔ پھر اپنے رسول ﷺ کے سامنے واضح فرمایا کہ قیامت قریب الوقوع ہے اس سے جلد مطالبہ کرنے والوں کو دھمکا دیا اور امتحان کرنے والوں کو خاموش کر دیا۔ فرمایا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَا يُدْرِيْكَ (کہہ دیجئے بیشک اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور آپ کو اس کی) لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا۔ (کیا خبر کہ عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی واقع ہو جائے) قریب والی چیز ہے یا ساعۃ زمانہ کے معنی میں ہو۔ شاید کہ اس کا زمانہ قریب ہو۔

۶۴، ۶۵: اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے) سَعِيْرًا۔ (اور ان کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے) سعیرًا (وہ آگ جو سخت بھڑکنے والی ہو)۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) اس میں جہمیہ فرقہ کے اس خیال کی تردید ہے کہ جنت و نار فنا ہو جائیں گے۔

نحو: سعیراً یہاں وقف نہیں ہے کیونکہ خالد بن لھم کی ضمیر سے حال ہے۔

لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (وہ نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار) ایسا مددگار جو ان کو عذاب سے روک سکے۔

۶۶: يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ (جس روز ان کے چہروں کو آگ میں الٹ پلٹ کیا جائے گا) اطراف میں پھیرا اور گھمایا جائے گا۔ جیسا کہ گوشت کے قطعات کو تم ہانڈی میں جوش کے وقت پلٹتے دیکھتے ہو۔

وجہ خصوصیت:

چہروں کو مخصوص کیا گیا۔ کیونکہ چہرے جسم میں معزز ترین عضو ہے۔ یا نمبر۲۔ وجہ بول کر سارا جسم مراد ہے۔ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوئی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی) پس اس عذاب سے چھوٹ جاتے یہ اس وقت کی تمنا ہے جب تمنا بے فائدہ ہوگی۔

کفار کی چیخ و پکار:

۶۷: وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا (اور وہ یوں کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا کہا مانا)

قراءت: شامی، سہل و یعقوب نے ساداتنا پڑھا ہے۔ جو جمع الجمع ہے اور مراد اس سے کفار کے وہ سردار ہیں جنہوں نے دوسروں کو کفر کی تلقین کی اور ان کے لئے کفر کی تزیین کی وَكُبَرَآءَنَا (اور اپنے بڑوں کی) زیادہ عمر والے یا اپنے علماء کی فاضلو نا السبیلا (پس انہوں نے ہمیں راستہ سے گمراہ کیا تھا) عرب کہتے ہیں ضل السبیل و اضلہ ایاہ اور الف کا اضافہ تو آواز کی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی سو اللہ نے انہیں اس بات سے بری کر دیا جو ان لوگوں نے

قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا

کہی تھی، اور موسیٰ اللہ کے نزدیک باوجاہت تھے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک

قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

بات کہو۔ اللہ تمہارے اعمال کو صحیح بنا دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور جو شخص اللہ کی

وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾

اوراس کے رسول کی فرمانبرداری کرے سو وہ کامیاب ہوگیا بڑی کامیابی کے ساتھ۔

خاطر ہے۔ آیات کے فاصلے اس طرح ہیں جیسے کہ اشعار کے قافیے ہوتے ہیں۔ اوراس کا فائدہ وقف اور دلالت ہے کہ کلام میں انقطاع ہوگیا ہے اور بعدوالا جملہ مستانفہ ہے۔

۶۸ : رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ (اے ہمارے رب ان کودوگنا عذاب دیجئے) گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کا۔ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (اوران پر بڑی لعنت کیجئے)

قراءت: کبیراً کو عاصم نے پڑھا ہے۔ تاکہ سخت لعنت اور بڑی لعنت پر دلالت ہواور دیگر قراء نے تاء پڑھی تاکہ لعنتوں کی گنتی زیادہ ہو۔

۶۹ : یہ آیت زیداور زینب رضی اللہ عنہما کے متعلق اتری۔ اور جو کچھ اس میں بعض لوگوں کی باتیں سنیں گئیں۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى (اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام) فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا (کو ایذاء دی پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بری کردیا جوانہوں نے کہا)

نحو : ما مصدریہ ہے یا موصولہ ہے جو بھی ہو براءت سے مراد بات کا مضمون اوراس کا مواد ہے۔ اوروہ غیب والا معاملہ ہے اور ایذاء موسیٰ علیہ السلام سے مرادوہ رنڈی کی حکایت ہے جس کا قارون نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے متعلق زنا کا الزام لگائے۔ یا موسیٰ پر یہ الزام کہ انہوں نے ہارون کو قتل کردیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کردیا۔ انہوں نے زندہ ہوکر اطلاع دی کہ موسیٰ اس الزام سے بریٔ الذمہ ہیں۔ جیسا کہ آپ نے اس ارشاد سے اپنی براءت کی خبر دی۔ ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم [الاحزاب:۴۰]

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وقاروالے تھے) وجیھًا کا معنی مرتبہ والے مقام والے اور مستجاب الدعوات۔

قراءت: ابن مسعودؓ اوراعمش نے پڑھا و کان عبداً للّٰہ وجیھًا۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا

بلاشبہ ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے امانت پیش کی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا

وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿۷۲﴾ لِيُعَذِّبَ

اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا، بے شک وہ ظلوم ہے جہول ہے تا کہ اللہ

اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى

منافقوں کو اور منافقات کو اور مشرکوں کو اور مشرکات کو سزا دے اور مومنین اور مومنات پر

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

توجہ فرمائے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

ع ۹ / ۵ / ۶

درست بات کا حکم:

۷۰: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو)۔ سدیدًا (سچی اور درست بات) نمبر۲۔ حق جس سے مقصود ہو۔ السداد: حق کا قصد کرنا اور عدل والا قول۔ مطلب یہ ہے لوگوں کو اس بات سے منع کرنا مقصود ہے۔ جس میں وہ مصروف تھے۔ قصۂ زینب رضی اللہ عنہا۔ جس میں میانہ روی اور عدل سے گری باتیں کی جارہی تھیں۔ اور اس بات پر برانگیختہ کرنا ہے۔ کہ ہر موقعہ پر عدل والی بات کہیں کیونکہ حفاظت لسان ضروری ہے اور درست بات ہر خیر کی جڑ ہے۔

قراءت: سدیدًا یہاں پر وقف نہیں کیونکہ جواب امر یصلح لکم اعمالکم ہے۔

۷۱: يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو قبول کرے گا) تمہاری طاعات کو قبول کرے گا۔ نمبر۲۔ تمہیں صالح اعمال کی توفیق بخشے گا۔ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا) مٹادے گا مطلب یہ ہے اپنی زبانوں کی حفاظت اور باتوں کی میانہ روی میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں مقصود یعنی قبولیت حسنات مہیا فرمادیں گے اور اس پر ثواب دیں گے اور تمہارے گناہوں کی بخشش فرمادیں گے سب گناہوں کو مٹا دیں گے۔ یہ آیت پچھلی آیت کے مضمون کو ثابت کرنے والی ہے اس کی بنیاد اس بات پر تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء نہ پہنچاؤ۔ اور اس آیت کی بنیاد امر پر ہے کہ زبان کی محافظت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تا کہ ان پر یکے بعد دیگرے نہی وامر کا حکم آجائے۔ نہی کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ لائے جس میں وعید سنادی گئی اور امر کے بعد بلیغ وعدہ کر دیا گیا۔ جس سے ایذاء سے پھرنے کا مقصد پختہ اور مضبوط ہو گیا اور اس کے ترک کا داعیہ پیدا ہوا جب بڑی کامیابی کو اطاعت سے معلق فرمایا تو اسکے آخر میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ پس وہ بہت بڑی کامیابی پا گیا) تو اسکے بعد یہ ارشاد لائے۔

امانت کی وضاحت :

۷۲: اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (بے شک ہم نے امانت آسمانوں اورزمین)۔ وَالۡجِبَالِ (ور پہاڑ و ں پر پیش کی) امانت سے مراد اطاعت اللہ ہے۔ اور حمل امانت سے مراد خیانت ہے عرب کہتے ہیں فلان حامل الا مانة ومحتمل لها ای لا یؤدیها الی صاحبها حتی تزول عن ذمته یعنی وہ اس کوادانہیں کرتا کہ مالک کو پہنچ کراس کے ذمہ سے اتر جائے۔ اس لئے کہ امانت گویا کہ مؤتمن پرسوار ہوتی ہے اور وہ اس کی سواری ہوتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے رکبتہ الدیون، ولی علیه حق، وہ اس کوادا کردے تو وہ اس پر سوار نہیں رہتی اور نہ وہ حامل کہلاسکتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ اجسام عظام یعنی آسمان، زمین، پہاڑ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پورے طور پر مطیع ہیں۔ اور وہی ہے جو جمادات سے کام لینا جانتا ہے اور وہ اس کی ذات کیلئے اس کے لائق تعریف کرتے ہیں اور اس کے لئے وہ اطاعت انجام دیتے ہیں جو اطاعت ان کے لائق ہے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ سے کوئی ایجاد وتکوین ممتنع نہیں اس نے مختلف حالتوں اور قسم قسم کی اشکال کو ٹھیک ٹھیک بنا دیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ ثم استوی الی السماء وهی دخان فقال لها وللارض ائتیا طوعا اوکر ها قالتا اتینا طائعین [فصلت:۱۱] اور اس نے خبر دی کہ سورج، چاند، نجوم، جبال، اشجار و دواب اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اور بعض پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ لیکن حضرت انسان کی حالت وہ نہیں جو اس کی ہونی چاہیئے اور جو اطاعت شعاری اور فرمانبرداری اس کے مناسب ہے۔ وہ اس نے اختیار نہیں کی۔ یہ حیوان عاقل ہے اور اس کو مکلّف بنایا گیا۔ اس کی حالت ان جمادات جیسی ان چیزوں میں نہیں جوان سے بھی درست طور پر ہو رہی ہیں اور جو اطاعت ان کے مناسب ہے اور جس سے وہ باز نہیں رہ سکتے۔ اور یہی معنی فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا ہے (انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا) مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس میں خیانت اور عدم ادائیگی سے انکار کر دیا۔ (حاصل یہ ہے کہ عرض سے فطری صلاحیت اور انکار سے لیاقت وصلاحیت کا فقدان اور اٹھانے سے مراد قابلیت واستعداد ہے (مترجم) وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا (اور اس سے ڈر گئے) اس میں خیانت سے ڈر گئے۔ وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ (اور انسان نے اس کو اٹھالیا) یعنی اس میں خیانت کی اور اس نے انکار کر دیا مگر اس بات سے وہ اس کو اٹھائے گا اور اس کو ادا نہ کرے گا۔ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا (بیشک وہ ظالم ہے) کیونکہ وہ امانت کی ادائیگی کو چھوڑنے والا ہے۔ جَهُوۡلًا (جاہل ہے) کیونکہ وہ سعید بنانے والی چیز کو بھلانے والا ہے۔ حالانکہ اس کو اس پر قدرت حاصل ہے اور وہ قدرت اس کی ادائیگی ہی ہے۔ قول زجاج رحمہ اللہ: کافر ومنافق نے امانت کو اٹھایا۔ یعنی خیانت کی اور اطاعت نہ کی اور جس نے اطاعت اختیار کی جیسے انبیاء علیہم السلام اور مؤمن ان کو ظلوم جہول نہ کہا جائیگا۔

ایک قول ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے انسان کا مکلّف بنایا جانا یہ اس کی انتہائی عظمت ہے اس لئے کہ یہی چیز مخلوقات الٰہی میں سے جو بڑے اجرام واجسام اور زیادہ قوت والے ہیں ان پر پیش کی گئی تو انہوں نے یہ ذمہ داری اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے۔ انسان نے اپنے ضعف وکمزوری کے باوجود اس کو اٹھالیا۔ بیشک یہ ظلوم وجہول ہے۔ اس حیثیت سے کہ اس نے

امانت تو اُٹھالی پھراس کو پورانہیں کیا۔ ضامن تو بن گیا پھر اپنی ضمانت میں خیانت کی۔ کلام عرب میں ایسے انداز کلام کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ اورقرآن مجید اسلوب عرب کے مطابق آیا ہے۔ مثلاً عرب کا قول ہے لو قیل للشحم این تذهب؟ قال اسوّی العوج ۔ اگر چربی کوکہیں تو کہاں جائے گی۔ تو وہ ضرور یہ جواب دیتی میں ٹیڑھ کودرست کرونگی۔

۷۳: لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ (تا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات) وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ (اور مشرکین اور مشرکات کوعذاب دے)۔

نحو : ليعذب کی لام تعلیلیہ ہے کیونکہ یہ تعذیب اس تادیب کی طرح ہے جواس قول میں ہے ضربته للتأديب ۔ اس صورت میں

قراءت: جھولاً پروقف نہ کریں گے۔

قراءت: اَعمش نے وَيَتُوْبُ اللّٰه پڑھا ہے۔ تا کہ حامل کے فعل پر یہ علت قاصرہ بنے اور جملہ ابتدائیہ ہوگا وَيَتُوْبُ اللّٰهُ اور مشہور معنی یہ ہے کہ انجام یہ ہوا کہ اللہ حامل امانت (خائن) کوعذاب دے گا۔ اور دوسروں پر رجوع فرمائے گا جو حامل امانت (خائن) نہیں کیونکہ جب وفا کرنے والے پر توجہ کی جائیگی تو چھوڑنے والے پر یہ عذاب کی قسم بن جائے گی۔ نمبر۲۔ لام عاقبت کا ہے یعنی انسان نے اس کو اٹھایا۔ اس میں حکم دیا گیا کہ بدبختوں کوسزا دی جائے گی۔ اور سعداء کی توبہ قبول کی جائے گی۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ غفور) ہیں توبہ کرنے والے کیلئے رَّحِيْمًا (رحیم ہے) اپنے مؤمن بندوں کیلئے۔

الحمد لله المنعم المتعال الذی لم یزل ولا یزال کے فضل سے آج بروز جمعرات ۲۵ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ قبل ازمغرب ترجمۂ سورۂ احزاب مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ سَبَاٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ سبا مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چوّن آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہے جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے اور اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں اور آخرت میں،

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝١ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

اور وہ حکیم ہے باخبر ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ اس میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۝٢ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نازل ہوتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔اور وہ رحیم ہے اور غفور ہے۔ اور کافروں نے کہا

لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ

کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئے گی۔ آپ فرما دیجئے، ہاں میرے رب کی قسم وہ تم پر ضرور آئے گی، میرا رب عالم الغیب ہے، اس سے ذرہ کے برابر بھی

مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ

کوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں غائب نہیں ہے اور نہ کوئی اس سے چھوٹی چیز ہے نہ بڑی چیز

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٣ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

مگر کتاب مبین میں موجود ہے۔ تاکہ وہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے

مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝٤ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کے بارے میں عاجز کرنے کی کوشش کی ان لوگوں کے لیے

عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝٥ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

سختی والا دردناک عذاب ہے۔ اور جن کو علم دیا گیا وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا

مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝٦

گیا ہے وہ حق ہے اور عزیز حمید کے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

ہر قسم کے تمام محامد کا حقدار:

۱: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (تمام تر حمد اسی اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور) وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَۃِ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ (جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کی حمد آخرت میں سزاوار ہے اور وہ حکمت والا خبردار ہے)۔ اَلْحَمْدُ اگر الف لام عہد کا لیا جائے تو اس سے مراد وہ ہے جس سے اس کی تعریف کی جائے وہ اپنی ذات کے اعتبار سے محمود ہے نمبر۲۔ اور اگر الف لام استغراق کا مانیں تو وہ تمام محامد ظاہریہ، باطنیہ، سریہ، جہریہ کا حقدار ہے۔ لِلّٰہِ لام تملیک کا ہے کیونکہ تمام حمد کرنے والوں کا وہ خالق ہے پس تعریف کا مالک جس کی ملکیت میں ہو وہی حمد کا اہل و حقدار ہے۔ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (وہ ذات کہ اس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) خلقت، ملک وغلبہ کے لحاظ سے پس وہی اس لائق ہے کہ سر و جہر میں اسی ہی کی حمد کی جائے۔ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَۃِ (اور آخرت میں بھی حمد اسی ہی کیلئے ہوگی) جیسا کہ دنیا میں اس کے لئے ہے۔ اس لئے کہ نعمتیں ہر دو جہان میں مولیٰ کی طرف سے ہیں۔ البتہ حمد یہاں واجب ہے کیونکہ دنیا تکلیف کا گھر ہے۔ وہاں ایسا نہیں یعنی حمد واجب نہیں کیونکہ وہ دار التکلیف نہیں۔ اہل جنت نعمتوں پر خوش ہو کر حمد کریں گے اور جو بڑا اجر اُن کو ملا اس سے لذت اندوز ہوتے ہوئے حمد کریں گے۔ (قالوا الحمدلله الذی هدانا لهذا الایة) جیسا کہ اس قول میں مذکور ہے الحمد لله الذی صدقنا وعده [الزمر:۷۴] الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن [فاطر:۳۴]

وَھُوَ الْحَکِیْمُ (وہ حکمت والا ہے)۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اس کی تدبیر کرنے والا ہے۔ الْخَبِیْرُ (وہ خبردار ہے) اس کے ضمیر کی باتوں سے جو بھی قیامت تک اس کی تعریف کرے یا اس سے اعراض کرے۔

۲: یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ (وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے)۔ یعلم یہ جملہ مستانفہ ہے۔ مایلج کا معنی جو داخل ہوتی ہے۔ مراد اموات اور دفائن ہیں۔ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا (اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے) یعنی نبات، اور معادن سے نکلنے والے جواہرات وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ (اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے)۔ یعنی بارش سے قسم قسم کی برکات۔ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا (اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے) اس کی طرف چڑھنے والی چیزیں یعنی ملائکہ اور دعائیں۔ وَھُوَ الرَّحِیْمُ (اور وہ رحیم ہے) ان چیزوں کو نازل کرتا ہے جن کی ان کو ضرورت ہے۔ الْغَفُوْرُ (وہ غفور ہے) ان چیزوں کا جن کی وہ اس کی مخالفت میں جرأت کرتے ہیں۔

علم قیامت عقوباتِ باری تعالیٰ ہے:

۳: وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (اور کافر کہتے ہیں) جو کہ منکرین بعث ہیں لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَۃُ (ہم پر قیامت نہ آئے گی) اٹھنے کی نفی اور قیامت کی آمد کا انکار کرنا ہے۔

قُلْ بَلٰی (آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں) یعنی قیامت ضرور آئے گی۔
نحو: نفی کے بعد اثبات کیلئے بلٰی استعمال ہوتا ہے۔یعنی اس کی آمد کے سوا کوئی بات نہیں۔
وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّکُمْ (قسم ہے مجھے پروردگار کی وہ ضرور آئے گی) اس میں بلیٰ کے ایجاب کو دوبارہ تاکید سے لوٹایا۔اور ایسی چیز لائے جو تاکید میں بہت بڑھ کر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانا ہے۔اور اس تاکید میں مزید اضافہ اس طرح کر دیا کہ مقسم بہٖ کا وصف ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔عٰلِمِ الْغَیْبِ (جو عالم الغیب ہے) کیونکہ مقسم بہٖ کی عظمت مقسم علیہ کی حالت کی قوت اور شدتِ ثبات اور استقامت کو ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اس امر پر بمنزلہ استشہاد کے ہوتا ہے اور جتنا مستشہد بہٖ مرتبہ میں بلند ہوتا ہے۔اتنی ہی شہادت زیادہ مضبوط و مؤکد ہوتی ہے اور مستشہد علیہ زیادہ ثابت و پختہ ہو جاتا ہے۔
قیامت کا قیام غیوبات مشہورہ سے ہے۔اس کو خفیہ میں داخل فرمایا۔وصف ایسا لائے جس سے علم غیب کی طرف علم کو سپرد کیا جائے یہ زیادہ بہتر و انصب ہے۔یعنی چونکہ امور غیبیہ میں سے ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی شہادت ہی ثبوت کیلئے کافی ہے) ۔
قراءت: عالمُ الغیب مدنی اور شامی نے پڑھا ہے هو عالم الغیب اور حمزہ علی نے عَلاّم الغیب پڑھا اور مبالغہ کا صیغہ لائے۔
لَا یَعْزُبُ عَنْهُ (اس سے غائب نہیں) قراءت: زاء کو علی نے مکسور پڑھا۔کہا جاتا ہے عزب یعزِب اذاغاب جبکہ وہ غائب اور دور ہو جائے مِثْقَالُ ذَرَّةٍ (ایک ذرہ کی مقدار) سب سے چھوٹی چیونٹی کی مقدار فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ (آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ چھوٹی چیز اس سے) یعنی ذرہ کی مقدار سے وَلَآ اَكْبَرُ (اور نہ کوئی چیز بڑی) یعنی مقدار ذرہ سے (اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (مگر کہ وہ کتاب مبین میں ہے) کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔
نحو: ولا اصغر ولا اکبر کو رفع کے ساتھ پڑھیں گے جبکہ مثقال ذرة پر عطف کریں گے اور الا لکن کے معنی میں آئے گا یا ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔اور فی کتاب یہ خبر کی وجہ سے مرفوع ہوگی۔

نیکوں کو بدلہ بُروں کو سزا:

۴: لِّیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (تاکہ ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے)۔
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (ایسے لوگوں کیلئے مغفرت) ان چیزوں کی جو مدارج ایمان میں ان سے کوتاہیاں ہوئیں۔وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ (اور عزت کی روزی ہے) اس لئے کہ انہوں نے احسان کے فوائد کو حاصل کرنے کیلئے ثابت قدمی دکھائی۔
نحو: یہ لتاتینکم کے متعلق ہے اور اس کی تعلیل ہے۔
۵: وَالَّذِیْنَ سَعَوْ فِیْٓ اٰیٰتِنَا (اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کے متعلق کوشش کی تھی) یعنی قرآن کی تردید میں خوب محنت کی۔مُعٰجِزِیْنَ (ہرانے اور عاجز کرنے کیلئے) سبقت کی اس گمان سے کہ وہ ہم سے نکل جائیں گے۔
قراءت: مُعَجِّزِیْنَ مکی اور ابو عمرو نے پڑھا) یعنی اس کی اتباع اور اس میں غور کرنے سے لوگوں کو روکنے والے تھے۔یا اللہ تعالیٰ

کی نسبت عاجزی ودرماندگی کی طرف کرنے والے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ (ایسےلوگوں کیلئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا)۔

قراءت: مکی نے الیمٍ کوالیمٌ پڑھا۔عذابٌ کی صفت بنایا۔یعنی عذابوں میں سے دردناک عذاب ان کودیا جائے گا۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

(سخت عذاب) دیگر قراء نے رجز کی صفت قراردے کراس کومجرور پڑھا ہے۔

۶: وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (اور جانتے ہیں وہ لوگ جن کوعلم دیا گیا) یَرٰی ۔ یہ یعلم جاننے کے معنی دے رہا ہے۔

نحو: یہ موضع رفع میں جملہ مستانفہ ہے۔ اوتوا العلم سے مراد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے پیروکار یا نمبر۲۔علمائے اہل کتاب جنہوں نے اسلام قبول کیا جیسے عبداللہ بن سلام اور کعب احبار وغیرہم ۔ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (جوآپ کے رب کی طرف سے بھیجا گیا) یعنی قرآن مجید هُوَ الْحَقَّ (وہ حق ہے) یعنی سچ ہے ۔

نحو: هُوَ یہ ضمیر فصل ہے اور الحق یہ مفعول ثانی ہے۔نمبر۲۔موضع نصب میں لیجزی پر معطوف ہے ای لیعلم اوتوا العلم عند مجئی الساعة انه الحق علمًا لا یزاد علیه فی الایقان تاکہ قیامت کی آمد پرعلم والے جان لیں کہ علمی اعتبار برحق ہے اس علم سے ان کے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔

وَيَهْدِيْٓ (اور وہ راستہ بتلاتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ راستہ بتلاتا ہے۔نمبر۲۔قرآن راستہ بتلاتا ہے۔اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (عزیز حمید کے راستہ کی طرف) وہ راستہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ

اور کافروں نے کہا کیا ہم تمہیں ایسا شخص نہ بتا دیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم پوری طرح ریزہ ریزہ

مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۷ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ

ہو جاؤ گے تو تم ضرور ایک نئی پیدائش میں آجاؤ گے۔ کیا اس شخص نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے،

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۸ اَفَلَمْ يَرَوْا

بلکہ بات یہ ہے کہ جولوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب میں دور کی گمراہی میں ہیں۔ کیا انہوں نے اسے نہیں دیکھا

اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ

جو ان کے سامنے ہے اورجو ان کے پیچھے ہے یعنی آسمان اور زمین ، اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں

اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۹

دھنسا دیں یا ہم ان پر آسمان کے ٹکڑے گرادیں، بلا شبہ اس میں متوجہ ہونے والے ہر بندہ کیلئے نشانی ضرور ہے۔

بعث سے کفار کا تجاہل عارفانہ:

۷: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور کافر کہتے ہیں) قریش کے زعماء نے ایک دوسرے کو کہا۔ هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ (کیا ہم تمہیں ایک ایسا آدمی بتلائیں) اس سے وہ حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی مراد لیتے تھے۔

وجہ تنکیر:

یہ آپ کا تذکرہ نکرہ کے ساتھ کیا حالانکہ آپ ان میں معروف ومشہور تھے۔ اور بعث کے متعلق آپ کی باتیں ان میں شائع و ذائع تھیں۔ درحقیقت آپ ﷺ اور بعث سے تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے یہ بات کہی اس سے ان کا مقصد آپ کی تحقیر اور قیامت کا بعید از عقل ہونا ثابت کرنا تھا۔ يُنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ (جو تم کو خبر دیتا ہے۔ کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم ضرور) خَلْقٍ جَدِيْدٍ (ایک نئی پیدائش میں آؤ گے) وہ تمہیں عجیب عجیب باتیں بتلاتا ہے۔ کہ تم اٹھائے جاؤ گے۔ اور ریزہ ریزہ اور مٹی میں مل جانے کے بعد تم نئی پیدائش میں اٹھائے جاؤ گے تمہارے اجسام کہنگی سے مکمل طور پر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ کل ممزق وہ تمہیں یعنی اجزاء کو مکمل منتشر کر دے گا۔ یہاں ممزق مصدر بمعنی تمزیق ہے اور اذا میں عامل وہ ہے جس پر انکم لفی خلق جدید دلالت کر رہا ہے۔ ای تبعثون ۔ الجدید یہ فعیل بمعنی فاعل ہے یہ بصریین کی رائے ہے۔ کہا جاتا ہے جد فهو جديد جیسے قلّ فهو قليل ۔ اِنَّكُمْ اِنَّ کا فتحہ نہیں پڑھ سکتے کیونکہ اس کی خبر پر لام ہے۔

٨: اِفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا (معلوم نہیں اس شخص نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھا ہے۔) کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھنے والا ہے۔اس میں سے جو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

نحو: ہمزہ استفہام کا ہے اور ہمزہ وصل ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ (یا اس کو کسی طرح کا جنون ہو گیا) وہ جنون اس کو یہ تو ہمات ڈال کر اس کی زبان پر لاتا ہے۔بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ (بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ عذاب) وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ (اور دور کی گمراہی میں ہیں)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ مفتری ہیں اور نہ مجنون وہ اس قسم کی چیزوں سے بری الذمہ ہیں بلکہ یہ قیامت کے منکرین آگ کے عذاب میں مبتلا ہونگے اور حق سے دور ہٹ کر بے خبری میں گمراہی کے گڑھے میں گر رہے ہیں۔اور یہ سب سے بڑا جنون ہے جس کا وہ خود شکار ہیں۔

نکتہ: ان کے عذاب میں پڑنے کو گمراہی میں پڑنا قرار دیا گیا گویا یہ دونوں ایک وقت میں پیش آنے والے ہیں۔کیونکہ ضلال کے لوازم میں وقوع عذاب ہے تو ان کو ہم قرین بنا دیا گیا اور ضلال کی صفت بعید لائی گئی ہے۔یہ اسناد مجازی کی قسم ہے کیونکہ اصل تو بعید ضال کی صفت ہے اس لئے کہ وہی سیدھے راستہ سے دور ہٹتا ہے۔(مگر مجسمۂ ضلالت ہونے کی وجہ سے اس کو ضلال کہہ کر اس کی صفت بنادی)۔

یہ تکذیب کر کے کیسے بچیں گے جب کہ آسمان وزمین اس کے گھیرے میں ہے:

٩: اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ (کیا انہوں نے آسمان وزمین کی طرف نظر نہیں کی جو ان کے آگے اور پیچھے موجود ہیں اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں) اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرا دیں)۔

قراءت: نخسِفْ بهم علی نے ادغام سے پڑھا ہے۔کیونکہ فاء اور باء میں تقارب پایا جاتا ہے۔بعض نے اس کو اس لئے ضعیف کہا کیونکہ فاء کی آواز باء سے زائد ہے۔نشأ نخسف اور نُسقط ان تینوں کو یاء سے عاصم کے علاوہ کوفی قراء پڑھتے ہیں کیونکہ ارشاد افتری علی الله کذبا غائب کے صیغہ سے ہے۔کِسَفًا یہ حفص کی قراءت ہے اور سین کا سکون دیگر قراء نافع، ابن کثیر، ابو عمرو وغیرہ کی قراءت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا وہ اندھے ہیں کہ آسمان وزمین کو نہیں دیکھتے حالانکہ یہ دونوں تو جہاں ہوں۔جس طرف چلیں۔ان کے آگے پیچھے ان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ان کی اطراف سے ان کو نکلنے کی بساط نہیں اور اللہ تعالیٰ کی حکومت سے باہر نہیں جا سکتے۔وہ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اگر زمین میں دھنسا دے۔نمبر۲۔ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا تکذیب آیات اور تکذیب رسول اور تکذیب قرآن کی وجہ سے آگرے جیسا کہ قارون کے ساتھ ہوا اور اصحاب ایکہ کے ساتھ کیا گیا۔اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی، اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور پرندوں کو بھی یہی حکم دیا، اور ہم نے ان کے لیے

الْحَدِيْدَ ۝١٠ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا

لوہے کو نرم کر دیا کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور جوڑنے میں اندازہ رکھو، اور تم سب نیک کام کیا کرو، بلاشبہ میں ان

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝١١ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا

کاموں کو دیکھ رہا ہوں جنہیں تم کرتے ہو۔ اور ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کیا، اس کا صبح کا چلنا ایک ماہ کی مسافت تھا اور اس کا شام کا چلنا ایک ماہ کی مسافت تھا، اور ہم نے

لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ

ان کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا، اور جنات میں بعض وہ تھے جو ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے کام کرتے تھے، اور ان میں سے جو

مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝١٢ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ

شخص ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے دوزخ کا عذاب چکھائیں گے جنات ان کے لیے ان کی فرمائش کے مطابق بڑی بڑی

مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ

عمارتیں اور مجسمے اور حوضوں کے برابر بڑے بڑے لگن اور ایسی دیگیں بناتے تھے جو ایک ہی جگہ جمی رہیں، اے داؤد کے خاندان والو تم شکر کا کام کرو

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝١٣

اور میرے بندوں میں شکر گذار کم ہوتے ہیں۔

شک اس میں) آسمان وزمین میں غور و تدبر کرنے اور جس قدرت الٰہی پر دونوں دلالت کرتے ہیں۔ اس میں لَاٰيَةً (البتہ نشانی ہے) یعنی ضرور راہنمائی ہے۔ لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ (ہر اس بندے کیلئے جو متوجہ ہونے والا ہو) اپنے دل سے اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا، اس کی اطاعت کرنے والا ہو۔ اس لئے کہ منیب بندہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں اس پر غور کرنے سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کو بعث بعد الموت کی قدرت کاملہ اور اپنے منکرین کو سزا دینے کی پوری طاقت ہے۔

واقعہ داؤد اور تسبیح جبال و پرند:

۱۰: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ (اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی۔ اے پہاڑو!)

نحو: نمبر۱۔ یٰجبال یہ فضلًا سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ آتینا سے بدل ہے۔ مگر اس صورت میں قولنا یا جبال سے پہلے مقدر ماننا پڑے

گا۔نمبر۲۔قلنا یاجبال قدرماننا پڑے گا۔اَوِّبِیْ مَعَهٗ (تم بار بار داؤد کے ساتھ تسبیح کرو) یہ لفظ التاویب سے ہے۔ای رجّعی معه التسبیح تم اس کے ساتھ تسبیح کو دوہراؤ۔

تسبیح جبال کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں ایسی تسبیح پیدا کردیتے جوان سے اسی طرح سنائی دیتی جیسی تسبیح کرنے والے سے سنتے ہیں۔یہ معجزہ داؤدی ہے۔وَالطَّیْرَ (اور پرندوں کو بھی حکم دیا)

نحو :اس کا محل جبال پر عطف ہے۔

قراءت: زید نے جبال پر عطف کرکے والطیرُ پڑھا ہے۔

بلاغتِ کلام:

اس نظم میں کمالِ فخامت پائی جاتی ہے۔پہاڑوں کو بمنزلہ عقلاء قرار دیا گیا جو حکم کرنے پر اطاعت کرتے ہیں۔اور جب ان کو بلاؤ تو جواب دیتے ہیں۔اس سے ظاہر فرمایا کہ حیوان ہو یا جماد وہ مشیت الٰہی کا منقاد و مطیع ہے اگر یہ کلام اس طرح ہوتا آتینا داؤدمنا فضلاً تاویب الجبال معه والطیر ۔تو اس میں وہ فخامت شان نہ ہوتی جواب ہے۔وَاَلَنَّالَهُ الْحَدِیْدَ (اور ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کردیا)۔یعنی لوہے کو ان کے لئے مٹی اور گوندھے ہوئے آٹے کی طرح کردیا کہ اپنے ہاتھ سے جس طرح چاہتے بغیر آگ میں تپائے اور ہتھوڑے کے استعمال کے اس کو موڑ لیتے اور جو چاہتے بنا لیتے۔

ایک قول:

یہ ہے کیونکہ ان کو بہت قوت عنایت فرمائی تھی تو لوہا ان کے ہاتھ میں نرم ہوگیا۔

زرہوں کی بناوٹ:

۱۱:اَنِ اعْمَلْ (کہ تم بناؤ)

نحو :یہاں اَنْ ای کے معنی میں ہے۔مطلب یہ ہوا امرنا ہ ان اعمل ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم بناؤ۔

سٰبِغٰتٍ (پوری زرہیں) پوری وسیع زرہیں۔یہ لفظ السبوغ سے ہے۔وہ سب سے پہلے زرہوں کو بنانے والے تھے۔وہ ایک زرہ چار ہزار میں فروخت کرتے۔اس میں سے اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے اور فقراء کو صدقہ کردیتے۔

ایک قول :

یہ ہے آپ بھیس بدل کر نکلتے اور لوگوں سے اپنے متعلق پوچھ گچھ کرتے اور فرماتے داؤد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے وہ اچھی تعریف کرتے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ انسانی شکل میں بھیجا۔اس کی آپ سے ملاقات ہوئی۔آپ نے اپنی عادت مالوفہ کے مطابق اس سے سوال کیا تو اس نے کہا وہ بندہ تو بہت خوب ہے۔اگر ایک بات نہ ہوتی۔وہ یہ ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کا خرچہ بیت المال سے کرتا ہے۔اس وقت آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میرے لئے ایسا ذریعہ پیدا فرما دیا جائے جس کی بناء پر میں

بیت المال سے مستغنی ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے زرہوں کی صنعت آپ کو تعلیم فرمائی۔

وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ (اور جوڑنے میں اندازہ کرو)۔کیلیں نہ تو اس قدر پتلی بناؤ کہ وہ پھٹ جائیں اور نہ اس قدر موٹی کہ کڑیاں ٹوٹ جائیں۔ السرد زرہیں بننا۔ وَاعْمَلُوْا (اور تم عمل کرو) اس میں ضمیر داؤد اور ان کے اہل کی طرف لوٹتی ہے۔ صَالِحًا (نیک) ایسے خالص جو قبولیت کے لائق ہوں۔ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (میں تمہارے سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں) پس میں اس پر تمہیں بدلہ دونگا۔

ہوا کا تابع کرنا:

۱۲: وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ (اور سلیمان کیلئے ہم نے ہوا کو مسخر کیا) سلیمان علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے صبا کو مسخر کیا۔

نحو: ابوبکر، حماد، فضل نے الریحُ کو مرفوع پڑھا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگا: لسلیمان الریح مسخرۃٌ۔ غُدُوُّھَا شَھْرٌ وَّ رَوَاحُھَا شَھْرٌ (اس کا صبح چلنا مہینہ بھر کی مسافت تھی اور اس کا شام چلنا مہینہ بھر کی مسافت تھی) صبح کے وقت تھوڑی دیر میں وہ مہینہ بھر کی مسافت طے کر لیتی اور شام کو چلنا بھی اسی طرح تھا۔ آپ صبح دمشق سے چل کر اصطخر فارس میں قیلولہ فرماتے ان کے مابین ایک ماہ کی مسافت ہے اور شام کو اصطخر سے روانہ ہو کر کابل میں رات گزارتے۔ ان کے مابین تیز شہسوار کیلئے ایک ماہ کی مسافت ہے۔ ایک ول یہ ہے آپ صبح ری میں اور شام سمرقند میں گزارتے۔

تانبے کا چشمہ اُبلنا:

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ الْقِطْرِ (اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا) یعنی تانبے کی کان، القطر، تانبا اور وہ دھات ہے لیکن مہینے میں تین دن بہتا جیسا کہ پانی بہتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام سے قبل یہ پگھلتا نہ تھا۔ اس کا نام عین القطر اس وجہ سے رکھ دیا کہ بالآخر پگھل کر بہنے لگتا ہے۔ گویا انجام کے لحاظ سے نام رکھ دیا۔ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ (اور جنات میں سے بعضے کام کرتے) مَنْ یہ موضع نصب میں واقع ہے ای وسخرنا له من الجن من یعمل۔ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ (ان کے سامنے ان کے رب کے حکم سے) اس کے امر سے وَمَنْ یَّزِغْ (اور جو سرتابی کرے گا) یعنی عدول کرے گا۔ مِنْھُمْ عَنْ اَمْرِنَا (ان میں سے ہمارے حکم سے) یعنی جو حکم ہم نے ان کو اطاعت سلیمان علیہ السلام کا دے رکھا ہے۔ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ (ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے) عذاب سعیر سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک فرشتہ رہتا تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوتا ہے۔ جو جن سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سرتابی کرتا وہ فرشتہ اس کو کوڑا مار کر جلا ڈالتا۔

مصنوعات:

۱۳: یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ (وہ جنات ان کے لئے جو وہ چاہتے بناتے یعنی بڑی بڑی عمارات) محاریب یعنی مساجد نمبر۲۔ مساکن وَتَمَاثِیْلَ (اور مورتیاں) پرندوں و درندوں کی تصاویر، روایت تفسیر یہ ہے: انہوں نے آپ کے تخت کے

نیچے دوشیر اور اوپر دو گدھ بنائے۔ جب آپ تخت پر چڑھنا چاہتے تو شیر اپنے دونوں بازو دراز کر دیتے اور جب آپ تشریف فرما ہو جاتے تو گدھ اپنے سروں سے سایہ کر لیتے۔ اس زمانہ میں تصویر مباح تھی۔ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ (اور حوض جیسے لگن) جفان جمع جفنة اور جوب جمع جابیه۔ بڑا حوض۔

ایک قول:

ایک پیالے پر ایک ہزار آدمی بیٹھ کر کھا سکتے تھے۔

قراءت: مکی اور یعقوب اور سہل نے وقف و وصل میں کالجوابی پڑھا ہے۔ ابوعمرو نے وصل میں ان کی موافقت کی ہے۔ باقی قراء نے کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے بغیر یاء کے پڑھا ہے۔

وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ (اور ایک جگہ جمی رہنے والی دیگیں) جو اپنے چولہوں پر جمی رہتیں ان سے اتاری نہ جا سکتی تھیں کیونکہ وہ جسامت میں بہت بڑی ہوتی تھیں۔ ایک قول یہ ہے یہ یمن میں باقی ہیں۔ اور ہم نے ان کو حکم دیا۔ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا (اے آل داؤد شکریہ ادا کرو) ملک والوں پر رحم کرو۔ اور اپنے رب سے عافیت مانگو۔

فضیل کا قول:

شکرًا مفعول لہ ہے نمبر۲۔ حال ہے اس حال میں کہ وہ شکر کرنے والے تھے۔ نمبر۳۔ مفعول مطلق ہے ای شکرًا کیونکہ اعملوا میں اشکروا کا معنی پایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ منعم کے لئے عمل کرنا اس کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ نمبر۴۔ مفعول بہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے اناسخرنا لکم الجن یعملون لکم ماشئتم فاعملوا انتم شکرا بیشک ہم نے تمہارے لئے جنات کو مطیع کیا تمہارے لئے وہ کام کریں گے جو تمہیں پسند ہیں پس تم شکریہ ادا کرو۔

قول جنید رحمۃ اللہ علیہ:

معبود کے سامنے اپنی پوری کوشش صرف کرنا یہی شکر ہے۔ وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہیں)

قراءت: حمزہ نے عِبَادِیْ کو سکونِ یاء سے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے فتحہ یاء سے پڑھا ہے۔

ادائیگیٔ شکر:

الشکور ادائیگی شکر میں بڑھنے والا اور اس میں اپنی پوری قوت کو صرف کرنے والا ہو۔ اس طرح کہ اس کا دل، زبان، اعضاء تمام کے تمام اعتقاد اور اعتراف اور کوشش کے لحاظ سے اس میں مشغول ہوں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

الشکور وہ ہے جو اپنے تمام احوال میں شاکر ہو۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو ان کو سلیمان کی موت کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو ان کے عصا کو

مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا

کھا رہا تھا، سو جب وہ گر پڑے تو جنات کو پتہ چلا کہ اگر جن غیب کا جانتے ہوتے تو ذلیل کرنے والے عذاب میں

فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝۱۴

نہ ٹھہرے رہتے۔

ایک قول :

یہ ہے جو شکر پر شکر کرے وہ شکور ہے۔

قولِ دیگر:

جو شکر سے اپنی عاجزی کا معترف ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے اپنی رات اور دن کی گھڑیاں اپنے گھر والوں میں تقسیم کر رکھی تھیں۔ کوئی گھڑی چوبیس گھنٹہ میں ایسی نہ تھی جب کوئی نہ کوئی گھر میں سے بارگاہ خداوندی میں نماز میں مصروف نہ ہو (سبحان اللہ)۔

موتِ سلیمانی:

۱۴: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ (پھر جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم جاری کر دیا)۔ ہٗ کی ضمیر کا مرجع سلیمان علیہ السلام ہیں مَا دَلَّهُمْ (تو کسی نے ان کی موت کا پتہ نہ بتایا) جنات کو نمبر ۲۔ آل داؤد علیہ السلام کو عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ (مگر گھن کے کیڑے نے) دیمک اس چھوٹے سے جانور کو سرفۃ کہتے ہیں اور الارض یہ اس کیڑے کا فعل ہے کہ یہ لکڑی کو کھا کر مٹی بنا دیتی ہے اسی لئے اس کی طرف اضافت کی گئی کہا جاتا ہے ارضت الخشبة ارضًا جبکہ اس کو دیمک چاٹ جائے۔ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ (کہ وہ سلیمان کا عصا کھاتا تھا) المنساۃ، عصا، لاٹھی اس کو منسأ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ینسا بھا ای یطرد سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے: اس سے ہانکا اور ہٹایا جاتا ہے۔

قراءت: مِنْسَاته، مدنی ابو عمرو نے بلا ہمزہ پڑھا ہے۔

جنات کی بے خبری:

فَلَمَّا خَرَّ (جب وہ گر پڑے) سلیمان علیہ السلام گر پڑے۔ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ (تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی)۔ جنات کو

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ

واقعی بات ہے قوم سبا کے لیے ان کے ٹھہرنے کی جگہ میں بڑی نشانی تھی، دائیں بائیں دونوں طرف باغوں کی قطاریں تھیں، کھاؤ اپنے رب کے

رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا

رزق سے اور اس کا شکر ادا کرو، عمدہ شہر ہے اور رب بخشنے والا ہے۔ سو انہوں نے روگردانی کی لہذا ہم نے

عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ

ان پر بند کا سیلاب بھیجدیا اور ہم نے ان کے باغوں کے بدلہ میں دو ایسے باغ دے دیئے جن میں بدمزہ پھل اور جھاؤ کے درخت تھے

وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَ هَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

اور کچھ تھوڑے سے بیری کے درخت تھے، ہم نے انہیں یہ سزا ان کے کفر کی وجہ سے دی اور ہم ناشکروں ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔

واضح طور پر معلوم ہوگیا اسکے بعد کہ ان کے عوام وضعفاء پر معاملہ ملتبس تھا۔ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا (اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو وہ نہ رہتے) سلیمان علیہ السلام کی موت کے بعد فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ (ذلیل کرنے والے عذاب میں)۔

روایت میں ہے کہ داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد کو موسیٰ علیہ السلام کے خیمہ کی جگہ رکھا۔ مگر وہ تکمیل سے قبل ہی وفات پا گئے اور سلیمان علیہ السلام کو تعمیر کی وصیت فرمائی آپ نے جنات کو اس کی تکمیل کا حکم دیا۔ جب آپ کی عمر کا ایک سال رہ گیا تو آپ نے بارگاہ رب العالمین میں سوال کیا کہ ان کی موت کو ان پر معمہ بنا دے یہاں تک کہ یہ فارغ ہوں۔ تا کہ جنات کا دعویٰ غیب دانی بھی باطل ہو جائے۔ سلیمان علیہ السلام کی عمر ترپن سال تھی جب آپ نے تخت سنبھالا اس وقت تیرہ سال عمر تھی چالیس سال حکومت کی۔ بیت المقدس کی تعمیر اس وقت شروع کی جب حکومت کا پانچواں سال تھا۔

روایت میں ہے کہ افریدون نے آپ کے تخت پر بیٹھنے کی کوشش کی جب وہ قریب ہوا تو دونوں شیروں نے پنجہ مار کر اس کی پنڈلی توڑ ڈالی اس کے بعد کسی کو تخت کے قریب پھٹکنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔

قوم سبا کا حال:

۱۵: لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ (سبا کیلئے ان کے وطن میں نشانیاں موجود تھیں)۔

نحو: سبا اگر خاندان کا نام مان لیں تو منصرف ہے اور قبیلہ کا نام ہو تو غیر منصرف ہے۔ ابو عمرو اسی کے قائل ہیں۔

قراءت: حمزہ وحفص نے مَسْكَنِهِمْ پڑھا مَسْكِنِهِمْ علی اور خلف نے پڑھا۔ رہائش کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد ان کا وہ شہر ہے جو علاقۂ یمن میں واقع تھا اور اس میں رہتے تھے نمبر۲۔ ان میں سے ہر ہر شخص کی رہائش مراد ہے۔ دیگر تمام قراء نے مساکنہم پڑھا ہے۔ اٰیَةٌ (نشانیاں) جَنَّتٰنِ (دو باغ)۔

نحو: اٰیَةٌ یہ کان کا اسم ہے اور جنتان اس کا بدل ہے۔ نمبر۲۔ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ الایة جنتان۔

آیت ہونے کا مطلب:

یہ کہ جب سبا کے باشندوں نے اللہ تعالیٰ کے شکر سے منہ موڑ لیا تو ہم نے ان سے نعمتوں کو چھین لیا تا کہ عبرت حاصل کریں اور نصیحت پذیر ہوں۔اور کفر کی طرف لوٹ کر نہ جائیں اور نہ ہی نعمتوں کی ناقدری کریں۔نمبر۲۔ان دونوں کو ایسی علامت بنا دیا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت واحسان پر دلالت کرنے والی اور اس کے شکریے کو لازم کرنے والی تھی۔

عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ (دائیں اور بائیں) مراد بہت سارے باغات ہیں جو شہر کے دائیں اور بائیں جانب واقع تھے اور دونوں طرف کے باغات قریب قریب ہونے اور ملے جلے ہونے میں اس طرح تھے گویا کہ وہ ایک ہی باغ ہے جیسا کہ عموماً آباد علاقوں کے باغ ہوا کرتے ہیں۔ یا نمبر۲۔ ہر آدمی کے دو باغات اس کی اپنی رہائش گاہ کے دائیں اور بائیں جانب واقع تھے۔ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ (تم اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو) یہ اس قول کی حکایت ہے جو انبیاء علیہم السلام نے ان کو فرمایا۔یا نمبر۲۔قول کی زبان سے ان کو یہ بات کہی یا وہ اس بات کے حقدار تھے کہ ان کو یوں کہا جائے۔جب ان کو اس بات کا حکم دیا گیا تو اس کے بعد یہ ارشاد باری تعالیٰ لایا گیا۔بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (عمدہ شہر اور بخشنے والا پروردگار) یعنی یہ تمہارا وہ شہر ہے۔جس میں اس نے تمہیں رزق دیا۔یہ پاکیزہ شہر ہے۔اور تمہارا رب وہ ذات ہے جس نے تمہیں رزق دیا اور تم سے شکریے کا مطالبہ بھی اس بخشنے والے رب نے کیا۔جو شکر گزار کو بخشنے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

قوم سبا صنعاء سے تین فرسخ کے فاصلے پر رہائش پذیر تھی۔یہ انتہائی شاداب علاقہ تھا ایک عورت اپنے سر پر ٹوکری لئے اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتی چلی جاتی اور ان درختوں کے نیچے چلتی رہتی۔اس کی وہ ٹوکری گرنے والے پھلوں سے بھر جاتی۔وہ ایسی ستھری سرزمین تھی۔کہ جہاں مچھر، مکھی، چیچڑی، بچھو اور سانپ کا نام نہیں تھا۔جو جوؤں والا مسافر وہاں سے گزرتا تو اس کے عمدہ ہوا کے اثر سے جوئیں مر جاتیں۔

اعراض کا نتیجہ:

۱۶: فَاَعْرَضُوْا (انہوں نے سرتابی کی) یعنی انبیاء علیہم السلام کی دعوت سے منہ موڑ لیا اور ان کو جھٹلایا اور کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت نہیں جانتے جو اس نے ہم پر کی ہو۔فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ (ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا) سیل عرم سے مراد سخت بارش یا عرم وادی کا نام ہے۔یا اس سے مراد وہ چوہا ہے جس نے اس بند کے نیچے سوراخ کیا۔کہتے ہیں کہ جب انہوں نے سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر چوہوں کو مسلط کر دیا جس نے بند کے نچلی جانب سوراخ کر کے ان کو ڈبو دیا۔وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ (اور ہم نے ان دو باغوں کے بدلے میں دو اور باغ دے دیئے) جنتی سے مراد جن کا اوپر ذکر ہوا۔جَنَّتَيْنِ (دو باغ) بدلے میں دیئے جانے والے درختوں کو جنتین کے ساتھ محض مشاکلت کے لئے تعبیر کیا گیا۔اور کلام کی مناسبت کے لئے ایسا کیا گیا ہے

جیسا کہ اس ارشاد میں ہے جزاء سیئة سیئة مثلها [الشوریٰ:۴۰]

ذَوَاتَیْ اُکُلٍ خَمْطٍ (جو بدمزہ پھل والے تھے) خمط وہ پھل جو بدمزہ ہو۔

قراءت: اکل کو ثقل اور تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا یہ نافع اور مکی کی قراءت ہے۔ الخمط پیلو کا درخت یا ہر کانٹے دار وَّاَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ (اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری) الاثل جھاؤ کے مشابہ درخت ہے اس سے کچھ بڑا ہوتا ہے اور اس کی لکڑی عمدہ ہوتی ہے۔

قراءت: جن قراء نے اکل کو تنوین کے ساتھ پڑھا ان کے نزدیک اس کی اصل یہ ہے ذواتی اکلِ خمطٍ پس مضاف کو حذف کر دیا گیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام لے آئے۔ یہ ابوعمرو کے علاوہ دوسرے قراء کا قول ہے۔ نمبر۲۔ اکل کی صفت خمط کے ساتھ لائی گئی گویا اس طرح کہا گیا ذواتی اکل بشع ۔ابوعمرو کے ہاں وجہ یہ ہے کہ اکل خمط کا معنی پیلو ہے گویا عبارت یوں ہے ذواتی بَرِیْرٍ اور الاثل اور سدر دونوں کا عطف اکل پر ہے خبط پر نہیں۔ کیونکہ جھاؤ کا کوئی پھل نہیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

سدر کے ساتھ قلیل کا لفظ لایا گیا کیونکہ وہ ان سے بہتر ہے جو ان کو بدلے میں دی گئیں۔ اس لئے کہ یہ عموماً باغات میں ہوتی ہے۔

۱۷: ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا (ان کو یہ سزا ہم نے ناسپاسی کی وجہ سے دی) یعنی ان کو یہ سزا ان کی ناشکری کی دی۔

نحو: ذلک دوسرا مفعول ہے۔ جو مقدم لایا گیا۔

وَهَلْ نُجٰزِیْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ (اور ایسی سزا بڑے ناشکرے کو دیا کرتے ہیں)۔

قراءت: کوفی قراء ابوبکر کے علاوہ نے یہ پڑھا۔ دیگر قراء نے هل يُجَازٰی الا الكفور پڑھا۔ مطلب یہ ہوا اس جیسی سزا اس کو دی جاتی ہے جو نعمت کی ناشکری کرے اور بالکل قدر نہ کرے۔ نمبر۲: یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے کو یہ سزا دی جاتی ہے۔ نمبر۳: یا یجازی بمعنی یعاقب ہے کیونکہ جزاء کا لفظ اگرچہ عام ہے اور معاقبت اور ثواب ہر دو معنی میں آتا ہے۔ لیکن یہاں خاص مراد ہے اور وہ سزا وہ عذاب ہے۔ قول ضحاک رحمہ اللہ: یہ قوم اس زمانہ فترت میں تھی جو حضرت عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا

اور ہم نے ان کے درمیان اوران بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی بہت سے گاؤں آباد کرر کھے تھے جونظر آتے تھے اور ہم نے ان کے درمیان ان کے چلنے کا

السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا

ایک خاص انداز رکھا تھا، ان میں راتوں کو چلو اور دن میں چلو امن وامان کے ساتھ۔ سوانہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب دوری کر دیجئے ہمارے سفروں کے درمیان،

وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ

اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، سو ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور انہیں پوری طرح تتر بتر کر دیا بیشک اس میں

لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا

ہر صابر وشاکر کے لیے بڑی عبرتیں ہیں اور یہ بات واقعی ہے کہ ان کے بارے میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پالیا سو سب اسکے اتباع میں لگ گئے سوائے

فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ

مومنین کی تھوڑی سی جماعت کے اور ابلیس کا ان لوگوں پر کوئی زور نہ تھا بجز اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم یہ جان لیں کہ آخرت پر ایمان لانے والا

بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿۲۱﴾ ع

کون ہے جو ان لوگوں سے علیحدہ ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں اور آپ کا رب ہر چیز پر نگران ہے۔

قوم سبا کی آبادیاں:

۱۸: وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ (اور ہم نے آباد کر دیے) قوم سبا کے درمیان۔ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا (اوران بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی) وہاں کے رہنے والوں کونعمتوں اور پانیوں میں وسعت عنایت کر کے۔ ان بستیوں سے مراد شام کی بستیاں ہیں۔

قُرًى ظَاهِرَةً (گاؤں جونظر آتے تھے) جو متصل تھے جن کو ایک دوسرے سے دیکھا جا سکتا تھا اس لئے کہ بہت قریب تھے دیکھنے والوں کو نظر آتے تھے۔ اور راستہ چلنے والوں کو بھی نظر آتے تھے۔ ان راستوں سے کچھ دور نہ تھے کہ ان پر مخفی رہیں۔ ان بستیوں کی تعداد چار ہزار سات سو تھی۔ سبا سے شام تک گاؤں متصل تھے۔

وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ (ہم نے ان کے درمیان چلنے کا ایک خاص اندازہ کیا) ہم نے یہ بستیاں ایک مقررہ مقدار پر مقرر کیں۔ مسافر ایک بستی میں اگر قیلولہ کرتا تو شام کو دوسری بستی میں یہاں تک کہ وہ اس طرح سفر کرتے شام کو پہنچ جاتے۔ سِيرُوا فِيهَا (تم ان میں چلو) یعنی ہم نے انہیں کہا تم چلو! حالانکہ وہاں کوئی کہنا نہیں تھا۔ لیکن جب ان کو چلنے کا پورا اختیار حاصل تھا اور

اس کے تمام اسباب میسر تھے تو گویا ان کو چلنے کا کہہ دیا تھا۔ لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ (رات اور دن امن و اطمینان سے) یعنی ان بستیوں میں خواہ تم رات کو چلو۔ خواہ دن کو چلو امن کی وجہ سے رات دن کا فرق نہیں یا نمبر۲۔ ان میں امن سے چلو نہ دشمن کا خطرہ نہ بھوک کا ڈر اور نہ پیاس کا احساس خواہ سفر کتنے ہی دنوں تک دراز ہو جائے۔

نعمت پر اترانا:

۱۹: فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا (پس وہ کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں میں درازی کر دے) کہنے لگے کاش! فاصلہ دور ہوتا تاکہ ہم اپنی تیز رفتار اونٹنیوں پر سفر کرتے اور تجارات میں خوب نفع کماتے اور اسباب و دواب پر فخر کرتے نعمت سے اترانے لگے اور عافیت سے اکتا گئے مشقت و تھکاوٹ کو طلب کیا۔

قراءت: مکی اور ابوعمرو نے بَعِّدْ پڑھا ہے۔

وَظَلَمُوْا (اور انہوں نے ظلم کیا) یہ بات کہہ کر اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ (اپنے اوپر پس ہم نے ان کو افسانہ بنا دیا) جو لوگ بیان کرتے ہیں اور ان کے حالات سن کر تعجب کرتے ہیں۔ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ (اور ہم نے ان کو بالکل تتر بتر کر دیا) ان کو مکمل طور پر منتشر کر دیا لوگ اس کو ضرب الامثال کے طور پر بیان کرتے ہیں کہتے ہیں سبا کا زور ٹوٹ گیا۔ ان کے انعامات جاتے رہے وہ شام کے غسانیوں اور یثرب کے انصاریوں اور تہامہ کے جزامیوں اور عمان کے ازدیوں کے ساتھ مل گئے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بیشک اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ہر صابر کیلئے) جو معاصی سے رکنے والا ہو۔ شَكُوْرٍ (شاکر کیلئے) یعنی نعمتوں کا قدردان ہو یا ہر مؤمن کے لئے کیونکہ ایمان کے دو حصے ہیں نمبر۱۔ نصف شکر۔ نمبر۲۔ نصف صبر۔

شیطان کی وسوسہ اندازی کا جادو:

۲۰: وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ (واقعی ابلیس نے اپنا گمان ان لوگوں کے متعلق صحیح پایا) صدق کو تشدید کے ساتھ کوفی نے پڑھا ہے یعنی ان پر اپنا گمان ثابت کر دیا۔ نمبر۲۔ اپنے کو ان کے متعلق سچا پایا۔ صَدَقَ تخفیف کے ساتھ دیگر قراء نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا اس نے اپنے گمان میں سچ کہا فَاتَّبَعُوْهُ (پس انہوں نے اس کی اتباع)۔

نحو: علیهم اور اتبعوه کی ضمیر اہل سبا کی طرف یا بنی آدم کی طرف لوٹتی ہے۔ اور شیطان نے اپنے بقول مؤمنوں کی تعداد تھوڑی بتلائی۔ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (مگر ایک جماعت ایمان والوں کی) جماعت اس لئے کہا کیونکہ کفار کے مقابلہ میں ان کی تعداد قلیل ہے۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے ولا تجد اکثرهم شاکرین اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیگا۔ [الاعراف: ۱۷]

۲۱: وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ (حالانکہ ابلیس کا ان پر کچھ زور نہیں) جن کے متعلق اس کا گمان درست ثابت ہوا۔ مِّنْ سُلْطٰنٍ سلطان تسلط کو کہتے ہیں اور وسوسہ اندازی سے ان پر غلبہ پانے کو۔ اِلَّا لِنَعْلَمَ (مگر ہم نے معلوم کرنا ہے) اس چیز کو موجود کر کے

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے سوا تم نے جنہیں معبود سمجھ رکھا ہے انہیں پکارو، وہ ایک ذرہ کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں

وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ

نہ زمینوں میں، اور ان دونوں میں ان کا کچھ ساجھا نہیں، اور ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار نہیں۔ اور اس کے پاس سفارش کام نہیں

الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۚ حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ

دے سکتی سوائے اس کے جس کے لیے اجازت دی ہو، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے

قَالَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

کیا فرمایا جواب میں کہتے ہیں کہ حق ہی فرمایا اور وہ برتر ہے بڑا ہے۔

جس کو ہم معدوم ہونے کی حالت میں پہلے سے جانتے ہیں تغیر معلوم پر ہے نہ کہ علم پر مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ (جو کہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان لوگوں میں سے جو کہ آخرت کے متعلق شک میں پڑے ہیں) وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ (اور آپ کا رب ہر شئی پر نگہبان ہے) محافظ ہے فعیل اور مفاعل ایک دوسرے کے معنی دیتے ہیں۔

تمہارے معبود پکارنے کے لائق ہی نہیں:

۲۲: قُلِ (کہہ دیجئے) آپ اپنی قوم کے مشرکین کو کہہ دیں۔ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (تم ان کو پکارو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا معبود سمجھ رہے ہو) یعنی تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا معبود گمان کیا۔ اس میں مفعول اول وہ ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے۔ اور وہ ضمیر یہاں اسی طرح محذوف ہے جیسا کہ اس ارشاد میں أهذا الذى بعث الله [الفرقان:۴۱] یہ حذف بطور استخفاف ہے۔ اس لئے کہ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر طویل ہو گیا اور دوسرا مفعول آلھة ہے اس کو حذف کیا گیا کیونکہ وہ موصوف ہے اور اس کی صفت من دون اللّٰہ ہے۔ اور موصوف کا حذف جائز ہے اور صفت کو اس کے قائم مقام لا سکتے ہیں۔ جبکہ موصوف کلام سے سمجھ آ رہا ہو۔ پس زعم کے دونوں مفعولوں کو دو مختلف سببوں سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم ان کو پکارو جن کی تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی ہے۔ خواہ وہ اصنام ہوں یا ملائکہ ہوں اور تم نے اللہ تعالیٰ کا نام ان کو دے دیا۔ اور تم پیش آئندہ معاملات میں ان کی پناہ ڈھونڈتے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ڈھونڈتے ہو۔ اور ان سے دعا کی قبولیت کے خواستگار ہو جیسا کہ تم ان سے اپنی استجابت کے منتظر ہو پھر ان کے جواب میں فرمایا۔ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (وہ ذرہ بھر اختیار نہیں رکھتے) نہ خیر کا اور نہ شر کا نہ نفع میں سے اور نہ ہی نقصان میں سے۔ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ

(نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ہی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے) اور نہ ان کی ان دونوں کی تخلیق میں کچھ شرکت ہے اور نہ ملکیت میں وَّ مَالَهٗ (اور نہ اللہ تعالیٰ کیلئے) مِنْهُمْ (ان معبودوں میں سے) مِّنْ ظَهِيْرٍ (کوئی مددگار ہے) کوئی معین ہے جو اس کی مخلوق کی تدبیر وانتظام میں معاون ہو۔ مراد یہ ہے کہ جب وہ عاجزی کی اس حالت میں ہیں تو پھر یہ کس طرح درست ہے کہ ان کو اسی طرح پکارا جائے جیسا اس کو پکارا جاتا ہے۔ اور ان کی طرف اسی طرح آس لگائی جائے جیسے اس کی بارگاہ میں آس لگائی جاتی ہے۔

ماذونِ شفاعت والوں کا حال:

۲۳: وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ (اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کسی کیلئے کام نہیں آتی) مگر اَذِنَ لَهٗ (اس کے لئے جس کے لئے وہ اجازت دے دے) یعنی اللہ تعالیٰ اجازت دے دے کہ فلاں شفیع شفاعت کر سکتا ہے۔ لہ یہ لام اجلیہ ہے جیسا کہتے ہیں اُذن لزیدٍ لعمروٍ زید کو عمرو کے حق میں اجازت دے دی گئی ای لاجل عمرو۔ یہ کفار کے قول ھو لاء شفعاؤنا عند الله [یونس:۱۸] کی تردید ہے۔

قراءت: اُذِن له کوفی قراء نے عاصم کے علاوہ پڑھا: حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ (یہاں تک کہ ان کے دلوں سے جب گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے) جیسا شفاعت کرنے والے اور مشفوع لہ کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔ اس کلام سے جس سے اذنِ شفاعت ملتا ہے۔

قراءت: وَفَزَّع شامی نے پڑھا۔ ای الله تعالیٰ اور التفزیعّ ازالة اور الفزع کو کہا جاتا ہے۔

حتٰی (یہاں تک کہ) یہ غایت ہے اس اذن کیلئے جو مفہوم ہو رہا ہے۔ کہ وہاں اذن کا کچھ انتظار کرنا ہوگا۔ اور ٹھہرنا پڑے گا۔ شفاعت وشفعاء سے گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے کہ آیا ان کو اجازت ملتی ہے یا نہیں؟ گویا کلام اس طرح ہے یتربصون ویتوقعون ملیّا فزعین حتی غدا فزع عن قلوبهم (وہ انتظار کریں گے اور گھبراہٹ سے تھوڑی دیر توقع کریں گے یہاں تک کہ ان کے دلوں سے جب گھبراہٹ دور کی جائے گی) قَالُوْا (تو وہ کہیں گے) ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا (تمہارے رب نے کیا کہا وہ کہیں گے) اس نے فرمائی الْحَقَّ (حق بات) اور وہ شفاعت کی اجازت ہے اس کے لئے جس کیلئے اس نے پسند فرمایا۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (وہ عالیشان سب سے بڑا ہے)۔ یعنی بلندیوں والا۔ کبریائی والا ہے۔ کسی فرشتے اور پیغمبر کو جرأت نہ ہوگی کہ اس دن بلا اجازت کلام کر سکے اور اس کی مرضی کے بغیر شفاعت کر سکے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى

آپ فرما دیجئے کہ کون تمہیں رزق دیتا ہے آسمانوں سے اور زمین سے، آپ فرما دیجئے کہ اللہ! اور بے شک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں

اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۲۴ قُلْ لَّا تُسْـَٔــلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔــلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۲۵ قُلْ يَجْمَعُ

یا صریح گمراہی میں ہیں۔ آپ فرما دیجئے ہم نے جو جرم کئے تم سے ان کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے ان کاموں کے بارے میں سوال نہ ہوگا جو تم کرتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ

بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝۲۶ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ

ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمائے گا۔ اور وہ بڑا فیصلہ فرمانے والا ہے۔ خوب جاننے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے مجھے دکھا دو وہ لوگ

بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۷ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ

جنہیں تم نے شریک بنا کر اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے، ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۸

مگر سارے انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

بارِ دیگر:

۲۴: قُلْ (کہہ دیجئے) اس میں آپ کو حکم دیا کہ بار دیگر انہیں فرما دیں۔ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کہ کون تم کو آسمان و زمین سے روزی دیتا ہے)۔

کفار کی گمراہی پر تعریض:

قُلِ اللّٰهُ (آپ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ) پھر آپ کو حکم دیا کہ جواب اور اقرار بھی ان کی طرف سے خود اس طرح دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دیتا ہے اور یہ اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے کہ اس بات کا اعتراف و اقرار وہ اپنے دلوں سے کرنے والے ہیں۔ ہاں بسا اوقات اس کو زبان پر نہ لائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے منہ سے اللہ تعالیٰ کی رزاقیت کو مان لیا تو ان کو لازماً یہ کہا جائے گا پھر تم اس کی عبادت کیوں نہیں کرتے جو تمہیں رزق دیتا ہے اور ان کو اس کی ذات پر ترجیح دیتے ہو جو رزق کی قدرت نہیں رکھتے۔ پھر آپ کو حکم دیا گیا کہ ان کو یہ الزام دینے اور لاجواب کرنے کے بعد اگر وہ زبانی اقرار سے آگے نہیں بڑھے مگر اس بات سے قاصر نہ رہیں گے کہ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (میں یا تم ضرور ہدایت پر یا صریح گمراہی میں ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ موحدین و مشرکین ہر دو فریق میں سے ہر ایک ضرور دو باتیں ہدایت و گمراہی میں سے ایک پر ہے یہ اس منصف کا کلام ہے جس نے اپنے ہر دوست و مخالف کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ تمہارے دوست نے تو تم میں سے ہر ایک کے ساتھ

انصاف کیا ہے۔اس موقعہ پر جو بات کہنی تھی اس کے کہنے کے بعد اس بات پر مخفی دلالت ضرور موجود ہے کہ فریقین میں سے کون ہدایت اور کون کھلی گمرائی میں ہے لیکن تعریض نے مجادل ومقابل کواصل مقصد تک پہنچا دیا اور اس کی مثال وہ ہے جو جھوٹے کو دی جاتی ہے: ان احدنا لکاذب کہ ہم میں سے ایک تو جھوٹا ہے۔

انداز میں فرق:

ہدایت پر علٰی کا لفظ اور ضلال پر فی لایا گیا کیونکہ ہدایت یافتہ گویا عمدہ گھوڑے پر سوار اس کو جدھر چاہتا ہے چوپٹ دوڑاتا ہے۔اور گمراہ گواندھیرے کے سمندر میں ڈبکیاں کھا رہا ہے وہ نہیں جانتا کہ کدھر جائے۔

۲۵: قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (آپ فرما دیجئے تم سے ہمارے گناہوں کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے گناہوں کی باز پرس نہ ہوگی) یہ بات پہلی سے بڑھ کر مخاطب کو انصاف کی طرف دعوت دے رہی ہے وہ اس طرح کہ جرائم کی اسناد مخاطبین کی طرف کی گئی (حالانکہ آپ اس پر مامور ومشکور ہیں) اور تعملون میں عمل کی نسبت مخاطبین کی طرف کی گئی۔(تقاضائے تہذیب وخیر خواہی یہی ہے) حالانکہ ان کو اس سے روکا اور منع کیا گیا ہے۔

۲۶: قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا (کہہ دیجئے کہ ہمارا رب ہم سب کو جمع کریگا) قیامت کے دن ثُمَّ یَفْتَحُ (پھر وہ فیصلہ فرمائے گا)۔ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ (ہمارے مابین حق کے ساتھ) بلاظلم ومیلان کے وَهُوَ الْفَتَّاحُ (اور وہی بڑا فیصلہ فرمانے والا ہے) یعنی حاکم الْعَلِیْمُ (وہ جاننے والا ہے) اپنے فیصلے کو۔

۲۷: قُلْ اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ (کہہ دیجئے! تم مجھے وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے ملا رکھا ہے) یعنی تم نے ان کو ملا دیا ہے۔بِهٖ (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) شُرَكَآءَ (شریک بنا کر) اس کے ساتھ عبادت میں اور ارونی کا معنی یہ ہے ان کا خیال یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی غلطی دکھلائے اور شریک ٹھہرانے کی اس حالت پر مطلع کرے۔ كَلَّا (ہرگز نہیں) یہ کلا ردع اور تنبیہ کیلئے ہے کہ تم اس بات سے باز آؤ اور اپنی گمراہی پر متنبہ ہو جاؤ۔ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ (بلکہ وہی ہے اللہ تعالیٰ زبردست غالب) اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔

نحو: ھو یہ ضمیر شان ہے۔ الْحَكِیْمُ (وہ اپنی تدبیر میں حکمت والا ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے پیغمبر بنائے گئے ہیں:

۲۸: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا)۔ کافۃ للناس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس طرح بھیجا جو بھیجنا ان کے لئے عام ہے اور ان کا احاطہ کرنے والا ہے کیونکہ جب وہ ارسال تمام کو شامل ہے تو پھر اس سے کوئی باہر رہ نہیں سکتا۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۲۹ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو، آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لیے ایک خاص دن کا وعدہ ہے اس سے نہ ایک ساعت پیچھے

عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۳۰

ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔

النصف ع ۹

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

لغت میں کافۃ کا معنی احاطہ ہے مطلب یہ ہوگا ہم نے آپ کو اس طرح بھیجا کہ آپ لوگوں کیلئے انذار وابلاغ کو جمع فرمانے والے ہیں۔ک ضمیر سے یہ حال ہے اور تاء مبالغہ کی ہے جیسا کہ راویۃ اور علامۃ میں ہے۔بَشِيْرًا (خوشخبری سنانے والے) اللہ تعالیٰ کے فضل کی جو اقرار کرے۔وَّ نَذِيْرًا (اور ڈرانے والے) عدل سے جو اصرار کرے۔وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے) پس ان کو ان کی جہالت و ناسمجھی آپ کی مخالفت پر آمادہ کرتی ہے۔

وعدۂ قیامت کے سوال کا جواب:

۲۹: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا) الوعد سے مراد قیامت جس کی طرف اس قول میں اشارہ فرمایا:(قل یجمع بیننا ربنا)[سبا:۲٦] اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو)۔

۳۰: قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ (کہہ دیجئے تمہارے لئے ایک خاص دن کا وعدہ ہے۔)

نحو: میعاد یہ الوعد کا ظرف زمان یا مکان ہے یہاں ظرف زمان ہے۔اس پر وہ قراءت دلالت کرتی ہے جس نے میعادٌ یومٌ پڑھا۔پس یوم اس کا بدل ہے۔اور اضافت بیانیہ ہے جیسا کہتے ہیں بعیر سانیۃ۔

لَا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ (کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو) مطلب یہ ہے تمہارے لئے اس سے پیچھے ہٹنا مہلت طلب کر کے بھی ممکن نہیں اور نہ جلدی مچا کر اس کو آگے بڑھا سکتے ہو۔

وجہ انطباق:

ان کے سوال پر یہ جواب اس طرح منطبق ہوتا ہے کہ انہوں نے قیامت کے بارے میں سوال کیا۔حالانکہ وہ قیامت کے منکر تھے۔انہوں نے یہ سوال طلبِ ہدایت کی خاطر نہ کیا تھا بلکہ محض ضد بازی کی وجہ سے کیا تھا۔اسی لئے جواب بھی تہدید اور دھمکی کے انداز میں دیا گیا جو کہ ان کے انکار و تعنت کے سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب بنتا تھا۔کہ وہ ایسے دن کے منتظر بیٹھے ہیں۔جو اچانک ان کو آلے گا۔اس سے ذرا آگے سرکنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ

اور کافروں نے کہا کہ ہم ہر گز اس قرآن پر اور اس سے پہلے جو کتابیں تھیں ان پر ایمان نہ لائیں گے اور اگر

تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨ الْقَوْلَ ۚ

آپ اس وقت کی حالت دیکھ لیں جبکہ یہ ظالم لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے ، ہر ایک دوسرے پر بات کو ڈال رہا ہوگا ،

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ

نیچے درجہ والے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوتے ، بڑے لوگ

الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ

چھوٹے درجے کے لوگوں سے کہیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا تھا اس کے بعد کہ تمہارے پاس ہدایت آئی ،

بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

بلکہ بات یہ ہے کہ تم مجرم تھے ، اور نیچے درجہ والے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے تھے بلکہ رات دن تمہاری مکاری نے روکا تھا

اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ

جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ شرک کریں اور اس کے لیے شریک قرار دیں اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ندامت کو چھپالیں گے ،

وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، انہیں صرف انہیں کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے

کفار نے قرآن کو واقعی ماننے سے انکار کیا تو قرآن نے ایک موقف محشر کی خبر دی:

۳۱: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور کافر کہتے ہیں) ابو جہل اور اس کے پیروکار۔ لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ (نہ تو اس قرآن پر ہم ایمان لائیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر) بین یدیہ قرآن مجید سے پہلے اترنے والی کتابیں۔ یا قیامت اور جنت و دوزخ۔ مطلب یہ ہے انہوں نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی واقعی کتاب ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جو قرآن مجید جزاء کے لئے دوبارہ اٹھائے جانے کی بات کہتا ہے اس کو واقعی ماننے سے انکار کر دیا۔ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ (اگر آپ اس وقت کی حالت دیکھیں جب یہ ظالم کھڑے کیے جائیں گے) روکے جائیں گے عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ (اپنے ربّ کے سامنے لوٹاتے ہونگے) اپنے رب کے سامنے ڈالتے ہونگے۔ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨ الْقَوْلَ (ایک دوسرے پر بات کو) جھگڑے اور

جدال میں۔اس آیت میں ان کے آخرت میں ہونے والے انجام اور نتیجے کی خبر دی گئی۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کوفرمایا۔اگر تم آخرت میں ان کے موقف کو دیکھو جبکہ وہ طرح طرح سے جواب وسوال میں کھینچا تانی کر رہے ہونگے تو تم تعجب میں پڑ جاؤ۔تو جواب کو حذف کر دیا گیا۔یَقُوْلُ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا (ادنیٰ درجہ کے لوگ کہیں گے) پیروکار لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا (بڑے لوگوں کو) روساء، لیڈروں کو لَوْلَآ اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ (اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے) اگر تم ہمیں کفر کی طرف نہ بلاتے تو ہم اللہ اور اس کے رسول پر یقین کرنے والے ہوتے۔

۳۲: قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰکُمْ عَنِ الْھُدٰی (یہ بڑے لوگ ان ادنیٰ درجہ کے لوگوں کو کہیں گے کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روکا تھا)

نحو: نحن اسم ضمیر پر ہمزۂ استفہام انکاری لایا گیا۔کیونکہ رؤساء کا مقصد اس بات سے انکار کرنا ہے کہ انہوں نے ان کو حق و ہدایت سے روکا ہے اور اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو ہدایت سے روکا اور اپنے اختیار سے گمراہی لی ہے۔ بَعْدَ اِذْ جَآءَ کُمْ (اس کے بعد کہ وہ تمہیں پہنچ چکی تھی)

نحو: اذ کو جاء کی طرف اضافت کے ساتھ لائے۔اگرچہ اذ اور اذا ایسے ظروف میں سے ہے جن کو ظرفیت لازم ہے کیونکہ زمان میں جو وسعت ہے وہ دوسروں میں نہیں اسلئے اس کی طرف زمان کی اضافت کر دی۔بَلْ کُنْتُمْ مُّجْرِمِیْنَ (بلکہ تم ہی قصوروار ہو) اپنے اختیار سے کفر اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دی ہماری بات اور تزیین سے تم نے ہرگز کفر اختیار نہیں کیا۔

کمزوروں کا جواب:

۳۳: وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا (اور یہ کمزور لوگ اپنے ان رؤساء سے کہیں گے)۔

سوال: یہاں حرف عطف وقال الذین استضعفوا میں لائے۔جبکہ قال الذین استکبروا میں نہیں لایا؟

جواب: الذین استضعفوا پہلے ان کے کلام میں گزر چکا اس کا جواب حرف عاطف کو حذف کر کے جملہ متانفہ کے طریقہ سے لائے۔پھر مستضعفین کا دوسرا کلام ذکر کیا۔تو ان کے اولا کلام پر عطف کر دیا۔

بَلْ مَکْرُ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ (بلکہ تمہاری رات دن کی تدابیر نے روکا) بلکہ تم ہمارے ذریعہ دن رات تدابیر اختیار کرتے تھے۔ظرف کو وسعت دے کر مفعول کی جگہ لائے اور مکر کی اضافت اس کی طرف کر دی۔نمبر۲۔ان کے دن رات کو مکر کرنے والے قرار دیا۔یہ بطور اسناد مجازی کیا یعنی دن رات مکر کرنا یہ کہ لمبی دیر تک تم نے سلامتی سے دن رات گزارے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا تم حق پر ہو۔اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّکْفُرَ بِاللّٰہِ وَنَجْعَلَ لَہٗٓ اَنْدَادًا (جب کہ تم ہمیں فرمائش کرتے رہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لئے شریک قرار دیں) انداداً کا معنی مشابہ۔مطلب یہ ہے جب مستکبرین نے اپنے اس قول سے کمزوروں کی بات کا انکار کیا أنحن صدد ناکم کہ ہم تمہارے کفر کا سبب نہیں ہیں اور یہ کہہ کر بل کنتم مجرمین ثابت کیا کہ کفر تم نے اپنے اختیار و کسب سے حاصل کیا۔پیروکاروں نے ان کی بات کو دوبارہ تردید کرتے ہوئے کہا بل مکر

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْھَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِہٖ کٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قَالُوْا

اور کسی بستی میں ہم نے کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر ہوا یہ کہ ان کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ بلاشبہ تم جو کچھ لے کر بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے ہ اور انہوں نے کہا کہ

نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ

ہمارے اموال و اولاد تم سے زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب ہونے والا نہیں ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میرا رب جس کے لیے چاہے

لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ

روزی کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہے تنگ کر دیتا ہے اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اور تمہارے اموال اور اولاد ایسے نہیں ہیں

تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓی اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ

جو تمہیں ہمارا مقرب بنا دیں مگر ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، سو ان لوگوں کے لیے ان کے اعمال کی وجہ سے ایسا صلہ ہے جو بڑھا چڑھا کر

بِمَا عَمِلُوْا وَھُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ

دیا جائے گا اور وہ بالاخانوں میں امن وچین سے ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں ہرانے کی کوشش کرتے ہیں

اُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ

یہ وہ لوگ ہیں جو عذاب میں حاضر کیے جائیں گے، آپ فرما دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے روزی کو فراخ

عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ ۚ وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے اور جو بھی کوئی چیز تم خرچ کرو گے سو وہ اس کے بعد اس کا عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

الیل و النھار ۔گویا ان کے اضراب کو اپنے اضراب سے باطل قرار دیا۔ گویا کہ اس طرح کہا جرم ہماری طرف سے نہ تھا۔ بلکہ جرم کی آمد تمہارے مکر کی وجہ سے تھی جو دن رات ہم پر چلتا رہا اور تم نے ہمیں شرک اور اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے پر آمادہ کیا۔ وَاَسَرُّوا النَّدَامَۃَ (وہ لوگ شرمندگی کو پوشیدہ رکھیں گے) چھپائیں گے یا نمبر۲۔ظاہر کریں گے۔ یہ اسروا کا لفظ اضداد میں سے ہے اور وہ اپنے اس قول میں ظالم ہیں۔ اذ الظالمون موقوفون [سبا: ۳۱] بڑے لوگ ان کی گمراہی پر شرمندہ ہونگے اور ان کے اضلال پر نادم ہونگے اور ادنیٰ لوگ ان کی گمراہی پر نادم ہونگے اور اس بات پر کہ انہوں نے گمراہوں کی پیروی کی۔ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ (جبکہ عذاب کو دیکھیں گے) جہنم کو وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِیْٓ اَعْنَاقِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے) یعنی ان کی گردنوں میں جس کی وجہ سے وہ اغلال کے مستحق ہوئے اس پر دلالت کی بناء پر صراحۃً فرمایا۔ ھَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان کو ایسا ہی بدلہ دیا گیا جیسا وہ کرتے تھے) دنیا کی زندگی میں۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

۳۴: وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ (اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرسنانے والا نہیں بھیجا) نذیر سے یہاں پیغمبر مراد ہے۔ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ (مگر کہ وہاں کے خوشحال طبقہ نے یہی کہا) مترف سے عیش پرست اور رؤساء مراد ہیں۔ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ کٰفِرُوْنَ (ہم توان احکام کے منکر ہیں جوتم دے کر بھیجے گئے)۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے۔ کیونکہ آپ کو اپنی قوم کی طرف سے تکذیب قرآن اور کفر بالقرآن کا سامنا تھا۔ بتلایا کہ کسی قوم کی طرف جب بھی کوئی نذیر آیا تو ان کو وہاں کے لوگوں نے وہی کہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ رہے ہیں کفار مکہ کثرتِ اموال واولاد پر فخر کرنے لگے جیسا کہ فرمایا:

۳۵: وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ (اور انہوں نے یہ بھی کہا ہم مال واولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کو) بِمُعَذَّبِيْنَ (کبھی عذاب نہ ہوگا) ان کی مراد یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے معزز ہیں اس لئے وہ ان کو عذاب نہ دے گا۔ اس کی دلیل وہ اپنی دنیا کے حالات کو پیش کرتے تھے ان کے گمان میں یہ بات تھی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت والے نہ ہوتے تو ان کو رزق نہ ملتا اور اگر مؤمن حقیر نہ ہوتے تو رزق سے محروم نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس گمان کو باطل قرار دیا کہ رزق تو فضل الٰہی ہے اس کو جس طرح چاہتا ہے وہ تقسیم کرتا ہے بسا اوقات نافرمان پر وسعت کر دیتا اور مطیع پر تنگی کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا الٹ ہوتا ہے اور بعض اوقات دونوں ہی پر وسعت کرتا ہے اور دونوں پر تنگ بھی کر دیتا ہے اس پر ثواب کے معاملے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۳۶: قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ (کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے) وَیَقْدِرُ (اور جس کو چاہتا ہے کم کر دیتا ہے)۔ قَدْرُ الرزق کا معنی تنگ کرنا جیسا کہ فرمایا ومن قُدر علیه رزقه [الطلاق:۷] وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ واقف نہیں) اس بات سے۔

۳۷: وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِیْ (تمہارے اموال واولاد ایسی چیز نہیں) تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤی (جوتم کو درجہ میں ہمارے مقرب بنا دے) نہ تمہارے سارے اموال اور نہ تمہاری ساری اولادیں ایسی ہیں جو کہ تمہیں مقرب بنا دیں۔

نحو: یہاں جماعۃ اموال واولاد معنی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں جمع مکسر کے صیغے دونوں ہیں اور جمع تکسیر میں عقلاء وغیر عقلاء تانیث وتذکیر میں برابر ہوتے ہیں۔ جماعۃ اگرچہ مؤنث ہے مگر اس سے کچھ فرق نہ پڑیگا۔ الزلفی والزلفة یہ القربی اور القربة کی طرح ہے۔ زُلفی محلاً منصوب ہے ای تقربکم قربةً جیسا کہ اس ارشاد میں والله انبتکم نباتاً [نوح:۱۷]

اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (مگر جو شخص ایمان لایا اور نیک عمل کیے)

نحو: کُم جو کہ تقربکم میں ہے اس سے استثناء ہے یعنی مال کسی کو مقرب نہیں بنا سکتا مگر مؤمن صالح کو جو کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرتا ہے اور اولاد کسی کو مقرب نہیں بنا سکتی مگر اس شخص کو جس نے اولاد کو خیر و بھلائی سکھائی اور ان کو دین میں سمجھ دار بنا دیا اور صلاح وطاعت ان میں راسخ کر دی۔

قول ابن عیسیٰ رحمہ اللہ:

اِلَّا لکن کے معنی میں ہے اور من شرطیہ ہے اس کا جواب اولئك هم جزاء الضعف ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا (پس ایسے لوگوں کیلئے دوگنا بدلہ ان کے عمل کا ہے)۔

نحو : جزاء الضعف میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف کردی گئی ہے۔ اس کی اصل اس طرح ہے فاولئك لهم ان يجازوا الضعف ثم جزاء الضعف ثم جزاء الضعف۔ پس وہ لوگ جن کے لئے یہ ہے ان کو دوگنا بدلہ دیا جائے پھر دوگنا بدلہ پھر دوگنا بدلہ۔

جزاء الضعف کا مطلب:

یہ ہے کہ ان کی ایک نیکی کو دس تک بڑھا دیا جائے گا۔

قراءت: یعقوب نے جزاء الضعفُ پڑھا علی نے فاولئك لهم الضعف جزاء بما عملوا یعنی ان کے اعمال کے سبب۔

وَ هُمْ فِی الْغُرُفٰتِ (اور وہ بالا خانوں میں) جنت کے مکانات کے بالا خانے ۔

قراءت: حمزہ نے فی الغرفة پڑھا ہے۔

اٰمِنُوْنَ (چین سے ہونگے) ہر خوفناک و مشغول کر دینے والی سے۔

۳۸: وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰيٰتِنَا (اور وہ لوگ جو ہماری آیات کے متعلق کوشش کررہے ہیں) ان کو باطل کرنے میں مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ (تھکانے کیلئے وہ عذاب میں) مُحْضَرُوْنَ (حاضر کیے جائیں گے)۔

۳۹: قُلْ اِنَّ رَبِّیْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ (آپ فرما دیجئے بیشک میرا رب رزق فراخ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے اور تنگی سے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو چیز تم خرچ کرو گے پس وہ اس کا بدلہ دیگا) يبسط کا معنی وسعت دینا ما انفقتم میں ما شرطیہ ہے۔ اور موضع نصب میں واقع ہے۔ من شئ میں من بیانیہ ہے۔ يخلفه کا معنی عوض دینا ہے اس کے سوا کوئی عوض دینے والا نہیں خواہ وہ جلد مال سے دے یا ایک وقت مقررہ پر ثواب سے دے۔

نحو : جواب شرط هو خير الرازقين ہے۔

وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے) الرازقين (کا معنی کھانا کھلانے والا) کیونکہ جو بھی رزق اس کے علاوہ بادشاہ یا آقا یا کوئی اور پہنچاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کا رزق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں جاری فرمایا ہے رزق کا خالق وہی ہے اور ان اسباب کا بھی خالق ہے جن سے مخلوق رزق کا فائدہ اٹھاتی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا الحمد لله الذی

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور جس دن اللہ ان سب کو جمع فرمائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ

فرشتے عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں، آپ ہمارے ولی ہیں ان سے ہمارا کچھ تعلق نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر ان پر

بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ

ایمان لائے ہوئے تھے۔ سو آج تم میں سے بعض بعض کے لیے کسی نفع یا ضرر کا مالک نہیں، اور ہم ظالموں سے

لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰى

کہیں گے کہ دوزخ کا عذاب چکھ لو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ اور جب ان پر ہماری واضح

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ

آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو یہی چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو ان چیزوں سے روک دے جن کی تمہارے

يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ

باپ دادے عبادت کیا کرتے تھے، اور انہوں نے کہا کہ یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے، اور کافروں نے حق کے بارے میں کہا

لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا

جب ان کے پاس آ گیا کہ یہ محض ایک جادو ہے کھلا ہوا۔ اور ہم نے انہیں کتابیں نہیں دی تھیں جن کو وہ پڑھتے پڑھاتے ہوں،

وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ؕ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا

اور ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا۔ اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے تکذیب کی، اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا یہ لوگ اس کے دسویں

مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ ع

حصہ کو بھی نہیں پہنچے، سو انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا، سو کیسا ہوا میرا عذاب؟

اَوجدنی وجعلنی ممن یشتھی، فکم من مشتہٍ لا یجدو واجد لا یشتھی۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لائق ہیں جس نے مجھے وجود دیا اور ان لوگوں میں سے بنا دیا جو چاہنے والے ہیں۔ کتنے ہی چاہنے والے ہیں جو کچھ نہیں پاتے اور کتنے پانے والے ہیں۔ جو چاہنے والے نہیں۔

محشر کا ایک منظر:

۴۰: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ (اور جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع فرمائے گا پھر فرمائے گا)۔لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (فرشتوں کو کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے)۔

قراءت: یحشر اور یعبدون کو یاء سے حفص یعقوب نے پڑھا ہے۔نافع' ابن کثیر' ابوعمرو نے تاء سے پڑھا ہے۔اس میں فرشتوں کو خطاب کر کے کفار کو خبردار کیا گیا یہ مثل مشہورہ کے مطابق لایا گیا ایاك اعنی واسمعی یا جارة یہ مثال اس کے لئے بیان کی جاتی ہے جو مخاطب اور کو کرے اور مراد دوسرے کو سنانا ہو جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ءَ انت قلت للناس اتخذونی الآیة [المائدہ:۱۱۶] اس میں خطاب عیسیٰ علیہ السلام کو ہے مگر غیر اللہ کی پوجا کرنے والے سب کو سنانا مقصود ہے۔

غیر اللہ کی عبادت پر رضامندی سے براءت:

۴۱: قَالُوْا (وہ عرض کریں گے) یعنی فرشتے سُبْحٰنَكَ آپ (پاک ہیں) آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کے ساتھ اور کی عبادت کی جائے۔اَنْتَ وَلِيُّنَا (ہمارا تو آپ سے تعلق ہے) الموالات یہ معادات کے خلاف ہے یہ ولی کے لفظ سے مفاعلہ اور وہ قرب کو کہا جاتا ہے اور ولی کا اطلاق موالی (غلام) اور موالی (سردار) دونوں پر ہوتا ہے۔مطلب یہ ہے تیری ہی ذات سے ہم موالات کرتے ہیں۔مِنْ دُوْنِهِمْ (نہ کہ ان سے) اس لئے کہ ہمارے اور ان کے مابین کچھ موالات نہیں۔پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی موالات کو ثابت کر کے اور کفار کی معادات ظاہر کر کے واضح کیا کہ وہ غیر اللہ کی عبادت پر رضامندی سے بری الذمہ ہیں۔ کیونکہ وہ اس طرح حالت رکھتا ہو اس کی حالت اس کے منافی ہے۔بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ (بلکہ وہ جنات کی عبادت کرتے تھے) جن سے مراد شیاطین ہیں۔عبادت کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت میں شیاطین کی اطاعت کی۔نمبر۲۔یا وہ جنات بتوں کے پیٹ میں گھس جاتے جب لوگ بتوں کی عبادت میں مصروف ہوتے۔پس بتوں کی عبادت کے ساتھ ان کی بھی عبادت کی جاتی۔نمبر۳۔یا شیاطین نے لوگوں کو جنات کی ایسی اشکال بنا کر پیش کیں جن کے متعلق یہ تصور دیا کہ یہ فرشتوں کی صورتیں ہیں۔پس تم ان کی پوجا کرو۔اَكْثَرُهُمْ (ان کی اکثریت) مراد انسانوں کی اکثریت یا کفار کی اکثریت بِهِمْ (ان پر) یعنی جنات پر مُّؤْمِنُوْنَ (اعتقاد جمانے والے تھے)۔

۴۲: فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا (پس آج کے دن تم میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا) کیونکہ اختیار تمام تر اللہ تعالیٰ وحدہ ہی کے لئے ہے۔اس میں کوئی کسی کیلئے ذرہ بھر منفعت و ذرہ بھر نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اس لئے کہ یہ ثواب وعقاب کی جگہ ہے اور ثواب دینے اور سزا دینے والا وہ خود ہے۔پس اس جہان کی حالت دنیا کی حالت سے بہت مختلف ہے۔کیونکہ دنیا دار التکلیف ہے۔اور لوگوں کو دنیا میں آزادانہ طور پر ایک دوسرے سے نفع اٹھانے اور پہنچانے اور نقصان دینے اور دلانے کا پورا اختیار حاصل ہے۔مراد یہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ہی ضار و نافع ہونگے۔پھر ظالمین

کا انجام اس قول سے ذکر کر دیا۔ ونَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (ہم ظالموں کو کہیں گے) ظالم ان کو اس لئے کہا کہ انہوں نے عبادت کو غیر محل میں رکھ دیا۔

نحو: اس کا عطف لا یملك پر ہے۔

ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِیْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (تم آگ کے اس عذاب کو چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے) یعنی دنیا میں۔

قرآن کو سحر کہنے والے شرک کے مدعی کس طرح بن بیٹھے:

۴۳: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا (جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے۔ بَیِّنٰتٍ (جو صاف صاف ہیں) واضح ہیں۔ قَالُوْا (وہ کہتے ہیں) یعنی مشرکین مَا هٰذَا (نہیں ہے یہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (مگر یہ ایک ایسا شخص ہے جو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں ان چیزوں سے باز رکھے جن کی عبادت تمہارے بڑے کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ محض تراشا ہوا جھوٹ ہے اور کافر کہتے ہیں) هذا کا مشار الیہ قرآن ہے اور وہ کہتے ہیں قرآن سے عدول یہ ان کے بڑے انکار اور سخت غصے کی علامت ہے۔ لِلْحَقِّ (حق کو) یعنی قرآن مجید کو یا تمام امر نبوت کو لَمَّا جَآءَهُمْ (جبکہ وہ ان کے پاس پہنچا) اور وہ اس کی مثال لانے سے عاجز آ گئے۔ اِنْ هٰذَآ (بیشک یہ) یعنی حق اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (نہیں ہے مگر صریح جادو) انہوں نے پہلے قطعی طور پر کہا کہ یہ جادو ہے پھر قطعیت کے ساتھ کہا کہ صریح جادو ہے ہر عاقل غور کرے تو اس کو جادو نام دے گا۔

۴۴: وَمَآ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَهَا (اور ہم نے ان کو کتابیں نہیں دی تھیں کہ وہ ان کو پڑھتے پڑھاتے ہوں) یعنی ہم نے مشرکین مکہ کو کتابیں نہ دی تھیں کہ جن کو وہ پڑھتے پڑھاتے ہوں۔ جن میں شرک کے صحیح ہونے پر دلیل موجود ہو۔ وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِیْرٍ (اور ہم نے آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا تھا) اور نہ ہی ہم نے ان کی طرف کسی کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا جو ان کو عقاب و سزا سے ڈرائے اگر وہ شرک نہ کریں مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کی طرف کوئی پیغمبر نہیں بھیجا جس نے ان کو شرک کی دعوت دی ہو اور ترک شرک پر عذاب سے ڈرایا ہو پھر یہ شرک کے مدعی کیسے بن بیٹھے۔

۴۵: پھر ان کی تکذیب پر ان کو ڈرایا فرمایا: وَكَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور ان سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی) یعنی ان سے پہلی جو امتیں اور زمانے گزرے انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی جیسا انہوں نے کی ہے۔ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَیْنٰهُمْ (اور وہ تو اس سامان کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا) یعنی اہل مکہ تو عمروں کی طوالت، قوتِ اجسام اور کثرتِ اموال میں گزشتہ امتوں کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے۔ فَكَذَّبُوْا رُسُلِیْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ (پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا پس کیسا ہوا میرا عذاب۔) ان سے پہلے تکذیب کرنے والوں کو پھر ان کو ایسے عذاب سے محتاط ہونا چاہیے۔ رُسُلِیْ ۔ وصل وقف دونوں حالتوں میں یعقوب نے یاء سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے جب انہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلا دیا تو میرا انکار ان پر تباہی و استیصال لایا۔ اور جن چیزوں کو وہ سہارا قرار دیتے تھے وہ ان کو فائدہ مند نہ ہوئیں۔ پھر ان کا کیا

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا

آپ فرما دیجئے کہ میں تمہیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ تم اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر تم سوچو تمہارے

بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝۴۶

ساتھی کو کوئی دیوانگی نہیں ہے وہ تو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں ڈرانے والا ہے۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

آپ فرما دیجئے کہ میں نے جو کچھ تم سے معاوضہ کا سوال کیا ہو سو وہ تمہارے لیے ہی ہے میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے، اور وہ ہر چیز پر

شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۴۷ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۴۸ قُلْ جَآءَ

اطلاع رکھنے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ بے شک میرا رب حق کو غالب کر دیتا ہے وہ پوری طرح غیبوں کا جاننے والا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ حق

الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۝۴۹ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى

آ گیا اور باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر

نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۝۵۰

پڑے گی اور اگر میں ہدایت پر رہوں تو اسی وحی کی بدولت جو اللہ میرے پاس بھیج رہا ہے، بے شک وہ سننے والا ہے قریب ہے۔

معاملہ ہے خود سوچ لیں؟

نکتہ: فرمایا فکذبوا رسلی حالانکہ اس سے قبل یہی مضمون و کذب الذین من قبلھم میں آچکا اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ جواب یہ ہے کہ جب و کذب الذین من قبلھم اور فعل الذین من قبلھم کا معنی تکذیب ہے اور انہوں نے اس کا ارتکاب کیا ہے تو تکذیب رسل کو مسبب عنہ قرار دیا اور اس کی مثال یہ قول ہے اقدم فلان علی الکفر فکفر بمحمدٍ ﷺ۔

قومی غیرت کو ایک طرف رکھ کر سوچو تو حق ضرور مل جائے گا:

۴۶: قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ (آپ کہہ دیجئے میں تمہیں صرف ایک بات سمجھاتا ہوں) ایک بات کی اور اس کی تفسیر اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ سے کی۔ (کہ تم اللہ تعالیٰ کیلئے کھڑے ہو جاؤ)۔

نحو: یہ اس کا عطف بیان ہے۔ یہ بدل ہے ان دونوں صورتوں میں یہ محل جر میں ہے۔ نمبر۲۔ یہ محل رفع میں ہے۔ اس کی تقدیر عبارت یہ ہوگی ھی ان تقوموا۔ نمبر۳۔ اعنی کو مقدر مان کر نصب پڑھیں۔ نمبر۱۔ قیام سے مراد یہاں مجلس رسول ﷺ سے اٹھ جانا اور آپ کے پاس سے منتشر ہونا ہے۔ نمبر۲۔ قیام سے مراد اس کا قصد کرنا ہے اس سے ہٹ جانا اور اٹھ جانا مراد نہیں۔ اب مطلب

یہ ہے میں ایک بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہوں اگر تم اس کو اختیار کرلو تو حق کو پالو گے۔اور کفر سے چھوٹ جاؤ گے۔وہ یہی ہے کہ تم خالص اللہ تعالیٰ کی ذات کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔نہ عصبیت وقومی غیرت کی خاطر بلکہ طلب حق کے لئے۔

مَثْنٰی (دو،دو) وَفُرَادٰی (اور ایک،ایک) ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا (پھر تم سوچو) حضرت محمد ﷺ اور جو چیز وہ لے کر آئے ہیں ان کے متعلق پھر دو سوچنے والے وہ سوچ کر ان میں سے ہر ایک اپنی فکر و سوچ دوسرے کے سامنے پیش کرے گا۔وہ دونوں اس میں سچائی اور انصاف کی نگاہ سے دیکھیں گے یہ صحیح نظر ان کو حق تک لے آئے گی۔بالکل اسی طرح ایک فرد اپنے دل میں غور کرے گا۔اور عدل و انصاف سے کام لے گا اور اپنی فکر کو عقل پر پیش کرے گا تو وہ بھی حق کو ضرور پالے گا۔

باقی دو اور ایک الگ ہونے کا مطلب یہ ہے اجتماع و اکٹھ سے دلوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے۔اور بصیرت اندھی ہو کر دیکھنے سے روک دیتی ہے انصاف پر کم نگاہ پڑتی ہے جھکاؤ زیادہ ہوتا ہے اور تعصب کا شور جوش زن ہوتا ہے۔اور فقط وہ بات سنی جاتی ہے جو اپنے مذہب کیلئے مددگار ہو۔

نحو :اور تتفکروا کا عطف تقوموا پر ہے۔

مَا بِصَاحِبِكُمْ (اور تمہارے ساتھی کو نہیں ہے) یعنی محمد ﷺ کو مِّنْ جِنَّةٍ (ذرہ بھر جنون) مطلب یہ ہے کہ پھر سوچو۔جس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے ساتھی کو جنون نہیں۔اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ (وہ فقط تمہیں ایک آنے والے سخت عذاب سے ڈرانے والا ہے) بین یدیّ کا معنی سامنے آگے،عذاب شدید سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔یہ اس ارشاد نبوی ﷺ کی طرح ہے بعثت بین یدی الساعة [احمد ۱/۳۱،مسلم ۸۶۷،نسائی ۳/۱۸۸۔ابن ماجہ،۴۵]

۴۷: پھر واضح فرمایا کہ میں اس انذار پر تم سے مزدوری کا طالب نہیں ہوں۔قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ (کہہ دیجئے اگر میں نے تم سے کچھ معاوضہ مانگا ہو) اپنے اس انذار اور تبلیغ رسالت پر فَهُوَ لَكُمْ (تو وہ تمہارا ہی رہا) یہ شرط کی جزاء ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ای شئی سالتکم من اجر (میں نے اس پر مزدوری میں کونسی چیز تم سے مانگی ہے)۔یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ما یفتح اللہ للناس من رحمة [فاطر:۲] مطلب سرے سے مزدوری کے مطالبے کی نفی ہے۔جیسے کہتے ہیں:مالی فی ھذا فھو لك ای لیس لی فیه شئ اس میں میرے لئے کچھ نہیں اِنْ اَجْرِیَ (میرا معاوضہ تو)

قراءت: مدنی،شامی،حفص،ابوعمرو نے نصب یاء کے ساتھ پڑھا اور باقی قراء نے سکون یاء سے پڑھا ہے۔

اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ (بس اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے۔اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے) پس وہ جانتا ہے کہ میں تمہیں نصیحت کرنے اور دعوت دینے پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔میں تو اسی سے اجر لوں گا۔

حق سے باطل کو پاش پاش کر دیا جائے گا:

۴۸: قُلْ اِنَّ رَبِّیْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ (آپ کہہ دیجئے میرا رب حق کو غالب کرتا ہے) وحی کے ذریعہ۔القذف کا معنی تیر کو متوجہ کرنا اور اعتماد سے قصد کرنا۔ڈالنے کے معنی میں بطور استعارہ استعمال کیا جاتا ہے۔اور اس ارشاد میں یہی معنی ہے۔وقذف فی

قلوبھم الرعب[الاحزاب:۲۶] اسی طرح اس ارشاد میں ۔ **ان اقذفیه فی التابوت** [طٰہٰ:۳۹] **یقذف بالحق** کا مطلب وحی کا القاء کرنا اور بھیجنا ہے ۔ یا حق کو باطل پر پھینک کر پاش پاش اور تتر بتر کر دینا ہے ۔ **عَلَّامُ الْغُيُوْبِ** (وہ علام الغیوب ہے) یہ **یقذف** کی ضمیر سے بدل ہے ۔ نمبر۲ ۔ مبتدأ محذوف ھو کی خبر ہے ۔

۴۹: **قُلْ جَآءَ الْحَقُّ** (کہہ دیجئے حق آ گیا) حق سے اسلام اور قرآن مراد ہے **وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ** (اور باطل کرنے دھرنے کا نہ رہا) ۔ یعنی باطل زائل ہو گیا اور تباہ و برباد ہوا کیونکہ ابداء و اعادہ یہ اللہ تعالیٰ کی جو حی و قیوم ہے اس کی صفات سے ہے ۔ پس ان کا عدم یہ ہلاکت کی تعبیر ہے حاصل یہ ہوا حق آیا اور باطل بھاگ گیا جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: **جاء الحق وزھق الباطل** [الاسراء:۸۱]

قولِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے ۔ اس وقت کعبہ کے گرد بت تھے ۔ آپ ان کو نیع درخت کی چھڑی سے ان کو چوک دیتے اور فرماتے **جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا' جاء الحق وما یبدئ الباطل ومایعید۔**

[بخاری ـ ۲٤۷۸، مسلم ـ ۱۷۸۱، احمد ـ ۱/ ۳۷۷]

ایک قول:

الباطل سے بت مراد ہیں ۔

قولِ دیگر:

ابلیس کیونکہ وہ باطل والا ہے یا وہ تباہ ہونے والا ہے ۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ شیطان کو شیطان اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ شاط بمعنی ھلک سے ہے ۔ مطلب یہ ہوا کہ شیطان اور بت نہ کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں اور نہ دوبارہ اٹھائیں گے نئے سرے سے پیدا کرنے والا اور اٹھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔

فائدہ خالص توحیدِ الٰہی سے ہے:

۵۰: جب کفار نے کہا تو اپنے آباء کا دین چھوڑ کر گمراہ ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا **قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ** (کہہ دیجئے اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ ہی پر ہے) یعنی اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو وہ میری طرف سے ہے اور اس کا وبال بھی مجھ پر ہے ۔ **وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ** (اور اگر میں راہ پر ہوں تو یہ اس وحی کے سبب ہے جو میرے رب نے مجھ پر کی ہے) اس لئے یہ وحی کے ذریعہ اس میں میری راہنمائی کر دی گئی ہے ۔

تقابل کے قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا و**ان اھتدیت فانما اھتدی لھا** جیسا کہ اس آیت میں فرمایا: **فمن اھتدٰی فلنفسه ومن ضلّ فانما یضل علیھا** [الزمر:۴۱] لیکن ان دونوں میں معنوی تقابل پایا جاتا ہے ۔ کیونکہ نفس پر جو بوجھ اور

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ

اور اگر اس وقت کو آپ دیکھیں جب یہ لوگ گھبرا جائیں گے پھر چھوٹنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور قریب ہی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے اور اتنی دور جگہ سے

التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ

ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے حالانکہ وہ اس سے پہلے اس کا انکار کر چکے ہیں، اور دور ہی دور سے بے تحقیق باتیں

مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ

پھینکا کرتے ہیں اور ان کے اور ان کی آرزوؤں کے درمیان آڑ کر دی جائے گی جیسا کہ ان سے پہلے ان کے ہم مشربوں کے ساتھ

قَبْلُ ۗ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

کیا گیا، بلاشبہ وہ تردد میں ڈالنے والے شک میں تھے۔

جو اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ وہ نفس کی وجہ اور اسی کے سبب سے ہے کیونکہ نفس کا طبعی میلان برائی کی طرف ہے۔ اور جس چیز میں نفس کو فائدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی اور اس کی توفیق سے ہے۔ اور یہ حکم ہر ایک مکلف کے لئے ہے۔ اس نے اپنے رسول کو حکم فرمایا اس کا اسناد وہ اپنی ذات کی طرف کرے کیونکہ جب رسول اپنے عظیم الشان مرتبے اور راستے کی درستگی کے باوجود اس کے تحت داخل ہو گیا تو غیر رسول بدرجہ اولیٰ اس کے تحت داخل ہے۔ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ بیشک وہ سب کچھ سنتا ہے) اس کو جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ قَرِيْبٌ (بہت نزدیک ہے) میرے اور تمہارے وہ مجھے بھی بدلہ دے گا اور تمہیں بھی بدلہ دے گا۔

۵۱: وَلَوْ تَرٰٓى (اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں)۔ اس کا جواب محذوف ہے۔ ای رأیت امرًا عظیمًا وحالا ھائلۃً تو ضرور تم بڑا معاملہ اور خوفناک حالت دیکھو گے۔ اِذْ فَزِعُوْا (جبکہ وہ گھبراتے پھریں گے) جب اٹھیں گے یا موت کے وقت یا بدر کے دن فَلَا فَوْتَ (پھر نکلنے بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی) کوئی بھاگنے کا راستہ نہیں یا نہ وہ اللہ تعالیٰ سے آگے نکل سکیں گے اور نہ پیچھے بھاگ سکیں گے۔ وَاُخِذُوْا (اور پکڑ لیے جائیں گے) اُخذوا کا عطف فزعوا پر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے فزعوا واخذوا فلا فوت لھم پھر وہ گھبرائیں گے اور پکڑ لیے جائیں گے پس نکل کر نہ بھاگ سکیں گے۔ نمبر۲۔ لا فوت پر عطف ہے۔ معنی اس طرح ہوگا۔ اذفزعوا فلم یفوتوا واخذو امن مکان قریب ۔ جب وہ گھبرائے تو بھاگ نہ سکے اور قریب جگہ سے پکڑ لیے گئے۔ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (قریب جگہ سے) جو موقف میں آگ سے قریب ہے جبکہ وہ اٹھیں گے یا وہ جگہ قریب ہے زمین کی سطح سے زمین کے پیٹ کی طرف جبکہ ان پر موت آئے گی یا وہ جگہ قریب ہے صحرائے بدر سے قلیب بدر کی طرف جبکہ وہ قتل ہوئے)

طلب ناممکن کی تمثیل:

۵۲: وَّقَالُوْٓا (اور وہ کہیں گے) جب عذاب کو آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اٰمَنَّا بِهٖ (ہم اس پر ایمان لے آئے) یعنی محمد ﷺ پرہٖ کی ضمیر کا مرجع آپ ہیں کیونکہ اس آیت میں تذکرہ گزرا۔ مابصاحبکم من جنة [سبا:۴۶] یاہٖ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ (اور کیونکر ان کے ہاتھ آنا ممکن ہے اتنی دور جگہ سے)۔ التناوش (لینا، پکڑنا) مطلب یہ ہے کہ وہ توبہ کو کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان سے دور جا چکی۔ مقصد یہ ہے کہ توبہ تو دنیا میں ان سے قبول کی جاتی تھی اور دنیا ختم ہوئی اور آخرت سے دور ہو چکی۔

ایک قول:

یہ تمثیل ناممکن کی طلب کیلئے ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کا ایمان اسوقت اسی طرح فائدہ دے جیسا کہ مؤمنین کے ایمان نے ان کو دنیا میں فائدہ دیا۔ ان کی حالت کو اس آدمی کی حالت کے مماثل قرار دیا جو یہ چاہتا ہے کہ دور فاصلہ سے ہاتھ کے ساتھ کوئی چیز پکڑے۔ جیسا کہ دوسرا آدمی اپنے گریبان کی تھیلی سے لیتا ہے۔

قراءت: ابوعمرو اور حفص کے علاوہ کوفی قراء نے التناؤش کو ہمزہ سے پڑھا ہے واؤ کو ہمزہ کر دیا کیونکہ وہ واؤ جو مضموم ہو اس کا ضمہ لازم ہے اگر تم چاہو تو اس کو ہمزہ سے بدل لو۔ اور اگر چاہو تو اسی طرح رہنے دو جیسا کہتے ہیں اَدْوُرٌ وتقاوم ہمزہ پڑھیں اور ادؤرٌ اور تقاءم پڑھیں تب بھی درست ہے۔ ثعلب رحمہ اللہ کا قول: التناؤش جو ہمزہ سے ہے۔ اس کا معنی دور سے لینا، پکڑنا اور بلا ہمزہ قریب سے لینا، پکڑنا۔

غیب کے متعلق بلا تحقیق باتیں:

۵۳: وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ (حالانکہ پہلے سے یہ لوگ اس حق کا انکار کرتے رہے) من قبل العذاب: عذاب سے پہلے یا دنیا میں وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ (اور بے تحقیق باتیں کہتے تھے) اس کا عطف قد کفروا پر ہے۔ حال ماضی کی حکایت ہے۔ مطلب یہ ہے وہ غیب کے متعلق باتیں کرتے یا اس شئی کے متعلق بات کرتے جو غائب ہے کہا کرتے تھے نہ بعث بعد الموت ہے اور نہ حساب ہے۔ یا کہا کرتے کہ محمد ﷺ شاعر، ساحر، کذاب ہے اور یہ تکلم بالغیب ہے اور مخفی بات کے متعلق نکالی گئی بات ہے کیونکہ انہوں نے آج تک آپ سے سحر، شعر اور نہ ہی کذب کا مشاہدہ کیا۔ اور اب وہ یہ پوشیدہ کر رہے ہیں جو آپ کی حالت سے بہت ہی بعید ہے۔ اس لئے کہ جو قرآن آپ لے کر آئے ہیں۔ وہ سحر و شعر سے سب سے زیادہ دور ہے۔ اور آپ کی عادات سے سب سے دور بات کذب ہے جیسا کہ وہ تجربہ کر چکے کہ زندگی کے کسی معاملہ میں کبھی آپ نے جھوٹ نہیں بولا آپ ان میں الصادق معروف ہیں۔

قراءت: وَيُقْذَفُوْنَ ابوعمرو سے مجہول پسندیدہ پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ ان کے شیاطین ان کے پاس لاتے ہیں۔ اور

القاء کرتے ہیں۔نمبرا۔اگرتم چاہوتواس کووقالوا آمنا به سے معلق کردو۔اس طرح کہ ان کی مثال دی گئی ہے کہ وہ ایسی چیز کے حاصل کرنے کا مطالبہ کرر ہے ہیں۔آخرت میں آمنا کہہ کر جس سے دنیا میں انہوں نے علیحدگی اختیار کی۔مگر یہ معنی بعید ہے۔

نمبر۲۔اور یہ جائز ہے کہ آمنا به کی ضمیر بین یدی عذاب شدید [سبا:۴۶] میں جس عذاب کا ذکر ہے اس کی طرف ہو جیسا کفار کہا کرتے تھے۔وما نحن بمعذبین کہ ہمیں عذاب نہ ہوگا اگر بات اسی طرح ہوئی جیسے اے مسلمانوتم ثواب،عقاب، قیامت کا قیام بتلاتے ہو، کیونکہ ہم عذاب دیے جانے سے بالاتر ہیں۔اس بات کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ آخرت کو بھی دنیا پر قیاس کرتے تھے۔پس یہی ان کا قذف بالغیب تھا۔اور یہ غیبی بات ہے جو بعید انداز سے کہی جارہی تھی۔کیونکہ دارالجزاء کا دارِ دنیا پر قیاس ہی سرے سے غلط ہے۔

مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ۔ (ایک دور جگہ سے)

ان کی تمناؤں پر پانی پھر جائے گا:

۵۴: وَحِيْلَ (اور روک ڈال دی گئی)۔ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ (ان میں اور ان کی تمناؤں میں) ایمان کا نفع اس دن اور اس کے ذریعہ آگ سے چھٹکارا اور جنت کی کامیابی۔یا نمبر۲ دنیا کی طرف واپسی جیسا کہ ان کے متعلق اس قول میں مذکور ہے۔ فارجعنا نعمل صالحًا [السجدہ:۱۲] یقینی وقوع کی بناء پر یہ افعال ماضیہ لائے گئے ہیں۔اگرچہ مراد استقبال ہے اور وہ افعال یہ ہیں: فزعوا ، اخذوا وحیل ۔

كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ (جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ یہی کیا جائے گا۔جو ان سے پہلے ہوئے تھے)۔اشیاع سے مراد وہ کفار جو ان کے مشابہ تھے۔اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ (بیشک وہ سب شک میں تھے) رسالت و بعث کے معاملے میں مُّرِيْبٍ (جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا) مریب کا معنی تردد میں ڈالنے والا یہ ارابہ سے لیا گیا ہے۔جبکہ وہ شک و تردد میں ڈالے۔اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جن کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شک کی وجہ سے عذاب نہ دیں گے۔

الحمدللہ آج جمعرات کی رات ۳ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ سورۂ سبا کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

اللّٰهم وفقنی لتکمیله بفضلك

سُوْرَۃُ فَاطِرٍ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ خَمْسٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّخَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ فاطر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیات اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں کااور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے،وہ فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو

وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ① مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ

اور تین تین اور چار چار بازو ہیں وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے،بلا شبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو بھی کوئی رحمت

لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا ۚ وَمَا یُمْسِکْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ ؕ وَھُوَ

اللہ انسانوں کے لیے کھول دے تو اس کوکوئی روکنے والا نہیں،اور جس کو وہ بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں،اور وہ

الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ② یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ؕ ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ

غالب ہے حکیم ہے اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے،کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے

یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۫ ۖ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ③ وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ

جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق عطا فرماتا ہے ،اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں،سوتم کہاں الٹے جارہے ہو۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں

فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ

تو آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں،اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹائے جائیں گے، اے لوگو! بلاشبہ

وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا ٝ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ⑤ اِنَّ الشَّیْطٰنَ

اللہ کا وعدہ حق ہے سوتمہیں ہرگز دنیا والی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ کا نام لے کر دھوکہ باز ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے، بلاشبہ شیطان

لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ؕ ⑥ اَلَّذِیْنَ

تمہارا دشمن ہے سوتم اسے اپنا دشمن سمجھتے رہو،وہ اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تا کہ وہ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔ جن لوگوں نے

کَفَرُوْا لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ ۬ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ⑦

کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر کبیر ہے۔

فرشتوں میں ہر تخلیقی اضافہ وہی کرنے والا ہے:

ا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ (تمام تر حمد اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جو آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو فرشتوں) رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ (کو پیغام رساں بنانے والا ہے۔ جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پر دار بازو ہیں۔ وہ) فِی الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (پیدائش میں جو چاہے زیادہ کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے تعلیم وتعظیم کیلئے اپنی ذات کی حمد فرمائی ہے)۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ (آسمانوں کی ابتداء کرنے والا) اور انوکھا بنانے والا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

میں فاطر کا معنی نہ جانتا تھا یہاں تک کہ دو دیہاتی میرے پاس ایک کنوئیں کا جھگڑا لے کر آئے ان میں سے پہلا کہنے لگا۔ انا فطرتھا ای ابتدأتھا میں نے اس کی ابتداء کی۔ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا (اور زمین کو وہ فرشتوں کو اپنے بندوں کی طرف قاصد بنانے والا ہے)۔ اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ (پروں والے) اولی یہ ذو کی اسم جمع ہے اور

نحو: یہ رسلاً سے بدل ہے یا صفت ہے اجنحة یہ جناح کی جمع ہے۔

مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یہ اجنحة کی صفات ہیں یہ منصرف نہیں کیونکہ ان میں عدل دو بار آیا ہے۔ یہ اعداد سے عدول کر کے دوسرے صیغوں میں چلے گئے جیسا عمر کا لفظ عامر سے بنا ہے۔ تکریر سے غیر تکریر کی طرف۔ دوسرا قول عدل اور وصف دو سبب ہیں اور اسی پر اعتماد ہے معنی یہ ہے ملائکہ میں بعض جماعتوں کے دو دو پر ہیں۔ ہر ایک کے دو دو پر ہیں۔ اور کچھ فرشتوں کے تین تین پر ہیں شاید کہ تیسرا پشت کے درمیان میں ہو۔ جو دوسرے دو پروں کا معاون ہو۔ اور بعض فرشتوں کی جماعتیں چار چار پر رکھتی ہیں۔ يَزِيْدُ فِی الْخَلْقِ (وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدائش میں اضافہ کرتا ہے)۔ یعنی پروں وغیرہ کی پیدائش میں اضافہ کرتا ہے۔ مَا يَشَآءُ (جتنا وہ چاہتا ہے) ایک قول یہ ہے چہرے کے حسن میں اضافہ اور آواز کی خوبصورتی میں اضافہ، بالوں کی خوبصورتی میں اضافہ چہرے کے خدوخال کی خوبصورتی اور آنکھوں کی ملاحت میں اضافہ مراد ہے۔ آیت مطلق ہے۔ اس میں ہر تخلیقی اضافہ شامل ہے خواہ وہ جسم کی قد وقامت کی طوالت اور اعتدال کی صورت میں ہو یا رائے کی عمدگی اور زبان کی طلاقت اور مؤمنوں کے دل میں محبت کی شکل میں ہو اور وہ تمام چیزیں جو اس کے مشابہ ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے) قدیر بمعنی قادر ہے۔

۲: مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ (اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دے) رحمة کے لفظ کو نکرہ لا کر اشاعت وابہام یعنی ہر قسم رحمت کو شامل کیا گویا اس طرح فرمایا جونسی رحمت ہو خواہ رزق، بارش یا صحت یا اور کچھ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا (اس کا کوئی بند

کرنے والانہیں) کسی کواس کے روکنے اور بند کرنے کی طاقت نہیں ۔ یفتح کا لفظ اطلاق وارسال کے معنی کیلئے بطور مجاز استعمال فرمایا۔ مراد عطاء کرنا ہے اس کے بالمقابل ما یمسك کا لفظ جوروکنے اور بند کرنے کے معنی میں ۔استعمال کیا گیا۔ وَمَا يُمْسِكْ (اور جو وہ بند کردے)۔ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ (اس کو کوئی جاری کرنے والانہیں) یعنی بندش وروک کو دور کرنے والا مِنْۢ بَعْدِهٖ (اس کے بعد) یعنی اس کے بند کردینے کے بعد۔

نحو: رحمت کی طرف لوٹائی جانے والی ضمیر معنی کالحاظ کر کے مؤنث لائے پھر دوسری ضمیر لفظ کالحاظ کر کے مذکر لائی گئی کیونکہ اس میں تانیث نہیں اس لئے کہ اول کی تفسیر رحمت سے کی گئی پس تفسیر کے بعد ضمیر کالانا مناسب ہے۔اور دوسرے کی تفسیر نہیں کی گئی پس اصل تذکیر پراس کو چھوڑ دیا گیا۔

رحمت کا ہاتھ اُمت پر:

معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا دست دراز رہتا ہے جب تک ان کے خیار اشرار کی موافقت نہ کریں۔اوران کے نیک ان کے فساق وفجار کی تعظیم نہ کرنے لگیں اوران کے قراء ان کے امراء کی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں معاونت نہ کریں۔ جب وہ یہ افعال کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اپنا رحمت کا ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

[ذکرہ الغزالی فی الاحیاء۲/۱۵۰]

وَ هُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست ہے) وہ غالب اور ارسال وامساک پر قدرت رکھنے والا ہے۔ الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) اسی چیز کوروکتا اور کھولتا ہے جس کے روکنے اور کھولنے کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔

سب سے بڑی نعمت منعم کا ایک ہونا ہے:

۳: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا (اے لوگو! تم یاد کرو) زبان ودل سے نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کو جو اس نے تم پر کیے) وہ انعامات زمین کا بچھونے کی طرح بچھا دینا اور آسمان کا بلاستون بلند کرنا اور قرب الٰہی پانے اور اس کے راستوں کی طرف بلانے کیلئے رسولوں کو بھیج دینا اور مخلوق میں اضافہ فرما کر رزق کے دروازوں کا کھولنا ہیں۔ پھر نعمتوں کے آخر میں خبردار کیا کہ سب سے بڑی نعمت تو منعم کا ایک ہونا ہے۔فرمایا هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (کیا اللہ تعالیٰ کے سواء اور کوئی خالق ہے)۔

نحو: نمبرا۔غیرُ رفع کے ساتھ یہ محلاً صفت ہے کیونکہ خالق مبتدأ ہے اس کی خبر لکم محذوف ہے تقدیر کلام ہے: خالق لکم نمبر۲۔غَيْرِ یہ جر کے ساتھ علی اور حمزہ نے پڑھا اور لفظاً صفت قرار دیا۔ يَرْزُقُكُمْ (جو تمہیں رزق دے) نمبرا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔نمبر۲۔خالق کی صفت ہے۔مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے) بارش کے ذریعہ وَالْاَرْضِ (اور زمین سے) قسم قسم کی نبات کے ذریعہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں)۔

نحو: یہ جملہ الگ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

فَاَنّٰی تُوْفَکُوْنَ (پھرتم کدھر اُلٹے جا رہے ہو) کس وجہ سے تم توحید سے شرک کی طرف جا رہے ہو۔

تسلی رسول ﷺ:

۴: وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ (اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں) اس سے اطلاع دی گئی کہ قریش مکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو بدترین انداز سے مسترد کر رہے اور ان کا انکار کر رہے ہیں۔ اور اپنے رسول ﷺ کو تسلی دی کہ آپ کیلئے پہلے انبیاء علیہم السلام میں نمونہ موجود ہے اسی لیے رسلٌ کا لفظ نکرہ لایا گیا۔ یعنی کثیر تعداد رسول اور بہت سی آیات اور نذر والے اور طویل عمروں والے اور صبر وعزم بالجزم کے مالک۔ کیونکہ اس سے آنحضرت ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے۔

تقدیر کلام اس طرح ہے وان یکذبوك فتأس بتکذیب الرسل من قبلك (اگر وہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو آپ اپنے سے پہلے رسولوں کی تکذیب کو پیش نظر فرمائیں) کیونکہ جزاء شرط کے بعد لائی جاتی ہے اور اگر اس کو ظاہر پر رکھا جائے تو جزاء پہلے آئے گی۔ اسی لئے فقد کذبت رسل من قبلك کو فَتَأَسَّ کی جگہ لایا گیا۔ سبب پر اکتفاء کیا مسبب کی ضرورت نہ سمجھی گئی یعنی تکذیب کو ذکر کیا جو کہ سبب ہے اور تاس مسبب کو ترک کیا گیا۔ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (اور تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے پیش کیے جائینگے) یہ کلام وعد اور وعید دونوں پر مشتمل ہے کہ سارے معاملات اس کے حکم کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اور وہ جھٹلانے والے اور جھٹلائے ہوئے کی مجازات کا مالک ہے۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی، خلف، یعقوب، سہل نے تاء کے فتحہ سے تَرْجِعُ پڑھا ہے۔

۵: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ) جو بعث وجزاء سے متعلق ہے۔ حَقٌّ (ضرور سچا ہے) پورا ہو کر رہے گا۔ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا (پس دنیوی زندگی تم کو دھوکا میں ڈالے نہ رکھے) پس دنیا تمہیں فریب خوردہ نہ بنا دے اور نہ دنیا سے تمتع اور اس کے منافع سے لذت اندوزی تمہیں آخرت کی طلب وسعی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہے اس کی طلب سے غافل کر دے۔ وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور ایسا نہ ہو کہ تمہیں دھوکہ باز شیطان اللہ تعالیٰ سے دھوکہ میں ڈال دے) الغرور شیطان، وہ تمہیں جھوٹی تمنائیں دلاتا اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تمہاری عبادت سے بے نیاز ہے اور تمہیں سزا دینے سے بھی بے نیاز ہے (اس لئے عبادت کی ضرورت نہیں اور معاصی سے کوئی فرق نہیں پڑتا)۔

شیطان سے دشمن والا معاملہ کرو نہ کہ دوست والا:

۶، ۷: اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ (شیطان بیشک تمہارا دشمن ہے) اس کی دشمنی کھلی ہوئی ہے اس نے تمہارے باپ کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بعد بھی تم اس سے ایسا معاملہ کر رہے ہو جیسا اس شخص سے کیا جاتا ہے جس کے حالات سے بے خبری ہو۔ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا (پس تم اسکو دشمن سمجھتے رہو) اپنے عقائد وافعال کے سلسلہ میں اور تمہاری طرف سے ظاہر وباطن میں اسکے ساتھ ایسا سلوک ہونا

اَفَمَنۡ زُيِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ

سو کیا جس شخص کے لیے اس کا عمل بدا چھا کر کے دیا گیا ہو سو اس نے اس کو اچھا سمجھا ہو سو بے شک اللہ گمراہ فرماتا ہے جس کو چاہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو

يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُكَ عَلَيۡهِمۡ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ ۝۸ وَاللّٰهُ

چاہتا ہے، سو ان پر حسرتیں کرنے کی وجہ سے آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ بلا شبہ جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے اور اللہ

الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيۡرُ سَحَابًا فَسُقۡنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحۡيَيۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ

وہ ہے جس نے ہواؤں کو بھیج دیا جو اٹھاتی ہیں بادل کو پھر ہم نے اسے ایسے قطعۂ زمین کی طرف ہانک دیا جو خشک تھا پھر ہم نے اس کے ذریعہ زمین کو

مَوۡتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوۡرُ ۝۹

زندہ کر دیا اسی طرح جی اٹھنا ہوگا۔

چاہیے جو اس کی دشمنی پر دلالت کرنے والا ہو۔ پھر آیت کے اگلے حصہ میں اس کے پوشیدہ معاملے کا خلاصہ بیان کر دیا اور اس آدمی کی خطا کاری ذکر کر دی جو اس کی پیروی کرتا ہے کیونکہ شیطان کی اصل غرض اپنے پیروکاروں کے متعلق یہی ہے کہ ان کو ہلاکت کے گھاٹ پر لا اتارے۔ فرمایا: اِنَّمَا يَدۡعُوۡا حِزۡبَهٗ لِيَكُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ۔ اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ (وہ اپنے گروہ کو محض اسلئے بلاتا ہے کہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔ جو لوگ کافر ہو گئے۔ ان کے لئے سخت عذاب ہے)۔ یعنی جس شخص نے شیطان کی بات کو دعوت کے وقت قبول کر لیا اس کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ وہ اس کا لشکری بن گیا یعنی اس کا متبع ہو گیا۔ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے) اور شیطان کی بات کو قبول نہ کیا اور نہ ہی اس کے گروہ سے بنے بلکہ اس کی دشمنی اختیار کی۔ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّ اَجۡرٌ كَبِيۡرٌ (ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے)۔ کیونکہ انہوں نے بہت بڑا جہاد کیا۔

شیطان کی تزیین میں آنے والے پر افسوس نہ کرو:

۸: جب دونوں فریق کا تذکرہ ہو چکا تو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: اَفَمَنۡ زُيِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا (کیا وہ شخص جس کو اس کا عمل بدا چھا کر کے دکھلایا گیا پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا) شیطان کی تزیین کے سبب، کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کیلئے اس نے اعمال کو مزین نہ کیا ہو۔ پس گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں۔ پھر فرمایا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُكَ عَلَيۡهِمۡ (پس اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو ان پر) حَسَرٰتٍ (افسوس کر کے آپ کی جان نہ جاتی رہے)۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ!

افمن زین له سوء عمله کا معنی ہے کیا وہ شخص جس کا عمل بد اس کے لئے مزین کیا گیا ہو اس پر افسوس کرتے آپ کی جان چلی جائے گی۔ پس جواب کو حذف کر دیا اس لئے کہ فلا تذهب نفسك میں اس پر دلالت موجود ہے۔ نمبر۲۔ یا کیا آیا وہ شخص جس کے عمل کو اس کے لئے مزین کیا گیا ہو وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہو۔ اس کو حذف کر دیا۔ کیونکہ فان الله یضل من یشاء ویهدی من یشاء میں اس پر دلالت موجود ہے۔

قراءت: یزید نے فلا تُذْهِب نفسك پڑھا ای لا تهلكها اس کو ہلاک مت کرو۔ حسراتٍ یہ مفعول لہ ہے یعنی فلا تهلك نفسك للحسرات (پس اپنے نفس کو افسوس کی بناء پر ہلاک نہ کرو)۔ اور علیھم یہ تذھب کا صلہ ہے۔ جیسا تم کہو هلك علیه حبًّا و مات علیه حزنا۔ مگر یہ جائز نہیں کہ اس کو حسرات کے متعلق کیا جائے کیونکہ مصدر کا صلہ اس پر مقدم نہیں ہوتا۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام کاموں کی خبر ہے)۔

دلائلِ قدرت:

۹: وَاللّٰہُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ (اور اللہ تعالیٰ ایسا ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے)

قراءت: مکی اور حمزہ، علی نے الرِّیْح پڑھا ہے۔

فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰہُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ (پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم ان بادلوں کو ایک خشک قطعہ زمین کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں۔)

قراءت: مدنی، حمزہ، علی، حفص نے میتٍ کو تشدید سے پڑھا۔ دیگر قراء نے تخفیف کے ساتھ ادا کیا۔

فَاَحْیَیْنَا بِہٖ (پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے زمین کو زندہ کر دیا) بارش کے ذریعہ کیونکہ ضمناً اس کا ذکر پہلے ہو چکا۔ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا (اس کے مرجانے کے بعد) یعنی اس کے سبب سے۔ یہاں تثیر لایا گیا تا کہ اس حال کی حکایت کی جائے جس میں ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ اور یہ قدرت ربانی پر دلالت کرنے والی صورت کے استحضار کیلئے ہے اور اہل عرب اس فعل کے ساتھ اسی طرح انوکھے پن کا معاملہ کرتے ہیں جس میں کوئی امتیازی قسم اور خصوصیت پائی جائے۔

اور اسی طرح بادلوں کو مردہ زمین کی طرف چلانا اور زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو زندہ کر دینا ہے۔ اس لئے کہ ظاہر و باہر یہ دلائل قدرت سے ہے۔ اس لئے فسقنا اور احیینا فرمایا۔ غائب کا لفظ نہیں بولا گیا تا کہ ایسا لفظ لایا جائے جو اختصاص میں زیادہ دخل رکھتا ہو اور اسپر زیادہ دلالت کرنے والا ہو۔ کَذٰلِکَ النُّشُوْرُ (اسی طرح دوبارہ اٹھنا ہے) کاف محل رفع میں ہے یعنی مردہ زمین کو زندہ کرنے کی طرح مردوں کو اٹھانا ہے۔ ایک قول یہ ہے اللہ تعالیٰ مخلوق کو ایسے پانی سے زندہ فرمائیں گے جو پانی عرش کے نیچے سے بھیجا جائے گا اس سے مخلوق کے اجسام اگیں گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے ،اچھے کلمات اس کی طرف پہنچتے ہیں اور نیک عمل

الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ

انہیں بلند کر دیتا ہے، اور جو لوگ بری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کی تدبیر

هُوَ يَبُوْرُ ۝۱۰ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ

برباد ہوگی۔ اور اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر نطفہ سے پھر اس نے تمہیں جوڑے جوڑے بنایا، اور جس کسی

مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ

عورت کو حمل رہ جاتا ہے اور کوئی عورت جنتی ہے تو یہ سب اس کے علم میں ہوتا ہے، اور جس کسی عمر والے کی عمر زیادہ کی جاتی ہے اور جس کی عمر کم کردی جاتی ہے وہ سب

كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۱۱

کتاب میں ہے، بلاشبہ یہ اللہ پر آسان ہے۔

عزت اللہ کے پاس ہے وہ بری تدابیر سے نہیں ملتی:

۱۰: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا (جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو تمام تر عزت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) یعنی عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ خواہ دنیا کی عزت ہو یا آخرت کی۔ کافر بتوں سے عزت حاصل کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا واتخذوا من دون اللہ الھة لیکونوا لھم عزا [مریم:۸۱]

منافقین کفار مشرکین کے ذریعہ اپنی عزت بناتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعًا [النساء:۱۳۹] پس اس سے یہ واضح ہوا کہ حقیقی عزت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے فلیطلبھا عند اللہ پس للہ العزۃ جمیعًا کو اس کی جگہ لائے اس کی ضرورت نہ رہی کیونکہ اس پر دلالت موجود ہے اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ چیز اسی سے طلب کی جاتی ہے جو اس کا مالک وصاحب ہو۔ اس کی مثال عرب کا یہ قول ہے من اراد النصیحۃ فھی عند الابرار۔ اس کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ نصیحت انہی کے ہاں سے طلب کرے البتہ اس پر دلالت کرنے والی چیز کو اس کے قائم مقام لایا گیا۔ حدیث میں وارد ہے۔ ان ربکم یقول کل یوم ، انا العزیز ، فمن اراد عز الدارین فلیطع العزیز [ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات:۱/۱۲۱] پھر بتلایا کہ جس چیز سے عزت حاصل ہو سکتی ہے وہ ایمان اور عمل صالح ہے فرمایا: اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (اسی تک اچھا کلام پہنچتا ہے)۔ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (اور اچھا کام

اس (اچھے کلام) کو پہنچا دیتا ہے۔ الیہ سے مراد قبولیت ورضامندی کا مقام اور ہر وہ چیز جس کی صفت قبولیت لائیں۔ اس کی تعریف رفعت وصعود سے کی جاتی ہے اور اس جگہ کی طرف کی جاتی ہے جہاں اسی ہی کا حکم نافذ ہو۔

الکلم الطیب ، کلمات توحید مراد ہیں یعنی لا الٰہ الا اللّٰہ جس کے واحد اور جمع میں صرف تاء کا فرق ہو اس میں تذکر و تانیث برابر ہیں۔ العمل الصالح خالص عبادت۔ مطلب یہ ہے کہ والعمل الصالح یرفعه الکلم الطیب۔ عمل صالح کو کلمات طیبہ بلند کرتے ہیں۔ پس بلند کرنے والے کلمات ہیں اور بلند ہونے والے عمل ہیں۔ کیونکہ عمل فقط موحد ہی کا مقبول ہے۔ ایک قول یہ ہے بلند کرنے والے اللہ ہیں۔ اور بلند ہونے والا عمل ہے۔ یعنی العمل الصالح یرفعه اللّٰه ۔ اس میں اشارہ ہے کہ عمل کا دارومدار بلند ہونے پر ہے اور کلمات طیبہ بذات خود بلند ہوتے ہیں۔

ایک اور قول یہ ہے عمل صالح عامل کو بلند کرتے اور اس کو مشرف باد کرنے والے ہیں۔ یعنی جو آدمی عزت چاہتا ہے پس اسے چاہیے کہ اعمال صالحہ کرے اس لئے کہ اعمال صالحہ ہی بندے کو بلند کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ (اور وہ لوگ جو بری بری تدبیریں کر رہے ہیں) السیئات مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای المکرات السیئات کیونکہ مکر ایسا فعل ہے جو متعدی نہیں اس طرح نہیں کہا جا سکتا۔ مکر فلان عمله۔ یہاں اس سے مراد قریش کی وہ تدابیر ہیں جن کے لئے وہ دارالندوۃ میں جمع ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذیمکربك الذین کفروا لیثبتوك [الانفال:۳۰] لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (ان کو سخت عذاب ہوگا) آخرت میں وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ (اور ان کا یہ مکر) هُوَ يَبُوْرُ (نیست و نابود ہو جائے گا)۔

نحو : اولئك مبتدأ ھو ضمیر فصل اور یبور خبر ہے۔ ای ومکر اولئك الذین مکروا ھو خاصة یبور۔ ان لوگوں کا مکر جنہوں نے مکر کیا وہی خاص کر نیست و نابود ہوگا۔ یبور کا معنی فاسد و باطل ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر جب ان کو مکہ سے نکالا اور ان کو قتل کیا اور قلیب بدر میں گاڑ دیا ان کے سارے مکر ان کے خلاف اور ان میں جمع کر دیئے اور اللہ تعالیٰ کی یہ بات ان میں صادق ہوئی۔ ویمکرون ویمکر اللّٰه واللّٰه خیر الماکرین [الانفال:۳۰] اور یہ ارشاد ولا یحیق المکر السّیّئ الا باھله ۔ [فاطر:۴۳]

اللہ تعالیٰ خالق ہے اور عمر کا کم زیادہ ہونا اسی کے اختیار میں ہے:

۱۱: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں پیدا کیا) یعنی تمہارے باپ کو مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ (مٹی سے پھر) تمہیں پیدا کیا مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا (نطفہ سے پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنایا) ازواجًا کا معنی اصناف ہے یا مذکر و مؤنث وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ (اور کسی عورت کو حمل نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے) بعلمه یہ موضع حال میں ہے ای الا معلومة له مگر کہ اس کو معلوم ہے۔ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ (اور نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے)۔ یعنی وما یعمر من احد نہ کسی کی عمر زیادہ کی جاتی ہے۔ اس کو معمر کہا کیونکہ وہ اس کی طرف جانے والا ہے۔ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ

کِتٰبٍ (اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے۔مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے) کتاب سے لوح محفوظ یا صحیفہ انسانی مراد ہے۔
قراءت: زید نے ولا یُنْقُصُ پڑھا ہے۔

سوال: انسان یا تو طویل العمر ہوگا یا قصیر العمر پھر یا تو اس پر عمر ملنا پے در پے ہوگا۔اوراس کے خلاف محال ہے تو پھر وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہٖ کیسے درست ہوا؟

جواب: اس کلام میں گنجائش چھوڑی گئی۔اس کی تاویل کے سلسلہ میں سامعین کے فہم پر اعتبار کیا گیا اوران کی عقلوں پر بھروسہ کیا گیا کہ وہ اس کا درست معنی عقلوں سے معلوم کرلیں گے اور یہ کہ ان پر عمر میں طول وقصر کا محال ہونا ملتبس نہ ہوگا۔اورلوگوں کی کلام کا مدار اسی پر ہے۔لوگ کہتے ہیں۔نمبرا۔اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ثواب یا سزا نہیں دیتے مگر یہ برحق ہے۔نمبر۲۔آیت کی تاویل یہ ہے وہ صحیفہ میں لکھتے ہیں کہ اس کی عمر اتنے اتنے سال ہے پھر اس کے نیچے لکھتے ہیں ایک دن چلا گیا یہ دودن چلے گئے یہاں تک کہ وہ عمر انتہاء کو پہنچتی ہے۔اس کی عمر کا کم ہونا ہے (یہ سعید بن جبیر کا قول ہے) قتادہ سے مروی ہے کہ المعمر جس نے اپنی عمر کے ساٹھ سال پائے۔المنقوص عمر سے مراد جو ساٹھ سال سے پہلے مرجائے۔اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ سب) شمار کرنا یا زیادت ونقصانِ عمر عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے)۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ

اور دو سمندر برابر نہیں، یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا آسان ہے اس کا پینا اور یہ شور ہے کڑوا،

وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ

اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو،اور نکالتے ہو زیور جسے تم پہنتے ہو، اور اے مخاطب تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ پانی کو پھاڑتی ہوئی

مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ

چلی جاتی ہیں تا کہ تم اس کے فضل سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرو۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

رات میں،اور اس نے سورج کو اور چاند کو مسخر فرمایا، ہر ایک مقررہ وقت کے لیے چلتا ہے، یہ اللہ

رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ ⑬ اِنْ

رب ہے تمہارا ،اسی کے لیے ملک ہے ،اور اس کے سوا جن لوگوں کو پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر

تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر وہ سن لیں تو تمہاری بات نہ مانیں گے اور قیامت کے دن

يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ⑭

وہ تمہارے شرک سے منکر ہو جائیں گے اور خبر رکھنے والے کے برابر تجھے کوئی نہیں بتا سکتا۔

قدرت کا ایک اور نمونہ:

۱۲: وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ هٰذَا (اور دونوں دریا برابر نہیں) ھذا یہاں احدھما کے معنی میں ہے ان دونوں میں سے ایک عَذْبٌ فُرَاتٌ (ایک تو میٹھا) نہایت شیریں ایک قول یہ ہے وہ جو پیاس کو بجھادے۔سَآئِغٌ شَرَابُهٗ (خوشگوار اس کا پینا) مٹھاس کی وجہ سے حلق سے جلد نیچے اترنے والا ،اسی لئے اس کا پینا اچھا ہے۔وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (اور ایک شور تلخ ہے) نہایت نمکین ایک قول یہ ہے جو اپنی نمکینی سے جلا ڈالے۔وَمِنْ كُلٍّ (ان میں ہر ایک سے) تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا (تم تازہ گوشت کھاتے ہو وہ مچھلی ہے)۔وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا (اور اس سے زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو) اس زیور سے مراد مونگے اور موتی ہیں۔وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ (اور تو کشتیوں کو ہر ایک میں دیکھتا ہے)۔مَوَاخِرَ (پانی کو پھاڑتی ہیں) چلنے سے پانی کو پھاڑتی

ہیں کہا جاتا ہے خرت السفینة الماء ای سقتهٔ مواخر جمع ماخر کی ہے۔ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (تا کہ تم اس کی روزی ڈھونڈو) فضله ای من فضل الله آیت میں اگر چہ اس کا ذکر نہیں آیا مگر پہلے اس کا ذکر آیا ہے۔ اگر پہلے تذکرہ نہ بھی ہوتا تو پھر بھی اشکال نہیں تھا کیونکہ معنی میں اس کے لئے دلالت موجود ہے۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تا کہ تم شکر گزار ہو) اللہ تعالیٰ کے اس کے انعامات پر جو اس نے محض اپنے فضل سے دے رکھے ہیں۔ سمندروں کا شیریں اور کھاری ہونا یہ مؤمن و کافر کی مثالیں ہیں۔ پھر بطور استطراد دونوں سمندروں کی صفات اور جو انعامات وعطیات ان کی وجہ سے عنایت فرمائے ان کا ذکر کر دیا۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ غیر استطرادی طور پر ذکر کیا ہو اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ دونوں جنسوں (مؤمن و کافر) کو دو سمندروں سے تشبیہ دی پھر کڑوے سمندر کو کافر پر فضیلت دیتے ہوئے فرمایا۔ کڑوا سمندر تو میٹھے کے ساتھ بعض اہم فوائد میں شریک ہے۔ مثلاً مچھلی، موتی، جہازوں کا چلنا مگر کافر بالکل نفع سے خالی ہے۔ اس صورت میں یہ آیت اس کے مشابہ ہے: ثم قست قلوبکم من بعد ذلك فهی کالحِجارة او اشد قسوة پھر فرمایا۔ وان من الحجارة لما یتفجر منه الا نهار و ان منها لما یشقق فیخرج منه الماء وان منها لما یهبط من خشیة الله [البقرہ:۷۴]

مظاہرِ قدرت‘ دن رات کا آنا جانا:

۱۳: یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ (وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے)۔ ایک کی کچھ گھڑیاں دوسرے میں داخل کر دیتا ہے یہاں تک کہ ان میں سے بڑھنے والا پندرہ گھنٹہ سے بڑھ جاتا ہے اور کم ہونے والا نو گھنٹے وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے) اس نے صورت میں سب سے زیادہ روشن کو سب سے زیادہ بد سیرت کے تابع کر دیا۔ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی (ہر ایک ان میں ایک وقت مقررہ تک چلتے رہیں گے) یعنی قیامت کے دن ان کی چال منقطع ہو جائے گی۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ (یہی اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے)۔

نَحو : ذلکم مبتدأ الله ربکم له الملك یہ اخبار مترادفہ ہیں۔ نمبر۲۔ الله ربکم یہ ان کی خبر ہے۔ له الملك۔ یہ جملہ ابتدائیہ ہے جو قرآن میں واقعہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو) یعنی وہ بت جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو۔

قراءت: قتیبہ نے یَدْعُوْن پڑھا ہے۔

جن کو معبود قرار دیا گیا وہ قیامت کے دن کا انکار کریں گے:

مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ (وہ کھجور کی گٹھلی کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے) قطمیر وہ چھلکا جو گٹھلی پر لپٹا ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی ہے تعریف کا مستحق ہے۔ اگر

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا

وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور نئی مخلوق پیدا فرما دے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔ اور

تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی بوجھ والا اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو اس میں سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا

وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۗ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ

اگرچہ قرابت دار ہی ہو، آپ صرف انہی لوگوں کو ڈراتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۚ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

اور انہوں نے نماز قائم کی ،اور جو شخص پاکیزہ بنا تو وہ اپنی جان کے لیے پاکیزگی اختیار کرتا ہے،اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۱۴: اِنْ تَدْعُوْهُمْ (اگر تم ان کو پکارو بھی) یعنی بتوں کو لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ (وہ تمہاری پکار کو سنیں گے نہیں)۔ کیونکہ وہ جماد ہیں۔ وَلَوْ سَمِعُوْا (اور اگر وہ سن لیں) بالفرض مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ (تو وہ تمہارا کہنا نہ مانیں گے) کیونکہ وہ اس الوہیت کے دعویدار نہیں جس کے تم ان کے متعلق دعویدار ہو۔ اور وہ اس سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ (اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے) تمہارے شریک ٹھہرانے اور ان کی عبادت کرنے کا اور کہیں گے ما كنتم ايانا تعبدون [یونس:۲۸] وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ (اور تمہیں خبر رکھنے والے کی طرح کوئی نہیں بتلائے گا) یعنی دھوکے کے اسباب پر مر مٹنے والے! تمہیں اور کوئی اس طرح نہ بتلائے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاملات کی مخفی حقیقتوں کی خبر دی ہے۔ اور اس کی حقیقت اس طرح ہے: ولا يخبرك بالأمر مخبر هو مثل خبير عالم به۔ اور اے مخاطب تجھے کوئی خبر دینے والا اس امر کی خبر نہ دے گا۔ جو خبر دینے والا اس کی طرح ہو جو کہ اس کا پورے طور پر علم رکھنے والا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس معاملے سے خبر رکھنے والا وہ اکیلا ہی ہے جو کہ تجھے حقیقت کی خبر دے سکتا ہے دوسرے مخبر ین نہیں۔ مطلب یہ ہوا میں نے بتوں کے متعلق تمہیں خبر دی ہے یہ برحق ہے کیونکہ جو خبر میں نے دی میں اس کی اچھی طرح خبر رکھنے والا ہوں۔ (محض اٹکل کی بات نہیں کہہ رہا)

وہ ایسا غنی جو اغنیاء کو دینے والا ہے:

۱۵: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ (اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہو)۔

قولِ ذوالنون رحمہ اللہ:

مخلوق ہر سانس اور قدم اور ہر لحظہ اس کی محتاج ہے اور کیسے نہ ہو؟ اس لئے کہ ان کا وجود اسی کے وجود دینے سے اور ان کی بقاء اسی سے ہے۔ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (اور اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ہیں) تمام اشیاء سے۔

الْحَمِیْدُ : (خوبیوں والے ہیں) ہر زبان کی مدح خواں ہے۔

انسانوں کو تحقیر کیلئے فقراء نہیں فرمایا۔ بلکہ انسان کے استغناء پر تعریض کی گئی ہے اسی لئے تو اپنا وصف الغنی لائے غنی وہ ذات ہے جو اغنیاء کو کھانا کھلائے اور الْحَمِیْدُ۔ کا ذکر کیا۔ تا کہ یہ دلالت ہو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں اور اپنی بے نیازی سے مخلوق کو نفع پہنچانے والے ہیں۔ وہ ایسے سخی ہیں جو کہ ان پر انعام فرمانے والے ہیں۔ کیونکہ غنی اپنے غناء سے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ وہ غنی سخی و انعام کرنے والا نہ ہو۔ جب وہ سخاوت کرے گا اور انعام فرمائے گا۔ تو انعام یافتہ اس کی تعریف کریں گے۔

قولِ سہل رحمہ اللہ :

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اپنے لئے غناء کی صفت اختیار فرمائی اور مخلوق کیلئے فقر کی جس نے غناء کا دعوی کیا اس کو اللہ تعالیٰ سے حجاب میں کر دیا جاتا ہے اور جس نے اپنے فقر کو ظاہر کیا اس کا فقر اس کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے گا۔ پس بندے کو مناسب یہ ہے کہ پوشیدہ طور پر اسی ہی کی بارگاہ میں محتاجی کا اظہار کرے اور غیر سے کٹ کر اسی کا ہو رہے۔ تا کہ اس کی عبادت اخلاص والی بنے۔

عبودیت و غناء:

العبودیت : کی حقیقت تذلل و خضوع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے سوال نہ کرنا یہ اس کی علامت ہے۔

قولِ واسطی:

ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے استغناء طلب کرے وہ محتاج نہ ہوگا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ سے عزت پائی وہ ذلیل نہ ہوگا۔

قول الحسین رحمۃ اللہ علیہ:

بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جتنی محتاجی ظاہر کرنے والا ہوگا اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ سے غناء پانے والا ہوگا۔ جوں جوں اس کی طرف محتاجی بڑھتی جائے گی غناء ترقی کرتا جائے گا۔

قولِ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ:

کہ فقر بندے کیلئے غناء سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ فقر میں عاجزی ہے اور غناء میں کبر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف تواضع و عاجزی سے رجوع کرنا کثرت اعمال کے ذریعہ رجوع کرنے سے بہتر ہے۔

اولیاء کی صفات ثلاثہ: نمبرا۔ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین نمبر۲۔ ہر چیز میں اسی ہی کی طرف احتیاجگی نمبر۳۔ اور ہر چیز میں اسی ہی کی طرف رجوع۔

قولِ شبلی رحمۃ اللہ علیہ:

فقر مصائب کو کھینچ لاتا ہے اور اس کی تمام آزمائش عزت ہے۔

۱۶،۱۷: اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ (اگر وہ چاہے تم کو فناء کر دے) تم سب کو عدم میں پہنچا دے۔ ان کا غناء قدم میں تمہاری وجہ سے نہیں بلکہ ذاتی ہے۔ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (اور نئی مخلوق کو لے آئے) وہ تمہاری حمد کے بغیر بھی حمید ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ (اور یہ) پیدائش وافناء عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں) ممتنع نہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

وہ تمہارے بعد ایسے لوگ پیدا کر دے جو اس کی عبادت کرنے والے ہوں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنے والے نہ ہوں۔

ہر ایک اپنا ذمہ دار ہوگا:

۱۸: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا) کوئی گناہ گار نفس کسی دوسرے نفس کا گناہ اپنے اوپر نہ اٹھائے گا۔

الوزر اور الوقر دونوں لفظ ایک ہیں۔ کہتے ہیں وزر الشی جبکہ وہ اس کو اٹھائے الوازرۃ یہ نفس کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر نفس قیامت کے دن اپنا بوجھ ہی اٹھائے گا۔ جو ان گناہوں کا ہوگا جن کا اس نے ارتکاب کیا۔ کوئی دوسرا نفس اس کے گناہوں کے بدلے میں پکڑا نہ جائے گا۔ جیسا کہ دنیا کے جابرہ دوست کو دوست اور پڑوسی کو دوسرے پڑوسی کے بدلے پکڑتے ہیں۔

یہاں وازرۃ فرمایا گیا۔ ولا تزر نہیں فرمایا کیونکہ مطلب آیت کا ہے کہ گناہوں سے بوجھل نفوس میں جس کو بھی تم دیکھو گے وہ اپنا بوجھ اپنے اوپر لادنے والا ہوگا نہ کہ دوسرے کا۔ ارشاد فرمایا **و لیحملن اثقالھم و اثقالا مع اثقالھم** [العنکبوت:۱۳] یہ آیت گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے۔ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا بوجھ اپنے بوجھوں کے ساتھ اٹھانے والے ہونگے اور یہ ان کے اپنے ہی بوجھ ہیں اس میں ذرہ بھر بھی دوسرے کے بوجھ شامل نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کس طرح اس قول میں تکذیب فرمائی۔ **اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایا کم** [العنکبوت:۱۲] فرمایا **وماھم بحاملین من خطایا ھم من شیٔ۔**

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا (اور اگر کوئی بوجھ لدا ہوا کسی کو بوجھ اٹھانے کیلئے بلائے گا) مثقلۃ سے نفس مثقلہ مراد ہے جو

گناہوں سے بوجھل ہوگا کسی دوسرے کو بوجھ اٹھانے کی طرف بلائے گا۔ الٰی حملھا سے اپنے بوجھ کی طرف جو کہ گناہوں کا ہوگا تا کہ وہ اس سے کچھ بوجھ اٹھائے۔ لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّلَوْ كَانَ (تب بھی اس میں سے کچھ بوجھ بھی اٹھایا نہ جائے گا۔ اگر چہ وہ شخص قرابتدار ہی ہو) یعنی جس کو ملایا گیا اور یہ ان تدع سے سمجھ آ رہا ہے۔ ذَا قُرْبٰی قرابتدار جیسے باپ، بیٹا، بھائی۔

فرق:

ولا تزر وازرۃ وزر اُخری اور **وان تدع مثقلة الی حملها لایحمل منه شیٔ** میں یہ ہے کہ اول آیت اللہ تعالیٰ کے اپنے فیصلوں میں عدل کو بتلا رہی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ بغیر گناہ کے کسی سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ جو آدمی فریادرس اس دن طلب کرے گا اس کی کوئی فریادرسی کرنے والا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی ایسا نفس جس کو بوجھ نے نڈھال کر رکھا ہو وہ اگر اپنے بوجھ میں تخفیف کیلئے بلائے گا۔ تو کوئی اس کی بات کو قبول نہ کرے گا۔ اور نہ اس کی فریادرسی کرے گا۔ خواہ جس کو اس نے مدد کی دعوت دی ہے اس کا قریب ترین رشتہ دار ہو۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (بیشک آپ ان لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) تمہارے انذار سے ان لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔

بِالْغَیْبِ (بن دیکھے) یہ فاعل سے حال ہے نمبر۲۔ مفعول سے حال ہے **ای یخشون ربهم غائبین عن عذابه** یا **یخشون عذابه غائبا عنهم** وہ اپنے رب تعالیٰ سے اس حال میں ڈرنے والے ہیں کہ اس کا عذاب ان کے سامنے نہیں یا وہ اس کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ عذاب ان سے غائب ہے۔ ایک اور قول یہ ہے وہ اپنے رب سے خوشحالی میں ڈرتے ہیں۔ اس طرح کہ کسی دوسرے کو اس کی اطلاع بھی نہیں۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور وہ نماز کو اس کے اوقات میں قائم کرنے والے ہیں)۔ وَمَنْ تَزَكّٰی (اور جس شخص نے پاکیزگی اختیار کی) طاعات کر کے اپنے کو پاک کیا اور گناہوں کو چھوڑ کر پاک ہوئے۔ فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰی لِنَفْسِهٖ (وہ اپنے نفس کیلئے پاکیزگی اختیار کرنے والا ہے) یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو ان کی خشیت کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ اور اقامتِ صلوٰۃ کی تاکید ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جن کا تعلق تزکیہ سے ہے۔ وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے) لوٹنے کی جگہ ہے اس میں مشرکین کو ثواب کا وعدہ کیا جا رہا ہے بشرطیکہ وہ ایمان قبول کر لیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّورُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا

اور نابینا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیریاں اور روشنی برابر ہے۔ اور نہ سایہ اور

الْحَرُورُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

دھوپ برابر ہیں اور نہ زندہ اور مردہ برابر ہیں۔ بلا شبہ اللہ جسے چاہتا ہے سنوا دیتا ہے،

وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ ﴿۲۲﴾ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿۲۳﴾ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ

اور آپ ان لوگوں کو سنانے والے نہیں جو قبروں میں ہیں آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔ بے شک ہم نے آپ کو

بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا ۭ وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿۲۴﴾ وَإِنْ يُّكَذِّبُوكَ

حق کے ساتھ بھیجا ہے بشیر اور نذیر بنا کر، اور کوئی بھی امت ایسی نہیں ہے جس میں ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں

فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَ

تو ان سے پہلے جو لوگ تھے وہ بھی جھٹلا چکے ہیں، ان کے پاس ان کے پیغمبر کھلے ہوئے معجزات اور صحیفے اور روشن

بِالْكِتٰبِ الْمُنِيرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۲۶﴾

کتابیں لے کر آئے۔ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے کفر کیا سو میرا عذاب کیسا ہوا۔

مؤمن و کافر برابر نہیں جیسے اندھیر اور روشنی' سایہ و دھوپ برابر نہیں:

۱۹: وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ (اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں) یہ مؤمن و کافر کی مثال ہے۔ نمبر۲۔ عالم و جاہل کی مثال ہے۔

۲۰: وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّورُ (اور نہ اندھیرے یعنی کفر اور نہ روشنی یعنی ایمان)۔

۲۱: وَ لَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ (اور نہ سایہ اور نہ دھوپ) حق اور باطل نمبر۲۔ جنت و دوزخ۔ الحرور گرم ہوا کو کہتے ہیں جیسے لُو۔ البتہ لو دن کو ہوتی ہے۔ اور الحرور یہ دن، رات ہوتی ہے، یہ فراء سے منقول ہے۔

کفار کو مردوں کی طرح مسموعات سے فائدہ نہیں:

۲۲: وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ (اور برابر نہیں زندہ اور نہ مردہ) یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو اسلام میں داخل ہوئے اور وہ لوگ جو اس میں داخل نہ ہوئے۔ اور لا کا اضافہ نفی کے معنی کی تاکید کیلئے ہے۔ اور ان واوات کے درمیان فرق یہ ہے کہ بعض تو طاق کو طاق کے ساتھ اور بعض جفت سے جفت تک کیلئے ہیں۔ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي

الْقُبُوْرِ (بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا سکتا ہے اور آپ ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں)۔ یعنی وہ جانتا ہے کہ کون اسلام میں داخل ہوگا۔ اور کون نہیں داخل ہوگا۔ پس جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت دیتا ہے باقی آپ پر ان کا معاملہ مخفی ہے اسی لئے آپ ان لوگوں کے اسلام پر بھی حرص کرنے والے ہیں۔ جو اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے والے اور ہٹنے والے ہیں۔ اس میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی کہ جس طرح وہ اپنے مسموعات سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اسی طرح یہ بھی۔

۲۳: اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ (آپ تو صرف ڈر سنانے والے ہیں) یعنی آپ کے ذمہ صرف یہ ہے کہ آپ پہنچا دیں اور ڈرائیں خواہ جس کو ڈر سنایا گیا۔ ان میں سے ہو جو سن کر نفع حاصل کرتا ہے۔ خواہ ان میں سے ہو جو نفع حاصل نہیں کرتا بلکہ اصرار علی الکفر کرنے والا ہے۔ آپ پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔

۲۴: اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ (ہم ہی نے آپ کو حق دے کر بھیجا) بالحق: یہ دونوں میں سے ایک سے حال ہے۔ ای محقا یا محققین۔ نمبر۲۔ مصدر کی صفت ہے ای ارسالا مصحوبا بالحق۔ ایسا بھیجنا جو حق سے ملا ہوا ہے۔ بَشِیْرًا (خوشخبری سنانے والے ہیں) وعدوں کے ساتھ وَّ نَذِیْرًا (اور ڈر سنانے والے ہیں) وعید کے ذریعہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ (اور کوئی امت ایسی نہیں) جو امت بھی آپ کی امت سے پہلے ہوئی۔ الامہ کثیر جماعت کو کہتے ہیں۔ جیسا اس ارشاد میں ہے وجد علیه امة من الناس [القصص: ۲۳] امت ہر زمانہ والوں کو کہا جاتا ہے یہاں اہل زمانہ ہی مراد ہیں۔ انذار کے آثار حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان موجود تھے۔ وہ زمانے کسی نذیر سے خالی نہیں رہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے انذار کے اثرات مٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا۔ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ (مگر کہ ان میں ایک ڈرانے والا گزرا) خلا گزرنے کے معنی میں ہے ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو سرکشی کی بدمزگی اور ناشکری کے بدترین انجام سے ڈرائیں۔

نکتہ: آیت کے شروع میں بشیر و نذیر دونوں کا ذکر کیا مگر انتہاء پر نذیر کے ذکر پر اکتفا کیا کیونکہ نذارت و بشارت اضداد ہیں ایک کا تذکرہ دوسرے کے تذکرہ پر دلالت کرتا ہے۔

۲۵: وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا)۔ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ (ان کے رسول ان کے پاس لائے)

نحو: یہ حال ہے اور قد مضمر ہے۔

بِالْبَیِّنٰتِ (دلائل) معجزات وَبِالزُّبُرِ (اور صحیفے) وَ بِالْکِتٰبِ الْمُنِیْرِ (اور روشن کتابیں) یعنی تورات، انجیل، زبور۔ جب یہ اشیاء جنس انبیاء علیہم السلام میں پائی گئیں۔ اسی لئے لانے کی نسبت مطلقاً تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف کر دی۔ اگرچہ بعض چیزیں ان تمام میں پائی جاتی تھیں۔ اور وہ واضح دلائل ہیں اور بعض بعض انبیاء علیہم السلام میں تھیں اور وہ زبر اور کتابیں تھیں اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے۔

۲۶: ثُمَّ اَخَذْتُ (پھر میں نے پکڑ لیا) سزا دی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (کافروں کو قسم قسم کی سزاؤں سے) فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ (پھر میرا عذاب کیسا رہا)۔ میرا انکار اور میرا سزا دینا ان کو کیسا رہا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ

اے مخاطب کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ پھل نکالے جن کے رنگ مختلف ہیں،

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿٢٧﴾

اور پہاڑوں کے مختلف حصے ہیں سفید ہیں اور سرخ ہیں،ان کے رنگ مختلف ہیں،اور ان میں گہرے سیاہ رنگ والے بھی ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا

اور انسانوں میں اور چوپایوں میں اور جانوروں میں ایسے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں، اسی طرح اللہ سے

يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿٢٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

وہی بندے ڈرتے ہیں جوعلم والے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ غلبہ والا ہے بخشنے والا ہے۔ بلا شبہ جو لوگ

يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

اللہ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور انہوں نے نماز کو قائم کیا اور ہم نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کیا چھپکے سے

وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ

اور ظاہری طور پر یہ لوگ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی ہلاک نہ ہوگی۔ تاکہ ان کا رب انہیں پورا اجر عطا فرمادے اور اپنے فضل سے

مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٣٠﴾ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ

اور زیادہ دے۔ بلا شبہ وہ خوب بخشنے والا ہے بہت قدردان ہے۔ اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے بالکل حق ہے

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ

جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، بلا شبہ اللہ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا ہے خوب دیکھنے والا ہے۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو

الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ

کتاب کا وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، سو ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں، اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو درمیانہ درجہ والے ہیں

مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٣٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو باذن اللہ بھلائی کے کاموں میں آگے بڑھنے والے ہیں، یہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں

يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾

جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے اس میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی زیور کے طور پر پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔

قدرت کے نمونے :

۲۷: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ (کیاتم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پھراس کے ذریعہ ہم نے نکالا) ہٖ کی ضمیر ماء کی طرف راجع ہے۔ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا (پھل مختلف رنگت کے) الوان سے اجناس مراد ہیں جیسے انار، سیب، انجیر، انگور وغیرہ جن کی تعداد گنی نہیں جاسکتی۔ نمبر۲۔ الوان سے ہیئت مراد ہے۔ جیسے سرخی، زردی، سبزی وغیرہ۔ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ (اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں) جدد جمع جُدَّة کی ہے جیسے مدد جمع مُدَّة کی ہے راستہ کے معنی میں۔ مختلف رنگ کے راستے۔ بِیْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ (سفید اور سرخ ان کی رنگتیں مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ) غرابیب جمع غربیب یہ اسود کی تاکید ہے عرب کے لوگ کہتے ہیں۔ اسود غربیب وہ جو انتہائی سیاہ ہو اور سخت سیاہ ہو غراب کا لفظ اسی سے ہے۔

قاعدہ یہ تھا کہ تاکید کو مؤکد کے بعد لاتے جیسا کہتے ہیں۔ اصفر فاقع، مگر مؤکد کو پہلے مضمر لائے اور بعد والے کو اس کی تاکید بنایا۔ اور ایسا تاکید مزید کیلئے کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک ہی معنی پر دو طریقوں سے اظہار و اضمار سے یکساں دلالت کرتا ہے۔ مضاف کو محذوف ماننا ضروری ہے۔ ومن الجبال میں ای من الجبال ذو جدد بیض و حمر و سود، تاکہ وہ اس قول کی طرف لوٹ آئے۔ ومن الجبال مختلف الوانہ جیسا کہ فرمایا ثمرات مختلفا الوانہا [فاطر: ۲۷]

۲۸: وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ (اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں۔ کہ انگی رنگتیں مختلف ہیں۔) یعنی ان میں سے بعض مختلف رنگت کے ہیں۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) جیسے پھل، پہاڑ مختلف ہیں۔

ربط: جب پہلے الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء کہا اور آیات الٰہیہ کو شمار کیا اور اس کی قدرت کے نشانات گنائے اور اس کی کاریگری کے نمونے بتلائے اور جو مختلف قسم کی اجناس بنائیں۔ اور جن چیزوں سے اس کی ذات وصفات پر استدلال کیا جاسکتا تھا ان کو گنوا چکے تو اس کے بعد فرمایا:

ایک چیز پر بس نہیں :

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں) اس کو جاننے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو صفات سے پہچانا اور اس کی تعظیم کی اور جس کا علم اس کے متعلق زیادہ ہوا اس کا خوف اس سے بڑھ گیا اور جس کا علم اس کے متعلق کم ہے وہ مطمئن ہوا بیٹھا ہے حدیث میں فرمایا تم میں سب سے زیادہ علم والے وہ سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں:

نکتہ: اسم باری تعالیٰ کو مقدم اور العلماء کے لفظ کو مؤخر کر کے یہ اعلان کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے بندوں میں سے وہ علماء ہیں نہ کہ غیر۔ اگر اس کا عکس ہوتا تو پھر معنی اس طرح بنتا کہ وہ نہیں ڈرتے مگر اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ اس ارشاد گرامی میں ہے۔ ولا یخشون احدًا الا اللّٰہ [الاحزاب:۳۹] حالانکہ اس آیت کا مفہوم اور ہے اور اس کا اور ہے اس آیت میں یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔ اور احزاب والی آیت میں فرمایا کہ جس ذات سے ڈرا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

قراءت: ابوحنیفہ، عمر بن عبدالعزیز، ابن سیرین رحمہم اللہ نے اس طرح پڑھا: انما یخشی اللّٰہُ من عبادہ العلماءَ۔

اس قراءت میں خشیت استعارہ ہے مطلب یہ ہے انما یعظم اللہ من عبادہ العلماء اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے علماء کو عظمت دیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست بخشنے والے ہیں) اس آیت میں خشیت کے وجوب کی علت ذکر فرمائی۔ کیونکہ اس کی دلالت نافرمانوں کو سزا دینے اور مغلوب کرنے اور اہل اطاعت کو ثواب دینے اور ان سے درگزر کرنے کی ہے۔ اور معاقب اور مثیب کا حق یہ ہے کہ وہ اس سے ڈریں۔

۲۹: اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ (جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں) تلاوت پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً (اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں) یعنی نفلی صدقات کو چھپا کر اور فرضی صدقات سر عام کرتے ہیں۔ یعنی عمل کی حلاوت سے ہٹ کر فقط اس کی تلاوت پر قناعت نہیں کرتے۔ یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً (وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں) تجارت سے مراد اطاعت کے بدلہ میں ثواب طلب کرنا۔

نحو: یرجونَ یہ انّ کی خبر ہے۔ لَّنْ تَبُوْرَ (جو کبھی ماند نہ ہوگی) ہرگز کساد بازاری کا شکار نہ ہوگی یعنی ایسی تجارت جس میں خسارہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ چلے گی۔

وفائے اجر سے وعدۂ لقاء مراد ہے:

۳۰: لِیُوَفِّیَھُمْ (تاکہ وہ ان کو پورا پورا دے) یہ لن تبور کے متعلق ہے۔ ای لیوفیھم بنفاقھا عندہ (تاکہ وہ ان کو اپنے ہاں رائج کر کے پورا پورا بدلہ دے) اُجُوْرَھُمْ (ان کا بدلہ) یعنی ان کے اعمال کا ثواب وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ (اور اپنے فضل سے ان کو اور دے) ان کی قبور کو وسیع کر دے۔ نمبر۲۔ ان کا سفارشی بنا دے جنہوں نے ان پر احسان کیا۔ نمبر۳۔ ان کی نیکیوں کو دو گنا کر دے نمبر۴۔ اپنی لقاء کا وعدہ پورا فرما دے۔ یرجونَ یہ موضع حال میں ہے یعنی وہ امیدوار ہیں اور لام یتلون اور مابعد سے متعلق ہے یعنی انہوں نے یہ تمام کام تلاوت، اقامت صلوٰۃ اور انفاق اس غرض کیلئے کیے۔ اور اِنَّ کی خبر انہ غفور

شکور ہے۔اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے)۔یعنی ان کو بخشنے والا ہے۔ان کے اعمال کی قدر دانی کرنے والا ہے۔یعنی قلیل عمل پر کثیر اجر عنایت فرمانے والے ہیں۔

۳۱:وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس بطور وحی بھیجی ہے)الکتاب سے قرآن مراد ہے۔

نحو :مِنَ بیانیہ ہے۔

هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا (وہ بالکل ٹھیک ہے) یہ حال مؤکدہ ہے کیونکہ حق اس تصدیق سے ہرگز جدا ہونے والا نہیں ۔لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے) بین یدیہ سے گزشتہ کتابیں مراد ہیں۔اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌ بَصِيْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا ہے خوب دیکھنے والا ہے)پس آپ کو جانتا اور آپ کے احوال کو خوب دیکھنے والا ہے۔اس نے آپ کو اہل دیکھ کر آپ کی طرف اس جیسی معجز کتاب اتاری جو کہ تمام کتب سے سبقت کرنے والی ہے۔

وارثین قرآن کے درجات:

۳۲:ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ (پھر ہم نے یہ کتاب ان لوگوں کے ہاتھوں پہنچائی) قرآن مجید آپ کی طرف بذریعہ وحی نازل فرمایا پھر ہم نے اس کے پہنچانے کا فیصلہ کیا ان بندوں کو۔الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا)اور وہ آپ کی امت سے صحابہ،تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم اور جو ان کے بعد ان کے پیروکار قیامت تک ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام امتوں پر چنا اور ان کو امت وسط بنایا تا کہ وہ لوگوں پر گواہ ہوں اور ان کو افضل الانبیاء علیہم السلام کی طرف نسبت کا شرف عنایت فرمادیا۔

ربط : پھر اس امت کے مراتب بالترتیب بیان فرمائے۔فرمایافَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (پھر بعض تو ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر وامیدوار ہیں۔وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (اور بعض ان میں متوسط درجہ کے ہیں)وہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اچھے برے عمل ملا دیے ہیں۔وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ (اور بعض ان میں بھلائی میں ترقی کرنے والے ہیں) یہ تاویل قرآن مجید کے موافق ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔نمبرا۔**والسابقون الاولون من المهاجرين** [التوبہ:۱۰۰] اور اس کے بعد فرمایا نمبر۲۔**وآخرون اعترفوا بذنوبهم** [التوبہ:۱۰۱] اور پھر فرمایا**وآخرون مرجون لامر الله**۔ (التوبہ:۱۰۶) حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے اس آیت کو منبر پر تلاوت فرمایا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ہم میں جو سبقت کرنے والے ہیں وہ تو آگے بڑھ جانے والے ہیں۔اور ہم میں جو مقتصد ہیں وہ نجات پانے والے ہیں۔اور ہم میں جو ظالم ہیں۔وہ بخش دیئے جائیں گے (رواہ ابن مردویہ رواہ العقیلی فی الضعفاء الکبیر ۳/۴۴۳)اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سابق تو جنت میں بلا حساب جائیں گے اور متوسط کا معمولی حساب لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ گمان کرنے لگے گا کہ وہ ہرگز نہ بچ سکے گا۔پھر اس کو رحمت پالے گی اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(رواہ احمد ۵/۱۹۸۔مجمع الزوائد ۷/۹۵)

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما: السابق سے مخلص اور المقتصد دکھاوا کرنے والا۔ اور الظالم سے نعمتوں کی ناشکری بلا اصرار کرنے والا۔ کیونکہ تینوں کے جنت میں داخلے کا حکم ہے۔

قول السلف رحمۃ اللہ علیہ:

ربیع بن انسؒ نے کہا الظالم کبائر کا مرتکب۔ المقتصد صغیرہ گناہ کرنے والا۔ نمبر۳۔ السابق ان تمام سے گریز کرنے والا۔

قول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ:

نمبرا۔ الظالم جس کی سیئات زیادہ ہو جائیں نمبر۲۔ السابق جس کی حسنات بڑھ جائیں۔ نمبر۳۔ المقتصد جس کی حسنات و سیئات برابر ہوں۔

ابو یوسفؒ سے اس آیت کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ یہ تینوں مؤمنوں کی اقسام ہیں۔ کفار کے حالات تو اس کے بعد و الذین کفروا لھم نار جھنم [فاطر:۳۶] میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ باقی تینوں طبقات ان بندوں میں سے ہیں۔ جن کو بندوں میں سے چنا گیا ہے۔ اسی لئے فرمایا فمنھم ومنھم و منھم تمام ضمائر الذین اصطفینا من عبادنا کی طرف لوٹنے والی ہیں۔ اور یہ اہل ایمان ہیں اور جمہور کا مسلک یہی ہے۔ البتہ الظالم کو مقدم اس لئے کیا گیا تا کہ بتلا دیا جائے کہ ان کی تعداد زیادہ ہے پھر مقتصدین کی تعداد ان کے مقابلہ میں قلیل ہے اور السابقون تو قلیل میں سے اقل ہیں۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

ظالم کو مقدم اس لئے فرمایا تا کہ وہ اس کے فضل سے مایوس نہ ہوں ایک قول یہ ہے اس کو مقدم یہ بتلانے کیلئے کیا گیا کہ اس کا گناہ اس کو اس کے رب تعالیٰ سے دور نہیں کر سکتا۔

قولِ دیگر:

یہ ہے کیونکہ سب سے پہلی حالت معصیت پھر توبہ پھر استقامت ہے۔

قول سہل رحمۃ اللہ علیہ:

السابق سے عالم المقتصد سے متعلم اور الظالم سے جاہل مراد ہے۔ اور یہ بھی کہا: سابق وہ ہے جو معاد میں مصروف ہو اور مقتصد وہ جو معاش و معاد میں لگا ہو اور ظالم وہ ہے جو معاد کو چھوڑ کر معاش میں مصروف ہو۔ ایک قول یہ ہے الظالم۔ جو غفلت و عادت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

المقتصد وہ ہے جو رغبت و رہبت کے ساتھ ان کی عبادت کرے۔ السابق جو ان کی عبادت ہیبت و استحقاق سے کرے۔

ایک قول:

یہ ہے الظالم جو دنیا خواہ حلال ہو یا حرام سب لے لے۔ المقتصد جو محنت کرے اور حلال ذریعہ سے حاصل کرے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ۳۴ الَّذِیْٓ

اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دور فرما دیا، بلاشبہ ہمارا رب بڑا بخشنے والا ہے خوب قدر دان ہے۔ جس نے

اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۳۵

ہمیں اپنے فضل سے رہنے کی جگہ میں نازل فرما دیا، ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکن پہنچے گی۔

السابق جو دنیا سے بالکل اعراض کرے۔ ایک قول یہ ہے الظالم طالب دنیا المقتصد طالب آخرت السابق مولیٰ کا طالب ہو۔

بِاِذْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یا اس کے علم سے یا اس کی توفیق سے ذٰلِكَ (یہ) یعنی کتاب کا وارث بنانا۔ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ (بڑا فضل ہے)

جنات اور اس میں کلماتِ تشکر:

۳۳: جَنّٰتُ عَدْنٍ (ہمیشہ کے باغات)

نحو: یہ ذلك کی دوسری خبر ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ یا یہ مبتدأ ہے اور اس کی خبر یدخلونها ہے۔ یَدْخُلُوْنَهَا (وہ اس میں داخل ہونگے) یعنی تینوں جماعتیں۔

قراءت: ابوعمرو نے یُدخلونها پڑھا ہے۔

یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا (اور ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے) اساور جمع اسورة اور وہ سِوَارٌ کی جمع ہے۔ من ذهب کا مطلب من ذهب مرصع باللؤ لؤ سونے کے جو موتیوں سے مزین ہونگے۔

قراءت: لؤلؤا نصب اور ہمزہ کے ساتھ نافع، حفص نے پڑھا۔ من اساور کے محل پر اس کا عطف کیا گیا۔ تقدیر کلام یہ ہے یحلون اسا ور ولولؤا۔ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ (اور ان کا لباس اس میں ریشم ہوگا) کیونکہ اس میں لذت و زینت ہے۔

۳۴: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ (اور وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ جس نے ہم سے غم کو دور کیا) الحزن سے آگ کا خوف یا موت کا خوف یا دنیا کے غموم مراد ہیں۔ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ (بیشک ہمارا رب بڑا بخشنے والا) وہ جنایات کو بخش دے گا خواہ کتنی کثرت سے ہوں۔ شَكُوْرٌ (قدر دان ہے) طاعات کو خواہ قلیل ہوں قبول کر لیتا ہے۔

۳۵: اِلَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ (جس نے ہمیں ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا) یعنی ایسا قیام جس سے ہم جدا نہ ہونگے اور نہ زائل ہونگے عرب کہتے ہیں۔ اقمت اقامة و مقامًا و مقامةً یہ سب مصدر ہیں۔ مِنْ فَضْلِهٖ (اپنے فضل سے) محض عطاء اور افضال سے اس میں ہمارے استحقاق کو ذرا دخل نہیں۔ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ (اس میں نہ ہمیں کوئی کلفت چھوئے گی) نصب تھکاوٹ و مشقت کو کہتے ہیں۔ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ (اور نہ ہمیں اس میں خستگی چھوئے گی) تھکاوٹ سے عاجزی اور ڈھیلا پن

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ وہ مر ہی جائیں اور نہ ان سے اس کا

عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝۳۶ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ

عذاب ہلکا کیا جائے گا، ہر کافر کو ہم ایسے ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ دوزخ میں چلائیں گے

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ

کہ اے ہمارے رب ہمیں دوزخ سے نکالیے ہم ان اعمال کے علاوہ دوسرے عمل کریں گے جو کیا کرتے تھے، کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ

فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝۳۷ ع

شخص سمجھ سکتا تھا جو سمجھنا چاہتا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا، سو تم چکھو، سو ظالموں کے لیے کوئی بھی مددگار نہیں۔

لُغُوب کہلاتا ہے۔

قراءت: ابوعبدالرحمان سلمی نے لَغُوْب لام کے فتحہ سے پڑھا۔ وہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے آدمی مغلوب ہو یعنی ہمیں ایسے عمل کا مکلف نہ بنایا جائے گا۔ جس سے ہم مغلوب ہو جائیں۔

آخرت میں کفار کی بیکار تمنائیں:

۳۶: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى (اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے) نہ تو ان کی عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا (قضاء آئے گی کہ وہ مر جائیں)

نَحْو: فیموتوا یہ نفی کا جواب ہے اور ان کے مضمر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ لا یقضٰی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے متعلق موت ثانیہ کا فیصلہ نہ کیا جائے گا کہ موت آ کر ان کو کچھ استراحت میسر ہو۔

وَ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا (اور نہ ان سے دوزخ کا عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا) یعنی جہنم کی آگ کا عذاب كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس جزاء کی طرح نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ (ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں)

قراءت: ابوعمرو نے يُجْزٰى كلُّ پڑھا ہے۔

۳۷: وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا (اور وہ لوگ اس میں چلائیں گے) یصطرخون یہ الصراخ سے باب افتعال ہے۔ الصراخ پورے زور و قوت سے چیخنا۔ یہاں فریاد کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ فریاد کرنے والا فریاد کیلئے اپنی آواز بلند کرتا ہے۔ رَبَّنَآ (اے ہمارے رب) یعنی وہ پکاریں گے اے ہمارے رب اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ (ہم کو نکال لیجئے ہم

اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے) یعنی تو ہمیں آگ سے نکال کر دنیا کی طرف واپس کر دے۔ ہم کفر کے بدلے ایمان لائیں گے اور معصیت کے بعد اطاعت اختیار کریں گے پس ان کو دنیا کی عمر کے برابر وقت گزر جانے پر جواب ملے گا۔ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ (کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا)

نحو: ما نکرہ موصوفہ ہے ای تعمیرًا یتذکر فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ (ایسی عمر دینا کہ وہ سمجھ سکتا ہے جو سمجھنا چاہے)۔ یہ ہر ایسی عمر کو شامل ہے جس میں مکلّف اپنی حالت کی درستی کر سکتا ہو خواہ وہ تھوڑی ہی ہو البتہ طویل عمر میں توبیخ و تنبیہ زیادہ ہے۔ پھر اس کے متعلق کئی اقوال ہیں۔ ایک قول وہ اٹھارہ سال ہیں۔ دوسرا قول چالیس سال تیسرا قول ساٹھ سال وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ (اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا) النذیر سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں نمبر۲۔ بڑھاپا۔

نحو: یہ اولم نعمر کم کے معنی پر عطف ہے کیونکہ لفظ استخبار انشاء والا ہے۔ اور اس کا معنی اخبار ہے۔ گویا اس طرح فرمایا قد عمر نا کم وجاء کم النذیر ہم نے تمہیں عمر دی اور تمہارے پاس نذیر بھی آیا۔ فَذُوْقُوْا (پس تم چکھو) عذاب فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ (پس ظالموں کا کوئی) مِنْ نَّصِيْرٍ (مددگار نہیں ہے) نصیر ناصر کے معنی میں ہے ایسا مددگار جو ان کی اعانت کرے۔

إِنَّ اللَّهَ عَٰلِمُ غَيْبِ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٣٨﴾ هُوَ

بلا شبہ اللہ آسمانوں کے اور زمین کے غیب کا جاننے والا ہے، بلا شبہ وہ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہی ہے

الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَن كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَٰفِرِينَ

جس نے تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کے بعد آباد فرمایا، سو جو شخص کفر اختیار کرے اس کا کفر اسی پر ہے، اور کافروں کے لیے

كُفْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَٰفِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ

ان کا کفر ان کے رب کے نزدیک ناراضگی ہی کو بڑھاتا ہے، اور کافروں کے لیے ان کا کفر صرف خسارہ ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ آپ فرما دیجئے

أَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ

کہ تم جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہو ان کا حال بتاؤ، مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ

الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَٰوَٰتِ أَمْ ءَاتَيْنَٰهُمْ كِتَٰبًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ

پیدا کیا، یا آسمانوں میں ان کا کوئی ساجھا ہے، کیا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم

مِّنْهُ ۚ بَلْ إِن يَعِدُ الظَّٰلِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿٤٠﴾ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ

ہوں، بلکہ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کو صرف دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ آسمانوں کو

السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا ۚ وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ

اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو اس کے سوا ان دونوں کو کوئی بھی تھامنے

مِّن بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤١﴾

والا نہیں، بلاشبہ وہ حلیم ہے غفور ہے۔

جو سینوں کی باتیں جانے وہ سفینوں کی کیوں نہ جانے:

۳۸: إِنَّ اللَّهَ عَٰلِمُ غَيْبِ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ (بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا) غیب سے مراد وہ ہے جو تم سے آسمان اور زمین میں پوشیدہ ہے۔ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (بلاشبہ وہ سینہ کی باتوں کا جاننے والا ہے) یہ تعلیل کی طرح ہے کیونکہ جب وہ سینوں کی باتوں کا علم رکھتا ہے حالانکہ وہ بہت ہی مخفی ہیں تو وہ تمام جہان کی ہر پوشیدہ چیز سے

واقف ہے۔ ذات الصدور سے مراد دلوں کی چھپی باتیں۔ یہ ذو کی مؤنث ہے۔ اس کی مثال ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول میں ہے۔ ذو بطن خارجة جارية (رواہ مالک فی مؤطا ۲/۷۵۲) یعنی جو اس کے پیٹ میں حمل ہے کیونکہ حمل پیٹ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح سینہ اور دل کی مضمرات وہ سینوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ذو کا لفظ ساتھ کے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے۔

زمین میں منافع شکر گزاری کے لئے ہے ناشکری اس کی ناراضی کا سبب ہے:

۳۹: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ (وہی ایسا ہے کہ جس نے تم کو زمین میں آباد کیا) بعد میں آنے والے کو خلیفہ کہا جاتا ہے اور اس کی جمع خلائف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے تمہیں اپنی زمین میں نائب بنایا۔ اس میں تصرف کی چابیوں کا تمہیں مالک بنایا۔ اور جو کچھ زمین میں ہے اس پر تمہیں غلبہ دیا اور زمین کے منافع تمہارے لیے مباح کر دیے تاکہ توحید و طاعت سے اس کے شکر گزار بنو۔

فَمَنْ كَفَرَ (جو شخص کفر کرے گا) تم میں سے اور اس جیسی عمدہ نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری کرے گا۔ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ (اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا) اس کے کفر کا وبال اسی پر لوٹنے والا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا مبغوض ہے اور آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: وَلَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ (اور کافروں کیلئے ان کا کفر) ان کے پروردگار کے نزدیک كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا (ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوگا) مقت شدید بغض و ناراضی کو کہتے ہیں۔ وَ لَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا (اور کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ ہی بڑھنے کا باعث ہوگا) ہلاکت وذلت۔

جب خلقت میں ان کا حصہ نہیں تو عبادت میں کیسے شریک ہو گئے:

۴۰: قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ (آپ کہیے تم اپنے مقرر کردہ شرکاء کا حال تو بتلاؤ) تمہارے وہ مجوزہ معبود جن کو تم نے عبادت میں حصہ دار بنا رکھا ہے۔ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا (جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو یعنی مجھے یہ بتلاؤ کہ انہوں) خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ (نے زمین کا کونسا جزو بنایا ہے)

نحو: أرايتم سے یہ بدل ہے۔ کیونکہ أرايتم کا معنی یہ ہے تم مجھے بتلاؤ۔ گویا اس طرح فرمایا گیا اخبرونی عن هؤلاء الشركاء و عما استحقوا به الشركة اروني اى جزء من اجزاء الارض استبدوا بخلقه دون الله تم مجھے ان شرکاء کے متعلق خبر دو اور کیونکر یہ عبادت میں شرکت کے مستحق بن گئے۔ تم مجھے بتلاؤ انہوں نے زمین کا کونسا جزو اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے بغیر بنایا ہو۔

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ (یا آسمانوں میں ان کی شراکت وحصہ داری ہے) یا ان کو آسمانوں کی تخلیق میں شرکت حاصل ہے۔ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْهُ (یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس کتاب ہے جو یہ کہتی ہے کہ وہ اس کے شریک ہیں۔ پس وہ اس کتاب کی وجہ سے حجت و دلیل پر

ہیں۔
قراءت: علی، ابن عامر، نافع، ابوبکر نے بینات پڑھا ہے۔
بَلْ اِنْ یَّعِدُ (بلکہ نہیں وعدہ کرتے) اِنْ بمعنی ما ہے۔ الظّٰلِمُوْنَ (ظالم) بَعْضُهُمْ بَعْضًا (ایک دوسرے سے) اول بعض سے سردار اور دوسرے بعض سے پیرو مراد ہیں۔ اِلَّا غُرُوْرًا (مگر محض دھوکے کا) اور وہ ان کا مشہور قول هؤلاء شفعاؤنا عند الله [یونس: ۱۸] ہے۔

آسمان کو اللہ ہی تھامنے والا ہے:

۴۱: اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے اَنْ تَزُوْلَا (کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ دیں) ان کو زائل ہونے سے روکنے والا ہے، کیونکہ امساک روکنے کو کہتے ہیں۔ وَلَئِنْ زَالَتَآ (اور اگر وہ بالفرض موجودہ حالت کو چھوڑ دیں) اِنْ اَمْسَكَهُمَا (نہیں ان کو تھام سکتا) مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (کوئی ایک اللہ تعالیٰ کے سواء) اس کے تھامنے کے بعد۔
نحو: پہلا مِنْ تاکید نفی کیلئے ہے اور دوسرا مِن ابتدائیہ ہے۔
اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (بیشک وہ حلیم غفور ہے) وہ سزا دینے میں جلدی کرنے والا نہیں اسلئے ان دونوں کو تھامے ہوئے ہے ورنہ شرک کے کلمہ کی وجہ سے اس قابل تھے کہ گر پڑتے جیسا کہ فرمایا: تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه و تنشق الارض [مریم: ۹۰]

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ

اور ان لوگوں نے مضبوطی کے ساتھ اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آجائے تو دوسری امتوں کے مقابلہ میں ہر ایک سے زیادہ

اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ

ہدایت پانے والے ہوں گے پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آگیا تو ان کی نفرت زیادہ ہوگئی زمین میں تکبر کرنے اور بری تدبیریں

وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۭ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا

اختیار کرنے کی وجہ سے ، اور بری تدبیر کا وبال اسی پر ہے جو یہ کام کرے، سو کیا وہ پرانے لوگوں کے دستور کا انتظار

سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ

کر رہے ہیں، سو آپ ہرگز اللہ کے دستور میں تبدیلی نہ پائیں گے اور آپ ہرگز اللہ کے دستور میں منتقل ہونا نہ

تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

پائیں گے۔

آنے سے پہلے مانتے تھے اب ضد سے منکر ہو گئے:

۴۲: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ (اور ان کفار نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی) جَهْدَ یہ نمبر۱۔ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای اقسامًا بلیغًا نمبر۲۔ حال کی وجہ سے منصوب ہے ای جاھدین فی ایمانھم وہ اپنی قسموں میں زور لگانے والے ہیں۔

لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ (کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت) اِحْدَى الْاُمَمِ (قبول کرنے والے ہوں)۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے قریش کو یہ اطلاع ملی کہ اہل کتاب نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تو وہ کہنے لگے یہود ونصاری پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کہ ان کے پاس ان کے رسول آئے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ہمارے پاس رسول آئے تو ہم ضرور بضرور ان میں سے ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہونگے۔ من احدی الامم سے مراد یہ ہے کہ اس امت سے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ امتوں میں سے ایک ہے۔ اور ہدایت میں اس کو دوسروں پر درجہ اور استقامت میں مرتبہ حاصل ہے۔ جیسا کہ کسی بڑی مصیبت کیلئے کہتے ہیں۔ ھی احدی الدواھی وہ بڑی مصیبت ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ (جب ان کے پاس نذیر آئے) پس جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوگئی۔ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (تو

بس ان کی نفرت ہی کوترقی ہوئی)یعنی رسول اللہ ﷺ کی آمد نے ان کی حق سے دوری میں اضافہ کردیا۔ یہ اسناد مجازی ہے۔

۴۳:اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ (دنیامیں اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے)وَمَكْرَ السَّيِّءِ (اور بری تدبیروں کی وجہ سے)

نحو :استکبارًا اور مکر السیٔ یہ دونوں مفعول لہ ہیں۔ معنی یہ ہوگا: وما زادھم الا نفورًا للاستکبار ومکر السیٔ۔ (ان کی نفرت میں اضافہ ہوا اپنے کو بڑا سمجھنے اور بری تدبیروں کی وجہ سے)نمبر۲۔حال ہیں۔یعنی وہ اپنے کو بڑا سمجھنے والے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف تدابیر کرنے والے ہیں۔ومکر السئی کی اصل وانْ مکروا السئی ہےیعنی المکر السّیّئُ پھر یہ ومکرًا السّیّئُ ہوا پھر ومکر السیئی بن گیا۔اس کی دلیل یہ ارشاد ہے ولا یحیق المکْر السئُ ہے۔

برائی کا وبال ہونے پر:

وَلَا يَحِيْقُ (اورنہیں گھیرتا) یہ احاطہ اور اترنے کے معنی میں ہے۔ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ بری تدبیر (مگر بری تدبیر کرنے والوں کو)مشرکین کو بدر کے دن ان تدابیر نے آگھیرا۔مثال مشہور ہے:من حفر لا خیه جُبا وقع فیه منکبًا چاہ کن راچاہ درپیش۔فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ (پس کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے)۔سنة الاولین وہ عذاب کا ان لوگوں پر اتارنا ہے۔جنہوں نے سابقہ امتوں میں سے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا۔مطلب یہ ہے آپ کی تکذیب کے بعد یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان پر اسی قسم کا عذاب ٹوٹ پڑے جیسا رسولوں کو جھٹلانے والے پہلے لوگوں پر آن پڑا۔اس آیت میں عذاب کیلئے ان کے استقبال کو ان کی طرف سے انتظار قرار دیا۔ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ (پس آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے)۔(اور آپ اللہ تعالیٰ)لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (کے دستور کو منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے)اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ رسل کو جھٹلانے والے لوگوں کو سزا دیتے ہیں۔اس طریقے کو اللہ تعالیٰ خود بدلنے والے نہیں ہیں۔اور نہ ہی اس کے اوقات سے پھیرنے والے ہیں۔یہ بہر حال ہو کر رہے گا۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کیا وہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تا کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے

وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ

اور وہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے، اور آسمانوں میں اور زمین میں اللہ کو کوئی چیز عاجز

وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا

نہیں کر سکتی، بلاشبہ وہ جاننے والا ہے قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے ان کا مواخذہ

كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ

فرمائے تو زمین کی پشت پر کسی ایک چلنے پھرنے والے کو بھی نہ چھوڑے، اور لیکن وہ ایک میعاد مقررہ تک مہلت دے

مُسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ﴿۴۵﴾

رہا ہے، سو جب ان کی مقرر میعاد آ جائے گی تو اللہ اپنے بندوں کا دیکھنے والا ہے۔

ع ۸ ۱۷

زمین میں سفر کیا مگر عبرت نہیں ہوئی:

۴۴: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا (کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تا کہ یہ دیکھتے بھالتے) کہ کَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ان کا انجام کیا ہوا)۔ اس آیت میں شام کے اسفار اور یمن وعراق کے سفروں میں امم ماضیہ کے آثار بالیہ اور علامات ہلاکت و دمار جو ان کے مشاہدات میں آتے تھے۔ اس سے استشہاد پیش کیا۔ وَكَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ (حالانکہ وہ ان سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے) ھم سے مراد اہل مکہ ہیں۔

قُوَّةً سے اقتدار مراد ہے۔ مگر قوت کے باوجود وہ عذاب الٰہی سے فرار اختیار نہ کر سکے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ (اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی چھوٹ نہیں سکتا) یعجز کا معنی سبقت کرنا اور پیچھے چھوڑ جانا۔ مِنْ شَيْءٍ (کوئی چیز) جو بھی ہو۔ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا (نہ آسمان میں اور نہ زمین میں وہ بڑا علم والا ہے) ان کو جانتا ہے۔ قَدِيْرًا (بڑی قدرت والا ہے) ان پر قادر ہے۔

فوری پکڑ پر کوئی متنفس نہ بچتا:

۴۵: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا (اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب دارو گیر فرمانے لگتا) بما کسبوا کا معنی ان معاصی پر جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔ مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا (تو روئے زمین پر نہ چھوڑتا) ھا کی ضمیر زمین کی طرف

راجع ہے کیونکہ الارض کا تذکرہ اس ارشاد میں موجود ہے۔**لیعجزہ من شیٔ فی السمٰوٰت ولافی الارض مِنْ دَآبَّةٍ** (کوئی متنفس) کوئی جان دار جوزمین پر چلنے والا ہو **وَّ لٰکِنْ یُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی** (لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے)۔**اجل مسمًّی** سے مراد قیامت کا دن ہے۔**فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِعِبَادِهٖ** (پس جب ان کی وہ میعاد آجائے گی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں) **بَصِیْرًا** (کو آپ دیکھ لے گا)۔یعنی ان کے معاملہ کی حقیقت اس پر مخفی اور نہ ہی ان کے متعلق فیصلہ کی حکمت اس سے چھپی ہوئی ہے۔

الحمدللہ اوّلاو آخراً آج مورخہ ۷ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بعد نمازِ عشاء سورۂ فاطر کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ یٰسین مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں تراسی آیات اور پانچ ۵ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰسٓ ۝١ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٤

یٰسین قسم ہے قرآن حکیم کی۔ بلا شبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ سیدھے راستہ پر ہیں۔

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝٥ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٦ لَقَدْ

یہ قرآن ایسی ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو زبردست ہے رحم والا ہے۔ تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادوں کو نہیں ڈرایا گیا سو وہ غافل ہیں۔ البتہ

حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝٧ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا

یہ بات واقعی ہے کہ ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ بلا شبہ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں

فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝٨ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ

سو وہ اوپر ہی کو رہ گئے ہیں۔ اور ہم نے ان کے آگے آڑ بنا دی اور

مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝٩ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ

ان کے پیچھے آڑ بنا دی سو ہم نے ان کو گھیر لیا لہذا وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کے حق میں بات برابر ہے آپ انہیں ڈرائیں

اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٠ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ

یا نہ ڈرائیں ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ اسی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کا اتباع کرے اور بن دیکھے رحمٰن سے

بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝١١ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ

ڈرے، سو آپ اسے مغفرت کی اور اجر عظیم کی خوشخبری سنا دیجئے۔ بے شک ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ان لوگوں نے جو آگے بھیجا

مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۗ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝١٢

اسے اور ان کے نشانوں کو لکھ لیتے ہیں، اور ہر چیز کو ہم نے ایک واضح کتاب میں پوری طرح لکھ دیا۔

ع ۱۲ ۱۸

یٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ۔ (یٰسٓ قرآن پرحکمت کی قسم ہے)۔

اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (کہ بیشک آپ من جملہ رسولوں میں سے ہیں۔سیدھے راستہ پر ہیں)۔یٰسٓ۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: اے انسان۔یہ بنو طے کی لغت ہے۔

قول ابن حنفیہ رحمہ اللہ:

یا محمد ﷺ حدیث میں فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مجھے سات ناموں سے پکارا ہے محمد،احمد،طٰہٰ،یٰس،المزمل،المدثر،عبد اللہ (کنز العمال:۳۲۱۶۹)۔ایک قول یہ ہے اے سردار۔

قراءت: علی،حماد،حمزہ،خلف،حماد،یحییٰ نے اس میں امالہ پڑھا ہے۔

۲: وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ والقرآن قسم ہے الحکیم ۔(حکمت والا)۔نمبر۲۔یہ حکمت کی منہ بولتی دلیل ہے۔نمبر۳۔یہ حکیم کا کلام ہے۔پس متکلم کی صفت سے اس کو موصوف کیا گیا۔

۳: اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (بیشک آپ من جملہ پیغمبروں میں سے ہیں)۔یہ جواب قسم ہے اس میں کفار کے اس مقولہ کی تردید ہے جس کو دوسرے مقام پر ذکر فرمایا۔لست مرسلاً ۔ [الرعد:۴۳]

۴: عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (سیدھے راستے پر ہیں) نمبر۱۔خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔نمبر۲۔مرسلین کا صلہ ہے۔ای الذین ارسلوا علی صراط مستقیم۔جن کو بھیجا گیا وہ سیدھے راستہ یعنی اسلام پر ہیں۔

۵: تَنْزِیْلَ (نازل کیا ہوا ہے)۔

قراءت: شامی،کوفی سوائے ابوبکر کے اور علی نے لام کا نصب پڑھا ہے۔اقرأ تنزیل۔نمبر۲۔یہ مصدر منصوب ہے ای نزل تنزیل۔ دیگر قراء نے رفع سے پڑھا ہے۔اس صورت میں یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ای ھو تنزیل اور مصدر بمعنی مفعول ہے۔الْعَزِیْزِ (زبردست) وہ اپنی نظم کتاب کی فصاحت کے سبب سرکشوں کے اوہام پر غلبہ والا ہے۔الرَّحِیْمِ (مہربان کی طرف سے ہے) اپنے خطاب کے معنی کی لطافت سے ہدایت والوں کے فہموں کو کھینچنے والا ہے۔

۶: لِتُنْذِرَ قَوْمًا (تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں)

نحو: لتنذر کا لام المرسلین کے معنی کے ساتھ متصل ہے۔تقدیر کلام یہ ہے اُرسلت لتنذر قوما ۔(تمہیں بھیجا گیا تاکہ تم ایسی قوم کو ڈراؤ) مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ (نہیں ڈرائے گئے جن کے آباء واجداد)

نحو: جمہور کے نزدیک یہ مانافیہ ہے۔اس صورت میں قوماً کی صفت ہے۔تقدیر کلام یہ ہے قوما غیر منذر اباؤ ھم اس کی دلیل اس ارشاد میں ہے۔لتنذر قومًا اتھُمْ من نذیر من قبلك [السجدہ:۳] دوسری جگہ فرمایا وما ارسلنا الیھم قبلك من نذیر [سبا:۴۴] نمبر۲۔ما موصولہ ہے مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام یہ ہے العذاب الذی اُنْذِرَہ اباء ھم۔ وہ عذاب جس سے ان کے آباء کو ڈرایا گیا۔یہ اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں انا انذر نا کم عذابا قریبًا [النباء:۴۰] نمبر۳۔ما

مصدر یہ ہے تقدیر کلام یہ ہے لتنذر قومًا اِنْذَارَ اباء هم ای مثل انذار ابا ء هم تا کہ تم قوم کو ان کے آباء کے ڈرانے کی طرح ڈراؤ۔ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (پس اسی لئے بے خبر ہیں) اگر ما کو نافیہ مانیں تو اس وقت اس کا تعلق نفی سے ہوگا۔ تقدیر کلام یہ ہوگی۔ لم ینذروا فهم غافلون۔ وہ ڈرائے نہیں گئے۔ اس لئے وہ غافل ہیں۔ نمبر۲۔ یہ انك لمن المرسلين سے متعلق ہے اور اصل عبارت ہے: انك لمن المرسلين لتنذر فهم غافلون بیشک تم رسولوں میں سے ہوتا کہ تم ڈراؤ اس لئے کہ وہ غافل ہیں۔ جیسا تم کہو ارسلتك الى فلان لتنذره فانه غافل او فهو غافل۔

۷: لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے پس یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے) القول سے یہ مراد ہے لأملان جهنم من الجنة والناس اجمعين [السجدہ:۱۳] یعنی یہ قول ان سے متعلق ہو جائے گا اور ان پر ثابت ولازم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ ان میں سے ہونگے جن کا کفر پر مرنا معلوم ہو چکا۔

کفر پر پختگی کی تمثیل:

۸: پھر ان کی کفر پر پختگی کو تمثیل سے سمجھایا۔ کہ کفر سے ان کے لوٹنے کی کوئی راہ نہیں۔ ان کو اس طرح قرار دیا گویا کہ وہ ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے گلے میں طوق پڑے ہوئے ہوں جس سے ان کے سر اچکے ہوں۔ اِدھر اُدھر سر نہ پھیر سکتے ہوں۔ اسی طرح لوگ بھی حق کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اور نہ اپنی گردنیں حق کی طرف موڑتے ہیں اور نہ اس کے لئے اپنے سروں کو جھکاتے ہیں۔

اور یہ لوگ ان لوگوں کی طرح ہیں جو دو دیواروں کے درمیان پھنس جائیں نہ سامنے دیکھیں اور نہ پیچھے اسی طرح یہ عدم تامل اور عدم تبصر میں اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وفکر سے بتکلف اندھا پن اختیار کرنے میں ان لوگوں کی طرح ہیں۔ فرمایا۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ (ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک ہیں) اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ (جس سے ان کے سر اوپر کو اُچک گئے ہیں) مطلب یہ ہے کہ طوق ٹھوڑیوں تک پہنچنے والے اور ان سے چمٹے ہوئے ہیں۔ مقمحون ان کے سر اوپر کو اٹھے ہیں۔ عرب کہتے ہیں قمح البعير فهو قامح جبکہ اس کو سر اٹھائے دیکھا جائے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ گردن میں ڈالے جانے والے طوق کے دونوں سرے ٹھوڑی کے نیچے ملتے ہیں ایک حلقے کا کیل جو دوسرے کنڈے میں پڑتا ہے وہ ٹھوڑی تک بلند ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا سر نیچے کو جھک نہیں سکتا ہمیشہ اوپر اٹھا رہتا ہے۔

۹: وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا۔ (اور ہم نے ایک آڑ ان کے پیچھے اور ایک ان کے سامنے کر دی)

قراءت: سَدًّا حمزہ، علی، حفص نے سین کے فتحہ سے پڑھا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ جو لوگوں نے روک بنائی ہو اس کے لئے سین مفتوح ہوگی اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنائی مثلاً پہاڑ وغیرہ

وہ سُدًّا ضمہ سے آتا ہے۔ فَاَغْشَیْنٰھُمْ (جس سے ہم نے ان کو ڈھانک دیا) یعنی ان کی آنکھوں کو ڈھانپ دیا یعنی ہم نے ان کو ڈھانپ کر ان پر پردہ ڈال دیا۔ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (پس وہ دیکھ نہیں سکتے) حق وہدایت کو۔

ابوجہل کی بدترین حرکت:

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت بنومخزوم کے متعلق اتری۔ اس لئے کہ ابوجہل نے قسم اٹھائی کہ اگر وہ محمد کو (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز پڑھتا دیکھ لے گا۔ تو پتھر سے ان کا سر کچل دے گا۔ پھر وہ آیا جبکہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور اس کے ہاتھ میں ایک پتھر بھی تھا تاکہ آپ کے سر پر مار کر کچل دے۔ جب اس نے ہاتھ اٹھائے تاکہ وہ پتھر آپ کی طرف پھینکے تو پتھر اس کے ہاتھ سے چمٹ گیا اور چمٹا رہا یہاں تک کہ بڑی مشکل سے اس کو اس کے ہاتھ سے جدا کیا پس وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گیا اور ان کو واقعہ کی اطلاع دی۔ دوسرے مخزومی نے کہا یہ پتھر مجھے دو۔ میں اس سے اس کو قتل کرونگا۔ وہ پتھر لے کر ادھر بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اندھا کر دیا۔

۱۰: وَسَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ (اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہے)۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ (یہ ایمان نہ لائیں گے) یعنی ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ جو گمراہی کے اس درجہ کو پہنچا ہو۔ اس کے لئے ڈرانا نفع بخش نہیں۔

ایک عبرتناک حکایت:

میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے اللہ قدری فرقہ کے غیلان نامی آدمی کو یہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ کہنے لگا۔ یہ آیت تو گویا اب تک میری نگاہ سے گزری نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آج سے میں قدریہ فرقہ کے عقائد سے تائب ہوتا ہوں۔ عمر بن عبدالعزیز نے دعا کی اے اللہ اگر اس نے سچ کہا ہے تو اس کی توبہ قبول فرمالے۔ اگر اس نے جھوٹ بولا تو اس پر ایسے شخص کو مسلط کردے جو رحم نہ کرنے والا ہو چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس کو پکڑ کر (اس کی اس باطل پرستی پر) اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر باب دمشق پر سولی دے دی۔

۱۱: اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ (بس آپ تو ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے) یعنی آپ کے انذار سے قرآن کے پیروکاروں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ (اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے) اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا حالانکہ اس کو دیکھا نہیں۔ فَبَشِّرْہُ بِمَغْفِرَۃٍ (پس آپ اس کو خوشخبری سنا دیں مغفرت کی) مغفرت گناہوں کی معافی کو کہتے ہیں۔ وَّ اَجْرٍ کَرِیْمٍ (اور عمدہ عوض) یعنی جنت کی۔

ان کے اگلے پچھلے اعمال کو لکھ لیتے ہیں:

۱۲: اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی (بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے) ان کی موت کے بعد ان کو اٹھا کھڑا کریں گے نمبر۲۔ شرک سے ایمان کی طرف نکالیں گے۔ وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا (اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال جن کو وہ آگے بھیجتے جاتے ہیں) جو اعمال

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ

اور آپ ان کے سامنے بستی والوں کا قصہ بیان کیجئے جبکہ ان کے پاس رسول آئے جبکہ ہم نے

اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

ان کے پاس دو پیامبروں کو بھیجا سوانہوں نے انہیں جھٹلادیا پھر ہم نے تیسرے رسول کے ذریعہ ان کوتقویت دے دی، ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری ہی طرح کے آدمی ہو اور رحمٰن نے کچھ بھی نازل نہیں کیا تم تو جھوٹ ہی

تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

بول رہے ہو۔ انہوں نے کہا بلا شبہ یہ بات واقعی ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہماری ذمہ داری صرف یہی ہے کہ کھول کر

الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا

بات پہنچادیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ بے شک ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں ضرور ضرور دردناک

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

تکلیف پہنچے گی۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا اس بات کو تم نے نحوست سمجھ لیا کہ تم کو نصیحت کی گئی بلکہ بات یہ ہے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو۔

صالحہ وغیرہا انہوں نے آگے بھیجے۔ وَاٰثَارَهُمْ (اوران کے وہ اعمال بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں) جو کسی اچھے عمل کا اثر انہوں نے باقی چھوڑا۔ جیسے کسی کو علم سکھایا یا کتاب تصنیف کردی یا سرائے بنائی یا مسجد تعمیر کرادی، جہاد کیلئے گھوڑا وقف کر دیا۔ یا برے کام پیچھے چھوڑے جیسے ظالم کوئی ٹیکس لگادے۔ اسی طرح اچھا طریقہ ایجاد کیا یا برے طریقے کی طرح ڈالی۔ دوسرے مقام میں اس طرح فرمایا۔ ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر [القیامۃ:۱۳] یعنی جو اس نے اپنے اعمال آگے بھیجے اور جو آثار پیچھے چھوڑے۔ ایک قول یہ ہے یہ جمعہ اور جماعت کے لئے چلنے والے قدم ہیں۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ (اور ہم نے ہر چیز کو ضبط کر دیا تھا) ہم نے اس کو شمار کیا اور واضح کر دیا۔ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (ایک واضح کتاب میں) امام مبین سے لوح محفوظ مراد ہے۔ کیونکہ وہی کتاب کی اصل ہے۔

بستی والوں واقعہ:

۱۳: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ (اوران لوگوں کے سامنے ایک قصہ) یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کر

دیں) اضرب کا معنی مثل لھم ہے ان کے سامنے بیان کریں۔ اہل عرب کہتے ہیں عندی من ھذا الضرب کذا ای من ھذا المثل اور کہتے ہیں: ھٰذہ الاشیاء علی ضرب واحد ای علی مثال واحد مطلب یہ ہوا ان کے سامنے ایک مثال بیان کریں۔ مثال ایسی بستی والوں کی۔ القریۃ سے مراد انطاکیہ ہے۔ یعنی ان کو بستی والوں کا عجیب واقعہ سنائیں۔ دوسرا مثل اول کا بیان ہے۔

اِذْ جَآءَ : یہ اصحاب القریۃ سے بدل ہے۔ جَآءَ ھَا الْمُرْسَلُوْنَ (جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے) المرسلون سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کے قاصد ہیں۔ جن کو مبلغ بنا کر ان بت پرستوں کے پاس بھیجا۔

حبیب نجار کا واقعہ:

۱۴: اِذْ (جبکہ) جَآءَ : یہ اذ پہلے اذ کا بدل ہے۔ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمُ (ہم نے ان کے پاس بھیجا) عیسیٰ علیہ السلام نے ہمارے حکم سے ان کی طرف بھیجا۔ اثْنَیْنِ (دو) صادق اور صدوق کو۔ جب دونوں شہر کے قریب پہنچے۔ تو انہوں نے ایک بوڑھے مرد کو اپنی چند بکریاں چراتے ہوئے پایا۔ یہ بوڑھا وہی حبیب النجار تھا۔ اس بوڑھے نے ان سے ان کے احوال دریافت کئے تو دونوں نے کہا ہم عیسیٰ علیہ السلام کے نمائندے ہیں۔ ہم تمہیں عبادت اوثان سے عبادت رحمان کی طرف بلاتے ہیں۔ اس نے سوال کیا کہ تمہارے پاس کوئی صداقت کا نشان ہے انہوں نے کہا ہم مریض کو شفا اور مادرزاد اندھے کو بینا اور مبروص کو درست کرتے ہیں۔

اس چرواہے کا بیٹا کئی سال سے بیمار تھا۔ دونوں نے اس پر ہاتھ پھیرا جس سے وہ بھلا چنگا اٹھ کھڑا ہوا۔ حبیب نے دولت ایمان کو سمیٹ لیا۔ یہ اطلاع پورے شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ ان کے ہاتھ سے بہت سے لوگ شفایاب ہوئے۔ شدہ شدہ اطلاع بادشاہ کو ملی تو اس نے دونوں کو بلا بھیجا اور کہنے لگا کیا ہمارے معبودوں کے علاوہ ہمارا کوئی اور معبود بھی ہے؟ دونوں نے کہا جی ہاں! وہ جس نے تمہیں اور تمہارے معبودوں کو وجود بخشا!

بادشاہ نے کہا میں تمہارے معاملہ میں غور کرتا ہوں پھر لوگوں کو ان کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے انہیں مارا۔ اور بعض کہتے ہیں قید میں ڈال دیا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو روانہ فرمایا۔ وہ ایک ناواقف صورت میں داخل ہوا اور بادشاہ کے مصاحبین کے ساتھ اس طرح رہنے لگا کہ وہ اس سے مانوس ہو گئے اور انہوں نے اس کے حالات بادشاہ کو بتلائے بادشاہ اس سے بڑا مانوس ہوا۔ ایک دن شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے دو آدمیوں کو قید کر رکھا ہے۔ کیا تم نے ان کی بات سنی ہے؟ بادشاہ نے کہا نہیں۔ بادشاہ نے ان دونوں کو جیل سے بلایا۔ ان سے شمعون نے سوال کیا! تم کس کے قاصد اور پیامبر ہو۔

دونوں کا جواب یہ تھا ہمیں اس اللہ تعالیٰ نے بھیجا جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر زندہ کو رزق سے نوازا۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ شمعون نے دوسرا سوال کیا تم اس اللہ تعالیٰ کی مختصر انداز میں صفات بیان کرو!۔ دونوں کا جواب تھا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ فرماتا ہے اس کا فیصلہ فرماتا ہے۔ شمعون کا تیسرا سوال تھا۔ تمہارے پاس کیا نشان حق ہے؟ دونوں نے جواب دیا۔ جو بادشاہ کی تمنا ہو؟ بادشاہ نے ایک مادرزاد اندھا لڑکا بلایا۔ دونوں نے دعا کی وہ درست آنکھوں والا ہو گیا۔ شمعون نے بادشاہ کو

خطاب کرتے ہوئے کہا تم اپنے معبود کو کہو کہ وہ بھی اسی طرح کر دے۔ پھر تم اور تمہارا معبود جیت گئے؟ بادشاہ نے جواب میں کہا کہ میرا کوئی راز تجھ سے پوشیدہ نہیں حقیقت یہ ہے کہ ہمارا معبود نہ دیکھتا ہے، نہ سنتا اور نہ نفع کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان کا مالک۔

پھر بادشاہ نے کہا اگر تمہارا معبود مردہ کو زندہ کر دے تو ہم اس پر ایمان لے آئیں گے۔انہوں نے سات روز پہلے وفات پا جانے والا لڑکا منگوایا۔ وہ ان کی دعا سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں شرک پر مرنے کی وجہ سے آگ کی سات وادیوں میں داخل ہوا۔اس لئے میں تمہیں اس شرک کے متعلق ڈرا رہا ہوں جس میں تم مبتلا ہو پس تم ایمان لاؤ۔اور کہنے لگا آسمان کے دروازے کھلے تو میں نے ایک خوبصورت نوجوان دیکھا جو ان تین آدمیوں کے متعلق سفارش کر رہا تھا۔بادشاہ نے کہا وہ تین کون ہیں؟ اس نے کہا ایک شمعون اور دو یہ؟ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا۔ جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات کا بادشاہ پر اثر ہو گیا تو اس کو نصیحت کی جس کے نتیجہ میں وہ ایمان لے آیا اور کچھ لوگ ایمان لائے جو ایمان نہ لائے ان پر جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری جس سے وہ تمام ہلاک ہو گئے۔

فَكَذَّبُوْهُمَا (پس ان لوگوں نے ان دونوں کو جھوٹا بتلایا) بستی والوں نے دونوں رسولوں کو جھٹلایا۔فَعَزَّزْنَا (پھر تائید کی ہم نے) ہم نے دونوں کو مضبوط کیا۔

قراءت: ابوبکر نے فعزَزنا پڑھا۔ازعزّہ یعزّہٗ۔غالب آنا۔پس ہم نے ان کو غالب و فائق کیا۔بِثَالِثٍ (تیسرے سے) اور وہ شمعون تھا۔مفعول بہ کا ذکر چھوڑ دیا۔کیونکہ مقصود معزز بہ کا تذکرہ ہے اور وہ شمعون ہے۔اس نے کیا ہی لطیف تدبیر کی جس سے حق کو عزت ملی اور باطل رفو چکر ہوا۔ جب کلام سے ایک غرض ثابت ہو رہی تھی۔اسی لئے سیاق کلام اس کی طرف متوجہ کر دیا گویا اس کے ماسوا کو چھوڑ دیا گیا۔فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ (ان تینوں نے کہا ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں) تینوں نے بستی والوں کو کہا۔

۱۵: قَالُوْا (بستی والوں نے کہا): مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو)

سوال: بشرٌ کا لفظ یہاں مرفوع ہے۔اور ماھذا بشرًا [یوسف:۳۱] میں منصوب ہے کیوں؟

جواب: کیونکہ یہاں الا کی وجہ سے ماَ مشبہ بلیس نہ رہا کہ اس کا عمل ہوتا۔اور سورۂ یوسف میں اس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ (اور رب رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی) شئی سے مراد وحی ہے۔اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (تم نرا جھوٹ بولتے ہو) یعنی تم جھوٹے ہی تو ہو۔

۱۶: قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ (ان رسولوں نے کہا ہمارا پروردگار علیم ہے۔کہ بیشک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں) اول مرسلون کو لام سے مؤکد نہیں کیا۔دوسرے کو لام سے مؤکد کیا۔کیونکہ اول ابتدائے اخبار ہے۔اور دوسرا انکار کا جواب ہے۔

اس لئے زیادہ تاکید کی ضرورت پڑی۔ ربنا یعلم یہ تاکید کے لحاظ سے قسم کے قائم مقام ہے اسی طرح۔ شھد اللہ ، علم اللہ کا قول بھی ۔

۱۷: وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا تھا) یعنی ظاہر تبلیغ جو مشاہداتی دلیل سے اس کی صحت کو ثابت کر دے۔

جہال کا طرزِ عمل:

۱۸: قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ (وہ لوگ کہنے لگے ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں) ہم تم سے بدشگونی لیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان کے دین کو برا خیال کیا اور ان کے نفوس اس سے نفرت کرنے لگے۔ جہلاء کی عادت ہی یہ ہے کہ ہر ایسی چیز کی تمنا کرتے ہیں۔ جس کی طرف جھکاؤ اختیار کرتے ہیں اور جس کو ان کے طبائع قبول کرتے ہیں۔ اور جس چیز سے نفرت ہو اس کو وہ منحوس قرار دیتے ہیں اور ناپسند کرتے ہیں۔ پھر اگر ان کو کوئی مصیبت یا نعمت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ اس کی نحوست اور اُس کی برکت سے حاصل ہوئی۔

ایک قول:

یہ ہے ان سے بارش بند کر دی گئی پس انہوں نے یہ کہا: لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا (اگر تم اپنی بات سے باز نہ آ ؤ گے) لَنَرْجُمَنَّكُمْ (ضرور ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے) ضرور ہم تمہیں قتل کر دیں گے یا ضرور تمہیں یہاں سے ہانک دیں گے یا تمہیں گالی گلوچ کریں گے۔ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی) ضرور تمہیں جلنے کا عذاب جھیلنا پڑے گا اور وہ سخت ترین عذاب ہے۔

۱۹: قَالُوْا طَآئِرُكُمْ (ان رسولوں نے کہا تمہاری نحوست) یعنی تمہاری نحوست کا سبب مَّعَكُمْ (تمہارے ساتھ ہے) اور وہ کفر ہے۔ اَئِنْ (کیا اگر)

قراءت: ہمزہ استفہام اور حرف شرط کے ساتھ کوفی اور شامی نے پڑھا ہے۔

ذُكِّرْتُمْ (تمہیں نصیحت کی جائے) وعظ کیا جائے اور اسلام کی طرف بلایا جائے۔ جواب شرط مضمر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ تطیر تم ۔

قراءت: این اور نافع کو ہمزہ ممدودہ جس کے بعد یائے مکسورہ ہو ابوعمرو نے پڑھا ہے۔ اور ہمزہ مقصورہ اَین جس کے بعد یائے مکسورہ ہو مکی نے پڑھا ذکرتم کو تخفیف کے ساتھ یزید نے پڑھا ہے۔

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (بلکہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو)۔ نافرمانی میں حد سے آگے گزرنے والے ہو۔ اس وجہ سے تمہارے پاس نحوست آئی ہے۔ نہ کہ رسولوں کی طرف سے اور ان کے نصیحت کر دینے کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ بلکہ تم اپنی گمراہی اور

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾

اور ایک شخص اس شہر کے دور والے مقام سے دوڑتا ہوا آیا،اس نے کہا کہ اے میری قوم ان فرستادہ آدمیوں کا اتباع کرو،

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

ایسے لوگوں کی راہ چلو جو تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتے اور وہ خود راہ ہدایت پر ہیں۔

راستہ سے بھٹکنے میں حد سے بڑھے ہوئے ہو۔ وہ اس طرح کہ ان ہستیوں کو نحوست کا سبب قرار دیتے ہو۔ جو کہ تبرک کے قابل و لائق ہیں۔

حبیب نجار کا وعظ :

۲۰: وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى (اور ایک شخص شہر کے اور کسی مقام سے دوڑتا ہوا آیا)۔ یہ حبیب نجار تھا۔ یہ پہاڑ کے ایک غار میں مقیم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔ جب اس کو رسولوں کی آمد کی خبر ملی اور اس نے اپنے دین کا اظہار کیا۔ پھر کہنے لگا۔ کیا تم جو کچھ لائے ہو اس پر اجر طلب کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: نہیں! قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ کہا اے میری قوم تم رسولوں کی بات مانو۔)

۲۱: اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (ان کی بات مانو! جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر ہیں)۔ اجر سے مراد تبلیغ پر مزدوری، ھُم سے مراد رسل ہیں۔ انہوں نے سوال کیا۔ کیا تو بھی انہی کے دین پر ہے۔ تو اس نے کہا:

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً

اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اس کے سوا ایسے معبود مان لوں

اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیْٓ اِذًا

کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے ذرا بھی کام نہ دے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں، اگر میں

لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ

ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑونگا بیشک میں تمہارے رب پر ایمان لا چکا سو تم میری بات سنو۔ اس سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا، وہ کہنے لگا کہ کاش

قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی

میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت بندوں میں شامل فرما دیا۔ اور ہم نے اس کے بعد اس کی

قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً

قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نازل نہیں کیا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ نہیں تھی مگر ایک چیخ

فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾

سو وہ بجھ کر رہ گئے۔ افسوس ہے بندوں کے حال پر، جب ان کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے ضرور اس کا مذاق بنایا۔

وقف غفران

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے بہت سی امتیں ہلاک کر چکے ہیں بے شک وہ ان کی طرف واپس نہیں ہوں گے۔ اور یہ سب مجتمع ہو کر

جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾

ہمارے پاس ضرور حاضر ہوں گے۔

ع ۲

۲۲: وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ (اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں عبادت نہ کروں اس کی جس نے مجھ کو پیدا کیا)۔ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے)۔

قراءت: حمزہ نے ومالی پڑھا ہے۔

۲۳: ءَاَتَّخِذُ قراءت: کوفی نے دونوں ہمزہ سے پڑھا ہے۔ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً (کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں) یعنی اصنام کو اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ (اگر رب رحمان مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے

تو نہ معبودوں) شَيْئًا وَّ لَا يُنْقِذُوْنِ (کی سفارش کچھ میرے کام آسکے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں) کسی بھی تکلیف سے۔

قراءت: ولا ینقذونی ،فَاسْمَعُوْنِ [یٰسین:۲۵] دوحالوں میں یعقوب نے پڑھا ہے۔

۲۴: اِنِّيْٓ اِذًا (اور بیشک میں) جبکہ میں نے بنالیا۔لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (اس وقت ضرور کھلی گمراہی میں جاپڑا)۔

۲۵: جب اس نے اپنی قوم کو نصیحت کی تو وہ اس کو پتھر مارنے لگے پس وہ رسولوں کی طرف قتل سے قبل چل دیا۔اور ان کو مخاطب ہو کر کہنے لگا۔اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ (میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا پس تم میری بات سن لو) تم میری اس ایمانی بات کو سن لوتا کہ تم میرے متعلق کل آخرت میں گواہی دو۔جب وہ قتل کر دیا گیا تو

۲۶، ۲۷: قِيْلَ (اس کو ارشاد ہوا)۔ادْخُلِ الْجَنَّةَ (کہ جا جنت میں داخل ہو) اس کی قبرسوق انطاکیہ میں ہے۔

انداز کلام: یہاں قیل لہٗ نہیں کہا گیا بلکہ صرف قیل کہا گیا ہے کیونکہ کلام مقولہ کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے مقول لہ کے لئے نہیں لایا گیا اگر چہ وہ معلوم و معروف ہے۔اس میں دلالت پائی جاتی ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے۔

قول الحسن رحمۃ اللہ علیہ:

ہے کہ جب قوم نے اس کو قتل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا وہ جنت میں ہے۔وہ آسمانوں وزمین کی فناء کے وقت موت کا شکار ہوگا۔(مگر یہ قول محل نظر اور محتاج دلیل ہے) جب وہ جنت میں داخل ہوا اور اس کی نعمتوں کو دیکھا تو کہنے لگا۔قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ (کہنے لگا کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا) بما غفرلی ربی ای بمغفرة ربی لی میرے رب کے مجھے بخش دینے کے سبب یابالذی غفرلی اس ذات کو جس نے مجھے بخش دیا۔اول صورت میں مَا مصدر یہ اور دوسری میں موصولہ ہے۔وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ (اور مجھے عزت داروں میں شامل کر دیا) جن کو جنت کا اعزاز ملا۔

قوم نجار کی ہلاکت:

۲۸: وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ (اور ہم نے نہیں اتارا اس کی قوم پر اس کے بعد) مَا نافیہ ہے قوم سے حبیب نجار کی قوم مراد ہے۔بعدہٖ سے مراد اس کے قتل یا رفع کے بعد۔مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ (آسمان سے کوئی لشکر) ان کو سزا دینے کیلئے وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ (اور نہ ہم اتارنے والے تھے) نہ ہی ہماری حکمت کے لحاظ سے یہ درست تھا کہ حبیب نجار کی قوم کو ہلاک کرنے کیلئے آسمان سے لشکر اتاریں۔اور اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی ہلاکت کا سلسلہ بعض وجوہ کی بناء پر مقتضائے حکمت جاری کر رکھا ہے۔اور دوسری بعض کی بناء پر نہیں۔

۲۹: اِنْ كَانَتْ (نہیں تھی) وہ پکڑ یا سزا اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً (پس مگر آواز) جبرئیل علیہ السلام نے ایک چیخ ماری۔فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ (پس اسی لمحہ وہ بجھ کر رہ گے) مر گئے جیسا کہ آگ یکبار بجھتی ہے۔مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کی چیخ کو ان

کے لئے کافی کردیا۔ آسمان سے ان کی ہلاکت کیلئے لشکر نہیں اتارا جیسا کہ بدر کے دن اور خندق کے روز آسمانوں سے فرشتے اتارے۔

قابل حسرت لوگ:

۳۰: یٰحَسۡرَۃً عَلَی الۡعِبَادِ مَا یَاۡتِیۡهِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ (افسوس بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں) اِلَّا کَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ (آیا کہ جس کی ہنسی انہوں نے نہ اُڑائی ہو) الحسرۃ انتہائی شرمندگی کو کہتے ہیں۔ یہ نداء ہے جوان کی حالت پر اظہارِ افسوس کیلئے لائی گئی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا: **تعالی یا حسرۃ ، فهذہ من احوالك التی حقك ان تحضری فیها وهی حال استهزائهم بالرسل** ۔ اے افسوس تو آ۔ یہ حالت ان احوال میں سے ہے جس میں تجھے حاضر ہونے کا حق ہے۔ وہ حالت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استہزاء والی ہے۔ مطلب یہ ہے وہ اس بات کے حقدار ہیں۔ کہ حسرت کرنے والے ان پر اظہارِ حسرت کریں اور افسوس کرنے والے افسوس کا اظہار کریں۔ یا وہ ملائکہ اور مؤمنین دونوں کی طرف سے قابل حسرت ہیں۔

۳۱: اَلَمۡ یَرَوۡا (کیا ان کو معلوم نہیں) کَمۡ اَهۡلَکۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ (کہ ان سے پہلے بہت سے اہل زمانہ کو ہم ہلاک کر چکے)

نحو: کم یہ اهلکنا کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور یروا کم میں عمل کے سلسلہ میں معلق ہے کیونکہ کم سے پہلے آنے والا عامل اس پر عمل نہیں کرتا خواہ کم استفہامیہ ہو یا خبر یہ کیونکہ اس کی اصل استفہام ہے البتہ اس کا معنی جملہ میں نافذ ہے اور اَنَّهُمۡ اِلَیۡهِمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ (کہ وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آتے)

نحو: یہ کم اهلکنا سے معناً بدل ہے لفظاً نہیں تقدیر کلام اس طرح ہے **الم یروا کثرۃ اهلاکنا القرون من قبلهم کونهم انهم غیر راجعین الیهم** کیا ان کو معلوم نہیں کثرت سے اہل زمانہ کو ان سے پہلے ہلاک کرنا اور اُنکا ان کی طرف واپس نہ آنا۔

قدرت کی نشانی 'احیائے موتی کی دلیل:

۳۲: وَاِنۡ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیۡعٌ لَّدَیۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ (اوران میں کوئی ایسا نہیں جو مجتمع طور پر ہماری طرف حاضر نہ کیا جائے)

قراءت: لمّا کو تشدید کے ساتھ شامی، عاصم، حمزہ نے پڑھا اور الا کے معنی میں لیا۔ اور اِن نافیہ ہے۔ دیگر قراء نے لَمَا کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اس طور پر کہ ما تاکید کا صلہ ہے اور ان کو **مخففه من المثقله** ہے اور لما کی **لام** اس کے جواب میں ہے اور ما تاکید کیلئے لایا گیا۔ اور کلٌ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سب کو اٹھایا اور جمع کیا جائے گا۔ اور حساب کیلئے حاضر کیا جائے گا۔ یا عذاب کیلئے جمع کیا جائے گا۔ یہاں کلّ کے متعلق جمیع کے لفظ سے خبر دی کیونکہ کُلّا کا لفظ احاطہ کیلئے آتا ہے۔ جمیع بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے۔ اور اس کا معنی اجتماع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محشر تمام کو جمع کرے گا۔

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚۖ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا

اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے سو وہ اس میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں

فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ

کھجوروں کے اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کر دیئے۔ تاکہ وہ اس کے پھلوں سے کھائیں

وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

اور اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، سو کیا وہ شکر ادا نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں سے

الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

ہر قسم کی چیزیں پیدا فرمائیں اور ان لوگوں کی جانوں سے اور ان چیزوں میں سے جنہیں یہ لوگ نہیں جانتے۔

۳۳: وَاٰیَةٌ لَّهُمُ (اور ایک نشانی ان کے لئے) اور ایک نشانی اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریں گے مردہ زمین کو آباد کر دینا ہے۔ ایۃ مبتدأ اور لھم خبر ہے۔ نمبر۲۔ ایۃ مبتدأ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوا اور لھم اس کی صفت ہے اور الارض المیتة اس کی خبر ہے۔ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ (مردہ زمین) خشک زمین۔

قراءت: مدنی نے المیتة کو تشدید سے پڑھا ہے۔ اَحْیَیْنٰهَا (ہم نے اس کو زندہ کیا) بارش سے۔

نحو: نمبر۱۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ جو کہ زمین کے مردہ ہونے کا نشانی ہونا بیان کرنے کیلئے لایا گیا اور اسی طرح نسلخ بھی مستانفہ ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ نسلخ کو الیل اور احیینھا کو الارض کی صفت قرار دیں۔ کیونکہ یہاں مراد جنس لیل اور جنس ارض ہے۔ کوئی معین ارض و لیل مراد نہیں۔ اس لئے افعال کو ان کی صفت بنانے میں نکرات جیسا سلوک کیا گیا ہے۔ فعل کے اس قسم کے معارف کی صفت بننے میں اشکال نہ رہا۔ اس کی مثال کلام عرب میں موجود ہے۔ وَلَقَدْ اَمُرُّ علی اللئیم یسبنی اللئیم کی صفت یسبنی ہے۔ وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا (اور ہم نے اس میں سے غلے نکالے) یہاں جنس (حبا) غلہ مراد ہے۔ فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ (پس ان میں سے لوگ کھاتے ہیں)۔

وجہ تقدیم:

منہ ظرف کو مقدم کر کے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ غلہ ہی وہ چیز ہے جس سے گزران زندگی کا بڑا حصہ متعلق ہے اور اسی کے استعمال سے انسانی جسم کی اصلاح و درستی ہے جب یہ کم ہو جائے تو قحط پڑ جائے اور نقصان واقع ہو اور جب نایاب ہو تو ہلاکت سر آ سوار ہو اور مصائب اتر پڑیں۔

۳۴: وَجَعَلْنَا فِيْهَا (اور ہم نے اس میں لگائے) یعنی زمین میں جَنّٰتٍ (باغات) مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ (کھجوروں اور انگوروں کے) وَّ فَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (اور ہم نے اس میں چشمے جاری کردیئے) اخفش کے نزدیک مِن زائدہ ہے اور دوسروں کے نزدیک مفعول محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ماینفعون به ۔

۳۵: لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ (تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پھل کھائیں) ثمرہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ای لیا کلوا مما خلقهُ الله من الثمر۔

قراءت: من ثُمُرِهٖ حمزہ،علی نے پڑھا ہے۔

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ (اور اس میں سے جس کو ان کے ہاتھوں نے لگایا) یعنی اور اس میں سے جو ان کے ہاتھوں نے بونا، سیراب کرنا پیوند کرنا وغیرہ اعمال کیے یہاں تک کہ پھل اپنی میعاد کو پہنچا۔مطلب یہ ہے کہ پھل فی نفسہٖ اللہ تعالیٰ نے بنایا اور پیدا کیا اس میں بنی آدم کی محنت کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔اس کی اصل مِن ثمرنا ہے جیسا پچھلی آیت میں جعلنا ، فجرنا کے صیغے دلالت کرتے ہیں۔پھر بطریق التفات متکلم سے کلام کو غیبت کی طرف پھیر دیا گیا۔نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر کا مرجع النّخیل ہو اور اعناب کی طرف بلا ضمیر لوٹائے چھوڑ دیں لیکن یہ تو معلوم ہے کہ اس کا نخیل والا حکم ہے کیونکہ اکل ثمرہ کی وجہ سے یہ اس سے معلق ہے۔نمبر۳۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ مراد ثمر مذکور ہو۔اور وہ جنات ہیں۔جیسا کہ رؤبہ شاعر کا قول ہے۔فیها خطوط من بیاض و بُلَق۔ کانهٗ فی الجلد تولیع البهق اس سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا میری مراد کانّ ذلك ہے۔حفص کے علاوہ کوفی قراء نے مَا عَمِلَتْ پڑھا اور اہل کوفہ کے تمام مصاحف میں اسی طرح ہے اور مصاحف اہل حرمین اور بصرہ،شام میں ضمیر کے ساتھ ما عَمِلَتْهُ ہے۔ایک قول یہ ہے مَا نافیہ ہے اس طرح کہ پھل کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور لوگوں کے ہاتھوں نے اس کو نہیں بنایا اور نہ ہی لوگوں کو اس پر قدرت حاصل ہے۔اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (پھر وہ شکر کیوں ادا نہیں کرتے) سستی کرتے ہوئے اس میں شکر ادا کرنے پر آمادہ کیا گیا۔

تمام اصناف کو وہی پیدا کرنے والا ہے:

۳٦: سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ (پاک ہے وہ ذات جس نے تمام مقابل اقسام پیدا کیں) ازواج کا معنی اصناف ہے۔ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ (ان میں سے جن کو زمین اگاتی ہے) جیسے کھجوریں ،درخت، کھیتیاں اور پھل وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ (اور ان آدمیوں سے بھی) اولاد مذکر و مؤنث وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (اور ان چیزوں میں سے جن کو لوگ نہیں جانتے) اور بعض اصناف ایسی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مطلع نہیں فرمایا۔اور نہ ان کی پہچان تک انسان پہنچے ہیں۔وادیوں اور سمندروں میں بہت سی ایسی اشیاء ہیں جن کو لوگ جانتے ہی نہیں۔

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ

اور ان کے یے ایک نشانی رات ہے ،ہم اس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں سو وہ اچانک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں ، اور سورج اپنے ٹھکانے کی

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ

طرف چلتا ہے، یہ اس کا مقرر کیا ہوا ہے کہ جو زبردست ہے علم والا ہے۔ اور اس نے چاند کے لیے منزلیں مقرر کردیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی ٹہنی کی طرح

الْقَدِیْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ

رہ جاتا ہے، نہ تو سورج کی مجال ہے کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ کر پہلے آسکتی ہے اور سب

فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔

رات کی نشانی:

۳۷: وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ (اور ایک نشانی ان کے لئے رات ہے کہ ہم اس پرے دن کو اتار لیتے ہیں) ہم اس میں سے دن کو اس طرح نکال لیتے ہیں کہ دن کی روشنی میں سے کوئی چیز بھی اس کے ساتھ باقی نہیں رہتی ،نمبر۲۔ اس سے روشنی کو ہم اس طرح کھینچ لیتے ہیں جیسے سفید قمیص کھینچی جاتی ہے پس نفس زمانہ اسی طرح ننگا ہو جاتا ہے جیسا سیاہ حبشی کیونکہ آسمان وزمین کے مابین سیاہ فضا ہے اس کے بعض حصے نے سورج کی روشنی اسی طرح پہن لی جیسا کہ اندھیرے گھر میں دیا روشن کردیا جائے۔ جب دیا غائب ہو تو پھر گھر پہلے کی طرح اندھیر ہو جاتا ہے۔ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ (پس یکا یک وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں) یعنی اندھیرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔

سورج کا مقصد:

۳۸: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ (اور سورج چلتا رہتا ہے) اور ان کے لئے سورج کا چلنا نشانی ہے۔ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (اپنے ٹھکانے کی طرف) اپنی اس حد کی طرف پہنچتا ہے ،نمبر۱۔ سورج کو مسافر کے مستقر سے تشبیہ دی جبکہ وہ اپنا فاصلہ طے کرے۔ نمبر۲۔ اپنی حد کیلئے جیسا کہ ہر روز اپنی آنکھوں سے اس کا چلنا دیکھتے ہیں اور وہ مستقر مغرب ہے۔ نمبر۳۔ اپنے معاملے کی انتہاء کیلئے دنیا کے اختتام تک۔ ذٰلِكَ (یہ) اس اندازے سے چلنا اور دقیق حساب تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ (اندازہ باندھا ہوا ہے اس کا جو زبردست) اپنی قدرت کے ساتھ ہر مقدور پر غالب ہے۔ الْعَلِیْمِ (علم والا ہے) ہر معلوم کا۔

منازلِ قمر:

۳۹: وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ (اور چاند کیلئے منازل مقرر کیں)

نَحْو: قراءت القمر: اس فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر قدرنا کر رہا ہے۔ مکی، نافع، ابوعمرو، سہل نے اس کو مرفوع پڑھا اور مبتدأ قرار دیا اور قدرنا کو خبر بنایا یا اٰیۃ لھم کو مبتدأ اور القمر خبر یا عکس مان کر مرفوع پڑھا گیا۔ مَنَازِلَ (منزلیں) وہ اٹھائیس منزلیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک منزل میں ہر رات کو چاند اترتا ہے نہ اس کو عبور کرتا ہے اور نہ اس سے پیچھے رہتا ہے ابتدائی رات سے لے کر برابر انداز سے اٹھائیسویں منزل تک چلتا رہتا ہے۔ پھر دو راتیں چھپ جاتا ہے۔ جبکہ مہینہ کامل ہو اور اگر مہینہ ناقص ہو تو ایک رات چھپتا ہے۔ قدرنا ہ منازل میں مضاف کا حذف ماننا ضروری ہے۔ کیونکہ نفس قمر کے لیے تقدیر منازل کا کوئی معنی نہیں۔ کلام اس طرح ہوگا۔ نمبرا۔ قدرنا نورہ یزید و ینقص یا قدرنا مسیرۃ منازل ۔ پس یہ ظرف ہوگا۔ جب چاند اپنی آخری منازل میں پہنچتا ہے تو باریک اور کمان کی طرح ہو جاتا ہے۔ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ (یہاں تک کے وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی) کھجور کی شاخ جب خشک اور ٹیڑھی ہو جائے العرجون بروزن فعلون ہے۔ یہ انعراج بمعنی انعطاف ہے۔ الْقَدِيْمِ (پرانی) جب یہ شاخ پرانی ہوتی ہے۔ تو زرد پڑ جاتی اور کبڑی ہو جاتی ہے۔ پس چاند کے ساتھ اس کی مشابہت تین ح سے ہے۔

وہ ایک دوسرے کو پکڑ نہ سکیں گے:

۴۰: لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ (نہ آفتاب کی مجال ہے) نہ سورج کو جائز درست و مناسب ہے۔ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (کہ چاند کو جا پکڑے) پس اس کے ساتھ ایک وقت میں جمع ہو جائے اور اس کی سلطنت میں مداخلت کر کے اس کے نور کو مٹا دے کیونکہ ہر دو سیاروں کو اپنے اپنے دائرے میں غلبہ ہے۔ سورج کو دن پر غلبہ اور چاند کا غلبہ رات پر ہے۔ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ (نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے) رات دن سے سبقت نہیں کر سکتی یعنی رات کی نشانی دن کی نشانی سے سبقت نہیں کر سکتی۔ یہ دونوں روشن سیارے اس ترتیب پر رہیں گے یہاں تک کہ قیامت آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ سورج و چاند کو جمع کر دیں گے اور سورج مغرب سے طلوع کریں گے۔ وَكُلٌّ اس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے ای و کلھم اور ضمیر شموس و اقمار کی طرف راجع ہے۔ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (ہر ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں) یعنی چل رہے ہیں۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝۴۱ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ

اور ان لوگوں کے لیے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے ان کے لیے کشتی جیسی چیزیں

مَا يَرْكَبُوْنَ ۝۴۲ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝۴۳ اِلَّا رَحْمَةً

پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں سو ان کی کوئی بھی فریادرسی کرنے والا نہ ہو اور نہ انہیں چھٹکارا دیا جائے۔ مگر یہ کہ ہماری

مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝۴۴ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ

مہربانی ہو جائے اور ایک وقت مقررہ تک فائدہ دینا منظور ہو۔ اور جب ان سے کہا جائے گا کہ تم اس سے ڈرو جو تمہارے آگے ہے اور جو پیچھے ہے تا کہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ۝۴۵ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۴۶ وَاِذَا

رحم کیا جائے۔ اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے جو نشانی بھی ان کے پاس آتی ہے اس کی طرف سے اعراض کرنے والے بن جاتے ہیں۔ اور جب

قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ

ان سے کہا جاتا ہے کہ اس میں سے خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے تو کافر لوگ اہل ایمان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ ان لوگوں کو کھلائیں جنہیں

يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۴۷

اللہ چاہے تو کھلا دے، بات یہی ہے کہ تم کھلی ہوئی گمراہی میں ہو۔

۴۱: وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ (اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو سوار کیا)۔

قراءت: ذریاتهم مدنی وشامی نے پڑھا ہے۔

فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (بھری کشتی میں) مشحون بھری ہوئی ذریت سے مراد اولاد ہے۔ اور جن کا اٹھانا ان کو مقصود ہو۔ وہ ان کو خشکی وسمندر کی تجارتوں کیلئے بھیجتے تھے۔ نمبر۲۔ آباء مراد ہیں کیونکہ یہ اضداد میں سے ہے اس صورت میں فلک سے مراد سفینہ نوح علیہ السلام۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اس کا معنی اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو اس میں سوار کر دیا یعنی ان کے پہلے آباء واجداد کو اس میں سوار کر دیا جبکہ وہ اور ان کی اولادیں اپنے باپوں کی اصلاب میں تھیں۔ یہ بات تذکرۂ احسان میں زیادہ بلیغ ہے۔

تمام جدید سواریاں:

۴۲: وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ (اور ہم نے ان کے لئے کشتی جیسی اور چیزیں پیدا کر دیں) ہٗ کی ضمیر کشتی کی طرف راجع ہے۔ مَایَرْکَبُوْنَ (جن پر یہ سواری کرتے ہیں) جیسے اونٹ جو کہ سفائن صحراء کہلاتے ہیں۔ (اب تو بیشمار قسم کی جدید سواریاں اسی قرآنی اشارے کا مصداق ہیں)

۴۳: وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ (اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں) سمندر میں فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ (پھر نہ تو ان کا کوئی فریادرس ہو) صریخ کا معنی فریاد کو پہنچنے والا۔ یا صریخ مصدری معنی میں ہے فریادرسی۔ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ (اور نہ یہ نجات پا سکیں گے) نجات دیے جائیں۔

۴۴: اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ (مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے۔ اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا ہے) ای لا ینقذون الا لرحمة منا۔ یعنی رحمت کی وجہ سے ان کو بچایا جا رہا ہے اور اس لئے بھی تا کہ وقت مقررہ تک دنیا کے ساز و سامان سے فائدہ اٹھائیں۔

نحو: رحمة اور متاعًا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

اگلے پچھلے گناہوں سے ڈرو:

۴۵: وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے)۔ وَمَا خَلْفَكُمْ (اور جو تمہارے پیچھے ہے) یعنی جو گناہ کر کے آگے روانہ کر چکے اور جو ابھی کر رہے ہو۔ یا ان وقائع سے ڈرو جن میں تم سے پہلی اقوام تکذیب انبیاء کے نتیجہ میں مبتلا ہوئیں۔ اور اس سے ڈرو جو تمہارے پیچھے قیامت والی گھڑی تیار کھڑی ہے۔ یا نمبر۳۔ دنیا کی آزمائش اور عقوبت آخرت سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (تا کہ تم پر رحم کیا جائے) تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار بن سکو۔

نحو: اذا کا جواب مضمر ہے تقدیر جواب یہ ہے اَعْرَضُوْا۔ اس کا حذف جائز ہے کیونکہ ما تاتیهم الایة اس پر دلالت کر رہی ہے۔

۴۶: وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا (اور ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی آیت ان کے رب کی آیات میں سے نہیں آئی) عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ (جس سے یہ سرتابی نہ کرتے ہوں)۔

نحو: پہلا مِنْ تاکید نفی کیلئے ہے۔ اور دوسرا تبعیض کیلئے ہے۔ یعنی ان کی عادات ثانیہ ہے کہ ہر موعظت و نصیحت کے وقت اعراض کرتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو۔ وہ لوگ بس ایک سخت آواز کے انتظار میں ہیں

تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾

جو ان کو پکڑ لے اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں۔ سو نہ تو وہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن

اور صور پھونکا جائے گا سو وہ سب یکایک قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری

بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِن كَانَتْ

کم بختی ہمیں کس نے ہماری لیٹنے کی جگہ سے اٹھادیا ، یہ وہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ فرمایا اور پیغمبروں نے سچی خبر دی۔ بس وہ

إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا

ایک چیخ ہو گی سو وہ سب ہمارے پاس حاضر کر دیئے جائیں گے۔ سو اس دن کسی جان پر ذرا سا بھی ظلم نہ

وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾

ہوگا اور تمہیں صرف انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

وقفہ لازم
وقف منزل وقف غفران

یہ پیدائشی فقیر ہیں، ہم ان کو کیوں دیں؟

۴۷: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ (اور جب ان سے کہا جاتا ہے) اور جب مشرکین مکہ کو کہا جاتا ہے۔ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ (تم اس میں سے خرچ کرو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دے رکھا ہے) فقراء پر صدقہ کرو۔ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ (کافر مسلمانوں کو کہتے ہیں۔ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانا دیں جن کو اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو کھانے کو دیدے)

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

مکہ میں کچھ زندیق لوگ تھے جب ان کو مساکین پر خرچ کرنے کیلئے کہا جاتا تو کہتے لا واللہ۔ نہیں اللہ کی قسم! کیا اللہ تعالیٰ ان کو فقیر بنائیں اور ہم ان کو کھانا کھلائیں؟ (یہ ہرگز نہ ہوگا) إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (تم صریح غلطی میں ہو) یہ مقولہ الٰہی ہے یا مؤمنین کے قول کی حکایت ہے۔ یا نمبر۳۔ ایمان والوں کو کافر جو جواب دیتے تھے یہ بھی ان میں سے ایک جواب ہے۔

۴۸: وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ (وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ) الوعد سے وعدۂ بعث بعد الموت اور قیامت مراد ہے۔ إِنْ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم اپنی بات میں سچے ہو)۔اس میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کیا گیا۔

قیامت تو اسرافیل کی ایک صیحہ ہے:

۴۹: مَا يَنْظُرُوْنَ (نہیں وہ منتظر) اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً (مگر ایک زور کی آواز کے) اس سے نفخۂ اولیٰ مراد ہے۔ تَاْخُذُهُمْ يَخِصِّمُوْنَ (جوان کو آ پکڑے گی اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہونگے)۔

قراءت: حمزہ نے سکون خاء وتخفیف صاد سے يَخْصِمُوْنَ پڑھا اور خصمہ سے قرار دیا۔ جبکہ وہ خصومت میں غلبہ پالے۔ باقی قراء نے تشدید صاد سے پڑھا ہے۔ ای یختصمون تاء کو صاد میں مدغم کر دیا مگر مکی نے خاء کا فتحہ پڑھا تاء مدغمہ کی حرکت کو نقل کر کے خاء کو دیا۔ اور مدنی نے سکونِ خاء اور یاء اور خاء کے کسرہ سے پڑھا۔ یحییٰ نے یاء کو خاء کی اتباع میں کسرہ دیا اور دیگر قراء نے یاء کا فتحہ اور خاء کا کسرہ پڑھا۔ مطلب یہ ہے وہ قیامت ان کو آن پکڑے گی۔ جبکہ وہ معاملات میں باہمی جھگڑ رہے ہونگے۔

قیامت آنے پر ذرا فرصت نہ ملے گی:

۵۰: فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً (پس ان کو وصیت کرنے کی فرصت نہ ہوگی) اپنے معاملات میں سے کسی کے سلسلہ میں وصیت کرنے کی بھی ان کو طاقت نہ رہے گی۔ وَّ لَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ (اور نہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر جاسکیں گے)۔ نہ ہی اپنے مکانات کی طرف واپس لوٹنے کی قدرت رہے گی بلکہ جہاں آواز کو سن پائیں گے وہیں موت سے ڈھیر ہو جائیں گے۔

۵۱: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ (اور صور میں پھونک ماردی جائے گی) یہ نفخہ ثانیہ ہے۔ الصور۔ قرن کو کہتے ہیں۔ یا نمبر۲۔ جمع صورۃ ہے۔ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (پس وہ یکا یک قبروں سے اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے)۔ اجداث جمع جدث وقبر کو کہتے ہیں۔ يَنْسِلُوْنَ۔ (تیزی سے دوڑیں گے۔)

قراءت: ینسِلُوْن۔ سین کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا ہے۔

بے وقت بعث کا اقرار:

۵۲: قَالُوْا (وہ کہیں گے) یعنی کفار يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا (ہائے ہماری کم بختی ہم کو کس نے اٹھا دیا) بعثنا بمعنی اَنْشَرَنَا ہے۔ مِنْ مَّرْقَدِنَا (ہماری قبروں سے) یعنی خواب گاہوں سے۔

قراءت: حفص کے نزدیک یہاں وقف لازم ہے۔

قولِ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

کفار کو نیند کا ایک جھٹکا محسوس ہوگا جس میں نیند کا ذائقہ پائیں گے۔ اسی وقت اچانک آواز دی جائے گی۔ اے اہل قبور! وہ جواب دیں گے ہم کو کس نے زندہ کر کے اٹھا دیا؟ (وہ اپنے خیال کی تغلیط کر کے کہیں گے یہ نیند نہیں بلکہ انبیاء والی سچی قیامت ہے)۔

إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى

بلا شبہ آج جنت والے اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں ہوں گے ،مسہریوں پر

الْأَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿٥٧﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ

تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ اس میں ان کے لیے میوے ہوں گے اور جو کچھ طلب کریں گے انہیں وہ ملے گا۔ مہربان رب کی طرف سے

رَّحِيْمٍ ﴿٥٨﴾

ان پر سلام ہوگا۔

هٰذَا مَاوَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے) نمبرا۔ یہ ملائکہ کا کلام ہے۔ یا متقین کا کلام ہے یا کافروں کا کلام ہے۔ ان کو اس وقت رسولوں کا سنا ہوا یاد آئے گا۔ بذات خود یہ جواب دیں گے اپنے آپ کو مخاطب کر رہے ہونگے۔ یا ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہیں گے۔ یا ما مصدر یہ ہے اور اس کا معنی اس طرح ہے۔ یہ رحمان کا وعدہ ہے۔ اور رسولوں کی سچائی ہے۔ گویا موعود و مصدق کو وعد اور صدق سے تعبیر کیا۔ نمبر۳۔ ما موصولہ مانیں تو تقدیر کلام یہ ہوگی **هذا الذی وعده الرحمٰن والذی صدقه المرسلون ای والذی صدق فیه المرسلون** یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا اور وہ جس میں رسولوں نے سچ کہا۔

۵۳: **اِنْ كَانَتْ** (وہ بس) نفخہ اخیرہ **اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ** (ایک زور کی آواز ہوگی جس سے یکا یک سب جمع ہو کر ہمارے پاس حاضر کر دیئے جائیں گے) حساب و کتاب کیلئے۔

۵۴: پھر وہ ذکر کیا جو اس دن ان کو کہا جائے گا۔ **فَالْيَوْمَ لَاتُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَاتُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ** (پھر اس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔ اور تم کو بس انہی کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے)۔

جنتیوں کے کچھ احوال:

۵۵: **اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ** (اہل جنت بیشک اس روز اپنے مشغلوں میں خوش دل ہونگے)

قراءت: **شُغُل** کو کوفی، شامی نے دو ضموں سے پڑھا۔ اور مکی نے **شُغْل** ضمہ اور سکون سے پڑھا نافع وابو عمرو نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ مطلب یہ ہے کیا خوب مشغولیت میں اور ایسی مشغولیت جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ ضیافت ملک الجبار یا جنت کی سروں کا سننا، یا نہروں کے کنارے درختوں کے نیچے حوروں سے ہم خوابی۔

نحو: **فاكهون** یہ خبر ثانی ہے۔ یزید نے **فكِهُوْن** پڑھا۔ **الفاكه والفكه** خوش عیش کی چیز جس سے تلذذ حاصل کیا جائے۔ اسی سے **الفكاهة** خوش گپی ہے کیونکہ اس سے بھی تلذذ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح **الفاكهة** فروٹ سے بھی لذت اندوزی کی جاتی ہے۔

نمبر:۲

۵۶:هُمۡ وَاَزۡوَاجُهُمۡ فِىۡ ظِلٰلٍ (وہ اوران کی بیویاں سایوں میں)۔

نحو: هم مبتدأاورازواجهم اس کا معطوف ہے۔فی ظلال یہ حال ہے۔ظلال جمع ظِلّ کی ہے۔ایسی جگہ جہاں دھوپ نہ پڑے۔جیسا ذئب وذئاب یا جمع ظلة کی ہے جیسے برمة و برام۔اس کی دلیل حمزہ،علی کی قراءت ظُلَلٌ جمع ظلة ہے۔ظُلّہ دھوپ سے جو چیز سایہ دے مثلاً خیمہ،قنات عَلَى الۡاَرَآئِكِ جمع اریکة پردہ دار مسہری یا بستر پردہ میں مُتَّكِـُٔوۡنَ (مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے)

نحو: یہ خبر ہے۔یافی ضلال خبر ہےاورعلی الارائك جملہ مستانفہ ہے۔

نمبر:۳

۵۷:لَهُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمۡ مَّا يَدَّعُوۡنَ (ان کے لئے وہاں میوے ہونگے اور جو کچھ مانگیں گےان کو ملے گا)۔

نحو وصرف: یدعون یہ باب افتعال از دعاء ہے جواہل جنت مانگیں وہ ان کے پاس آجائے گا۔یا جو وہ تمنا کریں گے اہل عرب کہتے ہیں۔ادّع عَلَیّ ماشئت ای تمنه علی۔جوتمنا کرو۔فراءنحوی کہتے ہیں: یہ الدعوی سے ہے وہ اس چیز سے نہ مانگیں گے جس کے حقدار نہ ہونگے۔

نمبر:۴

۵۸:سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ (ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام دیا جائے گا) سلام یہ ما یدعون سے بدل ہے گویا اس طرح ان کوفرمایاسلام یقال لهم سلام ان کو کہا جائے گا۔مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ ملائکہ کے واسطہ سے ان کوسلام فرمائے گا۔ نمبر۲۔بغیر واسطہ کےان کی عظمت کے لئے اللہ تعالیٰ سلام فرمائیں گے۔یہ اہل جنت کی منتہی تمنا ہےاوران کے لئے اس سے روک نہ ہوگی۔قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ فرشتے ان کے پاس رب العالمین کی طرف سے تحفۂ سلام لے کر حاضر ہونگے۔

وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ

اور اے مجرمو! آج علیحدہ ہو جاؤ۔ اے بنی آدم کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت مت کرنا،

اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ

بلاشبہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے اور میری عبادت کرنا، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ شیطان نے

مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

تم میں سے کثیر مخلوق کو گمراہ کر دیا، کیا تم سمجھ نہیں رکھتے تھے۔ یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ

آج تم اس میں داخل ہو جاؤ اپنے کفر کی وجہ سے، آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ کلام کریں گے

وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا

اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو مٹا دیتے سو وہ راستے کی طرف

الصِّرَاطَ فَاَنّٰى یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا

دوڑتے پھرتے سو ان کو کہاں نظر آتا۔ اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کی جگہ پر مسخ کر دیتے اس طرح پر کہ وہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے جس کی وجہ سے یہ نہ آگے چل سکتے

وَّلَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور نہ پیچھے کو لوٹ سکتے، اور ہم جس کو زیادہ عمر دے دیتے ہیں اسے طبعی حالت پر لوٹا دیتے ہیں، کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے

کافر و مومن کی علیحدگی:

۵۹: وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ)۔ مجرمو! مومنین سے الگ ہو جاؤ۔ یہ اس وقت ہوگا۔ جب میدانِ محشر میں مومنوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

قولِ ضحاک:

ہر کافر کا جہنم میں ایک گھر ہوگا جس میں وہ رہے گا۔ نہ وہ کسی کو ہمیشہ کیلئے دیکھ پائے گا اور نہ اس کو کوئی دیکھے گا۔ قیامت کے دن کفار کو کہا جائے گا۔

۶۰: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ (اے اولاد آدم! کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم) اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) العھد وصیت، عرب کہتے ہیں۔ عھد الیه اذا وصاہ، اللہ تعالیٰ کے عہد سے مراد جو دلائل عقلیہ پیدا کئے اور دلائل نقلیہ کتابوں میں اتارے عبادۃ الشیطان وسوسہ اندازی اور تزین میں شیطان کی طاعت۔

۶۱: وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ (اور یہ کہ میری عبادت کرنا) مجھے وحدہٗ لاشریک ماننا اور میری اطاعت کرنا۔ ھٰذَا اس سے اس عہد کی طرف اشارہ ہے جو شیطان کی نافرمانی اور طاعت رحمانی کیلئے لیا گیا۔ صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (یہ سیدھا راستہ ہے) یہ راستہ جو اپنی استقامت میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے اور کوئی راستہ اس سے زیادہ مضبوط نہیں۔

۶۲: وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا (وہ تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا)۔ جبلاً جیم کے کسرہ اور باء مکسورہ اور تشدید کے ساتھ مدنی، عاصم، سہل نے پڑھا۔ نمبر۲۔ جبلاً تخفیف سے شامی اور ابوعمرو نے پڑھا۔ نمبر۳۔ جُبُلًّا جیم اور باء کے ضمہ اور لام کی تشدید سے یعقوب نے پڑھا۔ نمبر۴۔ جُبُلًا ضمۂ جیم وتخفیف لام کے ساتھ دیگر قراء نے پڑھا۔ یہ تمام لغات ہیں معنی تمام کا مخلوق ہے۔

اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (پس کیا تم نہیں سمجھتے تھے) یہ استفہام توبیخ کیلئے ہے کہ تم نے عقل سے کیوں کام نہیں لیا۔

۶۳: هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا) ای توعدون بھا،

۶۴: اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (آج اپنے کفر کے بدلے اس میں داخل ہو جاؤ) یعنی اپنے کفر اور جہنم کے انکار کے باعث اس میں داخل ہو جاؤ۔

کافر کا گواہی ماننے سے انکار:

۶۵: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ (آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے) یعنی ان کو گفتگو سے روک دیں گے۔ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا (اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے) كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (جو کچھ یہ لوگ کرتے تھے)

مروی ہے کہ کافر انکار کریں گے اور جھگڑا کرنے لگیں گے (بلکہ قرآن مجید میں فرمایا وہ کہیں گے: واللہ ربنا ما کنا مشرکین) ان کے خلاف ان کے پڑوسی اور گھریلو رشتہ دار، خاندان کے لوگ گواہی دیں گے۔ وہ قسم اٹھائیں گے کہ انہوں نے بالکل شرک نہیں کیا۔ اس وقت ان کو کلام سے روک دیا جائے گا۔ اور ہاتھ، پاؤں کو بولنے کا حکم ہوگا۔ ارشاد نبوت ﷺ ہے کہ بندہ کہے گا آج میں اپنے متعلق کسی کی گواہی نہ مانوں گا سوائے اس گواہ کے جو میرے اپنے نفس سے ہو۔ پس اس کے منہ پر مہر لگا دی جائیگی اور اس کے ارکانِ جسم کو کہا جائے گا بات کرو۔ وہ اعضاء اس کے اعمال بول کر بیان کریں گے۔ پھر کلام کے بعد اس کو تخلیہ میں چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ اپنے اعضاء کو مخاطب کر کے کہے گا۔ تمہارا ستیاناس ہو۔ میں تمہاری طرفداری کیلئے تو جھگڑ رہا تھا۔

[مسلم، ۲۹۶۹]

درت سے ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کر سکتے ہیں:

۶۶: وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِهِمْ (اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کر دیتے) ضرور ہم ان کو اندھا کر دیتے اور ان کی بصارت لے جاتے۔ الطمس آنکھوں کا شگاف پاٹ کر پپوٹہ کا نشان مٹا دینا۔ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ (پھر یہ راستے کی طرف دوڑتے پھرتے)۔

نحو: جار کو حذف کر کے فعل کو ملا دیا۔ ای استبقوا الی الصراط فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ (پھر ان کو کہاں نظر آتا) انی یہاں کیف کے معنی میں ہے۔ پھر اس وقت وہ کیسے دیکھتے جبکہ ہم ان کی آنکھیں مٹا چکے؟

پتھر بنانے کی قدرت:

۶۷: وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ (اور اگر ہم چاہتے تو ان کی صورتیں بدل ڈالتے) بندر وسور یا پتھر بنا دیتے۔ عَلٰی مَكَانَتِهِمْ (ان کی جگہ پر باقی رکھتے ہوئے)

قراءت: ابوبکر وحماد نے مکاناتھم پڑھا۔ المکانۃ والمکان ایک ہیں جیسے المقامۃ والمقام۔ مطلب یہ ہے جن گھروں میں گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے اندر ہی ہم ان کی شکلیں مسخ کر دیتے فَمَا اسْتَطَاعُوْا (نہ طاقت رکھتے) یعنی آنے جانے کی قدرت نہ رہتی یا مُضِیًّا (آگے چلنے کی) وَّلَا یَرْجِعُوْنَ (نہ پیچھے لوٹ جانے کی)۔

جوانی سے بڑھاپے کی قدرت ہے تو اٹھانے کی قدرت کیوں نہیں؟

۶۸: وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ (جس کی ہم زیادہ عمر کر دیتے ہیں اس کو الٹا کر دیتے ہیں)۔

قراءت: عاصم وحمزہ نے نُنَکِّسْہُ پڑھا ہے۔ التنکیس۔ چیز کو الٹا کرنا۔ باقی قراء نے ننکُسۂ فی الخلق سے لیا یعنی اس میں اس کو پلٹ دیتے ہیں۔ یعنی جس کی عمر کو ہم طویل کرتے ہیں۔ اس کے اعضاء کو پلٹ دیتے ہیں۔ پس طاقت کی جگہ ضعف و کمزوری آجاتی ہے۔ جوانی کی بجائے بڑھاپا آجاتا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ ہم نے شروع میں کمزور جسم والا پیدا کیا اور عقل وعلم بنائے پھر ان کو بڑھنے والا بنایا۔ یہاں تک کہ یہ جوانی کو پہنچا اور اپنے میں کمال پایا اور اپنے حقوق وفرائض کو سمجھنے اور جاننے والا بن گیا۔ پھر جب عمر کی انتہاء کو پہنچا تو پھر اس کو پلٹ دیا۔ فِی الْخَلْقِ (طبعی حالت میں) ہم نے اس کو کم ہونے والا بنا دیا۔ یہاں تک کہ یہ ایسی حالت کی طرف لوٹ گیا جو کمزوری جسم میں بچے کی حالت کے مشابہ تھی۔ اسی طرح عقل کی قلت اور علم سے فارغ جیسا کہ تیر کو پلٹ کر اس کے بلند حصہ کو نچلا حصہ بنا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکی لا یعلم بعد علم شیئا** [النحل: ۷۰]

اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ (کیا یہ لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے) کہ جو ذات ان کو جوانی سے بڑھاپے میں منتقل کرنے کی قدرت رکھتی ہے۔ اور ضعف سے قوت کی طرف لے جانے کی قدرت ہے۔ اور تیز عقل سے سٹھیانے تک لے جا سکتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں مٹا دیں اور ان کے گھروں میں مسخ کر دیں۔ اور موت کے بعد ان کو اٹھا کھڑا کریں۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ

اور ہم نے ان کو شعر نہیں سکھایا اور نہ شعر ان کے لائق ہے،وہ تو بس ایک نصیحت ہے اور قرآن مبین ہے۔ تا کہ وہ اسے ڈرائے جو زندہ

حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾

ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔

قراءت: مدنی، یعقوب، سہل نے تعقلون تاء سے پڑھا ہے۔

سخت الزام کا جواب:

۶۹: مشرکین مکہ آپ کو شاعر کہتے ۔وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ (اور ہم نے اس کو شاعری کا علم نہیں دیا) یعنی ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کو شعراء کے قول نہیں سکھائے یا ہم نے ان کو تعلیم قرآن کے سبب شعر کا علم نہیں دیا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید شعر وشاعری نہیں ۔وہ تو کلام موزوں اور مقفٰی ہے جو معنی پر دلالت کرتا ہے۔مگر نہ وزن نہ قافیہ۔پس اس کے اور شعر کے درمیان کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی جبکہ تم حقیقت کی نگاہ سے دیکھو۔وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ (اور نہ آپ کے شایان شان ہے) نہ آپ کے لئے درست ہے اور نہ آپ کے شایان شان ہے اور نہ مناسب ۔اور اگر طلب کریں تو بتکلف بھی اس کو پا نہیں سکتے مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ کو ایسا بنایا ہے کہ اگر آپ شعر بنانے کا ارادہ کریں تو نہیں بنا سکتے اور نہ زور کے ساتھ آواز کو بلند کر سکتے ہیں۔جیسا کہ آپ کو امی بنایا آپ خط کی طرف راہنمائی نہیں پا سکتے ۔تا کہ حجت زیادہ پختہ اور شبہ بالکل مٹنے والا ہو۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: غزوۂ حنین کے موقعہ پر آپ کا یہ قول

انا النبی لا کذب ☆ انا ابن عبد المطلب

اور یہ قول

هل انت الا اصبعٌ د میت ☆ و فی سبیل الله ما لقیت

جواب: یہ آپ کے اس کلام کی جنس سے ہے جو سلیقہ سے بغیر صنعت وتکلف کے فرمائے یہ بلا قصد اور بلا التفات موزوں ہو گیا۔ جیسا کہ لوگوں کے خطبات ورسائل ومحاورات میں بلا تکلف کئی جملے موزوں ہو جاتے ہیں۔ان کو کوئی بھی نہ شعر کہتا ہے کیونکہ اس جملے کے کہنے والے کو وزن مقصود نہیں ہوتا۔اور ادھر شعر میں تو وزن ضروری ہے۔صرف: آپ علیہ السلام نے لقیت کی تاء کو سکون سے پڑھا اور مطلب کی باء کو کسرہ دیا اور کذب کی باء کا فتحہ پڑھا۔قرآن کے جنس شعر سے ہونے کی نفی کرتے ہوئے۔فرمایا اِنْ هُوَ (یعنی سکھایا ہوا) اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ (نہیں وہ مگر نصیحت اور قرآن واضح) وہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے۔جس

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے ان چیزوں میں سے جو ہمارے ہاتھوں نے پیدا کیں مویشی پیدا کیے ہیں سو وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کا فرمانبردار

فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

بنادیا ہے سو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ان کی سواریاں ہیں اور بعض ایسے ہیں جنہیں وہ کھاتے ہیں۔ اور ان مویشیوں میں ان کے لیے منافع ہیں اور پینے کی چیزیں ہیں سو کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ

اور انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا لیے ہیں اس امید پر کہ ان کی مدد کردی جائے گی۔ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ ان کے لیے ایک

جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾

فریق ہو جائیں گے جو حاضر کر دیئے جائیں گے۔ سو آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ نہ کریں بلاشبہ ہم جانتے ہیں جو کچھ یہ لوگ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

وقف لازم

سے جن وانس کو وعظ کیا جاتا ہے۔ وہ قرآن ایک آسمانی کتاب ہے جو محرابوں میں پڑھی جاتی ہے اور عبادت خانوں میں تلاوت کی جاتی ہے اور اس کی تلاوت پر عمل سے دونوں جہان کی کامیابی میسر آتی ہے۔ اس کے اور شعر کے درمیان کتنا بڑا فاصلہ ہے۔ شعر تو شیاطین کے وساوس کا ملغوبہ ہے۔

۷۰: لِّیُنْذِرَ (تاکہ وہ ڈرائے) قرآن یا رسول ﷺ۔

قراءت: مدنی، شامی، سہل، یعقوب نے لتنذر پڑھا ہے۔

مَنْ كَانَ حَیًّا (ایسے شخص کو جو زندہ ہو) سوچ و بچار کرنے والا، عقل مند، کیونکہ غافل تو مردے کی طرح ہے۔ یا اس کا دل زندہ ہو۔ وَّیَحِقَّ الْقَوْلُ (اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے) اور عذاب والی بات لازم ہو جائے۔ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ (کافروں پر) وہ لوگ جو تامل نہیں کرتے وہ مردوں کے حکم میں ہیں۔

چوپاؤں کو ان کے لئے بنایا:

۷۱: اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ (کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے لئے اپنی ہاتھ کی پیدا) اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا (کردہ چیزوں میں سے مویشی پیدا کیے) یعنی جن کے ایجاد کے ہم خود ہی ذمہ دار ہیں۔ ہمارے سوا اور کسی کو اس پر قدرت نہیں۔ فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ (پھر یہ لوگ ان کے مالک بنے بیٹھے ہیں) یعنی ہم نے ان کو ان کی خاطر بنایا پس مالک حقیقی تو ہم ہی ہیں۔ یہ صرف ان میں تصرف کرنے والے ہیں۔ جیسے مالک تصرف کرتے ہیں۔ ان سے نفع اٹھانا ان کے ساتھ خاص کیا۔ یا مالکوں کا معنی یہ ان پر غالب اور کنٹرول کرنے والے ہیں۔

۷۲: وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ (ہم نے ان مویشیوں کو ان کا تابع بنا دیا) ہم نے ان کا مطیع کر دیا ورنہ کس کو ان پر قابو میسر آتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تسخیر و تذلیل نہ ہوتی۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے سوار پر لازم کیا کہ وہ اس نعمت کا شکرگزار ہو اور اپنے اس قول سے تسبیح خواں ہو۔ سبحان الذی سخرلنا هذا وما کناله مقرنین [الزخرف:۱۳]

فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ (پس ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں) رکوب جس پر سواری کی جائے۔ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ (ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں) ہم نے ان کو انسانوں کا مطیع بنایا تاکہ ان کی پشت پر سواری کریں اور ان کا گوشت کھائیں۔

۷۳: وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ (اور ان لوگوں کے ان میں اور بھی منافع ہیں) ان کے چمڑوں اور اون سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ وَمَشَارِبُ (اور پینے کی چیزیں) دودھ۔ یہ مشرب کی جمع ہے اور وہ پینے کی جگہ اور گھاٹ کو کہتے ہیں۔ یا مصدر میمی مانیں تو پینا اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (پس کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے؟) ان مویشیوں کے انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ کیوں نہیں ادا کرتے۔

۷۴: وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً (اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں) لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ (اس امید پر کہ ان کو مدد ملے) یعنی شاید کے ان کے بت کسی معاملے کے پیش آجانے پر ان کی مدد کریں۔

۷۵: لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (وہ طاقت نہیں رکھتے) یعنی ان کے معبود نَصْرَهُمْ (ان کی مدد کی) اپنے عبادت کرنے والوں کی وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (اور وہ ان لوگوں کے حق میں ایک فریق بن جائیں گے) یعنی کفار اصنام کیلئے مددگار و معاون ہیں۔ اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔ اور ان سے نقصان دہ اشیاء کو دور کرتے ہیں یا انہوں نے بت اس لئے بنا رکھے ہیں تاکہ وہ بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی مدد کریں ان کی شفاعت کریں حالانکہ معاملہ اس کے الٹ ہے جو انہوں نے اپنے خیال میں تجویز کر رکھا ہے۔ اس طرح کہ وہ قیامت کے دن ان کے لئے تیار کیا ہوا لشکر ہے۔ ان کو انہیں عذاب دینے کے لئے لایا جائے گا۔ اور ان پر جلنے والی آگ کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔

تسلی رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

۷۶: فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (تو ان کی باتیں آپ کے لئے آزردگی کا باعث نہ بنیں)۔

قراءت: نافع نے يُحْزِنْكَ، حزنه واحزنه سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ بنے گا۔ آپ ان کی تکذیب وایذاء اور جفاء وظلم کو کوئی اہمیت نہ دیں۔ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ (بلاشبہ ہم سب جانتے ہیں جو یہ دل میں رکھتے ہیں) یعنی ان کی عداوت وَمَا يُعْلِنُوْنَ (اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں)۔ اور ہم ان کو اس پر سزا دینے والے ہیں۔ پس آپ کو چاہیے کہ ان کی اس وعید سے تسلی حاصل کریں اور ان کی صورت حال کا استحضار فرمائیں تاکہ غم و رنج کا ازالہ ہو۔

تردید قول:

جس نے یہ خیال جمایا ہے کہ جس نے انّا نعلم فتحہ سے پڑھ دیا اس کی نماز فاسد ہوگئی اور اگر اس کے معنی کا اعتقاد کر لیا تو

اس نے کفر کیا۔ یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ اس کو لام تعلیل کے حذف پر محمول کرنا ممکن ہے۔ اور یہ قرآن مجید میں بہت ہے۔ اور اشعار میں کثرت سے موجود ہے اور ہر کلام میں پایا جاتا ہے۔ اور تلبیہ رسول اللہ ﷺ میں اسی طرح پایا جاتا ہے۔ اَنَّ الْحَمد و النعمة لك ۔ [رواہ البخاری والمسلم: ۱۵۴۹، ۱۱۸۴]

ائمہ رحمہم اللہ میں سے امام ابوحنیفہؒ نے کسرہ اور امام شافعیؒ نے فتحہ پڑھا اور دونوں کا کلام تعلیل ہے۔ اگر تم کہو اگر مفتوح کو قولھم سے بدل بنائیں گویا اس طرح کہا گیا فلا یحزنك انا نعلم مایسرون وما یعلنون تو اس کا غلط ہونا ظاہر ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ معنی تو مکسورہ کے ہوتے ہوئے بھی قائم ہے جبکہ تم اس کو قول کا مفعول بناؤ۔ پس یہ واضح ہو گیا۔ کہ حزن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے عالم ہونے کے ساتھ ہے اور اس کا عدم تعلق کا دارومدار اِنَّ کے مکسور و مفتوح ہونے سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا دارومدار تمہارے مقدر ماننے پر ہے۔ پس تم فرق کرو گے اگر تم اَنَّ کو فتحہ سے پڑھو گے تو تعلیل کا معنی مقدر مانو گے۔ بدل کا معنی مقدر نہ مانو گے۔ جیسا کہ تم فرق کرو گے جبکہ اِنَّ کو کسرہ سے پڑھو گے۔ تو تعلیل کا معنی مقدر مانو گے۔ مفعولیت کا معنی مقدر نہیں مان سکتے۔

پھر اگر تم کسرہ یا فتحہ کی تقدیر مانو اور اس سے بقول قائل اتنی بڑی مصیبت آن پڑتی ہو کہ اس سے کفر لازم آجاتا ہے حالانکہ اس میں صرف رسول اللہ ﷺ کو ان پر غم کرنے کی ممانعت کی گئی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کفار کی ظاہری و باطنی حالت کو جاننے والے ہیں۔ اور آپ کے حزن کی نہی آپ کے حزن کا اثبات نہیں بنتا۔ جیسا کہ اس قول میں ہے۔ فلا تکونن ظھیرًا للکافرین [القصص:۸۶] اور ولا تکونن من المشرکین [الانعام:۱۴] اسی طرح فلاتدع مع اللہ الھًا آخر [القصص:۸۸] (میں نہی نہ کرنے سے شرک وغیرہ کا اثبات لازم آتا ہے۔ پس دونوں میں بڑا فرق ہے فافہم)

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ

کیا انسان کو اس کا علم نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا سو اچانک وہ علانیہ طور پر جھگڑالو ہو گیا۔ اور ہمارے بارے میں مثل بیان کرنے لگا

نَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ

اور اپنی پیدائش کو بھول گیا اس نے کہا کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی، آپ فرما دیجئے کہ انہیں وہی زندہ فرمائے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا فرمایا

وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ

اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ جس نے تمہارے لئے ہرے درخت سے آگ پیدا کی سو اچانک تم اس میں سے

تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ

جلاتے ہو جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کے جیسے پیدا فرما دے،

بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ

ہاں وہ قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا ہے خوب جاننے والا ہے۔ اس کا معمول یہی ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائے تو یوں فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے۔ سو

الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۷۷: یہ آیت ابی بن خلف کے متعلق نازل ہوئی۔ جبکہ اس نے ایک پرانی ہڈی لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے ہاتھ سے اس کو ریزہ ریزہ کر کے کہنے لگا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو ریزہ ریزہ ہونے کے بعد زندہ کر دے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جی ہاں اور تمہیں اٹھائے گا۔ اور جہنم میں داخل فرمائے گا۔ [واحدی اسباب النزول: ۳۴۶]

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ (کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا) جو مرد کی پیشاب والی نالی سے نکلتا ہے۔ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (پس وہ اعلانیہ اعتراض کرنے لگا) مبین اس نے جھگڑا کھلے طور پر کیا یعنی وہ اپنے اصل کی ذلت اور حقارت پر قائم ہے کہ اپنے رب سے جھگڑا پر اتر آیا اور اس کی مردوں کو زندہ کرنے والی قدرت کا انکار کر دیا کہ ریزہ ریزہ ہونے کے بعد ہڈیاں کیونکر زندہ ہو سکتی ہیں۔ پھر اس کا جھگڑا اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت میں ہے جو اس پر سب سے زیادہ لازم اور ملصق ہے کہ یہ خود مردہ سے پیدا شدہ ہے۔ اور یہ اپنے مرنے کے بعد اس کے اٹھائے جانے کا انکار کر رہا ہے۔ اور یہ مکابرہ کی انتہاء ہے۔ (کہ اپنے اوپر گزرنے والی اتنی بڑی بداہت کا انکار کرنے لگا) (مترجم)

۷۸: وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا (اور یہ ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کرتا ہے) ہڈیوں کا ریزہ ریزہ ہونا۔ وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ (اور

اپنی پیدائش کو بھول گیا) جو کہ منی سے ہوتی ہے۔اور وہ ہڈیوں کے زندہ کرنے سے زیادہ غریب ہے۔

نحو : خَلْقَهٗ مصدر کو مفعول کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ای خلقناه اياه (ہم نے اس کو پیدا کیا ہے۔)

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (اور کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہوگئی کون زندہ کر دے گا؟) رمیم پرانی ہڈیوں کو کہتے ہیں یہ نام ہے وصف نہیں جیسا کہ الرِّمۃ اور الرفات وغیرہ ہیں۔اسی لئے یہاں مؤنث نہیں لائے حالانکہ یہ مؤنث کی خبر بن رہی ہے۔

ایک استدلال' ایک قول:

جو ہڈیوں میں زندگی کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں مردار کی ہڈیاں اس لیے نجس ہیں کیونکہ موت ان میں مؤثر تھی زندگی کے ان میں اترنے سے پہلے۔اس قول پر استدلال اسی آیت سے کیا گیا ہے۔

قولِ احناف رحمہم اللہ:

ہمارے ہاں ہڈیاں طاہر ہیں۔اسی طرح بال اور پٹھے بھی پاک ہیں کیونکہ حیات ان میں مؤثر نہیں۔پس موت بھی مؤثر نہیں (مگر یہ قول درست نہیں اس طرح کہنا زیادہ مناسب ہے کہ سبب نجاست دم مسفوح ہے اور ان میں دم مسفوح نہیں اسلئے نجس نہیں۔کذا قال العلماء) آیت میں احیائے عظام سے مراد اسی حالت میں لوٹانا ہے جیسا کہ زندہ حساس بدن میں تر و تازہ تھیں۔

۷۹: قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ (آپ جواب میں کہہ دیجئے۔کہ ان کو وہ زندہ کریگا۔جس نے اول بار ان کو پیدا کیا ہے) انشاء ھا کا معنی ان کو پیدا کیا ہے۔اَوَّلَ مَرَّةٍ (پہلی مرتبہ) یعنی ابتداء وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے) خَلْق۔ مخلوق کے معنی میں ہے۔علیم اللہ تعالیٰ پر اس کے اجزاء مخفی نہیں اور نہ مخفی ہو سکتے ہیں۔خواہ خشکی و سمندر میں منتشر ہو جائیں۔وہ ان کو جمع کر کے اسی طرح لوٹا دے گا۔

۸۰: الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا (وہ ایسا ہے کہ ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے)۔ فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ (پھر تم اس سے آگ سلگا لیتے ہو) توقدون کا معنی سلگانا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کے عجائبات کے ذکر کرتے ہوئے فرمایا سبز درخت سے آگ کا سلگانا جبکہ آگ اور پانی میں تضاد ہے۔اور پانی سے آگ بجھتی ہے۔وہ چقماق ہے جس سے جنگلی لوگ آگ جلاتے ہیں۔اور اکثر تو مرخ وعفار نامی درختوں اور اسی طرح کے دیگر درختوں کی ٹہنیوں کو رگڑ کر سلگاتے ہیں۔ان کی امثلہ میں مشہور۔[کتاب الامثال:۲۰۲] فی کل شجر نار واستمجد المرخ و العفار، ویسے تو ہر درخت میں آگ ہے مگر مرخ وعفار میں تو کثرت سے پائی جاتی ہے۔ان دونوں درختوں کی تازہ مسواک جیسی ٹہنیاں کاٹ لیں اور مرخ (نر درخت) عفار (مؤنث درخت) پر رگڑ دیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ اس سے سلگنے لگتی ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

ہر ورخت میں آگ ہے صرف عفار کے درخت میں نہیں۔ کیونکہ کپڑوں کیلئے اس کو پیسا جاتا ہے۔ پس جو ذات درخت میں آگ اور پانی جمع کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ انسان میں موت وحیات کے درمیان سزا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ دو اضداد میں سے ایک کے اجزاء کو دوسرے پر باری باری جاری کر دینا یہ عقل کے لحاظ سے اس سے بہت آسان ہے کہ بلا ترتیب ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ الاخضر لفظ کی بناء پر ہے اور معنی کا لحاظ کر کے الخضراء پڑھا گیا ہے۔ پھر بیان فرمایا کہ جو ذات آسمان و زمین کی اتنے عظیم الشان ہونے کے باوجود پیدا کر سکتی ہے وہ انسانوں کی تخلیق پر بدرجہ اولیٰ قادر ہیں۔

آسمانوں کے خالق پر انسان کا اعادہ کیا مشکل؟

۸۱: اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ (اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے ہیں کیا وہ) بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ (اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو پیدا کر دے) مثل کا مطلب آسمان وزمین کے مقابلہ میں ان جیسے چھوٹے ہیں یا مثل کا مطلب جیسے پہلے تھے اسی طرح ان کو لوٹا دے۔ کیونکہ لوٹانا ابتداء کی طرح ہے۔ کیا ایسا نہیں بَلٰی (کیوں نہیں) یعنی آپ فرما دیں کیوں نہیں وہ اس پر قادر ہے۔ وَهُوَ الۡخَلّٰقُ (وہ بیشمار مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے)۔ الۡعَلِیۡمُ (وہ بے شمار معلومات والا ہے)۔

۸۲: اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ (بیشک اس کی شان یہ ہے) اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ کُنۡ (جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا) اس کے ہونے کا ارادہ فرما لیتے ہیں۔ فَیَکُوۡنُ (پس وہ ہو جاتی ہے) وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی اس چیز کو وجود میں لامحالہ آنا ہی ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ مکونات اس کی تخلیق وتکوین سے ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں تعبیر ایجاد کے لفظ کن سے فرمائی گئی ہے۔ بغیر اس کے کہ اس کی طرف سے یہ کاف، نون ہوں۔ درحقیقت یہ سرعت ایجاد کو سمجھانے کی تعبیر ہے گویا وہ فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ تم پر کن کا قول ثقیل نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ پر ابتدائے خلق و اعادہ ثقیل و مشکل نہیں۔

قراءت: فیکون شامی اور علی نے یقول پر عطف کر کے پڑھا۔ اور رفع کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ مبتدأ وخبر ہے۔ کیونکہ اس کی تقدیر عبارت یہ ہے فھو فیکون اور اس کا عطف اس کے مثل جملہ پر ہو سکتا ہے اور وہ امرہ ان یقول له کن ہے۔

۸۳: فَسُبۡحٰنَ (تو اس کی ذات پاک ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کا اس سے منزہ ہونا بیان کیا گیا جو مشرکین بیان کرتے تھے اور ان کے مقولہ پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ (جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا پورا اختیار ہے) یعنی وہ ہر چیز کا بادشاہ ہے۔

نکتہ: مَلك میں واؤ اور تاء کا اضافہ کر کے ملکوت کا لفظ لایا گیا اس سے مقصود مبالغہ ہے۔ مطلب یہ ہے وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ وَاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے)۔ تم موت کے بعد لوٹائے جاؤ گے اس سے پیچھے رہ نہیں سکتے۔

قراءت: یعقوب نے تَرْجِعُوْنَ پڑھا ہے۔

فضائل:

① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کا ایک دل ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ جس نے اللہ کی رضامندی کی خاطر یٰسین پڑھی اللہ تعالیٰ اس کو بخش دینگے اور اس کو اتنا اجر دینگے جتنا اس نے بائیس (۲۲) مرتبہ قرآن پڑھا۔

(راوہ الترمذی ۲۸۸۷)

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی حاجت کے لئے یٰسین پڑھی اس کی ضرورت پوری کردی جاتی ہے۔ (الدارمی)

③ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اس کو اس حال میں پڑھا کہ وہ بھوکا تھا۔ اللہ اس کو سیر کردینگے اگر وہ پیاسا تھا اللہ اس کو سیراب کردینگے۔ اگر وہ ننگا تھا۔ تو اللہ اس کو لباس پہنادینگے اگر وہ خوفزدہ تھا اللہ اس کو امن میں کردینگے اگر وہ گھبراہٹ میں تھا اللہ اس کو مانوس کردینگے اور اگر وہ فقیر تھا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کردینگے اگر وہ جیل میں تھا اللہ تعالیٰ اس کو نکلوادینگے اگر وہ قیدی تھا تو اس کو آزاد کروادینگے اگر وہ راستہ گم کرنے والا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو راستہ دکھادینگے اگر وہ مقروض ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے قرضے کو اپنے خزانوں سے ادا فرمادینگے۔ اس سورت کا نام الدٰ فعہ اور القاضیہ ہے۔ کیونکہ یہ برائی کو دفع کرتی اور اس کی ہر حاجت کو پورا کرتی ہے۔ واللہ اعلم

سورۂ یٰسین کا تفسیری ترجمہ آج مورخہ ۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بعد نماز عشاء تکمیل پذیر ہوا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَانِ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ صافات مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بیاسی (۱۸۲) آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾

قسم ہے صف بنا کر کھڑے ہونے والے فرشتوں کی، پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں، پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ بلاشبہ تمہارا معبود ایک ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اور رب ہے مشارق کا۔ بلاشبہ ہم نے قریب والے آسمان کو زینت دی ہے

بِزِيْنَةِ ۣالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ

خاص زینت یعنی ستاروں کے ذریعہ۔ اور حفاظت کی ہے ہر سرکش شیطان سے۔ یہ لوگ عالم بالا کی طرف کان نہیں

الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ

لگا سکتے اور وہ ہر جانب سے مار کر دھکے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ سوائے اس شیطان کے جو اچک کر

الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

لے بھاگے تو اس کے پیچھے ایک شعلہ دہکتا ہوا لگ لیتا ہے۔

چار اقسام اور ان کی قسمیں:

۱، ۲، ۳: وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا (اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو روکنے والے ہیں روکنا) فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا (پھر ان فرشتوں کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی مختلف جماعتوں کی قسم اٹھائی۔ نمبر۲۔ یا ان کے نفوس کی کہ نماز میں صف بستہ ہیں پھر بادلوں کو چلانے کیلئے ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے ہیں اور الہام خیر کے ذریعہ معاصی سے روکنے والے ہیں۔ پھر کتب منزلہ میں سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ یہ ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور مجاہد کا قول ہے۔

نمبر۳۔ ان علمائے عاملین کے نفوس کی قسم کھائی گئی جو تہجد میں اپنے قدم جمانے والے اور اسی طرح دیگر نمازوں میں۔ پھر جو

مواعظ ونصائح سے ڈانٹ ڈپٹ کر کے معاصی سے روکنے والے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت ،شرائع و احکامات کو پڑھانے والے ہیں۔نمبر۴۔غازیوں کی جانوں کی قسم اٹھائی ہے جواللہ تعالیٰ کی راہ میں صف باندھ کر جہاد میں مصروف ہیں۔اور جہادی گھوڑوں کو تیز وست چلانے کیلئے ڈانٹنے والے ہیں۔اوراس حالت میں بھی ذکرالٰہی میں مصروف ومشغول رہتے ہیں۔

نحو : صفاً، زجراً دونوں مصدر مؤکد ہیں۔اور فاء ترتیب تفاضل فی الصفات کوظاہر کرتی ہے۔فضیلت کوصف بستگی پھر زجر پھر تلاوت سے مقید کیا گیایااس کاعکس پہلے تلاوت پھر زجر پھر صف بندی۔

۴: اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ (کہ تمہارا معبود ایک ہے)

نحو : یہ جواب قسم ہے یاایک قول کے مطابق یہ کفار کے قول اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا [ص:۵] کا جواب ہے۔

۵: رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمانوں اورزمین کا پروردگار ہے)

نحو : یہ خبر کے بعد دوسری خبر ہے یا مبتدأ محذوف ھو کی خبر ہے۔

مطالع الشّمس :

وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ (اورجوان کے مابین ہےاور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا) مشارق سے سورج کے مطالع مراد ہیں۔اوروہ تین سوساٹھ ہیں۔اوراسی طرح مغارب بھی۔ ہرروز سورج ایک مطلع سے ظاہر ہوتا ہے۔اورایک مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔دودن ایک مطلع سے نہ طلوع کرتااور نہ ہی دودن ایک مغرب میں غروب ہوتا ہے۔

سوال : قرآن مجید میں رب المشرقین و رب المغربین فرمایا گیا۔

حل : وہ سردی وگرمی کے دومشرق ومغرب مراد ہیں۔اور جہاں رب المشرق والمغرب آیا تو وہاں مطلقاً جہت مراد ہے۔ پس مشرق ایک جہت اورمغرب دوسری جہت ہے۔(فلا اشکال)

۶: اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا (بیشک ہم ہی نے رونق دی اس طرف والے آسمان کو) الدنیا سے مراد جوتم سے قریب تر ہے۔ یہ ادنیٰ کی مؤنث ہے۔ بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ (عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ)

قراءت: حمزہ اورحفص نے زینة سے اس کو بدل قرار دیا۔تقدیر عبارت یہ ہوئی۔انا زینا السماء الدنیا بالکواکب بزینة الکواکب ہم نے آسمان دنیا کوکواکب سے یعنی آرائش کواکب سے زینت دی۔ابوبکر نے محل زینۃ سے بدل مان کر پڑھایااعنی کو مضمر مانایا مصدر منون کومفعول میں عامل قرار دیابزینة الکواکب دیگر قراء نے مصدر کوفاعل کی طرف مضاف مانا۔تقدیر کلام یہ بتائی بان زانتها الکواکب اوراس کی اصل بزینة الکواکب یااضافت المفعول تسلیم کر کے اصل اس طرح نکالی بان زان اللّٰه الکواکب و حسّنها لانها انما زینت السماء لحسنها فی انفسها اوراس کی اصل بزینة الکواکب قراءت ابوبکر کی بناء پر۔

۷: وَحِفْظًا (اورحفاظت بھی کی ہے)اس کومعنی پرمحمول کیا ہے۔معنی یہ ہے۔انا خلقنا الکواکب زینة للسماء وحفظا من

الشیاطین (بیشک ہم نے ستاروں کو آسمان کیلئے زینت اور شیاطین سے حفاظت کا ذریعہ بنایا) جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ولقد زیّنا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنٰھا رجومًا للشیاطین [الملک:٥] یا نمبر٢۔ فعل معلل مقدر ہے گویا اس طرح کہا گیا وحفظا من کل شیطان زینا ھا بالکواکب اور ہر شیطان سے حفاظت کیلئے ہم نے اس کو ستاروں سے زینت دی ہے۔ یا اس کا معنی اس طرح لیں۔ حفظنا ھا حفظا (ہم نے اس کی حفاظت کی حفاظت کرنا۔) مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ (ہر شریر شیطان سے)مارد جو اطاعت سے نکلنے والا ہو۔

٨: لَا يَسَّمَّعُوْنَ (وہ شیاطین کان نہیں لگا سکتے)

نحو: اس میں ضمیر ہر شیطان کی طرف ہے اور کیونکہ وہ شیاطین کے معنی میں ہے۔

قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوئی قراء نے یسمّعون صرف میم کو مشدد پڑھا ہے۔ اور اس کی اصل یتسمّعون ہے۔ التسمع سماع کا پیچھا کرنا۔ کہا جاتا ہے تسمع فسمع۔ مناسب یہ ہے کہ کلام منقطع ابتدائی بنے۔ چوری سننے کیلئے کان لگانے والوں کی حالت کی پڑتال کرتے ہوئے اور اس بات کے پیش نظر کہ وہ ملائکہ کے کلام کو سننے یا زبردستی اس پر کان لگانے کی قدرت نہیں رکھتے۔

ایک قول یہ ہے اس کی اصل یہ ہے لئلا یسمعوا لام کو حذف کر دیا جیسا کہ اس قول میں حذف کیا جئتک ان تکرمنی پس ألا یسمعوا باقی رہ گیا۔ پھر اَنْ کو حذف کر دیا اور اس کے عمل کو ضائع کر دیا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے۔ الا ایُّھا الزّاجِری اَحْضُرُ الوغی۔

مگر اس قول میں ظلم و زیادتی ہے قرآن مجید کو اس قسم کی امثال سے محفوظ کرنا ضروری ہے۔ دونوں حذف انفرادی طور پر قابل رد نہیں۔ لیکن ان دونوں حذف کا اجتماع قابل انکار ہے۔ اور سمعت فلانایتحدث اور سمعت الیه یتحدث و سمعت حدیثه اور سمعت الی حدیثه میں فرق یہ ہے کہ متعدی بنفسہٖ ادراک کا فائدہ دیتا ہے۔ اور متعدی بالی اصغاء مع الادراک کے لئے مفید ہے۔ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى (عالم بالا کی طرف) یعنی عالم ملائکہ کیونکہ وہ آسمانوں کے ساکنین ہیں۔ اور جن وانس یہ ملاء الاسفل ہیں۔ کیونکہ یہ سکانِ ارض ہیں۔ وَيُقْذَفُوْنَ (وہ دھکے دیئے جاتے ہیں مار کر) یعنی ان پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں۔ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ (ہر طرف سے) آسمان کی تمام جوانب واطراف سے جس طرف سے بھی بات چرانے کیلئے اوپر چڑھیں۔

دُنیا میں شہاب سے آخرت میں عذاب سے:

٩: دُحُوْرًا نحو: یہ مفعول لہ ہے۔ ای یقذفون للدحور (دھتکارنے کیلئے) ان پر شہاب پھینکے جاتے یا یہ حال ہے۔ اس حال میں کہ وہ دھتکارے ہوئے ہیں۔ یا یہ مفعول مطلق معنا مان لیں۔ کیونکہ قذف وطرد قریب المعنی ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا یدحرون دحورًا۔ یا یقذفون قذفا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ (اوران کے لئے دائمی عذاب ہوگا) واصب دائم کے معنی میں ہے یہ وصوب سے بنا ہے کہ یہ دنیا میں شہابوں سے سنگسار کیے جاتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عذاب دائمی

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۞ بَلْ عَجِبْتَ

سو آپ ان سے دریافت کریجئے کیا وہ پیدائش کے اعتبار سے زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی دوسری چیزیں، بے شک انہیں ہم نے چپکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں

وَيَسْخَرُوْنَ ۞ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۞ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۞ وَقَالُوْٓا

اور وہ لوگ تمسخر کرتے ہیں۔ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت کو نہیں سمجھتے۔ اور جب وہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑاتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۞ اَوَاٰبَآؤُنَا

کہ یہ کھلے ہوئے جادو کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے۔ کیا ہمارے

الْاَوَّلُوْنَ ۞ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ۞ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ

پرانے باپ دادے بھی۔ آپ فرما دیجئے ہاں اور تم ذلیل ہو گے۔ بس وہ ایک للکار ہو گی سو یکایک وہ سب کھڑے

يَنْظُرُوْنَ ۞ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۞ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ

دیکھ رہے ہوں گے۔ اور یوں کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی یہ تو روز جزا ہے۔ یہ فیصلہ کا دن ہے جس کو تم

تُكَذِّبُوْنَ ۞

جھٹلایا کرتے تھے۔

ع ۵

کی خاص قسم تیار کر رکھی ہے جو ان سے منقطع نہ ہوگی۔

۱۰: اِلَّا مَنْ (مگر جو شیطان) من محل رفع میں لایسمعون کی واؤ سے بدل ہے مطلب یہ ہے لایسمع الشیاطین الا شیطان الذی (وہ شیاطین نہیں سن پاتے مگر وہ شیطان جو) خَطِفَ الْخَطْفَةَ (کچھ خبر لے بھاگے) یعنی چھین لے کچھ چھیننا یعنی فرشتوں کی کلام میں سے جلدی سے کچھ لے لے۔ فَاَتْبَعَهٗ (اس کا پیچھا کرتا ہے) آملتا ہے۔ شِهَابٌ (ایک رجم والا ستارہ) ثَاقِبٌ (روشن)۔

مشکل کی ایجاد مشکل نہیں تو آسان تر کی کیسے مشکل ہو؟

۱۱: فَاسْتَفْتِهِمْ (پس ان سے آپ پوچھئے) کفار مکہ سے استفسار کرو۔ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا (کیا یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ مضبوط ہیں) خلقت میں مضبوط تر ہیں۔ عرب کا قول ہے شدید الخلق و فی خلقه شدة یا اصعب خلقا و اشقه اس معنی میں کہ اس میں ان کے انکارِ بعث کی تردید کی گئی ہے۔ اور وہ ذات جس کو اتنی بڑی مخلوقات بنانا آسان ہے۔ اور ان کی ایجاد میں اسے کوئی

مشکل پیش نہ آئی تو انسان کی پیدائش تو اس پر آسان تر ہے۔ اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا (یا ہماری پیدا کردہ یہ چیزیں) اس سے مراد مخلوقات میں سے جن کا تذکرہ ہوا مثلاً ملائکہ، آسمان و زمین اور جو ان کے مابین ہے۔

مَنْ کا لفظ عقلاء کو غیروں پر غلبہ دے کر ذکر کر دیا۔ اور اس پر ان قراء کی قراءت دلالت کرتی ہے۔ جنہوں نے ام من عددنا تخفیف وتشدید کے ساتھ پڑھا۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّا زِبٍ (ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے) لازب چپکنے کے معنی دیتا ہے یا لازم کرنا۔ اور یہاں اس کو اس طرح پڑھا گیا ہے۔ یہ ان قراء کے خلاف شہادت ہے کہ یہ ضعیف ہے کیونکہ جو چیز مٹی سے بنائی جاتی ہے۔ اس کی صفت صلابت وقوت سے نہیں لائی جاتی۔ یا یہ ان کے خلاف حجت ہے کہ طین لازب وہی مٹی ہے جس سے ان کو پیدا کیا گیا۔ پھر مٹی سے پیدا ہونے پر ان کو کیوں تعجب ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں ء اذا کنا ترابا [الرعد:۵] اس معنی کی تائید اس کے بعد انکارِ بعث کے تذکرہ کا آنا بھی ہے۔

۱۲: بَلْ عَجِبْتَ (بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں) کہ یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔ وَيَسْخَرُوْنَ (اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں) آپ سے اور آپ کے اس تعجب کرنے سے یا آپ کو ان کے انکارِ بعث پر تعجب ہے۔ اور وہ معاملۂ بعث کا تمسخر اڑاتے ہیں۔

قراءت: حمزہ، علی نے بل عجبتُ پڑھا ہے۔ میں نے اس کو بہت بڑا سمجھا ہے۔ العجب جب کسی چیز کو بڑا سمجھا جائے گا۔ تو اس وقت جو گھبراہٹ پیش آتی ہے اللہ تعالیٰ کے حق میں خالص بڑا اقرار دینے کے معنی میں لیا گیا ہے کیونکہ گھبراہٹ کا اطلاق اس پر نہیں کیا جا سکتا یا اس کا معنی یہ ہے۔ اے محمد ﷺ کہہ دیجئے بلکہ مجھے تعجب ہے۔

۱۳: وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ (اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے یہ سمجھتے نہیں) ان کی عادت یہ ہے کہ جب ان کو کسی چیز کی نصیحت کی جاتی ہے اس سے یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

۱۴: وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً (اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں) آیت سے مراد معجزۂ انشقاقِ قمر وغیرہ۔ يَّسْتَسْخِرُوْنَ (تو اس کی وہ ہنسی اڑاتے ہیں) وہ ایک دوسرے کو تمسخر کیلئے بلاتے ہیں۔ یا تمسخر میں مبالغہ کرتے ہیں۔

۱۵: وَقَالُوْا اِنْ هٰذَآ (اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو) ان نافیہ ہے۔ ای ماھذا۔ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (صریح جادو ہے) مبین کا معنی ظاہر۔

کفار کا قیامت پر استبعاد:

۱۶: ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ (بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم زندہ کیے جائیں گے)

نحو: ءَ اذا یہ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کیا جب ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔

۱۷: اَوَ اٰبَآؤُنَا (کیا ہمارے اگلے باپ دادا)

نحو: یہ ان اور اس کے اسم پر معطوف ہے۔ نمبر۲۔ مبعوثون کی ضمیر پر عطف ہے۔ معنی یہ ہے کیا ہمارے آباء بھی اٹھائے جائیں گے۔ زیادتی استبعاد کیلئے وہ مراد لیتے تھے کہ وہ قدیم ترین ہیں۔ پس ان کا اٹھایا جانا زیادہ بعید اور باطل ترین ہے۔

قراءت: أو آباؤنا۔ سکونِ واؤ کے ساتھ مدنی، شامی نے پڑھا ہے۔ یعنی انکار میں مبالغہ کیلئے کہنے لگے کیا ہم میں سے ایک

اٹھایا جائے گا۔ اَلْاَوَّلُوْنَ (اگلے) پہلے۔
۱۸: قُلْ نَعَمْ (آپ کہہ دیجئے کہ ہاں) تم اٹھائے جاؤ گے۔
قراءت: علی نے نِعَمْ پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ (اور تم ذلیل بھی ہو گے)

ان کو جواب دیا وہ ایک مددگار ہے:

۱۹: فَاِنَّمَا یہ شرط مقدر کا جواب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے اذا کان کذلك فما هِیَ (پس وہ تو بس) زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (ایک للکار ہو گی) ھی یہ شئی کی طرف نہیں لوٹتی بلکہ یہ مبہم ہے۔ اس کو اس کی خبر واضح کرنے والی ہے۔ اور یہ بھی درست ہے انما البعثة زجرة واحدة۔ (بیشک بعثت تو ایک ڈانٹ ہے)۔ اور وہ نفخہ ثانیہ ہے۔ الزجرۃ چیخ۔ جیسا کہتے ہیں۔ زجر الراعی الابل او الغنم۔ جبکہ وہ ان کو آواز دے کر بلائے۔ فَاِذَا هُمْ (پس اسی وقت وہ) زندہ دیکھنے والے ہونگے۔ یَنْظُرُوْنَ (وہ دیکھنے والے ہونگے) اپنے بُرے اعمال کو یا وہ اترنے والے عذاب کے منتظر ہونگے۔
۲۰: وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا (اور وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی) الویل۔ یہ ایسا کلمہ ہے جس کو کہنے والا بوقت ہلاکت کہتا ہے۔ هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ (یہ تو وہی روزِ جزاء ہے) یعنی وہی دن ہے جس میں ہمیں بدلہ دیا جائے گا۔ یعنی ہمارے اعمال کی جزاء دی جائے گی۔
۲۱: هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ (یہ فیصلہ کا دن ہے) قضاء کا دن۔ اور گمراہی و ہدایت کے درمیان فرق کا دن ہے۔ الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تُکَذِّبُوْنَ (جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے)

تین قول:

نمبر۱۔ پھر اس میں احتمال ہے کہ ھذا یوم الدین سے احشروا تک کفار کا کلام ہو۔ جو ایک دوسرے کو وہ کریں گے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ملائکہ کی گفتگو ہو جو ان سے کریں گے۔ نمبر۳۔ اور یا ویلنا ھذا یوم الدین یہ کفار کا کلام ہو اور ھذا یوم الفصل یہ ملائکہ کا کلام ہو جو ان کے جواب میں کہا گیا ہو۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۲۲ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ

ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو جمع کر لو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے، پھر انہیں

اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۲۳ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۲۴ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۲۵ بَلْ

دوزخ کا راستہ دکھادو۔ اور انہیں ٹھہراؤ بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔ کیا بات ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ

هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ۲۶ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۲۷ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ

وہ آج سب کے سب ہار مانے ہوئے ہوں گے۔ اور ان میں سے بعض بعض کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے کہ بے شک تم ہمارے پاس

تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ۲۸ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۲۹ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

بڑے زور دار طریقے سے آیا کرتے تھے متبوعین کہیں گے بلکہ بات یہ ہے کہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ اور تم پر ہمارا کوئی زور نہیں تھا

بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۳۰ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ۳۱ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا

بلکہ بات یہ ہے کہ تم سرکشی کرنے والے تھے۔ سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، بلاشبہ ہم سب چکھنے والے ہیں۔ سو بلاشبہ ہم نے تمہیں بہکایا بے شک ہم

غٰوِيْنَ ۳۲ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۳۳ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۳۴

خود بھی گمراہ تھے۔ سو بلا شبہ وہ لوگ آج کے دن عذاب میں شریک ہوں گے۔ بلا شبہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۳۵ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا

یقینی بات ہے کہ ان کا ڈھنگ یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تکبر کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا ایک ایسے شخص کی وجہ سے

اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۳۶

اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں جو شاعر ہے دیوانہ ہے۔

حشر اور سوالات:

۲۲، ۲۳: اُحْشُرُوْا (جمع کرلو) یہ ملائکہ کو خطاب ہے۔ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (ظالموں کو) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ وَاَزْوَاجَهُمْ (اور ان کے ہم مشربوں کو) ان کے مماثل لوگوں کو۔ نمبر۲۔ شیاطین ساتھیوں کو نمبر۳۔ ان کی کافرہ عورتوں کو۔

نحو: یہاں واؤ بمعنی مع ہے۔ اور بعض نے کہا عطف کیلئے ہے۔ اور ظلموا کی ضمیر پر عطف کرتے ہوئے اس کو رفع سے پڑھا گیا۔ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے) یعنی بت فَاهْدُوْهُمْ (پھر ان کو

بتلادو)۔راہنمائی کردو۔

قول اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں هدیته فی الدین هدًی۔اوراگر هدیته فی الطریق کہیں توهدایة لائیں گے۔اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ (دوزخ کے راستہ کی طرف) آگ کی راہ۔

۲۴: وَقِفُوْهُمْ (اوران کوٹھہراؤ)ان کوروک لو۔اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (ان سے پوچھا جائے گا)ان کے اقوال وافعال کے متعلق۔

۲۵: مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ (اب تم کوکیا ہوا ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے) یعنی ایک دوسرے کی معاونت نہیں کرتے۔یہ درحقیقت تناصر سے عاجزی پرتوبیخ ہے۔اس کے بعد کہ وہ دنیا میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔یہ ابوجہل کا جواب ہے۔جو اس نے بدر کے دن کہا۔ نحن جمیعٌ منتصر [القمر:۴۴] حال کی وجہ سے موضع نصب میں واقع ہے۔ ای مالکم غیر متناصرین۔ تمہیں کیا ہوگیا کہ تم اس حال میں ہوکہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کررہے۔

۲۶: بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ (بلکہ وہ آج فرمانبرداری کا اظہار کرنے والے ہونگے) مطیع ہونگے نمبر۲۔ایک دوسرے کی اطاعت کرنے والے ہونگے۔اورعاجزی کی وجہ سے اطاعت کریں گے۔پس ہرایک مددگار نہ ہوگا بلکہ مطیع ہوگا۔

۲۷: وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونگے) تابع متبوع کی طرف یَتَسَآءَلُوْنَ (وہ سوال جواب کریں گے) باہمی جھگڑیں گے۔

۲۸: قَالُوْا (وہ کہیں گے) پیروکاراپنے سرداروں کو اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ (تم ہم پر بڑے زور سے آتے تھے) یعنی قوت اورغلبہ کے ساتھ۔کیونکہ دایاں ہاتھ قوت سے موصوف کیا جاتا ہےاوراسی سے پکڑا جاتا ہے۔مطلب یہ ہے تم ہمیں گمراہی پر آمادہ کرتے اورزبردستی مجبور کرتے تھے۔

سرداروں کا جواب:

۲۹: قَالُوْا (وہ کہیں گے) سردار بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (بلکہ تم خودایمان نہیں لائے تھے) یعنی تم نے خودایمان سے انکار کیا۔ اورقدرت کے باوجوداس سے اعراض کیا۔کفرکواختیار کیا جوپسند کرکے نہ کہ مجبوری سے۔

۳۰: وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ (اورہمیں تم پرکوئی زورنہ تھا) ایسا تسلط نہ تھا کہ جس سے ہم تم سے اختیار چھین لیتے اور اختیارتم سے لے لیتے۔بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ (بلکہ تم خودہی سرکشی کیا کرتے تھے)۔تواپنے اختیار سے سرکشی کرنے والے تھے۔

۳۱: فَحَقَّ عَلَيْنَا (پس ہم سب ہی پرثابت ہوچکی) ہم سب پرلازم ہوگئی۔قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ (ہمارے رب کی بات کہ ہم سب نے مزا چکھنا ہے) یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے کہ ہم لامحالہ اس کے عذاب کوچکھنے والے ہیں۔کیونکہ وہ ہمارے حال سے واقف ہےاوراگروعید کی اس طرح حکایت کی جاتی جیسا کہ وہ ہوتی ہے تو پھراس طرح کہا جاتا انکم لذائقون مگراس انداز کوچھوڑ کرمتکلم کے لفظ کی طرف عدول کیا گیا کیونکہ وہ اپنے نفوس کی طرف سے یہ بات کرنے والے ہونگے۔اس کی مثال محاورۂ عرب میں اس طرح ہے۔فقدزعمت هوازنُ قَلَّ مالی۔ اگراس کےقول کی حکایت کرتا توشاعراس طرح کہتا۔قل

مالك ۔

۳۲: فَاَغْوَیْنٰکُمْ (تو ہم نے تم کو بہکایا) تمہیں گمراہی کی طرف دعوت دی ۔اِنَّا کُنَّا غٰوِیْنَ (ہم خود بھی گمراہ تھے) پس ہم نے تمہارے گمراہ کرنے کا ارادہ کیا تا کہ ہمارے جیسے ہو جاؤ۔

دونوں کو یکساں عذاب:

۳۳: فَاِنَّھُمْ (تو وہ سب کے سب) پیروکار اور سردار تمام ۔یَوْمَئِذٍ (اس دن) قیامت کے دن فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِکُوْنَ (عذاب میں شریک رہیں گے) جیسا کہ گمراہی میں شریک مشترک تھے۔

۳۴: اِنَّا کَذٰلِکَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ (ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں) مجرمین سے مشرکین مراد ہیں۔اِنَّا (بلاشبہ) اس جیسا فعل ہم ہر مجرم سے کرتے ہیں۔

۳۵: اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَکْبِرُوْنَ (وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو تکبر کیا کرتے تھے) بلاشبہ یہ کلمۂ توحید سن کر تکبر کرتے اور شرک کے علاوہ ہر چیز کا انکار کرتے تھے۔

۳۶: وَیَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا (اور وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم)

قراءت: أئنا کو دو ہمزہ کے ساتھ شامی و کوفی نے پڑھا۔

لَتَارِکُوْٓا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کیلئے چھوڑ دینگے) شاعر مجنون کہہ کر مراد حضرت محمد ﷺ لیتے تھے۔

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ سچ لے کر آیا اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کی۔ بلا شبہ تم دردناک عذاب کو چکھنے والے ہو۔ اور تمہیں

تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ

انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ ہاں جو اللہ کے مخلص بندے ہیں ان کا حال دوسرا ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے رزق معلوم

مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾

یعنی میوے ہیں۔ اور وہ نعمت کے باغوں میں باعزت رہیں گے۔ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ

ان کے پاس شراب کا ایسا جام لایا جائے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا ہوا ہوگا۔ وہ شراب سفید ہوگی پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اس سے درد سر ہوگا

وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ

اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔ اور ان کے پاس بڑی بڑی آنکھوں والی بیویاں ہوں گی جن کی نظریں نیچی ہوں گی گویا کہ وہ بیضے ہیں

مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾

جو چھپے ہوئے رکھے ہیں۔

۳۷: بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ (بلکہ وہ ان کے پاس ایک سچا دین لائے) اس میں مشرکین کی تردید ہے۔ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں) جیسا کہ فرمایا مصدقا لما بين يديه [آل عمران:۳]

۳۸،۳۹: اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ۔ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم سب کو دردناک عذاب چکھنا پڑے گا۔ اور تم کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے) بغیر کسی اضافے کے۔

۴۰: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں) یعنی لیکن اللہ کے بندے۔

نحو: گویا الا بمعنی لکن استثناء منقطع ہے۔

قراءت: کوفی اور مدنی نے لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

تمام رزق فواکہ ہوگا:

۴۱،۴۲: اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ۔ فَوَاكِهُ (ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال معلوم ہے یعنی میوے) رزق معلوم کی

تفسیر فواکہ سے کی گئی ہے فاکھہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بطور لذت استعمال کی جائے نہ کہ حفاظت صحت کے لئے بطور خوراک کھائی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا تمام رزق وہ فواکہ ہی ہوگا۔ کیونکہ خوراک کے ساتھ حفاظت صحت کی ان کو ضرورت نہ ہوگی اس وجہ سے کہ ان کے جسم مضبوط ہمیشگی کے لیے پیدا کیئے گئے ہونگے۔ پس جو کچھ بھی وہ کھائیں گے وہ لذت کے لیے ہی ہوگا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ رزق معلوم سے مراد بعض خصوصیتوں کا حامل رزق ان کو دیا جائے۔ مثلاً ذائقے اور خوشبو کی عمدگی اور لذت اور حسن منظر وغیرہ۔

ایک قول یہ ہے:

کہ ان کا وقت معلوم ہوگا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے ولھم رزقھم فیھابکرۃ وعشِیًّا [مریم:۶۲] اور نفس کو اسی میں زیادہ سکون ملتا ہے۔ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ (اور وہ لوگ بڑی عزت سے ہونگے) یعنی ان کی عزت کی جائیگی۔

۴۳: فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (آرام کے باغوں میں) جائز ہے کہ یہ ظرف بنے اور یہ بھی درست ہے کہ حال ہو اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ یہ دوسری خبر ہو اور اسی طرح عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ بھی۔

۴۴: عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (تختوں کے اوپر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے) تقابل زیادہ مانوس کرنے والا اور خوشی کی تکمیل کرنے والا ہے

۴۵: يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ (اور ان کے پاس جام شراب لایا جائے گا۔) قراءت: کاس بغیر ہمزہ کے ابوعمرو، ابوجعفر اور سوسی نے پڑھا ہے۔ اور حمزہ نے وقف کی حالت میں اس طرح پڑھا اور دیگر قراء نے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے کاس شیشے کا گلاس اور شراب کو بھی کاس کہا جاتا ہے۔ بقول اخفش کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کاس کا لفظ شراب ہی کے معنی میں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی یہ تفسیر ہے۔ مِّنْ مَّعِيْنٍ (بہتی ہوئی شراب سے) یعنی ایسی شراب سے جو بہنے والی ہوگی یا ایسی نہر سے جو سطح زمین پر ظاہر میں آنکھوں کے سامنے جاری ہونے والی ہو۔ اس میں شراب کی وہی صفت ذکر کی گئی جو پانی کی بیان کی جاتی ہے کیونکہ وہ جنت میں نہروں کے اندر پانی کی طرح بہنے والی ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانھٰر من خمر [محمد:۱۵]

۴۶: بَيْضَآءَ (سفید) یہ جام کی صفت ہے لَذَّةٍ (لذت) لذت سے اس کی تعریف کی گئی گویا وہ بعینہٖ لذت ہے یا ذات لذت لِّلشّٰرِبِيْنَ (پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی)

شرابِ جنت فتورِ عقل سے خالی:

۴۷: لَا فِيْهَا غَوْلٌ (نہ اس میں دردسر ہوگا) یعنی دنیا کی شراب کی طرح اس سے عقل میں فتور نہ آئے گا۔ غول کا لفظ ہلاک کرنے اور بگاڑنے کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (نہ اس سے ان کو نشہ چڑھے گا) یہ نزف الشارب سے لیا گیا ہے جبکہ اس کی عقل چلی جائے۔ نشے والے کو نزیف اور منزوف یعنی مسلوب العقل کہا جاتا ہے۔

قراءت: ینزفون علی اور حمزہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔ یعنی ان کو نشہ نہیں چڑھے گا۔ یا ان کی شراب نشہ نہیں لائے گی اس صورت

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾

سو ان میں سے بعض بعض پر متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ ان میں سے ایک کہے گا کہ بلا شبہ میرا ایک ساتھی تھا۔

یَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾

وہ کہتا تھا کہ تو تصدیق کرنے والوں میں ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اپنے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا۔

قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ

وہ کہے گا کیا تم جھانک کر اسے دیکھنا چاہتے ہو۔ سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو جہنم کے بیچ میں دیکھ لے گا۔ کہے گا کہ اللہ کی قسم قریب تھا کہ تو

كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ

مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی ان لوگوں میں ہوتا جو حاضر کئے گئے ہیں۔ یہی بات ہے نا کہ ہم

بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ

پہلی بار مر چکنے کے بعد نہیں مریں گے اور ہم کو عذاب نہ ہو گا۔ بلا شبہ یہ بڑی

الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

کامیابی ہے۔ اسی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے۔

میں یہ انزف الشارب سے لیا گیا ہے۔ جبکہ اس کی عقل چلی جائے یا اس کی شراب چلی جائے۔

۴۸: وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی ہونگی) یعنی ان کی نگاہیں اپنے خاوندوں پر اکتفاء کرنے والی ہونگی غیر کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں گی۔ عِیْنٌ (بڑی بڑی آنکھ والی) یہ عیناء کی جمع ہے یعنی وسیع آنکھ والی۔

۴۹: كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ (گویا کہ وہ انڈے ہیں چھپے ہوئے) یہاں مکنون بمعنی محفوظ ہے ان کو شترمرغ کے انڈے سے تشبیہ دی گئی جو چٹان میں چھپا ہوا ہو اور اہل عرب عورتوں کو اسی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور عورتوں کو بیضات الخدور کہتے ہیں۔

اہل جہنم سے اہل جنت کی گفتگو:

۵۰: فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ (پس وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے)۔ بعض سے مراد یہاں اہل جنت ہیں اور اس کا عطف یطاف علیھم پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ شراب پئیں گے اور پینے والوں کی عادت کے مطابق باہمی گفتگو کریں گے۔ شاعر کا قول ہے۔ وَمَا بَقِیَتْ مِنَ اللَّذَّاتِ اِلَّا ☆ اَحَادِیْثُ الْكِرَامِ عَلَى الْمُدَامِ۔

صرف یہی لذت باقی رہ گئی کہ محفل شراب میں شرفاء سے باتیں چلتی ہیں۔اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر دنیا میں ان کے حق یا خلاف جو باتیں پیش آئیں ان کا تذکرہ کریں گے۔مگر یہاں ماضی کے صیغہ سے ذکر کیا گیا جیسا کہ قرآنی اخبار کا انداز ہے۔

۵۱،۵۲: قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِیْنٌ (ان میں ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ملاقاتی تھا) یَّقُوْلُ اَئِنَّكَ (وہ کہا کرتا تھا کیا تو)

قراءت: شامی، کوفی نے دو ہمزہ سے پڑھا ہے۔لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ (تصدیق کرنے والوں میں سے ہے) قیامت کے دن کی۔

۵۳: ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا (کیا جب ہم مرجائیں گے ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا) لَمَدِیْنُوْنَ (ہم جزاء دیئے جائیں گے) مدینون کا معنی بدلہ دیے جائیں گے۔یہ لفظ دین سے بناء ہے۔وہ جزاء کو کہتے ہیں۔

۵۴: قَالَ (وہ کہے گا) وہ کہنے والا هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ (کیا تم جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو) آگ کی جانب تاکہ میں تمہیں تمہارا وہ ملاقاتی دکھلاؤں۔

ایک قول یہ ہے:

جنت میں ایک روشن دان ہے۔جس سے اہل جنت اہل نار کو دیکھیں گے۔یا اللہ تعالیٰ اہل جنت کو فرمائیں گے۔کیا تم آگ کو جھانکنا چاہتے ہو تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارا مکان اہل نار سے کتنا دور ہے۔

۵۵: فَاطَّلَعَ (پس وہ شخص جھانکے گا) وہ مسلمان فَرَاٰهُ (پس وہ اس کو دیکھ لے گا) اپنے ملاقاتی وساتھی کو فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (جہنم کے وسط میں) درمیانِ جہنم میں۔

۵۶: قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ (کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! تو تو مجھے تباہ کرنے کا تھا) اِنْ یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔یہ کاد پر داخل ہے۔جیسا کان پر داخل ہوتا ہے۔لام کا جواب میں آنا یہ اِنْ نافیہ اور اس میں فرق ڈالنے والا ہے۔الارداء: ہلاک کرنا)۔

نحو: یعقوب نے دونوں حالتوں میں یاء سے پڑھا۔

۵۷: وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ (اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا) اس سے مراد عصمت اور توفیق الٰہی ہے جس کی بناء پر اسلام کی رسی کو تھامے رکھا۔لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ (تو میں بھی پکڑے ہوئے لوگوں میں سے ہوتا) ان لوگوں میں سے ہوتا جن کو عذاب پر حاضر کیا جائے گا۔جیسا کہ تجھے اور تجھ جیسے اور لوگوں کو حاضر کیا گیا۔

جنتی کا حال:

۵۸،۵۹: اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی (کیا ہم سوائے پہلی مرتبہ مرنے کے اب نہیں مریں گے) وَمَا نَحْنُ

بِمُعَذَّبِیْنَ (اور نہ ہم کوعذاب ہوگا)۔فاء عاطفہ ہے۔اورعطف محذوف پر ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔أنحن مُخلدون منعمون فما نحن بمیتین ولا معذبین ۔(کیا ہم ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گے ہم نہ مریں گے اور نہ عذاب دیے جائیں گے)۔مطلب یہ ہے کہ یہ ایمان والوں کا حال ہے وہ یہ کہ پہلی موت صرف ان پر آئے گی۔مگر کفار کی حالت اس سے مختلف ہوگی اس لئے کہ وہ تو ہر گھڑی میں موت کے متمنی ہونگے۔

قولِ حکیم:

موت سے زیادہ بری کیا چیز ہے؟اس نے کہا وہ چیز جس میں موت کی تمنا کی جائے۔یہ بات مؤمن تحدیث نعمت کے طور پر کرے گا۔جبکہ اس کا ساتھی سن رہا ہوگا۔اس کی غرض اس کو توبیخ کرنا ہوگا۔اور تا کہ اس کے دکھ میں اضافہ ہو۔موتتنا یہ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔اور استثناء متصل ہے۔تقدیر کلام یہ ہے لانموت الامرۃ یا مستثنیٰ منقطع ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے لکن الموتۃ الاولیٰ قد کانت فی الدنیا۔ (لیکن پہلی موت دنیا میں تھی)۔پھر اپنے اس ساتھی کو خبردار کرنے کیلئے کہے گا۔

۶۰: اِنَّ ھٰذَا (بیشک یہ) وہ معاملہ جس میں ہم ہیں)۔لَھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (البتہ بڑی کامیابی ہے) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا۔

۶۱: لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ (ایسی ہی کامیابی کیلئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے)

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ

کیا ضیافت کے اعتبار سے یہ بہتر ہے یا زقوم کا درخت۔ بے شک ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لیے فتنہ بنایا ہے۔ بلا شبہ وہ ایک درخت ہے

تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ

جو دوزخ کی گہرائی میں سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپوں کے پھن ہوں۔ سو اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ بالضرور اس میں سے

مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ

کھائیں گے سو اس سے اپنے پیٹوں کو بھرلیں گے۔ پھر بلا شبہ ان کے لیے اس درخت کے اوپر سے کھولتا ہوا گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔ پھر بلا شبہ

مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ

ان کا لوٹنا دوزخ کی طرف ہوگا۔ بے شک انہوں نے باپ دادوں کو گمراہی کی حالت میں پایا۔ پھر ان کے نقش قدم پر تیزی کے ساتھ

يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ

چلتے رہے۔ اور یہ واقعی بات ہے کہ ان سے پہلے اگلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے ہیں۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے ان میں ڈرانے والے

مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾

بھیجے ہیں۔ سو دیکھ لیجئے جن کو ڈرایا گیا ان کا کیا انجام ہوا۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔

ایک قول:

یہ ہے یہ اسی مؤمن کا کلام ہے۔

۶۲ : اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا (بھلا یہ دعوت و مہربانی بہتر ہے) نزلاً یہ تمیز ہے یعنی جنت کی نعمتیں اور جو اس میں مشروبات و مطعومات کی لذات وافرہ ہیں یہ بہترین مہربانی ہے۔

اہل نار کی خوراک اور اس کی تفصیل:

اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ (یا زقوم کا درخت) وہ بہتر مہربانی ہے؟ النزل مہمان کیلئے جو مکان پر رزق وغیرہ پیش کیا جائے۔ الزقوم تہامہ میں پیدا ہونے والا ایک کڑوا درخت (تھور)

۶۳ : اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ (ہم نے اس درخت کو ظالموں کیلئے موجب امتحان بنایا ہے) آخرت میں ان کے لئے مشقت وعذاب کا باعث ہوگا۔ نمبر۲۔ دنیا میں ابتلاء کا باعث اور وہ اس طرح کہ انہوں نے کہا کہ آگ میں درخت کیسے ممکن ہے جبکہ آگ تو

درختوں کو جلاتی ہے اسلئے کفار نے اس کا انکار کر دیا۔

۶۴: اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِىٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ (یہ درخت ہے۔ جو جہنم کی قعر سے نکلتا ہے)

ایک قول:

اس کی جڑ تو قعرِ جہنم میں ہے اور اس کی شاخیں جہنم کے مختلف طبقات میں پہنچنے والی ہیں۔

۶۵: طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ (اس کے پھل ایسے جیسے سانپ کے پھن) طلع گابھہ کھجور کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کو زقوم کے درخت پر ظاہر ہونے والے بوجھ کیلئے بطور استعارہ لایا گیا ہے۔ اور اس پھل کو رؤسِ شیاطین سے تشبیہ دے کر اس سے انتہائی نفرت و کراہت منظر ظاہر کرنا مقصود ہے کیونکہ شیطان لوگوں کے طبائع میں بہت ہی قبیح و بدصورت ہے کیونکہ خیال میں وہ مجسمہ شر ہے۔

ایک قول:

یہ ہے الشیطان۔ ایک معروف سانپ ہے جو انتہائی بدصورت اور خوفناک ہوتا ہے۔

۶۶: فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا (تو وہ لوگ اس میں سے کھائیں گے) یا اس کے پھل سے کھائیں گے۔ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (اور اسی سے پیٹ بھریں گے)

سخت بھوک کے غالب آنے کی وجہ سے وہ اسی سے پیٹ بھریں گے۔

۶۷: ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا (پھر ان کو اس پر) کھانے کے بعد لَشَوْبًا (ملا کر دیا جائے گا) مِّنْ حَمِيْمٍ (گرم پانی) شدید گرم پانی جو ان کے چہروں کو جھلسا اور انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔ جیسا کہ اہل جنت کے مشروب کے متعلق فرمایا۔ ومزاجه من تسنيم [المطففین: ۲۷] مطلب یہ ہے کہ وہ زقوم کے درخت سے پیٹ بھریں گے اور وہ ایسا گرم ہوگا کہ ان کے پیٹوں کو اندر سے جلا دے گا اور شدید پیاس لگے گی۔ اس پیاس سے جب خوب سڑ اُبل جائے گی تو پھر شدید گرم مشروب پلایا جائے گا۔ اور وہ مشروب گرم پانی کے ساتھ ملا ہوا ہوگا۔

۶۸: ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ (پھر ٹھکانہ ان کا دوزخ ہی کی طرف ہوگا) یعنی ان کے مقامات اور مکانات سے جو جہنم میں ہونگے اور وہ مقامات درکاتِ جہنم ہیں۔ زقوم کے درخت کی طرف لے جایا جائے گا۔ وہ اس سے کھاتے جائیں گے یہاں تک کہ اکتا جائیں گے۔ پھر ان کو گرم پانی پلا کر واپس طبقات دوزخ میں کر دیا جائے گا۔

ثم تراخی کیلئے آتا ہے۔ تراخی کا معنی اس میں ظاہر ہے۔

۶۹، ۷۰: اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ۔ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا۔ پھر یہ بھی ان ہی کے قدم بہ قدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے)۔ اس میں ان کے ان مصائب میں مبتلا ہونے کا سبب دین میں اپنے آباء و

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ نوح نے ہمیں پکارا سو ہم کیا ہی خوب ہیں فریاد سننے والے، اور ہم نے نوح کو اور اس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ

اور ہم نے اس کی ذریت کو باقی رہنے دیا۔ اور ہم نے ان کے لیے بعد کے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی۔ کہ نوح پر سلام ہے

فِى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾

جہانوں میں۔ بلا شبہ ہم مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلا شبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں ہیں۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾

پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو غرق کر دیا۔

اجداد کی اتباع اور گمراہی میں ان کا پیچھا کرنا اور دلیل کو ترک کرنا بتلایا گیا ہے۔ الاھراع بہت تیزی کرنا گویا ان کو پیچھے سے دھکیلا جا رہا ہو۔

۷۱: وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ (اور ان سے پہلے بھی گمراہ ہو چکے ہیں) قبلھم سے مراد قریش سے پہلے اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ (اگلے لوگوں میں اکثر) گزشتہ زمانہ میں گزرنے والے لوگ جنہوں نے غور و فکر کو چھوڑ کر محض گمراہ آباء کی تقلید کی۔

۷۲: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (ہم نے ان میں ڈرسنانے والے بھیجے تھے)۔ وہ انبیاء علیہم السلام تھے۔ جنہوں نے ان کو انجام سے ڈرایا۔

۷۳: فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ (پس دیکھ لو ان لوگوں کا کیا انجام ہوا) ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا وہ تمام ہلاک کر دیے گئے۔

۷۴: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے) مگر وہ لوگ جو ان میں سے ایمان لائے اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کر دیا یا اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین کیلئے خالص کر لیا۔

قراءت: لام کے فتحہ و کسرہ کی قراءت سے۔

منذرین کا گزشتہ زمانوں میں بھیجا جانا:

۷۵: جب منذرین کا گزشتہ زمانوں میں بھیجا جانا اور ان کا بدترین انجام ذکر کیا تو اس کے بعد نوح علیہ السلام اور ان کی اس دعا کا ذکر کیا جو انہوں نے قوم سے مایوس ہونے کے بعد فرمائی۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ:

وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْحٌ (اورنوح نے ہم کو پکارا) اس نے ہمیں پکارا تا کہ ہم غرق سے ان کونجات دیں۔

ایک قول:

یہ ہے اس سے ان کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔انی مغلوب فانتصر [القمر:۱۰]

فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ (پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں) نعم پر جولام داخل ہے۔ یہ قسم محذوف کا جواب ہونے کی وجہ سے ہے۔مخصوص بالمدح محذوف ہے۔تقدیر کلام یہ ہے ولقد نادانا نوح فواللّٰہ لنعم المجیبون نحن ،جمع عظمت و کبریائی کوظاہر کرنے کیلئے لائے ۔مطلب یہ ہے ہم نے اس کو بہت خوب جواب دیا۔اوراس کے دشمنوں پر اس کوغلبہ دیا۔اوراس کے دشمنوں سے خوب انتقام لیا۔

۷۶: وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ (اور ہم نے ان کواوران کے پیروکاروں کونجات دی) اہل سے مراد ایمان والے اوران کی اولاد مراد ہے۔

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ (بڑے بھاری غم سے) اس سے مرادغرق ہونے کا غم ہے۔

۷۷: وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ (اور ہم نے باقی ہی ان کی اولادکو رہنے دیا) ان کے علاوہ تمام فناء ہوگئے۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

تمام لوگ اس وقت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے۔نمبرا۔سام، یہ عرب، فارس، روم کا جدامجد ہے۔نمبر۲۔حام یہ مشرق سے مغرب تک حبشیوں کا باپ ہے۔نمبر۳۔یافث یہ ترک اور یاجوج ماجوج کا باپ ہے۔

۷۸: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ (اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں بات رہنے دی) آخرین سے مراد یہ پچھلی امتیں اوروہ بات یہ ہے۔سلام علی نوح فی العالمین۔

انجام نوح علیہ السلام:

۷۹: سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ (سلام ہونوح علیہ السلام پر) یعنی وہ امتیں ان کوسلام بھیجتی اوران کے لئے دعا گو ہیں۔یہ کلام حکایۃً نقل کی ہے جیسا کہتے ہیں۔قراءت: سورۃ انزلنا ھا۔میں نے ایک ایسی سورت پڑھی جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔فِى الْعٰلَمِيْنَ (دونوں جہاں میں) یہ سلام ان تمام میں قائم چلا آرہا ہے۔ان میں سے کوئی زمانہ خالی نہیں۔گویا اس طرح فرمایا۔ثبت اللّٰہ التسلیم علی نوح و ادامہ فی الملائکۃ و الثقلین یسلمون علیہ عن آخرھم۔اللہ تعالیٰ نے سلام کونوح علیہ السلام کے لئے قائم کردیا اوراس کو ہمیشہ رکھا فرشتوں اورجن وانس میں وہ تمام ان پر سلام بھیجتے ہیں۔

۸۰: اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (ہم مخلصین کوایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں) اپنے مجازات اور بدلے کے اس شاندار انعام کو

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور بلا شبہ نوح کا اتباع کرنے والوں میں ابراہیم بھی تھے۔ جب وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آئے۔ جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے

وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ

اور اپنی قوم سے کہا تم لوگ کس چیز کی عبادت کرتے ہو۔ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو۔ سو رب العالمین کے بارے میں

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾

تمہارا کیا خیال ہے۔ پھر ایک نظر اٹھا کر ستاروں کو دیکھا۔ اور کہہ دیا کہ بیشک میں بیمار ہوں۔ سو وہ لوگ ان سے پشت پھیر کر چلے گئے۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ

سو وہ ان کے بتوں کی طرف متوجہ ہوئے سو کہا کیا تم کھاتے نہیں ہو، تم کو کیا ہوا تم بولتے نہیں، پھر ان پر قوت کے ساتھ متوجہ ہو کر

ضَرْبًاۢ بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ

مارنے لگے۔ سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ انہوں نے کہا کیا تم اس چیز کی پوجا کرتے ہو جسے خود تراشتے ہو۔ حالانکہ اللہ نے

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا

تمہیں پیدا فرمایا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو۔ کہنے لگے کہ اس کے لیے ایک مکان بناؤ پھر اسے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ سو انہوں نے ان کے ساتھ برا برتاؤ

فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

کرنے کا ارادہ کیا سو ہم نے ان لوگوں کو نیچا دیکھنے والا بنا دیا۔

آپ کے محسن ہونے سے مُعلل قرار دیا۔

قوم حشر:

۸۱: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے) پھر احسان کی علت ایمان کو قرار دیا۔ تا کہ ایمان کا عظیم الشان مرتبہ تمہارے سامنے واضح کر دیں اور صفات مدح و تعظیم میں یہ کم سے کم ہے۔

۸۲: ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ڈبو دیا) یعنی کفار کو۔

ابراہیم علیہ السلام نوح علیہ السلام میں ۲۶۴۰ سال کا فاصلہ:

۸۳: وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ (اور نوح کے طریقہ والوں میں ابراہیم بھی تھے) ہ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔

یعنی ان میں سے جنہوں نے اصول دین میں نوح علیہ السلام کی مشایعت کی یا اللہ تعالیٰ کے دین کو مضبوطی سے تھامنے اور تکذیب پر صبر وضبط میں ان کے طریقہ پر چلنے والے ابراہیم تھے۔ ان کے اور نوح علیہ السلام کے درمیان ۲۶۴۰ سال کا عرصہ ہے۔ اور درمیانے عرصہ میں صرف ہود اور صالح علیہما السلام دو پیغمبر ہوئے۔

۸۴: اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (جبکہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے)۔

نحو: اذ کا تعلق لفظ شیعۃ میں مشایعت کے معنی کے ساتھ ہے۔ یعنی بیشک ان میں سے جنہوں نے اس کے دین میں ان کی مشایعت کی اور اس کو تقویت دی جبکہ وہ اپنے رب کی طرف شرک سے صاف دل سے متوجہ ہوئے۔ یا دلوں کی بیماریوں سے صحیح سالم نمبر۲۔ ابراہیم سے متعلق ہے۔ نمبر۳۔ محذوف سے متعلق ہے اور وہ اذکر ہے۔ اور المجیٔ لقلبہ ربہ کا مطلب یہ ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے دل کو خالص کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے جان لیا تو المجیٔ کو اس جان لینے کیلئے بطورِ مثال بیان کیا۔

ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کے ساتھ قصہ:

۸۵،۸۶: اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ۔ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ (جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور قوم سے فرمایا۔ تم کس چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا چاہتے ہو)

نحو: افکا یہ مفعول لہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ اتریدون آلھۃ من دون اللّٰہ افکا (کیا تم ارادہ کرتے ہو اللہ کے سوا معبودوں کا افتراء کرتے ہوئے) مفعول بہ کو فعل پر بطور عنایت کے مقدم کیا اور مفعول لہٗ کو مفعول بہ پر مقدم کر دیا۔ کیونکہ سب سے اہم بات آپ کے ہاں یہی تھی کہ آپ ان کا مقابلہ اس طور پر کریں کہ وہ اپنے شرک میں افتراء و باطل پر ہیں۔

نمبر۲۔ افکاً مفعول بہ ہے یعنی اتریدون افکاً کیا تم بہتان کا ارادہ رکھتے ہو۔ پھر افک کی تفسیر آلھۃً من دون اللّٰہ سے فرمائی۔ اس طور پر کہ یہ اپنی ذات کے اعتبار سے افک ہی ہے۔ نمبر۳۔ یہ حال ہے یعنی کیا تم ارادہ کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا معبودوں کا اس حال میں کہ تم افتراء پرداز ہو۔

۸۷: فَمَا ظَنُّكُمْ (تو تمہارا کیا خیال ہے) کیا ہے تمہارا گمان بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (رب العالمین کے متعلق) حالانکہ تم دوسروں کی اسے چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ ما مرفوع ہے مبتدأ ہونے کی وجہ سے اور ظنکم اس کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ تمہارا اس کے متعلق کیا گمان ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ اور تمہیں کس طرح سزا دیں گے۔ حالانکہ تم نے اس کے سوا اوروں کی پوجا کی۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ حقیقی منعم اللہ تعالیٰ ہے۔ پس وہی عبادت کا حقدار تھا۔

ستاروں پر نگاہ ڈالنا:

۸۸: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ (پس ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا) آپ نے ستاروں کو دیکھا اس حالت

میں کہ آپ اپنی نگاہ آسمان پر ڈالنے والے تھے۔اپنے دل میں سوچ بچار کر رہے تھے کہ وہ کس طرح تدبیر وحیلہ کریں یا ان کو دکھایا کہ وہ ستاروں کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ کفار کا عقیدہ ستاروں کے متعلق تھا۔پس آپ نے ان کے وہم میں یہ بات ڈالی کہ وہ اس نشانی سے استدلال کر رہے ہیں کہ وہ عنقریب بیمار ہو جائیں گے۔

۸۹: فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ (پس آپ نے فرمایا میں بیمار ہونے کو ہوں) عنقریب بیمار ہو جائیں گے۔یہ مرض طاعون تھا۔اس علاقہ میں عام بیماری یہی تھی۔ وہ اس کے متعدی ہونے سے خوفزدہ تھے۔ تاکہ وہ اس سے بھاگ سکیں۔ چنانچہ وہ عید کیلئے چلے گئے۔اور آپ کو بیت الاصنام میں چھوڑ کر چلے گئے جبکہ آپ کے ساتھ کوئی اور نہ تھا۔پس آپ نے بتوں کے ساتھ جو حشر کرنا تھا، کیا۔لوگوں نے کہا کہ علم نجوم برحق تھا پھر اس کی پہچان کیلئے سیکھنا منسوخ کر دیا گیا۔کذب حرام ہے۔مگر تعریض کرنا جائز ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جو فرمایا یہ تعریض ہے یعنی میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں۔یا جس کی گردن میں موت لٹکی ہو وہ بیمار ہی ہے۔اہل عرب کہتے ہیں۔ **کفی بالسلامۃ داء**۔اور اچانک آدمی مرجائے تو کہتے ہیں۔وہ مرگیا حالانکہ وہ صحیح تھا۔تو ایک اعرابی کہنے لگا۔کیا وہ آدمی صحیح ہوسکتا ہے جس کی گردن میں موت ہو۔یا مراد ابراہیم علیہ السلام کی یہ تھی کہ تمہارے کفر کی وجہ سے میرا نفس بیمار ہے۔(میں ہروقت اس پر کڑھتا ہوں) جیسا کہا جاتا ہے۔**انا مریض القلب کذا**۔

۹۰: فَتَوَلَّوْا (پس انہوں نے اس سے اعراض کیا) عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ (پیٹھ پھیرتے ہوئے)

۹۱: فَرَاغَ اِلٰٓی اٰلِهَتِهِمْ (پس آپ ان کے معبودوں کی طرف مخفی طور پر مائل ہوئے) فَقَالَ (پس بطور استہزاء فرمایا) اَلَا تَاْكُلُوْنَ (تم کھاتے کیوں نہیں) اور کھانے ان کے ہاں پڑے تھے۔

بتوں کا خاتمہ:

۹۲: مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ (تم بولتے کیوں نہیں) واؤ جمع سالم کی لائے کیونکہ آپ نے بمنزلہ عقلاء ان کو مخاطب فرمایا۔

۹۳: فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًا (مخفی طور پر ان کی طرف متوجہ ہوئے گویا اس طرح کہا کہ آپ نے ان کو مارامارنا) کیونکہ **فراغ علیھم** بمعنی **ضربھم** ہے۔یا **راغ علیھم** ان کی طرف خفیہ گئے اس حال میں کہ آپ ان پر وار کر رہے تھے۔بِالْیَمِیْنِ (دائیں ہاتھ سے) زوردار قوی ضرب سے کیونکہ یمین دونوں ہاتھوں میں قوی تر اور مضبوط تر ہے۔یا قوت ومتانت سے یا اس حلف کے سبب جو آپ نے اٹھایا تھا۔جو اس قول میں مذکور ہے۔**تا اللہ لا کیدن اصنامکم**[الانبیاء:۵۷]

بت پرستوں کی کارروائی:

۹۴: فَاَقْبَلُوْٓا اِلَیْهِ (پس وہ لوگ اس کے پاس آئے) یعنی ابراہیم علیہ السلام کے پاس یَزِفُّوْنَ (دوڑتے ہوئے) تیزی کے ساتھ یہ الزیف سے نکلا ہے اور وہ تیزی کو کہتے ہیں۔

قراءت: حمزہ نے یُزِفون پڑھا اس کو اَزَفَ سے لیا۔جبکہ وہ تیزی میں داخل ہو۔مصدر ازفاف ہے۔گویا معلوم ہوتا ہے کہ

بعض نے توڑتے دیکھا تھا اور دوسروں نے نہ دیکھا تھا۔ جنہوں نے دیکھا تھا وہ جلدی سے آپ کی طرف متوجہ ہوئے پھر جنہوں نے توڑتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ وہ بھی پہنچ گئے اور کہنے لگے ہمارے ان معبودوں کے ساتھ کس نے یہ حرکت کی ہے۔ **من فعل هذا بالهتنا انه لمن الظالمين** [الانبیاء:۵۹] دوسروں نے تعریض کے انداز سے اس طرح جواب دیا۔ **سمعنا فتى يذكرهم يقال له ابراهيم** [الانبیاء:۶۰] پھر سب مل کر کہنے لگے ہم تو ان کی عبادت کرتے ہیں اور تو ان کو توڑتا ہے؟ آپؑ نے ان کو جواباً فرمایا۔

۹۵: قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ (کیا تم ان کی پوجا کرتے ہو جن کو خود تراشتے ہو) خود اپنے ہاتھوں سے۔

۹۶: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (حالانکہ تمہیں اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے) اور اس نے پیدا کیا جو تم بت وغیرہ بناتے ہو؟ نمبر۲۔ ما مصدریہ ہے اس نے تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ یہ آیت خلق افعال پر ہماری دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے خالق اور تمہارے اعمال کے خالق ہیں پھر تم اس کے سوا اوروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟

آگ میں ڈالنے کا فیصلہ:

۹۷: قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ (وہ لوگ کہنے لگے ابراہیم علیہ السلام کیلئے تیار کرو) لام اجلیہ ہے۔ بُنْيَانًا (ایک آتش خانہ) پتھروں سے جس کی طوالت تیس ہاتھ اور عرض بیس ہاتھ ہو۔ فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ (پھر اس کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو) الجحیم سے سخت آگ مراد ہے۔

ایک قول یہ ہے:

ہر وہ آگ جو ایک دوسری کے اوپر جلائی جائے وہ جحیم ہے۔

۹۸: فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا (پس انہوں نے آپ کے ساتھ برائی کرنا چاہا) کید سے آگ میں ڈالنا مراد ہے۔ فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ (پس ہم ہی نے ان کو نیچا کر دیا) ہم نے ان کو ڈالنے کے وقت مغلوب کر دیا۔

وَقَالَ اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

اور ابراہیم نے کہا کہ بلا شبہ میں اپنے رب کی طرف جانیوالا ہوں وہ عنقریب مجھے راہ بتا دے گا۔ اے میرے رب مجھے نیک فرزند عطا فرما۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْىَ قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىْٓ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىْٓ

سوہم نے انہیں حلم والے لڑکے کی بشارت دی۔ سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے کہا کہ اے میرے چھوٹے سے بیٹے بیشک میں خواب میں دیکھ رہا ہوں

اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

کہ تجھے ذبح کرتا ہوں سوتو غور کرلے تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے کہا کہ اے ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کیجئے انشاء اللہ آپ مجھے صابروں میں

مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

پائیں گے۔ سو جب دونوں نے حکم کو مان لیا اور ابراہیم نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا۔ اور ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ

تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم بلا شبہ مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلا شبہ یہ کھلا ہوا

الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

امتحان ہے۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض دے دیا۔ اور بعد کے آنے والوں میں ان کے لیے یہ بات رہنے دی

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

کہ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم اسی طرح مخلصین کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

۹۹: پھر ابراہیم علیہ السلام آگ سے نکلے۔ وَقَالَ اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىْ (ابراہیم کہنے لگے میں تو اپنے رب کی طرف جا تا ہوں) یعنی ایسی جگہ جہاں جانے کا اس نے حکم دیا۔ سَيَهْدِيْنِ (وہ مجھکو پہنچا ہی دے گا) وہ میری راہنمائی فرمائیں گے۔ جس میں میرے دین کی بھلائی ہے۔ وہ میری حفاظت کرے گا اور مجھے توفیق عنایت فرمائے گا۔ قراءت: سَيَهْدِيْنِىْ دونوں مقام پر یعقوب نے پڑھا ہے۔

بیٹے کے لئے دُعا:

۱۰۰: رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اے میرے رب مجھکو ایک نیک فرزند دے) صالحین میں سے ایک مراد اس سے بیٹا ہے۔ کیونکہ لفظ ہبہ کو ولد پر غلبہ دیا گیا۔

قبولیتِ دُعا:

۱۰۱: فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (پس ہم نے ان کو حکیم المزاج فرزند عنایت کیا)۔ بشارت تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ نمبر۱۔ اولاد مذکر غلام ہوگا۔ نمبر۲۔ وہ بلوغت کی عمر پائے گا۔ کیونکہ صبی کی صفت حُلُم کے لفظ سے نہیں کی جا سکتی۔ نمبر۳۔ حوصلہ مند ہوگا۔ اور اس سے بڑا حوصلہ کیا ہوگا کہ جب اس کا والد اس پر ذبح کا معاملہ پیش کرتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے۔ **ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصابرین** [الصافات: ۱۰۲] پھر اس کے لئے کامل اطاعت گزاری کا اظہار کیا۔

بیٹا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوا تو ذبح کا حکم ہوا:

۱۰۲: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ (جب وہ لڑکا اس کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا) وہ اس عمر کو پہنچا کہ والد محترم کے ساتھ ان کے کاموں میں ہاتھ بٹا سکے۔ معہ کا لفظ بَلَغَ سے متعلق نہیں۔ کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ حد سعی کو وہ دونوں اکٹھے پہنچے ہوں۔ نہ کہ سعی کے ساتھ اس لئے کہ مصدر کا صلہ اس سے مقدم نہیں ہوتا۔ پس اب یہ ضرورت باقی رہی کہ وہ بیان بن جائے۔ گویا جب یہ کہا **فلما بلغ السعی ای الحد الذی یقدر فیه علی السعی**۔ جب وہ دوڑنے کی عمر کو پہنچ گئے یعنی اس حد کو پالیا جس میں دوڑنے کی طاقت رکھتا ہے۔ کہا گیا کس کے ساتھ؟ تو فرمایا اپنے والد کے ساتھ۔ اس وقت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی۔ قَالَ يٰبُنَيَّ (کہا اے میرے بیٹے) حفص کی یہ قراءت ہے۔ دیگر قراء نے یاء کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ (میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں) دونوں میں یاء مفتوح ہے۔ حجازی اور ابوعمرو کے ہاں یہ ہے۔ ان کو خواب میں کہا گیا تم اپنا بیٹا ذبح کر ڈالو۔ اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیداری کی وحی۔

اسمائے ایام:

کلام میں رأیت نہیں فرمایا کیونکہ انہوں نے بار بار دیکھا۔ پس کہا گیا ہے کہ آٹھویں کی رات انہوں نے دیکھا کہ ایک قائل ان کو کہہ رہا ہے۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم کرتا ہے۔ کہ تم اس بیٹے کو ذبح کرو۔ جب صبح ہوئی تو صبح سے دوپہر تک اس میں غور و فکر کیا۔ کیا یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے اسی وجہ سے اس کا نام یوم الترویہ رکھا گیا۔ جب شام ہوئی تو پھر ایسا ہی خواب نظر آیا۔ پس انہوں نے جان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام یوم عرفہ پڑا۔ پھر تیسری رات بھی ایسا ہی خواب نظر آیا۔ پس آپ نے ذبح کا پختہ ارادہ فرمایا۔ اسی لئے اس دن کا نام یوم النحر ہے۔

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى (پس تم سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے) یہ رائی بطریق مشورہ سے ہے رؤیت العین سے نہیں۔ اور ان سے مشورہ ان کی رائے کی طرف رجوع کیلئے نہیں کیا بلکہ ان کے جزع یا صبر کو معلوم کرنے کیلئے۔

قراءت: علی، حمزہ نے تُرِی پڑھا ہے یعنی تو کیا بتاتا اور کیا ظاہر کرتا ہے اپنی رائے میں سے۔

اطاعتِ پسر:

قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ (کہا ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجئے) یعنی ماتؤ مر بہٖ اور قراءت میں بہٖ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (انشاءاللہ تعالیٰ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے) ذبح پر صبر کرنے والا۔ ایک روایت میں ہے: کہ ذبیح نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا ابا جان یہ میری پیشانی کے بال پکڑیں اور میرے کندھوں کے مابین بیٹھ جائیں۔ تاکہ جب چھری مجھ پر چلے تو آپ کو ایذاء نہ پہنچے۔ اورایسی حالت میں مجھے ذبح نہ کریں کہ آپ کی نگاہ میرے چہرے پر ہو۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کے دل میں رحم آ جائے۔ میرا چہرہ زمین کی طرف کرلیں۔ ایک روایت یہ ہے مجھے سجدہ کی حالت میں ذبح کر دیں میری والدہ کو سلام کہہ دیں اور اگر پسند کریں تو میری قمیص والدہ کی طرف واپس کر دیں۔ تاکہ ان کو صدمہ سہنے میں سہولت ہو۔ (یہ اسرائیلیات ہی کی قسم سے ہیں) (مترجم)

۱۰۳: فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا (غرض جب دونوں نے تسلیم کرلیا)۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرلی اور اس کے سامنے جھک گئے۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

اس نے اپنے بیٹے کو سپرد کیا اور بیٹے نے اپنے نفس کو وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ (اور باپ نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا) اس کو لٹایا پیشانی کی جانب اور چاقو اسماعیل کے حلق پر رکھ کر چلایا۔ تو چاقو نہ چلا پھر چاقو اس کی گدی پر رکھ کر چلایا تو چاقو پلٹ گیا۔ اور آواز دی گئی۔ اے ابراہیم! تم نے خواب سچا کر دیا۔ روایت میں ہے کہ یہ مقام منیٰ میں صخرہ کے پاس تھا۔

نحو: لمّا کا جواب محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے فلما اسلما وتله للجبین۔

آزمائش میں کامیابی:

۱۰۴، ۱۰۵: وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا (اور ہم نے اس کو آواز دی اے ابراہیم تم نے خواب کو سچا کر دیا) یعنی تم نے سچا کر دکھایا جو ہم نے تمہیں خواب میں حکم دیا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کے حوالہ کر دو۔ ہوا جو کچھ ہوا۔ حال خود اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اور بیان میں لایا نہیں جاسکتا کہ ان کو کس قدر خوشی ہوئی۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتنی تعریفیں کیں اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ انعام فرمایا کہ بہت بڑی مصیبت کو اترنے کے بعد دفع فرمایا نمبر۲۔ یا جواب قبلنا منه ہے اور نادیناہ اس پر معطوف ہے۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (ہم اسی طرح مخلصین کو صلہ دیا کرتے ہیں) اس میں ان کو جس بات کا عادی بنایا گیا تھا کہ تکلیف کے بعد کشادگی آتی ہے۔ اس کی علت بتلائی۔

۱۰۶: اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ (حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان) وہ کھلا امتحان جس میں مخلصین دوسروں سے الگ ہوتے ہیں۔ یا واضح مشقت۔

عظیم فدیہ:

۱۰۷: وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ (اور ہم نے اس کے عوض میں دیا ایک ذبیحہ) ذِبح جس کو ذبح کیا جاتا ہے۔ **قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:** وہ وہی دنبہ تھا جس کو قابیل نے قربت الٰہی کیلئے پیش کیا تھا۔ وہ جنت میں چرتا رہا یہاں تک کہ اسماعیل کے فدیہ میں دیا گیا۔ دوسری روایات میں ہے کہ اگر یہ ذبح ان سے مکمل ہو جاتا تو یہ سنت وطریقہ بن جاتا۔ اور لوگ اپنے بیٹوں کو ذبح کرتے۔ عَظِيْمٍ (بہت بڑا) بڑے جسم والا۔ فربہ۔ قربانیوں میں یہی سنت ہے۔ روایت میں ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔ اور جمرہ کے پاس پہنچا۔ تو آپ نے اس کو سات کنکریاں ماریں۔ یہاں تک کہ اس کو پکڑ لیا گیا۔ رمی میں یہ سنت قائم ہوگئی۔

ایک روایت ہے :

کہ جب آپ نے اس کو ذبح کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر ، ذبیح علیہ السلام نے کہا لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اس پر ابراہیم علیہ السلام نے کہا اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد ۔ پس یہ سنت باقی رہی۔

استدلالِ ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

امام صاحب نے اسی آیت سے استدلال فرمایا جو آدمی اپنے بیٹے کے ذبح کی نذر مان لے۔ وہ ایک بکری ذبح کرلے۔

قولِ اظہر:

ذبیح اسماعیل ہیں اور یہ قول ابوبکر، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت کا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے۔ انا ابن الذبیحین [مستدرک حاکم: ۲/۵۵۴] ایک تو آپ کے جدامجد اسماعیل اور دوسرے آپ کے والد عبداللہ ہیں۔ اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ کہ عبدالمطلب نے نذر مانی کہ اگر ان کے بیٹوں کی تعداد دس تک پہنچ گئی تو سب سے آخری لڑکے کو بطور تقرب میں ذبح کرونگا۔ عبداللہ ان کے آخری لڑکے تھے۔ عبدالمطلب نے ایک سو اونٹوں کا فدیہ دیا۔ اس دنبے کے دوسینگ کعبہ میں لٹکتے رہے تا آنکہ زمانہ حجاج وابن الزبیر میں بیت اللہ کے پردوں میں آگ لگ جانے کی وجہ سے وہ جل گئے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو بن العلاء سے سوال کیا ذبیح کون ہے اس نے کہا اے اصمعی تمہاری عقل کہاں گئی؟ اسحاق کب مکہ میں تھے؟ مکہ میں تو اسماعیل ہی تھے اور انہی نے اپنے والد کے ساتھ ملکر بیت اللہ بنایا اور منحر بھی مکہ میں ہے۔ اور علی، ابن مسعود، عباس اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ وہ اسحاق ہیں۔ اور اس پر یعقوب علیہ السلام کا خط یوسف علیہ السلام کے نام دلالت کرتا ہے۔ من یعقوب اسرائیل اللّٰہ بن اسحاق ذبیح اللّٰہ بن ابراھیم خلیل اللہ۔ (مگر تحریفات یہود کے ہوتے ہوئے یہ خط کیسے مسلم دلیل بن سکتا ہے۔ پھر اس میں اسرائیل اللہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ اگر اسراء بمعنی بندہ اور ئیل اللہ کے معنی میں ہے تو اسرائیل اللہ کا کیا مطلب ہے۔ اسی طرح اسحاق کے بعد ذبیح اللہ بڑھا دینا ان کے دائیں ہاتھ کا

کھیل ہے)۔

نکتہ:

آیت میں وفدینٰہ فرمایا اگر فدیہ دینے والے ابراہیم علیہ السلام ہیں تو اللہ تعالیٰ مفتدی منہ ہوئے کیونکہ ذبح کا حکم اسی نے دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہی فدیہ کیلئے دنبہ ابراہیم کو دیا۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ عمل پہلو پر لٹانا، اور حلق پر چھری کا پھیرنا۔ ذبح کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اگر حکم ذبح میں ہے تو پھر فدیہ کا کیا معنی ہے۔ حالانکہ فدیہ کی حقیقت بدل دے کر ذبح سے چھوٹ جانا ہے؟ اور اگر ذبح ہی نہ تھا تو پھر قد صدقت الروٗیا کا کیا مطلب ہے۔ وہ خواب کو سچا کرنے والے تو تب بنتے جبکہ اصل یا بدل کی صورت میں ان سے ذبح پیش آتا۔ حالانکہ ایسا نہیں؟

حل اشکال:

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی حتی الامکان کوشش کردی اور وہ کردیا جو ذبح کرنے والا کیا کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چھری کو چلنے سے روک دیا۔ اور یہ چیز فعل ابراہیمی میں رکاوٹ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے دنبہ عنایت فرمایا تاکہ اس کا ذبح کرنا اس حقیقی ذبیحہ نفس اسماعیل کا قائم مقام بن سکے۔ اور بدل ہو۔ اور یہ نسخ حکم نہیں۔ جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ بلکہ یہ حکم کا ثبات و قیام ہے۔ البتہ وہ محل جس کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔ اس پر حکم بطور فدیہ کے نہیں اترا نہ کہ نسخ۔ اور یہ آزمائش تھی تاکہ امر کا حکم آخری حالت میں قائم ہو جائے۔ وہ اس طرح کہ ان سے بیٹے کے حق میں یہ چاہا گیا کہ اس کی قربانی پر صبر کریں۔ اور حکم کے لحاظ سے ان کو یہ قربانی کا حکم تھا۔ اور فدیہ دے کر ان کو عزت بخشی گئی۔ ذبح کی مشقت و تکلیف کے باعث اور صبر و مجاہدہ سے آزمائش کی مکاشفہ کی حالت کے لحاظ سے۔ امر سے جب مراد پختہ طور پر ثابت ہو چکی تو نسخ کا حکم ہوا۔ اس سے پہلے نہیں۔ قرآن مجید میں اس کو فداء فرمایا گیا نسخ نہیں۔

۱۰۸،۱۰۹: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (اور پچھلے لوگوں میں ان کی بات رہنے دی) اس پر وقف نہیں۔ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ (سلام ہو ابراہیم پر) کیونکہ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ۔ وَ ترکنا کا مفعول ہے۔

۱۱۰: كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)۔ یہاں کلام میں اِنَّا استعمال نہیں فرمایا۔ جیسا کہ دوسرے مقامات پر ہے۔ کیونکہ اس واقعہ میں پہلے کہا جا چکا۔ اس لئے دوسری مرتبہ ذکر کرنے کی بجائے اس پر اکتفاء کیا گیا۔

۱۱۱: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے)

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ

اور ہم نے انہیں اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی ہوں گے صالحین میں سے ہوں گے۔ اور ہم نے ابراہیم پر اور اسحاق پر برکت دی، اور

ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾

ان کی نسل میں سے اچھے لوگ ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو صریحاً اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں۔

۱۱۲: وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا (ہم نے ان کو اسحاق کی بشارت دی)

نحو: نبیا یہ اسحاق سے حال مقدرہ ہے۔ مضاف کا محذوف ماننا ضروری ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ وبشرناہ بوجود اسحاق نبیاً۔ ای بان یوجد مقدرۃ نبوتہ۔ ان کی نبوت کا مقدر ہونا پایا جائے۔ پس حال میں وجود عامل ہے۔ فعل بشارت عامل نہیں۔

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہونگے)

نحو: یہ دوسرا حال ہے۔ اور یہ بطور ثناء لایا گیا ہے۔ کیونکہ ہر پیغمبر کا صالحین میں سے ہونا ضروری ہے۔

ابراہیم اور اسحٰق علیہما السلام پر برکات کا نزول:

۱۱۳: وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ (اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق پر برکتیں نازل کیں) ہم نے ان پر زمین و دنیا کی برکات کا فیضان فرمایا۔ ایک قول یہ ہے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں برکت عنایت فرمائی اور اسحاق علیہ السلام پر برکت یہ تھی کہ ان کی اولاد میں ایک ہزار پیغمبر پیدا فرمائے۔ جن میں اول یعقوب اور آخری عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ (ان کی اولاد میں بعضے اچھے بھی تھے) محسن یہاں مؤمن کے معنی میں ہے۔ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (اور بعض ایسے ہیں جو اپنا نقصان کرنے والے ہیں) ظالم بمعنی کافر۔ مُبِيْنٌ (ظاہر) یامحسن الی الناس۔ لوگوں پر احسان کرنے والے اور حدود شرع سے تجاوز کر کے اپنے نفوس پر ظلم کرنے والے ہیں۔

مدارِ خیر وشر:

اس میں خبردار کیا کہ اچھائی اور برائی کا دارومدار رنگ ونسل اور عنصر پر نہیں۔ اور ان کی نسل میں کیا جانے والا ظلم ونافرمانی ان کے حق میں نقص وعیب کا باعث نہیں۔ نیک کی اولاد فاجر اور فاجر کی اولاد نیک ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ چیز عناصر اور طبائع کے معاملے کو مٹانے اور ختم کرنے والی ہے۔ ان کے بعد کیا جانے والا ظلم وزیادتی ان کے حق میں کسی قسم کے نقص وعیب کا باعث نہیں۔ اور ہر انسان کو اس کے اپنے برے فعل پر عیب لگایا جاتا ہے۔ اور جن افعال کا ارتکاب اس کے ہاتھوں نے کیا ان پر سزا دی جائے گی۔ اس پر نہیں جو اس کی اصل وفرع میں پایا جائے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّیْنٰھُمَا وَقَوْمَھُمَا مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۱۵﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔ اور ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑی بے چینی سے نجات دی۔

وَنَصَرْنٰھُمْ فَکَانُوْا ھُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَیْنٰھُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَھَدَیْنٰھُمَا

اور ہم نے ان کی مدد کی سووہ ہی غالب ہونے والے تھے۔ اور ہم نے انہیں واضح طور پر بیان کرنے والی کتاب دی۔ اور ہم نے انہیں

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَکْنَا عَلَیْھِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰی

صراط مستقیم کی ہدایت کی۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان دونوں کے بارے میں یہ بات چھوڑ دی کہ سلام ہو

مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّھُمَا مِنْ عِبَادِنَا

موسیٰ پر اور ہارون پر۔ بلا شبہ ہم اسی طرح مخلصین کو صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں

الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۲﴾

میں سے تھے۔

موسیٰ وہارون علیہما السلام کا تذکرہ:

۱۱۴: وَلَقَدْ مَنَنَّا (اور ہم نے احسان کیا) یعنی انعام کیا عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ (موسیٰ وہارون پر) ان کو نبوت سے نواز کر۔

۱۱۵: وَنَجَّیْنٰھُمَا وَقَوْمَھُمَا (اور ہم نے ان دونوں اور ان کی قوم کو نجات دی) قوم سے بنی اسرائیل مراد ہیں۔ مِنَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ (بڑے غم سے) نمبر ۱۔ غرق سے نمبر ۲۔ فرعونی تسلط اور اس کے حواریوں کے ظلم وستم سے۔

۱۱۶: وَنَصَرْنٰھُمْ (اور ہم نے ان کی مدد کی) یعنی موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کی۔ فَکَانُوْا ھُمُ الْغٰلِبِیْنَ (پس یہی لوگ غالب آئے) فرعون اور قوم فرعون پر۔

۱۱۷: وَاٰتَیْنٰھُمَا الْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ (اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی) تورات مراد ہے۔ جو اپنے بیان میں بلیغ پیرایہ رکھتی تھی۔

۱۱۸: وَھَدَیْنٰھُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستہ پر قائم رکھا) اہل اسلام کا راستہ۔ اور وہ انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین [الفاتحہ:۷]۔

۱۱۹: وَتَرَکْنَا عَلَیْھِمَا فِی الْاٰخِرِیْنَ (اور ہم نے ان دونوں کیلئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی)

۱۲۰: سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ (کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو)

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ

اور بلا شبہ الیاس پیغمبروں میں سے ہیں جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے کیا بعل کی

بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

عبادت کرتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑے ہوئے ہو۔ جو اللہ ہے جو تمہارارب ہے اور تمہارے باپ دادوں کا رب ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

سو ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا لہٰذا وہ ضرور حاضر کئے جائیں گے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے، اور بعد میں آنے والوں میں

فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

ان کے بارے میں یہ بات چھوڑدی کہ سلام ہو الیاس پر۔ بلا شبہ ہم مخلصین کو ایسے ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

۱۳۱: اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (ہم مخلصین کوایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)۔

۱۳۲: اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے)۔

حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ:

۱۲۳: وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور بیشک الیاس پیغمبروں میں سے تھے) ان کا سلسلہ نسب یہ ہے الیاس بن یاسین۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام ہیں۔

قراءت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے الیاس کی جگہ ادریس پڑھا ہے۔

۱۲۴: اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ (جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے)۔ کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔

۱۲۵: اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا (کیا تم بعل کو پوجتے ہو) بعل یہ سونے کا بنایا ہوا بت تھا۔ اس کی لمبائی بیس ہاتھ تھی۔ اس کے چار چہرے تھے۔ وہ اس کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہوگئے۔ اور اس کی تعظیم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اس کے خدام کی تعداد چار سو تھی۔ اور ان سادھوؤں کو لوگ بعل کے رسول کہتے تھے۔ جس مقام پر یہ بت پایا جاتا تھا۔ وہ بک کے نام سے معروف تھا۔ پس دونوں ناموں کو جوڑ کر بعلبک بنالیا گیا۔ یہ شام کا شہر ہے۔

ایک قول:

یہ ہے الیاس علیہ السلام کی ڈیوٹی جنگلوں اور بیابانوں کی لگی ہے جیسا کہ خضر کی سمندروں پر لگی ہے۔

قولِ حسن بصری رحمہ اللہ:

الیاس وخضر علیہما السلام دونوں فوت ہو چکے۔ ہم اس طرح نہ کہیں گے جیسا لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ دونوں زندہ ہیں۔

وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ (اور تم اس کو چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بہتر بنانے والا ہے) تم نے اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ دیا جو سب سے زیادہ قدرت والے ہیں۔

۱۲۶: اَللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے آباء واجداد کا رب ہے)

قراءت: اللہ اور رب کو نصب تمام عراقی قراء نے دیا سوائے ابوبکر اور ابوعمرو کے۔ احسن سے اس کو بدل قرار دیا۔ اور دیگر قراء نے ابتداء کیوجہ سے مرفوع پڑھا ہے۔

۱۲۷، ۱۲۸: فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ (پس ان لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا اس لئے وہ لوگ پکڑے جائیں گے) آگ میں اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (مگر جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے) ان کی قوم میں سے۔

۱۲۹: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (اور الیاس کیلئے پچھلے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی)

۱۳۰: سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ (کہ الیاس پر سلام ہو) یعنی الیاس اور ان کی مؤمن قوم پر۔ الیاسین اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ الخبیبون یعنی ابوخبیب عبداللہ بن الزبیر اور ان کے پیروکار۔

قراءت: شامی، نافع نے آل یاسین پڑھا کیونکہ یاسین حضرت الیاس کے والد کا نام ہے۔ اسی لئے آل کی اضافت ان کی طرف کر دی۔

۱۳۱: اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں)

۱۳۲: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (بیشک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے)

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣٤﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى

اور بلاشبہ لوط پیغمبروں میں سے ہیں۔ جبکہ ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی۔ سوائے بوڑھی عورت کے

الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٣٦﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَبِالَّيْلِ

وہ باقی رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اور بلا شبہ تم ان پر ضرور گذرتے ہو۔ صبح کے وقت اور رات کو،

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٣٨﴾

سو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

ع ۸ ﴿۲۵﴾ ۴

تذکرۂ لوط عَلَيْهِ السَّلَام:

۱۳۳: وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (بیشک لوط بھی پیغمبروں میں سے تھے)

۱۳۴: اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ (جبکہ ہم نے اس کو اوران کے سب متعلقین کو نجات دی)

۱۳۵: اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ (مگر بڑھیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے رہ گئی) الغابرین باقی رہنے والوں میں سے (جو عذاب میں گرفتار کیے گئے)

۱۳۶: ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ (پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا)

۱۳۷: وَاِنَّكُمْ (اور تم تو) اے اہل مکہ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ (ان پر گزرتے ہو صبح) وقت صبح میں۔

۱۳۸: وَبِالَّيْلِ (اور رات کو)

قراءت: اس پر وقف مطلق ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا پھر بھی تم عقل نہیں کرتے) یعنی دن، رات، شام کے تجارتی اسفار میں تم ان کے مکانات کے پاس سے گزرتے ہو۔ کیا پھر بھی تم اپنی عقلوں سے کام لے کر عبرت حاصل نہیں کرتے ہو۔ یونس ولوط علیہما السلام کا واقعہ اس طرح ختم نہیں فرمایا جیسا کہ ان سے قبل کے واقعات کو ختم کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں پر سورت کے آخر میں سلام بھیجا اس لئے ہر ایک پر انفرادی سلام کی بجائے اس اجتماعی سلام پر اکتفاء کیا گیا۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ

اور بلا شبہ یونس پیغمبروں میں سے ہیں جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر چلے گئے سو قرعہ ڈالا

فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ

سو وہ ہار جانے والوں میں سے ہوگئے۔ سو مچھلی نے ان کا لقمہ بنالیا اس حال میں کہ وہ صاحب ملامت ہوگئے۔ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے

الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ

نہ ہوتے تو ضرور مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک ٹھہرے رہتے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ سو ہم نے انہیں ایک میدان میں ڈال دیا اس حال میں کہ وہ

سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ

سقیم تھے۔ اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت اگادیا۔ اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ

اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

آدمیوں کی طرف بھیجا تھا۔ سو وہ لوگ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک عیش دیا۔

النصف

تذکرۂ یونس علیہ السلام اور قوم سے ان کا نکل جانا:

۱۳۹: وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اور بیشک یونس بھی پیغمبروں میں سے تھے)

۱۴۰: اِذْ اَبَقَ (جبکہ وہ بھاگ کر پہنچے) الاباق ایسی جگہ بھاگنا جہاں ڈھونڈا نہ جا سکے۔ قوم میں بلا اذن نکلنے کو مجازاً ھرب سے تعبیر کیا گیا۔ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (بھری ہوئی کشتی کے پاس) المشحون بھری ہوئی۔

یونس علیہ السلام سے ان کی قوم کو عذاب دینے کا وعدہ کیا گیا جب عذاب میں تاخیر ہوئی تو ان سے مخفی طور پر نکل کھڑے ہوئے اور سمندر کی راہ لی۔ اور کشتی میں سوار ہوئے۔ وہ رک گئی۔ کشتی والے کہنے لگے یہاں آقا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے۔ کشتی رانوں کا خیال تھا کہ جب کشتی میں کوئی آقا سے بھاگا ہوا غلام سوار ہو جائے تو کشتی رک جاتی ہے۔ پھر انہوں نے قرعہ اندازی کی۔ قرعہ یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ آپ نے فرمایا میں ہی بھاگا ہوا ہوں۔ خود اپنے کو سمندر کے پانی کے حوالہ کر دیا۔ اس کو اگلی آیت میں بیان فرمایا۔

۱۴۱: فَسَاهَمَ (پس وہ بھی شریک قرعہ ہوئے) انہوں نے ایک مرتبہ قرعہ ڈالا۔ نمبر۲۔ تیروں سے تین مرتبہ قرعہ ڈالا۔ المساھمۃ قرعہ کے طور پر تیر ڈالنا۔ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (پس یہی مقام کامیابی سے ہارے ہوئے ٹھہرے) المدحض قرعہ میں ہارا ہوا مغلوب۔

مچھلی کا نگلنا اور پھر اُ گلنا:

۱۴۲: فَالۡتَقَمَهُ الۡحُوۡتُ وَهُوَ مُلِيۡمٌ (پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور یہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے) مُلیم ملامت میں داخل ہونے والا۔

۱۴۳: فَلَوۡلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الۡمُسَبِّحِيۡنَ (پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے) مسبح تسبیح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے۔نمبر۲۔یا تسبیح کے یہ کلمات کہنے والے **لا الٰه الا انت سبحانك انی كنت من الظالمين** [الانبیاء:۸۷] نمبر۳۔اس سے پہلے نماز پڑھنے والوں میں سے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

تسبیح کا لفظ قرآن میں جہاں وارد ہے اس سے صلوٰۃ مراد ہے۔مقولہ: جب کوئی آدمی لغزش کھا جائے تو عمل صالح ہی اس کو اٹھاتا اور بلند کرتا ہے۔

۱۴۴: لَلَبِثَ فِىۡ بَطۡنِهٖۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ (تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے) ظاہر معنی یہ ہے کہ بعث تک اس کے پیٹ میں زندہ رہتے۔**قولِ قتادہ:** مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قیامت تک قبر بن جاتا آپ مچھلی کے پیٹ میں تین دن رہے یا سات یوم یا چالیس ایام رہے۔**قولِ شعبی** رحمہ اللہ: چاشت کے وقت مچھلی نے نگلا اور پچھلے پہر اُ گلا۔

۱۴۵: فَنَبَذۡنٰهُ بِالۡعَرَآءِ (پس ہم نے ان کو میدان میں ڈال دیا) پس ہم نے ان کو اس خالی جگہ میں ڈالا جس میں کوئی درخت نہ تھا اور نہ عمارت۔وَهُوَ سَقِيۡمٌ (اور وہ اس وقت مضمحل تھے) مچھلی کے نگلنے سے جو تکلیف ان کو پہنچی تھی اس سے بیمار تھے۔روایت میں ہے کہ ان کا بدن مبارک بچے کی طرح نرم پڑ چکا تھا جبکہ وہ پیدا ہو۔

۱۴۶: وَاَنۡۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً (اور ہم نے ان پر ایک درخت بھی اگا دیا تھا) ان کے جسم کو سایہ دینے کیلئے وہ درخت اگایا جیسا کہ انسان پر خیمہ تن دیا جائے۔مِّنۡ يَّقۡطِيۡنٍ (بیلدار) جمہور کا قول ہے کہ یہ کدو ہے۔اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ مکھیاں اس پر جمع نہیں ہوتیں اور تمام درختوں اور بیلوں سب سے جلدا گتا ہے اور جلد پھلتا اور بلند ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کدو کو پسند فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں! یہ میرے بھائی یونس کا درخت ہے۔(قال ابن حجر لم اجدہ)

۱۴۷: وَاَرۡسَلۡنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلۡفٍ (اور ہم نے ان کو ایک لاکھ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنایا) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی طرف لقمہ بنائے جانے سے پہلے مبعوث ہوئے۔

نحو: قد مضمر ہے۔

اَوۡ يَزِيۡدُوۡنَ (یا اس سے زیادہ) جب دیکھنے والا دیکھے تو اس کی نگاہ میں زیادہ نظر آئیں اور وہ کہے یہ ایک لاکھ ہیں بلکہ اس سے زیادہ۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

سو آپ ان سے دریافت فرمائیے کیا آپ کے رب کے لیے بیٹیاں اور ان کے لیے بیٹے ہیں؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اس حال میں کہ وہ

شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

حاضر تھے؟ خبردار وہ اپنی سخن تراشی سے یوں کہتے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد ہے اور بلا شبہ وہ جھوٹے ہیں،

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ

کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں کے مقابلہ میں چن لیا۔ تمہیں کیا ہوا، کیسا حکم لگاتے ہو، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ کیا

لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ

تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟ سو لے آؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو، اور انہوں نے اللہ کے اور جنات کے درمیان

الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

رشتہ داری قرار دے دی، حالانکہ جنات کو معلوم ہے کہ وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾

مگر وہ جو اللہ کے خاص بندے ہیں۔

قول الزجاج:

بہت سے علماء نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے بل یزیدون بلکہ یہ تو اس سے زائد ہیں۔ گویا او بل کے معنی میں ہے۔ فراء ابو عبیدہ کا یہی قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا۔

۱۴۸: فَاٰمَنُوْا (پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے) ان پر اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات پر فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (تو ہم نے ان کو ایک زمانہ تک زندگی دی) حین سے انتہائے اجل تک کا وقت مراد ہے۔

قریش مکہ کی طرف التفات:

۱۴۹: فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ (پس ان لوگوں سے پوچھیے کہ کیا تیرے رب کیلئے بیٹیاں) وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ (اور ان کیلئے بیٹے) سورت کی ابتداء میں اسی جیسی آیت پر اس کا عطف ہے۔ آیت یہ ہے فاستفتهم اهم اشد خلقا [الصافات: ۱۱] اگرچہ معطوفات کے مابین فاصلہ بہت ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا کہ پہلے قریش سے بعث بعد الموت کے

انکار کا باعث دریافت کریں۔ پھر کلام کو ملا کر چلاتے رہے پھر حکم فرمایا کہ آپ قریش سے بھونڈی تقسیم جوانہوں نے تجویز کر رکھی ہے اس کی وجہ دریافت کریں۔ بقول ان کے لڑکیاں اللہ تعالیٰ کیلئے اور مذکر اولاد اپنے لئے۔ قریش کہتے تھے الملائکة بنات اللّٰہ۔ حالانکہ ان کو بنات سے اس قدر نفرت تھی کہ وہ ان کو زندہ در گور کر دیتے اور ان کا تذکرہ بھی اپنی شان کے لائق نہ سمجھتے۔

۱۵۰: اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ (ہاں ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ دیکھ رہے تھے) شاہد بمعنی حاضر موجود ہے۔ آیت میں ان کے علم کو مشاہدہ کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ ان سے استہزاء اور ان کی انتہائی جاہلیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ جس طرح یہ بات ان کے مشاہدہ میں نہیں آئی اسی طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ان کے دلوں میں پیدا کرنے سے بھی معلوم نہیں کیا اور نہ ہی مخبر صادق نے ان کو اطلاع دی۔ اور نہ استدلال ونظر سے دریافت ہوا۔ (پھر ان کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ مؤنث ہیں)۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہ انتہائی جہالت کی بناء پر اپنے دلوں کو اطمینان دلانے کیلئے یہ کہتے ہیں گویا انہوں نے ان کی تخلیق کا مشاہدہ کر لیا ہو۔

۱۵۱: اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ (خوب سن لو! وہ تو اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں)

۱۵۲: وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں) اپنی اس بات میں۔

۱۵۳: اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ (کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کیں)

نحو: ہمزۂ استفہام مفتوح ہے۔ یہ استفہام توبیخی ہے اور ہمزہ وصل کو ہمزہ استفہام پر استغناء کرتے ہوئے حذف کر دیا۔

۱۵۴: مَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (تم کو کیا ہو گیا تم کیا حکم لگاتے ہو) یہ فاسد حکم۔

۱۵۵: اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم سوچ سے کام نہیں لیتے ہو)

قراءت: حمزہ، علی، حفص نے تخفیف سے پڑھا۔

۱۵۶: اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ (ہاں کیا تمہارے پاس واضح دلیل ہے) ایسی دلیل جو تم پر آسمان سے اتری ہو جس میں یہ بتلایا گیا ہو کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

۱۵۷: فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ (پس اپنی وہ کتاب پیش کرو) جو تم پر اس سلسلہ میں اتری ہو۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) اپنے اس دعویٰ میں۔

جنات کے متعلق غلط بیانی:

۱۵۸: وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ (اور اللہ تعالیٰ اور) وَبَيْنَ الْجِنَّةِ (جنات میں قرار دی) الجنۃ سے مراد فرشتے ہیں۔ ان کے چھپنے کی وجہ سے ان کو جن کہہ دیا۔ نَسَبًا (رشتہ داری) اور وہ ان کا خیال مزعومہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنات سے شادی کی۔ (معاذ اللہ) جس سے ملائکہ پیدا ہوئے۔ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ (اور فرشتوں کو معلوم ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ

فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾

سو بلا شبہ تم اور تمہارے معبود اللہ تعالیٰ سے کسی کو نہیں پھیر سکتے مگر اسی کو جو دوزخ میں داخل ہونے والا ہے۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا مقام معلوم نہ ہو۔ اور بلا شبہ ہم صف بستہ کھڑے ہونے والے ہیں۔ اور بلا شبہ ہم تسبیح میں مشغول ہونے والے ہیں۔

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور یہ واقعی بات ہے کہ یہ لوگ یوں کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت ہوتی ان نصیحتوں میں سے جو پہلے لوگوں کے پاس تھیں تو ہم ضرور اللہ کے خاص بندے ہوتے۔

فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

سو ان لوگوں نے اس کا انکار کیا لہٰذا عنقریب جان لیں گے۔

جنہوں نے یہ بات کہی ہے) لَمُحْضَرُوْنَ (وہ ضرور گرفتار ہونگے) آگ میں۔

۱۵۹: سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اولاد اور بیوی سے پاک قرار دیا۔

۱۶۰: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (مگر جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں)۔

نحو: یہ محضرین سے مستثنیٰ منقطع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مخلصین آگ سے نجات پانے والے ہیں۔ سبحان اللہ یہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ یصفون کی واؤ سے مستثنیٰ ہو یعنی یصفه هولاء بذلك ولكن المخلصين براء من ان يصفوه به یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کے متعلق اس قسم کی بات کہتے ہیں مگر مخلص لوگ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی باتیں کہنے سے بریٔ الذمہ ہیں۔

۱۶۱، ۱۶۲: فَاِنَّكُمْ (پس تم) اہل مکہ وَمَا تَعْبُدُوْنَ (اور جن کی تم عبادت کرتے ہو) اور تمہارے معبود مَآ اَنْتُمْ (نہیں ہو تم) اور وہ سب مل کر عَلَيْهِ (اللہ تعالیٰ سے) بِفٰتِنِيْنَ (پھیر سکتے) فاتنین۔ گمراہ کرنے والے۔

۱۶۳: اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ (مگر اسی کو جو جہنم رسید ہونے والا ہے)۔ صال یہ لام مکسورہ کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم کسی کو گمراہی پر نہیں ڈال سکتے۔ مگر وہ لوگ ہی گمراہی کا شکار ہونگے جن کے متعلق علم الٰہی میں بداعمالیوں سے جہنمی ہونا لکھا جا چکا۔ عرب کہتے ہیں۔ فتن فلان على فلان امراته جیسا تم کہو افسدها عليه۔ اس نے اس عورت کو اس کے متعلق بگاڑ کر رکھ دیا۔

قول حسن رحمہ اللہ: تم جو کہ ایسی بات کہنے والے ہو اور جن بتوں کو تم پوجتے ہو تم بتوں کی عبادت پر کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ہو مگر جس کے متعلق یہ طے ہو چکا ہو کہ اس نے جہنم ہی میں داخل ہونا ہے۔ ایک قول یہ ہے تم گمراہ نہیں کر سکتے مگر اس کو جس کے بارے میں

پہلے گمراہی لازم ہو چکی۔

نحو : ما نافیہ ہے۔اور مَن موضع نصب میں فاتنین کی وجہ سے منصوب ہے۔

قراءت: حسن نے صالُ الجحیم پڑھا اور وجہ یہ بتلائی کہ صیغہ جمع تھا نون کو بوجہ اضافت حذف کر دیا۔ اور واؤ کا حذف التقائے ساکنین کی وجہ سے ہو گیا اور وہ ساکنین واؤ اور لام ہیں۔ مَن یہ لفظ کے لحاظ سے واحد ہے۔ مگر معنیٰ جمع ہے۔ ھو لفظ کا لحاظ کر کے لایا گیا اور الصالون معنی کی وجہ سے لائے۔

۱۶۴: وَمَا مِنَّآ (اورنہیں ہے ہم میں سے کوئی ایک) ہر ایک ہم میں سے اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (مگر کہ اس کا درجہ معین ہے) عبادت میں وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

نحو : یہ موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام لائے۔

۱۶۵: وَّ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآ فُّوْنَ (اور ہم صف بستہ کھڑے ہیں) ہم اپنے اقدام کی نماز میں صف بندی کرتے ہیں یا ہم عرش الٰہی کے گرد مؤمنوں کے لئے دعا کرنے کی خاطر صف بندی کرنے والے ہیں۔

۱۶۶: وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ (اور ہم پاکی بیان کرنے میں لگے ہوئے ہیں) المسبحون کا معنی اس کو عیبوں سے پاک قرار دینے والے ہیں یا نماز ادا کرنے والے ہیں۔

صحیح بات یہ ہے:

یہ آیت اور اس کا ماقبل سبحان اللّٰہ عما یصفون یہ ملائکہ کا کلام ہوتا کہ یہ ولقد علمت الجنة میں ملائکہ کے تذکرہ سے متصل ہو جائے۔ گویا تقدیر کلام اس طرح ہے ولقد علم الملائكة وشهدوا ان المشركين مفترون عليهم فی مناسبة رب العزة وقالوا سبحان الله فنزهوه عن ذلك واستثنوا عباد الله المخلصين وبرؤوهم منه وقالوا للكفرة والهتكم لا تقدرون ان تفتنوا على الله احدًامن خلقه و تضلوه الامن كان من اهل النار و كيف نكون مناسبين لرب العزة ومانحن الا عبيد اذلاء بين يديه لكل منامقام معلوم من الطاعة لا يستطيع ان يزل عنه ظفرا خشوعا لعظمته و نحن الصافون اقدامنا لعبادته مسبحين ممجدين كما يجب على العباد لربهم ملائکہ نے جان لیا اور گواہی دی کہ مشرکین ان کو رب العزت کے ساتھ جوڑنے میں مفتری ہیں اور انہوں نے سبحان اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو عیبوں سے منزہ قرار دیا اور مخلص بندوں کو اسی بات سے مستثنیٰ اور بریٔ الذمہ قرار دیا۔ اور کافروں کو کہنے لگے کہ تم اللہ کے متعلق اس کی مخلوق میں سے کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے ہو مگر اسی کو جو سیدھا جہنم کا ایندھن بننے والا ہو۔ ہم رب تعالیٰ کے ساتھ رشتہ داری سے کیسے متعلق ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کے عاجز ترین بندے ہیں۔ اور اطاعت میں ہم میں سے ہر ایک کا مرتبہ متعین ہے اس کی عظمت کی وجہ سے اس مرتبہ سے ادھر ادھر سرک نہیں سکتے۔ بلکہ ہم اس کی عبادت کیلئے اپنے قدموں کو قطار میں سیدھے کرنے والے ہیں۔ اور اسی کی تسبیح و تمجید کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ بندوں پر ان کے رب کی طرف سے لازم ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ

اور ہمارا قول اپنے بندوں یعنی پیغمبروں کے لیے پہلے ہی سے طے شدہ ہے، کہ بیشک انہیں کی مدد کی جائے گی اور بیشک

جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ

ہمارا لشکر ضرور غالب ہو گا۔ سو آپ مختصر زمانہ تک ان سے اعراض فرمائیے اور ان کو دیکھتے رہیے سوعنقریب

يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ

وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچارہے ہیں۔ سو جب وہ ان کے میدان میں نازل ہو جائے گا تو ان لوگوں کی صبح

الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

بری ہوگی جن کو ڈرایا جا چکا تھا۔ اور تھوڑے زمانہ تک آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو دیکھتے رہیے سوعنقریب وہ بھی دیکھ لیں گے۔

ایک قول یہ ہے:

یہ قول رسول اللہ ﷺ قرار دیا جائے مطلب یہ ہوگا کہ ہر مسلمان کا قیامت کے روز ایک متعین مرتبہ ہوگا۔ جو اس کے عمل کی مقدار سے ملے گا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا: عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودًا [الاسراء:۷۹] پھر ان کے اعمال کا ذکر کیا کہ وہ نماز میں صف بستہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والے اور اس کو عیب والی باتوں سے منزہ اور پاک قرار دینے والے ہیں۔

۱۶۷: وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ (اور یہ لوگ کہا کرتے تھے) مشرکین قریش آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کہا کرتے تھے۔

۱۶۸: لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت پہلے لوگوں کی آتی (کتابوں کے طور پر آتی) یعنی کوئی کتاب ان کتابوں میں سے جو پہلے لوگوں کے پاس آئیں جیسے تورات وانجیل۔

۱۶۹: لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (تو ہم اس کے خاص بندے ہوتے) ہم اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ عبادت کرتے اور جیسے انہوں نے تکذیب کی اس طرح ہم تکذیب نہ کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کی اس طرح مخالفت نہ کرتے جس طرح انہوں نے مخالفت کی۔ مگر اب ان کے پاس تمام ذکروں کا سردار آیا اور کتابوں میں معجز کتاب دی۔ یہ اس کی تکذیب پر اتر آئے۔

۱۷۰: فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (پھر یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے پس ان کو معلوم ہوا جاتا ہے) اپنی تکذیب کا انجام کیا ہونے والا ہے اور کیا انتقام ان سے لیا جائے گا۔

آیت ۱۶۷ میں اِنْ مخففہ من المثقلہ ہے اور لام اس کو ظاہر کر رہی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی بات کو انتہائی تاکید اور شدومد سے کہا کرتے تھے ان کی پہلی اور پچھلی بات میں کتنا بڑا فرق ہے۔

۱۷۱: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ (ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کیلئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا

ہے)کلمہ سے مراد یہ ارشاد ہے۔

۱۷۲: اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ (کہ بیشک وہی غالب کیے جائیں گے)

ایمان والوں کو بالآخر دنیا میں اور آخرت میں یقینی غلبہ ملے گا:

۱۷۳: وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے) اس کو کلمہ کہا حالانکہ یہ تو کلمات ہیں۔ کیونکہ جب ایک معنی میں پروئے ہوئے ہیں تو یہ کلمہ مفردہ ہی کے حکم میں ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ ان کو ان کے دشمنوں پر غلبہ دیا جائے گا۔ جہاں دشمن سے جھگڑا اور لڑائی پیش آئے۔ یہ تو دنیا میں غلبہ کا وعدہ ہے۔ اسی طرح آخرت میں بھی غلبہ کا وعدہ ہے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

کوئی پیغمبر لڑائی میں مغلوب نہیں ہوا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اگر ان کی مدد اور غلبہ دنیا میں نہ ہوا تو آخرت میں ضرور ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ ان کے معاملے میں بنیادی قانون یہی ہے۔ اور عمومی طور پر ان کو کامیابی اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر ان بار بار کی فتوح میں تھوڑا سا ابتلاء و مشقت کہیں پیش آ جائے تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ اعتبار غالب حالت کا ہے۔

۱۷۴: فَتَوَلَّ عَنْهُمْ (پس انکا خیال نہ کیجئے) ان سے اعراض کریں۔ حَتّٰى حِيْنٍ (تھوڑے زمانہ تک) معمولی مدت تک اور وہ ان کی مہلت کا زمانہ ہے۔ یا بدر کے دن تک یا فتح مکہ تک۔

۱۷۵: وَّ اَبْصِرْهُمْ (اور ان کو دیکھتے رہو) یعنی دیکھو جو ان کو اس دن پہنچے گا۔ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ (پس عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے) اس کو۔ یہ سوف وعید کے لئے ہے تبعید کیلئے نہیں یا ان کی طرف دیکھیں جب ان کو عذاب دیا جائے گا۔ پس وہ دیکھ لیں گے جس کو وہ اوپرا اقرار دیتے ہیں۔ یا ان کو بتلایا کہ عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔

۱۷۶: اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ (کیا وہ ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں) اس کا وقت آنے سے پہلے۔

۱۷۷: فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ (پس وہ ان کے رُودررُو نازل ہوگا) ساحتهم ان کے صحن میں۔ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا) ان کی صبح۔ المنذرین میں لام مبہم ہے اس چیز کے سلسلہ میں جس سے ان کو ڈرایا گیا کیونکہ ساء اور بئس اس کو پورا کر رہے ہیں۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کا مکہ میں اترنا ہے اور یہ ان پر اترنے والے عذاب ہی کی طرح ہے۔ اس لئے کہ ان کو ڈرایا گیا مگر انہوں نے انکار کیا۔ ایک ایسے لشکر کے ساتھ جس کے اچانک حملہ سے قوم کو بعض ناصحین نے ڈرایا مگر قوم کے لوگوں نے ان کے انذار کی طرف توجہ نہ دی۔ یہاں تک کہ وہ لشکر ان کے صحنوں میں اتر پڑا اور ان پر حملہ آور ہو گیا۔ ان کے لوٹ ڈالنے والوں کی عادت صبح کے وقت حملہ کی ہوا کرتی تھی۔ پس وہ لوٹ کو صباح ہی کہتے تھے۔ خواہ

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

آپ کا رب جو رب العزت ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ اور سلام ہو پیغمبروں پر۔ اور سب تعریف ہے اللہ کے لیے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٢﴾

جو رب العالمین ہے۔

وہ آخری وقت میں کیوں نہ ہو۔

۱۷۸: وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ (اور آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجئے)

۱۷۹: وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ (اور دیکھتے رہیے پس عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے)۔ یہ دوبارہ لائے تا کہ تسلی در تسلی ہو اور میعاد پر واقع ہونے کی تاکید پہ تاکید ہو جائے اور اس میں ایک فائدہ اور ہے دونوں فعلوں کو مفعول سے مقید نہیں کیا۔ (نمبر۱۔ یبصر ،نمبر۲، یبصرون) کہ وہ مسرت وغم کی لاتعداد انواع کو دیکھے گا اور وہ بھی دیکھیں گے۔ گویا کثرت انواع کی طرف اشارہ کیلئے مفعول سے فعلوں کو آزاد چھوڑا گیا۔ ایک قول یہ ہے ایک سے دنیا کا عذاب مراد ہے۔ اور دوسرے سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔

تمام عزتیں اسی ہی کے ساتھ خاص ہیں:

۱۸۰: سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ (آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے)۔ عزت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی کیونکہ تمام عزتیں اسی ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا ذو العزۃ۔ (وہ عزت والا ہے) جیسا کہتے ہیں صاحب صدق۔ سچائی کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس طرح کہا جائے کسی کو جو عزت حاصل ہے۔ وہی اس کا مالک و رب ہے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا۔ و تعز من تشاء [آل عمران:۲۶] عَمَّا يَصِفُوْنَ (پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں) یعنی بیٹا، بیوی، شریک وغیرہ۔

۱۸۱: وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (اور سلام ہو پیغمبروں پر) سلام میں تمام رسل کو شامل فرمایا اگرچہ خاص طور پر بعض انبیاء علیہم السلام کے متعلق سورت میں آچکا۔ کیونکہ ہر ایک کا تذکرہ سلام کے ساتھ کرنے میں تطویل تھی۔ اسی لئے بطور اختصار تمام کو شامل کر دیا گیا۔

۱۸۲: وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اور تمام تر خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے) وہ دشمنوں کی ہلاکت اور نصرت انبیاء علیہم السلام کی قدرت رکھتا ہے۔

خلاصۂ سورت:

یہ سورت مشرکین کے ان اقوال کو بیان کر رہی ہے جو وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف وہ وہ باتیں

منسوب کرتے تھے جن سے اس کی ذات منزہ و پاک ہے۔ اور رسولوں کو جو کفار کی طرف سے تکالیف پہنچائی گئیں ان کو بھی ذکر کر دیا۔ اور رسولوں کے متعلق نصرت الٰہی کی عادت مستمرہ اور فتح مندی اور کامیابی کو ذکر کیا۔ اور اختتام سورت پر اللہ تعالیٰ کو ان باتوں سے منزہ و پاک قرار دیا جو مشرکین اس کی ذات کے متعلق کہا کرتے تھے۔ اور رسولوں پر خصوصی سلام اور رب العالمین کی حمد کا ذکر فرمایا اس پر جو اس نے حسن عاقبت میسر فرمایا ان کے لئے اصل مقصود اس سے ایمان والوں کو تعلیم دی کہ وہ یہ کلمات کہا کریں اور کوئی لمحہ ان کا اس سے خالی نہ ہو اور کتاب کریم میں جو فرامین جاری فرمائے گئے ہیں ان سے کبھی غفلت نہ برتیں۔

فرمانِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

جو یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن اس کو پورا پورا ماپ اجر کا میسر ہو۔ وہ اپنی ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے اس سورت کے آخری کلمات کہہ لیا کرے سبحان ربك ربّ العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للّٰہ رب العالمین۔

سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ ثَمَانٍ وَّثَمَانُوْنَ اٰیَۃً وَّخَمْسُ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ ص مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾ کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ

ص قسم ہے قرآن کی جو نصیحت والا ہے، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا تعصب میں اور مخالفت میں ہیں، ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی

قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ

امتوں کو ہلاک کر دیا سو انہوں نے پکارا اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا، اور ان لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ انہیں میں سے ایک ڈرانے والا آگیا،

وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا اِنَّ ھٰذَا

اور کافروں نے کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے، کیا اس نے سارے معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا۔ بیشک یہ تو بڑی

لَشَیْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْھُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِھَتِکُمْ اِنَّ ھٰذَا

عجیب بات ہے، اور انکے بڑے لوگ یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بلاشبہ یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی

لَشَیْءٌ یُّرَادُ ﴿۶﴾ مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِی الْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿۷﴾ ءَاُنْزِلَ

مقصد ہے ہم نے یہ بات گزشتہ مذہب میں نہیں سنی، بس یہ تو گھڑی ہوئی بات ہے، کیا ہمارے درمیان سے

عَلَیْہِ الذِّکْرُ مِنْ بَیْنِنَا بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ ذِکْرِیْ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴿۸﴾

اسی شخص پر کلام نازل ہوا، بلکہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ میری وحی کی وجہ سے شک میں ہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۔ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ (ص۔قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پر ہے۔ بلکہ یہ کفار تعصب اور مخالفت میں ہیں)

۱: صٓ نمبرا۔حروف معجم میں سے اس حرف کا تذکرہ بطور تحدی اور اعجاز پر متنبہ کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد قسم کا ذکر کیا جس کا جواب محذوف ہے۔ کیونکہ تحدی اس جواب پر دلالت کر رہی ہے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے والقرآن ذی الذکر ای ذی الشرف انہ لکلام معجز ۔ مرتبے والے قرآن کی قسم بیشک وہ معجز کلام ہے۔

نمبر۲۔ص یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہو۔اس طرح کہ وہ سورت کا نام ہو۔گویا تقدیر کلام اس طرح سے ہو۔هذہ ص ای هذه السورة التی اعجزت العرب والقرآن ذی الذکر ۔یہ ص نام والی سورت ہے جس نے عرب کو عاجز کر کے رکھ دیا اور نصیحت والے قرآن کی قسم۔یہ اسی طرح ہے جیسا تم کہو هذا حاتم و الله ۔تمہاری مراد اس سے یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی قسم سخاوت میں مشہور ہے۔اوراسی طرح جب اس سے قسم اٹھائی جائے تو گویا اس طرح کہو گے اَقْسَمْتُ بِصٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ۔ اِنَّهٗ لَمُعْجِزٌ میں قسم اٹھاتا ہوں۔ص کی اور قرآن نصیحت والے کی بیشک وہ قرآن معجز ہے۔پھر فرمایا۔

۲: بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ (اس پر یقین کرنے سے تکبر کر رہے ہیں اور اعتراف حق سے بڑائی اختیار کرنے والے ہیں) وَّ شِقَاقٍ (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے ہیں)

فائدۂ تنکیر:

عزۃ اور شقاق کی تنوین تنکیر یہ ظاہر کر رہی ہے۔کہ ان کا تعصب اور مخالفت واکڑ انتہائی درجہ کی ہیں۔

قراءت: فی عِزَّةٍ پڑھا گیا ہے یعنی اس چیز سے غفلت میں مبتلا ہیں جس میں غور وفکر اور اتباع حق ان پر لازم ہے۔

۳: کَمْ اَهْلَکْنَا (بہت سی امتوں کو ہم ہلاک کر چکے) تعصب واکڑ والے لوگوں کیلئے وعید ہے۔مِنْ قَبْلِهِمْ (ان سے قبل) یعنی آپ کی قوم سے پہلے مِّنْ قَرْنٍ (امتیں) فَنَادَوْا (انہوں نے ہائے پکار کی) پس انہوں نے پکارا اور اس وقت فریاد کی جب انہوں نے عذاب دیکھا۔وَّ لَاتَ (حالانکہ تھا) یہ لا مشبہ بلیس ہے اس پر تائے تانیث کا اضافہ کیا گیا ہے۔جیسا کہ رب اور ثم پر تاکید کیلئے اضافہ کیا جاتا ہے اور اس سے اس کا حکم بھی بدل گیا۔اس صورت میں یہ صرف احیان پر داخل ہوتا ہے۔اور اس کا ایک ہی مقتضی ظاہر ہوتا ہے خواہ اسم ہو یا خبر۔دونوں پر اس کا ظہور ممتنع ہو جاتا ہے۔یہ خلیل وسیبویہ کا مذہب ہے،اخفش نحوی کہتے ہیں۔یہ لانفی جنس ہے اور تاء اس میں زائد ہے۔اور احیان کی نفی کے ساتھ خاص ہے۔حِیْنَ مَنَاصٍ (رہائی کا وقت) اور اسی لا کی وجہ سے منصوب ہے۔گویا یوں کہا گیا و لا حین مناص لهم اور خلیل وسیبویہ کے نزدیک نصب کی وجہ لا مشبہ بلیس ہے۔ ولا ت الحین حین مناص ای لیس الحین حین مناص وہ وقت رہائی کا نہ تھا۔

کفار کا تعجب:

۴: وَ عَجِبُوْا اَنْ جَآءَهُمْ (اور انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس آ گیا) عجب کا صلہ من محذوف ہے۔کہ آمد سے تعجب کیا۔مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ (ڈرانے والا انہی میں سے) رسول انہی میں سے یعنی انہوں نے اس بات کو بعید قرار دیا کہ کوئی بشر پیغمبر بن جائے۔وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ (اور کافر کہنے لگے کہ یہ شخص ساحر کذاب ہے)

توحید پر تعجب مگر شرک پر نہیں:

۵: اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا (کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا) واقعی لَشَیْءٌ عُجَابٌ (یہ

بہت ہی عجیب بات ہے) یہاں و قالوا کا لفظ استعمال نہیں فرمایا تا کہ ان پر غضب کا اظہار ہواور اس بات پر دلالت ہو کہ اس بات کی جسارت وہ کافر ہی کر سکتا ہے جو کفر میں انتہاء کو پہنچا ہو۔اور گمراہی میں خوب مشغول ہو۔اس لئے کہ اس سے بڑا کفر اور کیا ہوگا کہ جسے اللہ تعالیٰ سچا بنا کر بھیجے یہ اس کو کاذب و ساحر کہیں اور توحید جیسے واضح اور کھلے ہوئے حق پر تعجب کا اظہار کریں اور شرک پر ان کو ذرا تعجب نہ ہو۔حالانکہ وہ محض باطل ہے۔

سردارانِ قریش کا وفد:

روایت میں ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مسلمان بڑے خوش ہوئے اور قریش پر یہ بات بجلی بن کر گری چنانچہ سردارانِ قریش کے پچیس سردار جمع ہوئے اور ابوطالب کے پاس جا دھمکے اور کہنے لگے تم ہمارے بزرگ ہو اور یہ بیوقوف جو کچھ کر رہے ہیں وہ تمہاری نظروں سے اوجھل نہیں۔یہ مسلمانوں کو بیوقوف کہتے تھے۔ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں۔تا کہ تم ہی ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کر دو۔ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کو بلوا بھیجا۔اور کہا اے بھتیجے! یہ تمہاری قوم تم سے ایک مطالبہ کر رہی ہے۔تم مکمل طور پر اپنی قوم پر حملہ آور مت ہو جاؤ۔آپ ﷺ نے فرمایا وہ مجھ سے کیا مطالبہ کرنا چاہتے ہیں۔سردارانِ قریش: ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دو۔ہم تمہیں اور تمہارے معبود کو چھوڑ دیں گے کچھ نہ کہیں گے۔آپ ﷺ نے کہا تم میری ایک بات مان لو جس سے تم پورے عرب پر غلبہ پالو گے۔بلکہ عجم بھی تمہارے پیچھے چلیں گے۔سردارانِ قریش نے کہا ہاں ہاں ایسی تو دس باتیں ماننے کیلئے ہم تیار، ہم مانیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم لا الہ الا اللہ کہہ دو۔سردارانِ قریش فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے **اجعل الالهة الهًا واحدًا۔** کیا اس نے کر دیا ایک معبود! **ان هذا لشیء عجاب** [رواہ احمد ۱/۳۶۲، ترمذی ۳۲۳۲، الحاکم ۲/۴۳۲، ابن حبان ۲۶۸۶]۔عجاب تعجب میں انتہاء کو پہنچا ہوا۔

ایک قول:

عجیب وہ جس کی کوئی مثال ہو۔عجاب۔جس کی عجیب ہونے میں کوئی مثال نہ ہو۔

قریش کا ردِ عمل:

۶: **وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا** (ان کفار کے سردار یہ کہتے ہوئے چل دیے کہ چلو) ابوطالب کی مجلس سے سردارانِ قریش یہ کہتے ہوئے چل دیئے اس کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو لاجواب کر دیا اور کھرا کھرا جواب دیا۔وہ ایک دوسرے کو کہتے جا رہے چلو۔چلو۔اَن یہاں ای کے معنی میں ہے کیونکہ بات چیت کی مجلس سے جانے والے لازماً باہمی بات کریں گے اور محفل میں پیش آنے والے معاملہ کو دہرائیں گے۔پس ان کا جانا اس قول کے معنی کو متضمن ہے۔**وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ** (اور اپنے معبودوں پر قائم رہو یہ کوئی مطلب کی بات ہے)۔واصبروا سے مراد بتوں کی عبادت پر قائم رہنا۔هذا

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کیا ان کے پاس آپکے رب کے خزانے ہیں جو غالب ہے بخشش فرمانے والا ہے، کیا ان کے لئے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ انکے درمیان ہے

وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ فَلْيَرْتَقُوْا فِى الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَّبَتْ

ان کا اختیار حاصل ہے۔ سو چاہیئے کہ سیڑھیاں لگا کر چڑھ جائیں۔ اس مقام پر لوگوں کی ایک بھیڑ ہے جو شکست خوردہ جماعتوں میں سے ہے ان سے پہلے قوم نوح نے

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝۱۲ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ

اور عاد نے اور فرعون نے جو میخوں والا تھا اور ثمود نے اور لوط کی قوم نے اور ایکہ والوں نے جھٹلایا۔

اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝۱۳ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝۱۴ ع

وہ گروہ یہی لوگ تھے یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا، سو میرا عذاب واقع ہو گیا۔

کا مشارٌ الیہ امر اسلام ہے۔ لشیءٍ یراد یعنی جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتے ہوں اور اس کے ہو جانے کا فیصلہ کرتے ہوں پس اس کے لئے لوٹنا نہیں اس میں سوائے صبر کے اور کوئی چیز ہمیں کام نہ دے گی۔ یا یہ معاملہ حوادثِ زمانہ میں سے ہے جو ہم پر آن پڑا ہم اس سے الگ نہیں رہ سکتے۔

۷: مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا (ہم نے تو یہ بات نہیں سنی) یعنی توحید فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ (پچھلے مذہب میں) ملت عیسیٰ علیہ السلام میں جو کہ آخری ملت ہے کیونکہ نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں۔ وحدانیت کے قائل نہیں۔ یا ملت قریش جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ (نہیں ہے یہ مگر ایک گھڑت ہے) یہ کذب ہے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (نعوذ باللہ) اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔

۸: ءَ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ (کیا اس شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا) الذکر سے قرآن مراد ہے۔ مِنْۢ بَيْنِنَا (ہم سب میں سے) انہوں نے اشراف کے ہوتے ہوئے آپ کا اس شرف سے مختص ہو جانا عجیب خیال کیا۔ اور حسد کی وجہ سے آپ پر کتاب اترنے کو انوکھا قرار دیا۔

جواب: بَلْ هُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِىْ (بلکہ یہ لوگ تو میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں) ذکری سے قرآن مجید مراد ہے۔ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ (بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزا چکھا نہیں) بلکہ ابھی تک انہوں نے میرا عذاب چکھا نہیں جب چکھ لیں گے۔ تو ان سے شک زائل ہو جائے گا۔ اور حسد کی دیوار گر جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اسی وقت تصدیق کریں گے جب ان کو آ کر عذاب گھیرے گا پھر مانیں گے مگر فائدہ نہ دارد۔

۹: اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ (کیا ان کے پاس آپ کے پروردگار فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں) یعنی وہ خزائن رحمت کے مالک نہیں تاکہ وہ جس کو چاہیں بانٹ دیں۔ یا ان کو خرچ کر ڈالیں جن پر پسند کریں اور بعض سرداروں کو

نبوت کیلئے منتخب کریں اور اس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اونچے ہو جائیں بلاشبہ جو رحمت اور اس کے خزائن کا مالک ہے وہ غالب اور اپنی مخلوق پر زبردست ہے۔ الوہاب بہت عطاء کرنے والا۔ اور مواقع پر عطایا پہنچانے والا وہ عطاء جس کو اپنی حکمت کے تقاضوں سے تقسیم کرتا ہے۔ پھر اسی معنی پر ترشیح کرتے ہوئے فرمایا۔

۱۰: اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (کیا ان کو آسمان و زمین اور جو ان کے مابین ہے۔ اس کا اختیار حاصل ہے) کہ جس کی بناء پر امور ربانیہ میں کلام بازی پر اتر آئے اور ان تدابیر الٰہیہ کے متعلق جو رب العزت والکبریاء کے ساتھ خاص ہیں۔ بات کرنے لگے پھر ان کو خوب شرمایا اور فرمایا! اگر وہ تدبیر خلائق اور تقسیم رحمت میں تصرف پر مختار بن گئے ہیں تو فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ (تو ان کو چاہیئے کہ سیڑھیاں لگا کر چڑھ جائیں) اور ان راستوں پر چلیں جو آسمان تک پہنچنے والے ہیں۔ تاکہ جہان کے معاملات کی تدبیر کریں۔ اور اللہ کی ملکوت کا معاملہ چلائیں اور اپنے من پسند پر وحی اتار لائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصرت کا وعدہ فرمایا۔

کفارِ قریش کو شکست ہوگی:

۱۱: جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ (ان لوگوں کی یونہی بھیڑ ہے اس مقام پر) جندٌ مبتدأ اور ما موصولہ یہ نکرہ مبتدأ کی تقویت کیلئے لایا گیا۔ اس کی خبر مھزوم ہے اور من الاحزاب یہ جندٌ یا مھزوم کے متعلق ہے۔ ھنالك سے بدر اور اس میں کفار کی قتل گاہوں کی طرف اشارہ ہے یا اس طرف اشارہ ہے جس بڑے کام میں انہوں نے اپنے کو ڈال رکھا تھا۔ عرب کا محاورہ ہے کہ جو آدمی کسی ایسے کام میں پڑے جس کی اہلیت نہ ہو تو کہتے ہیں۔ لست ھنالك تو اس کام کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح یہاں فرمایا: ما ھنالك مَهْزُوْمٌ (شکست دیئے جائیں گے)۔ مِنَ الْاَحْزَابِ (من جملہ گروہوں میں سے)

مراد یہ ہے یہ ایک گروہ کفار ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جتھہ بندی کرنے والوں میں سے ہے یہ عنقریب شکست کھائیں گے۔ آپ ان کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ اور نہ غم زدہ ہوں اس پر جس کے لئے یہ گروہ بندی کر رہے ہیں۔

۱۲: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ (ان سے پہلے جھٹلایا) اہل مکہ سے پہلے قَوْمُ نُوْحٍ (قوم نوح نے) نوح علیہ السلام کو وَّ عَادٌ (اور عاد نے) ہود علیہ السلام کو وَّ فِرْعَوْنُ (اور فرعون نے) موسیٰ علیہ السلام کو ذُو الْاَوْتَادِ (میخوں والا)

ایک قول:

کہ اس کے ہاں کیلیں اور رسیاں تھیں جن سے اس کے سامنے کھیلتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جس کو وہ سزا دیتا اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں ٹانگوں میں کیل ٹھونک دیتا۔

ثمود و فرعون کی تکذیب اور اس کا نتیجہ:

۱۳: وَثَمُوْدُ (اور قوم ثمود نے) صالح علیہ السلام کو وَقَوْمُ لُوْطٍ (اور قوم لوط نے) لوط علیہ السلام کو وَّ اَصْحٰبُ الْـَٔيْكَةِ (اور بن

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ

اور یہ لوگ بس ایک زور دار چیخ کے انتظار میں ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہو گی اور ان لوگوں نے کہا کہ اے رب ہمارا حصہ

لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾

حساب کے دن سے پہلے ہمیں دے دیجئے۔

والوں نے) شعیب علیہ السلام کو اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ (وہ گروہ یہی لوگ ہیں) اس اشارہ کا مقصد یہ ہے کہ اعلان کر دیا جائے۔ وہ گروہ جن میں سے ان کو شکست خوردہ قرار دیا گیا ہے وہ انہی میں سے ہیں اور وہ ایسے ہی لوگ تھے جن سے تکذیب پائی گئی۔

۱۴: اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ (ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا) اولاً ان کی تکذیب کا تذکرہ جملہ خبریہ سے کیا اور اس میں ابہام باقی رکھا اس طرح کہ مکذب کو واضح کر دیا۔ اور جن کی تکذیب کی گئی یعنی رُسل ان کو بیان کر دیا۔ اور یہ ذکر فرمایا کہ ان گروہوں میں سے ہر ایک نے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ اس لئے کہ ایک کی تکذیب وہ سب کی تکذیب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغام ودعوت سب کی ایک ہے۔

تکذیب کو دوبارہ لائے، ابہام کے بعد اس کی وضاحت کی، اور شروع میں جملہ لا کر بار بار لانے میں اس کی تنویع کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر جملہ استثنائیہ سے دوبارہ لائے اور استثنائیہ کو جس انداز سے لائے۔ اس میں کئی قسم کا مبالغہ کر دیا۔ تا کہ ان کا سخت سزاؤں کا مستحق ہونا خوب ثابت ہو جائے۔ پھر مزید فرمادیا۔ فَحَقَّ عِقَابِ (پس میرا عذاب واقع ہو گیا) پھر اس سے یہ لازم ہو گیا کہ میں سزادوں جیسے سزا دینی چاہیے۔

قراءت: یعقوب نے دونوں حالتوں میں عقابی پڑھا ہے۔ اسی طرح عذابی۔

۱۵: وَ مَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ (نہیں یہ انتظار کر رہے) یعنی ہؤلاء کا مشار الیہ اہل مکہ ہیں۔ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً (مگر ایک زور کی چیخ کا) نفخہ اولیٰ مراد ہے اور وہ بڑی گھبراہٹ کا دن ہے۔ مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ (جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہو گی)

قراءت: حمزہ اور علی نے ضمہ سے پڑھا فُواق یعنی وہ ایک سانس کی مقدار بھی نہ رکے گی۔ فُواق دراصل دودھ دوہنے والے کے پہلی مرتبہ تھنوں سے دودھ نکالنے اور دوسری مرتبہ نکالنے کا درمیانی وقفہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کا وقت آ جائے گا تو اتنے وقت کی مقدار بھی توقف و تاخر نہ ہوگا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اس کیلئے لوٹنا اور لوٹانا نہیں ہے۔ یہ افاق المریض سے ماخوذ ہے۔ جبکہ وہ صحت کی طرف لوٹ آئے۔ اور فواق الناقہ وہ وقفہ جس میں دودھ اپنے تھنوں میں واپس لوٹ آئے۔ مراد یہ ہے کہ بس وہ تو ایک پھونک ہے۔ نہ دوسرا سانس اور نہ سانس کا لوٹانا۔

اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَیۡدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور ہمارے بندہ داؤد کو یاد کیجئے جو قوت والے تھے۔ بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے، بیشک ہم نے

سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِشۡرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّیۡرَ مَحۡشُوۡرَةً ؕ كُلٌّ

ان کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا وہ تسبیح میں مشغول ہوتے تھے شام کو اور اشراق کے وقت، اور پرندوں کو مسخر کر دیا جو جمع کئے ہوئے تھے، سب

لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدۡنَا مُلۡكَهٗ وَاٰتَیۡنٰهُ الۡحِكۡمَةَ وَفَصۡلَ الۡخِطَابِ ﴿۲۰﴾

اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے، اور ہم نے ان کے ملک کو مضبوط کر دیا اور انہیں حکمت دیدی اور فصل خطاب دیدیا۔

استہزائے کفار:

۱۶: وَقَالُوۡا رَبَّنَا عَجِّلۡ لَّنَا قِطَّنَا (اور یہ لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہم کو پہلے دے دے) جنت والا حصہ۔ کیوں کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مؤمنین کے ساتھ وعدۂ جنت کو ذکر کیا تو کفار بطور استہزاء کہنے لگے۔ ہمیں تو ہمارا حصہ اس میں سے جلدی دے دو یا بقول تمہارے اگر ہم عذاب کے حقدار ہیں تو عذاب والا حصہ جلدی ملا دو۔ جیسا دوسرے موقعہ پر فرمایا **ویستعجلونك بالعذاب** [الحج:۴۷] القط کسی چیز کا حصہ۔ کیونکہ وہ اسی کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ یہ قطّ سے ہے جبکہ اس کو کاٹا جائے۔ اس لئے انعامی دستاویز کو قط کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ کاغذ کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ قَبۡلَ یَوۡمِ الۡحِسَابِ (قیامت کے دن سے پہلے)

تلقین صبر:

۱۷: اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ (آپ ان کے اقوال پر صبر کیجئے) جو آپ کے متعلق کہہ رہے ہیں اور اپنی حد تک جس صبر کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں اس سے مت پیچھے ہٹیں اور ان کی طرف سے پیش آئندہ تکلیف کو برداشت کریں۔ وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ (اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے) اور ان کا اکرام بارگاہ الٰہی میں اور وہ معمولی لغزش جو پیش آئی جس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عتاب ہوا۔ ذَا الۡاَیۡدِ (وہ بڑی قوت والے تھے)۔ دین میں بڑے مضبوط۔ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (وہ بہت رجوع کرنے والے تھے) یعنی رضائے الٰہی کی طرف بہت رجوع کرنے والے۔ یہ ذا الاید کی علت ہے۔

روایت ہے:

داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے اور یہ سخت ترین روزہ ہے۔ اور نصف رات قیام فرماتے۔

۱۸: اِنَّا سَخَّرۡنَا (بیشک ہم نے حکم کر رکھا تھا) مطیع کر دیا تھا۔ الۡجِبَالَ مَعَهٗ (پہاڑوں کو ان کے ساتھ)

ایک قول:

یہ ہے کہ ان کی تسخیر یہ تھی کہ وہ ان کے ساتھ ساتھ چلتے۔ جب وہ ان کو چلانے کا ارادہ فرماتے۔ جہاں کا ارادہ فرماتے۔
یُسَبِّحْنَ (وہ تسبیح کریں) ۔

نحو : یہ مضارع حال واقع ہے مسبحات کے معنی میں ہے مسبحات کی بجائے مضارع اس لئے لایا گیا تا کہ پہاڑوں سے اس تسبیح کے یکے بعد دیگرے اور ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں کرنے پر دلالت ہو۔ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ (صبح وشام) یعنی دن کے دونوں اطراف میں العشی عصر سے رات تک کا وقت اور اشراق وقت طلوع سے چاشت تک کا وقت باقی شروق طلوع کو کہا جاتا ہے جیسا کہتے ہیں: شرقت الشمس ولما تشرق ۔ سورج طلوع تو ہو گیا مگر ابھی خوب روشنی نہیں ہوتی۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: مجھے صلاۃ ضحیٰ کا پتہ اس آیت سے چلا۔

داؤد علیہ السلام اور پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح:

۱۹: وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً (اور پرندوں کو جو کہ جمع ہو جاتے تھے) یعنی ہم نے پرندوں کو ان کا مطیع کر دیا جو ہر طرف سے جمع ہو جاتے تھے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما جب داؤد علیہ السلام تسبیح کرتے تو پہاڑ تسبیح سے ان کا جواب دیتے اور پرندے پر باندھ کر آ جاتے اور تسبیح کرتے پس ان کے جمع ہونے کا یہی معنی ہے۔

كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ (سب ان کی وجہ سے مشغول ذکر رہتے) ہر ایک خواہ پہاڑ ہوں یا پرندے وہ داؤد علیہ السلام کی تسبیح کی وجہ سے تسبیح خواں تھے۔ کیونکہ وہ ان کی تسبیح کی وجہ سے تسبیح کرتے تھے۔ آیت میں اوّاب کا لفظ لایا گیا۔ مُسبِّحٌ نہیں فرمایا کیونکہ اوّاب توبہ کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ جس کی عادت کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور اس کی رضا مندیوں کا ڈھونڈنا ہو۔ اور دائمی طور پر اس کی تسبیح وتقدیس میں مشغول رہے۔ ایک قول یہ ہے ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی ہر ایک خواہ وہ داؤد اور پہاڑ و پرند ہوں اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرنے والا اور اس کو بار بار لوٹانے والا ہے۔

مضبوط سلطنت' فیصلہ کن خطاب:

۲۰: وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ (اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا) ان کے ملک کو مضبوط کر دیا۔ ایک قول یہ ہے آپ کے قلعہ کے گرد تینتیس ہزار آدمی بطور حفاظت مقرر تھے۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ (اور ہم نے ان کو حکمت) حکمت سے مراد زبور اور شریعت کا علم ایک قول ہے کہ ہر موافق حق کلمہ حکمت کہلاتا ہے۔ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطاء فرمائی) فیصلہ کرنے کا علم اور جھگڑا طے کرنے کی اہلیت اور حق و باطل میں جدائی کرنے والا علم دیا۔ الفصل دو چیزوں میں امتیاز کو کہا جاتا ہے کلام بین کو فصل بمعنی مفصول کہا جاتا ہے جیسا کضرب الا میر اے مضروب الامیر۔

فَصْلَ الْخِطَابِ: ایسا واضح کلام جس سے مخاطب پر بات کھل جائے اور ذرا التباس نہ رہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ فصل

وَقف لازم

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝٢١ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ

اور کیا آپ کے پاس جھگڑا کرنیوالوں کی خبر پہنچی ہے جبکہ وہ دیوار پھاند کر محراب میں آ گئے جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ انکے آنے سے گھبرا گئے

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ

انہوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے سو آپ حق کے ساتھ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے

وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝٢٢ اِنَّ هٰذَآ اَخِىْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ

اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجئے بیشک یہ میرا بھائی ہے اسکے پاس ننانویں دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک

وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِىْ فِى الْخِطَابِ ۝٢٣ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ

دنبی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ مجھے دیدے اور بات چیت میں مجھے دباتا ہے، داؤد نے کہا کہ بلاشبہ اس نے تجھ پر ظلم کیا کہ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں

اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِىْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ملانے کا سوال کیا اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا

اور نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں، اور داؤد نے خیال کیا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا ہے سو انہوں نے اپنے رب سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر پڑے

وَّاَنَابَ ۩ ۝٢٤ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝٢٥

السجدۃ ۱۰

اور رجوع ہوئے، سو ہم نے دو ان کو معاف کر دیا اور بلاشبہ انکے لئے ہمارے پاس نزدیکی ہے اور اچھا انجام ہے۔

کو فاصل اسم فاعل کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ صوم بمعنی صائم اور الزور بمعنی زائر آتا ہے۔ اس صورت میں فصل الخطاب کا معنی وہ فیصلہ کن خطاب جو صحیح و فاسد اور حق و باطل میں جدائی کر دے۔ اس سے آپ کا وہ کلام مراد ہے جو فیصلوں اور جھگڑوں اور تدابیر مملکت اور مشوروں کی صورت میں آپ نے فرمایا۔ قول علیؓ: وہ مدعی پر دلیل سے حکم لگانا اور یمین سے مدعیٰ علیہ کے متعلق فیصلہ کرنا۔ یہ حق و باطل میں فاصلہ کرنا ہے۔ (یعنی مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے۔ اگر گواہ نہ ہو تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی)۔

قولِ شعبی رحمہ اللہ:

کہ فصل الخطاب سے امابعد کا لفظ مراد ہے کہ حمد و ثنا اور اپنے کلام میں فاصلہ کرتا ہے اور داؤد علیہ السلام نے سب سے پہلے کہا گویا غرض کلام اور حمد و ثناء میں فاصلہ کرنے والا ہے۔

عبادت گاہ میں دوفریق کا داخلہ:

۲۱: وَهَلْ اَتٰكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ (اور کیا آپ کواہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے) یہ بظاہر استفہام ہے اوراس کا مقصد عجیب خبر پر دلالت کرنا ہے۔ الخصم : الخصماء یہ واحد و جمع دونوں پر بولے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ اصل میں مصدر ہے تم کہو گے خصمه خصمًا۔ اذ یہ محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وهل اتاك نبأ تحاكم الخصم یابالخصم کیونکہ اس میں فعل کا معنی ہے۔ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (جبکہ وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کرآئے) اس کی دیوار پر چڑھ کر آپ کی طرف اتر آئے۔ السور بلند دیوار المحراب کمرہ، بالا خانہ، یا عبادت گاہ یا برآمدہ مسجد۔

۲۲: اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ (جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے)

نحو : اذ یہ پہلے اذ سے بدل ہے۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس دوفرشتے انسانی شکلوں میں بھیجے پس انہوں نے ان کے پاس آنا چاہا۔ تو داؤد کو عبادت کے دن میں پایا۔ پہرہ داروں نے ان کو روک لیا۔ وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر ان کے سامنے بےخبری کی حالت میں جا کھڑے ہوئے۔ اس دم آپ ان سے گھبرائے۔ کیونکہ وہ دونوں یوم الفصل کے علاوہ داخل ہوئے تھے۔ اور اوپر سے ان کے پاس اتر آئے۔ جبکہ یہ دن عبادت خانہ میں علیحدگی کا تھا اور پہرہ دار داخلہ کیلئے کسی کو چھوڑنے والے نہ تھے۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ (وہ کہنے لگے ڈرو نہیں ہم تو اہل معاملہ ہیں)

نحو : یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے ای نحن خصمان، بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ (ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے) بغی کا معنی حد سے گزرنا، ظلم کرنا۔ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ (آپ ہمارے مابین انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے) لا تشطط یہ الشطط سے لیا گیا اس کا معنی حد سے تجاوز کرنا اور حق کی حدود کو پھاندنا۔ پس معنی یہ ہے حق سے تجاوز مت کریں۔ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ (اور ہم کو سیدھی راہ بتلا دیجئے) ہماری راہنمائی میانے اور روشن راستے کی طرف کریں۔ مراد اس سے بعینہٖ حق اور خالص راستہ۔

روایت ہے: داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے اور دوسرے مسلمان کی خاطر اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لیتے اور دوسرا اپنی مرضی سے اس کے ساتھ شادی کر لیتا۔ ہمدردی میں ان کے مابین یہ بات چلی ہوئی تھی۔ انصار مدینہ بھی مہاجرین کے ساتھ اس قسم کی ہمدردی کا اظہار کرنے والے تھے۔ اتفاقاً داؤد علیہ السلام کی نگاہ اوریا کی بیوی پر پڑی۔ پسند آنے کی صورت میں اوریا کو طلاق کا حکم دیا۔ اوریا نے جواب دینے کی بجائے اس کو قبول کر لیا۔ آپ نے اس سے شادی کر لی۔ یہ سلیمان علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کو اپنے عظیم مرتبہ اور کثیر تعداد میں عورتوں کے ہوتے ہوئے مناسب نہ تھا کہ ایسے آدمی سے اس کی بیوی کو علیحدہ کروائیں جس کی ایک ہی بیوی تھی۔ بلکہ آپ کو اپنی تمنا پر کنٹرول کرنا چاہیے تھا۔ اور نفس کو دبانا چاہیے تھا۔ اوراس امتحان پر صبر کرنا تھا۔

ایک قول یہ ہے:

اوریانے اس عورت کی طرف پیغام نکاح بھیجا۔ پھر داؤد علیہ السلام نے پیغام نکاح بھیج دیا۔ عورت کے گھر والوں نے آپ کو ترجیح دی۔ پس لغزش یہ تھی کہ آپ نے اپنے ایک مؤمن بھائی کے پیغام پر پیغام دیا تھا حالانکہ آپ کی بہت سی بیویاں موجود تھی۔

ایک بے اصل بات کی تردید:

یہ بات جو بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے اوریا کو بار بار غزوۂ بلقاء میں بھیجا تاکہ وہ قتل ہو جائے اور آپ اس کی بیوی سے شادی کرلیں۔ یہ بات تو عام مسلمانوں کے اصلاح کرنے والے افراد کو بھی درست نہیں تو ایک جلیل القدر پیغمبر کی عظمت کے کیونکر لائق ومناسب ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

جو تمہیں داؤد علیہ السلام کے متعلق وہ بات بیان کرے۔ جس کو قصہ گو لوگ بیان کرتے ہیں میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا۔ یہ انبیاء علیہم السلام پر بہتان کی سزا ہے۔ (عام لوگوں پر بہتان کے اسی کوڑے اور انبیاء علیہم السلام پر بہتان کے دوگنا) ایک روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے یہ بات بیان کی گئی۔ آپ کے پاس اہل حق میں سے ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس نے بیان کرنے والے کی تکذیب کی اور کہا اگر واقعہ اتنا ہی ہے۔ جتنا قرآن مجید میں ہے تو اس کے خلاف اور کہیں سے تلاش کرنا مناسب نہیں۔ اور اس کے علاوہ اور قصہ بیان کرنا تو اس سے بھی زیادہ بڑھ کر گناہ ہے۔ اور اگر بقول تیرے قصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ستاری فرماتے ہوئے بیان نہیں فرمایا تو تجھے اس کا ظاہر کرنا جائز نہیں اس پر عمر کہنے لگے اس کلام کا سننا مجھے پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔ (کیونکہ انہوں نے اس قصہ کی حقیقت کھول دی جس سے نبوت کا دامن پاک ہو گیا)

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

وہ مثال جس کو ان کے واقعہ کے لئے بیان فرمایا گیا وہ صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی طلب یہ تھی کہ وہ آپ کی خاطر بیوی کو چھوڑ دے۔ فقط۔ اور بات بھی تمثیل کے طریقہ اور تعریض کے انداز سے ذکر کی گئی صراحت نہیں گئی کیونکہ توبیخ کیلئے تمثیل وتعریض کا طریقہ زیادہ مؤثر اور دل میں جمنے والا ہے۔ اور صراحت کے ترک میں حسن ادب کی زیادت رعایت ہے۔

نعجه کا واقعہ:

۲۳: اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ (یہ شخص میرا بھائی ہے)

نحو: اخی یہ هذا کا بدل یا خبر ہے۔ کیونکہ مراد اخوتِ دین یا اخوتِ الفت وصداقت یا اخوتِ شراکت وخلاطت مراد ہے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا ان کثیرًا من الخلطاء [ص:۲۴]

لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّ لِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ (اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے)۔
قراءت: یہ حفص کی قراءت ہے وَلِیْ یہ نافع ابن کثیر، حمزہ کی قراءت ہے۔
النعجة یہ مرأة سے کنایہ ہے اور جب یہ مسئلہ کی تصویر ہے۔ اور بطور فرض یہ ذکر کیا گیا تو ملائکہ کیلئے اپنے نفسوں کے بارے میں فرض کرنا ممتنع نہیں۔ جیسا تم کہو۔ **لی اربعون شاةً ولك اربعون فخلطنا ها وما لكما من الاربعين اربعة ولا ربعها۔**
فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا (وہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے دو) مجھے اس کا مالک بنا دو۔ اور حقیقت اس کی اس طرح ہے **اجعلنی اکفلها کما اکفل ماتحت یدی** ۔ مجھے اس کا بھی اسی طرح کفیل بنا دو جیسا میں ان کا کفیل ہوں جو میرے ماتحت ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

اجعلها كفلی :اس کو میرے حصہ میں کردے۔
وَعَزَّنِيْ (اور مجھے دباتا ہے) اور مجھ پر غالب ہے عرب کہتے ہیں **عزه يعزه** وہ غالب آیا۔ فِي الْخِطَابِ (بات چیت میں) جھگڑے میں، وہ دلیل پیش کرنے میں مجھ سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ اور الخطاب سے مراد حجت ومجادلہ والا خطاب ہے۔ یا میں نے عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ اور اس نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا وہ پیغام نکاح میں مجھ پر غالب آ گیا۔ اور اس عورت مخطوبہ سے نکاح کرلیا۔

وجہ تمثیل:

یہ ہے کہ اوریا کے واقعہ کو داؤد کے ساتھ جو پیش آیا بطور تمثیل ذکر کیا۔ کہ جیسے ایک آدمی جس کے پاس ایک بکری ہو۔ اور اس کے شراکت دار کے پاس ننانوے بکریاں ہوں۔ اور اس کا شراکت دار پوری سو ملکیت میں کرنا چاہتا ہو اور اپنے شراکت دار کی ایک بکری پر طمع کی نظر رکھے اور اس کی ملک سے اس بکری کے نکل جانے کی طمع رکھتا ہو۔ اور اس سے حریص کی طرح حجت بازی کرے۔ تاکہ اس کا مقصد پورا ہو۔ یہ بات آپ کے پاس فیصلہ کروانے کے انداز میں تھی۔ آپ نے ان کو اس ارشاد سے فیصلہ دیا۔
۲۴: قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ (داؤد علیہ السلام نے کہا یہ جو تیری دُنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے۔ تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے) تاکہ وہ اپنے حکم سے رکاوٹ بنے۔ یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ اس میں شریک کے فعل کا سخت انکار و مذمت ہے۔
نحو: السوآل یہ مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ اور یہ اضافت کے معنی کو متضمن ہے اسی لئے اس کی طرف متعدی کیا گیا۔ گویا تقدیر کلام یہ ہے **باضافة نعجتك الى نعاجه على وجه السوال والطلب** ۔ وہ طلب وسوال کے

انداز سے اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی کا اضافہ چاہتا ہے۔اس میں دوسرے کو ظالم قرار دیا گیا اس کے بعد کہ اس کے شریک نے خود اعتراف کر لیا۔لیکن یہ قرآن میں بیان نہیں کیا گیا۔کیونکہ خود سمجھ آ رہا ہے۔

ایک روایت:

روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں اس سے لینا چاہتا ہوں۔اور اپنی بکریوں کی تعداد سو پوری کرنا چاہتا ہوں۔داؤد علیہ السلام نے فرمایا اگر تو نے اس کا قصد کیا تو ہم تیرے ناک اور پیشانی پر ماریں گے۔اس نے کہا اے داؤد تم اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ تمہیں یہ مارے جائیں۔تم نے ایسا کیا پھر داؤد علیہ السلام نے دیکھا۔تو کوئی نظر نہ آیا پس اس کو پہچان لیا جو سلسلہ پیش آیا۔وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ (اور بے شک اکثر شرکاء) یعنی اکثر ساتھی اور شرکاء لَيَبْغِىْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا (ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں۔مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں) الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ (اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور داؤد کو خیال آیا)

نحو: مستثنٰی منصوب ہے۔اور وہ جنس سے ہے اور مستثنٰی **بعضهم** ہے **قليل ماهم** میں ما مبہم ہے جو ابہام ہی کیلئے لایا گیا ہے ھم مبتدأ اور قلیل خبر مقدم ہے۔

ظن یہاں علم اور ایقن کے معنی میں ہے۔اور بطور استعارہ ظن کا لفظ ان کی جگہ لایا گیا کیونکہ ظن غالب یقین کے قریب ہے۔اَنَّمَا فَتَنّٰهُ (کہ ہم نے اس کو آزمایا) فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ (پس انہوں نے اپنے رب سے توبہ کی) اپنی لغزش کی وَخَرَّ رَاكِعًا (اور سجدہ میں گر پڑے) یعنی اپنے ماتھے کے بل بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گئے۔

مسئلہ: اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رکوع سجدہ کے قائم مقام ہے جبکہ وہ اس میں نیت کر لے۔کیونکہ مقصود صرف وہ حالت ہے۔اس کی تلاوت کے وقت تواضع کو ظاہر کر سکے۔نماز کے اندر رکوع یہ کام دے جاتا ہے۔غیر صلوٰۃ کا رکوع یہ کام نہیں دیتا۔ (اسی لئے اس سے سجدۂ تلاوت غیر صلوٰۃ میں ادا نہیں ہوتا) وَّ اَنَابَ (اور رجوع کیا توبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے۔روایت میں ہے انہوں نے سجدہ میں چالیس دن رات گزارے صرف فرضی نمازوں کے لئے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔ یا تنا جتنا کرنا ضروری تھا۔ان کے آنسو نہ رکتے تھے یہاں تک کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی۔اور جب پانی پیتے تو اس کے دو حصے آنکھوں سے گرنے والے آنسو ہوتے۔

۲۵: فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ (پس ہم نے ان کو وہ معاف کر دیا) یعنی ان کی لغزش وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى (اور ہمارے یہاں ان کے لئے قرب) زلفٰی قربت کو کہتے ہیں۔وَ حُسْنَ مَاٰبٍ (اور نیک انجامی ہے) لوٹنے کی جگہ یعنی جنت۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

اے داؤد بیشک ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا۔ سو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور خواہش کی

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ

پیروی مت کرنا کہ وہ آپ کو اللہ کے راستہ سے بہکا دے گی۔ بلاشبہ جو لوگ اللہ کے راستہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے

عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

سخت عذاب ہے اس سبب سے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔

۲۶: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ (اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا) ہم نے زمین میں ملک پر حکمران بنایا۔ یا ہم نے آپ کو ان انبیاء علیہم السلام کا خلیفہ بنایا جو حق پر قائم رہنے والے تھے۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ ان کی حالت توبہ کے بعد اسی طرح باقی رہی اس میں تغیر نہ آیا۔

عدل کے فیصلے کا حکم:

فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (تم لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتے رہنا) اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ اس لئے کہ تم خلیفہ ہو۔ یا بالحق کا معنی بالعدل ہے یعنی انصاف سے۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى (اور خواہش نفسانی کی پیروی مت کرنا) اپنے فیصلوں میں خواہش نفس فَيُضِلَّكَ (وہ بھٹکا دے گی) یعنی خواہش نفس عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے) سَبِيْلِ اللّٰهِ (بھٹکتے ہیں) سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا دین لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ (ان کے لئے سخت عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ روزِ حساب کو بھولے رہے) ان کے یوم حساب وعذاب کو بھلا دینے کے سبب۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے بلا حکمت پیدا نہیں کیا، یہ گمان ہے ان لوگوں کا جنھوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لئے

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۞۲۷ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ

ہلاکت ہے یعنی دوزخ کا داخلہ ہے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے کیا ہم انہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو زمین میں فساد

فِى الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۞۲۸ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا

کرنے والے ہیں، کیا ہم متقیوں کو فاجروں کی طرح کر دیں گے، یہ کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے مبارک ہے تا کہ یہ لوگ

اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞۲۹

اسکی آیات میں غور کریں اور تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

۲۷: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا (اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے نہیں پیدا کیا) مابین سے مراد جو مخلوق ان کے درمیان ہے۔ بَاطِلًا (خالی از حکمت) فضول تخلیق جس میں کوئی اہم حکمت نہ ہو یا بیکار کھیل تماشے کیلئے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا وما خلقنا السماء والارض وما بينهما لاعبين [الانبیاء:۱۶] تقدیر کلام یہ ہے۔ ذوی باطل یا عبثا پھر باطل کو اس کے قائم مقام لائے ای ما خلقناهما وما بينهما للعبث واللعب ولكن للحق المتين یعنی ہم نے دونوں کو اور جو ان کے مابین ہے کھیل کود کیلئے نہیں بنایا۔ لیکن مضبوط حق کیلئے بنایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم نے انسانوں کو پیدا کر کے ان میں عقل رکھی اور سنجیدگی اور وقار دیا۔ اس کے اسباب وعلل کی وضاحت کی پھر مکلّف بنا کر بے شمار منافع پر نفوس کو پیش کر دیا۔ اور ان نفوس کیلئے اعمال کے مطابق جزاء اور انجام بنایا ذٰلِكَ (یہ) اس سے باطل تخلیق والی بات کی طرف اشارہ ہے۔ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں) الظّن کا معنی مظنون ہے یعنی کہ اس کی تخلیق عبث ہے بتقاضائے حکمت نہیں یہ کافروں کا خیال ہے۔

نکتہ: اس آیت میں ان کو ظانین قرار دیا کہ ان کی تخلیق عبث ہے حکمت کی بناء پر نہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین اور جو ان کے مابین ہے اس کا خالق مانتے تھے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ ولئن سالتهم من خلق السمٰوٰت والارض ليقولن الله [لقمان:۲۵]

کیونکہ جب وہ بعث، حساب، ثواب وعقاب کے منکر ہیں اور اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ہر چیز کی تخلیق عبث و باطل ہے۔ ان کو اس طرح قرار دیا گیا گویا کہ وہ اس کا گمان کرتے اور زبانوں سے کہتے ہیں کیونکہ بدلہ ہی وہ چیز ہے جس کی طرف تخلیق کائنات

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۳۰ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ

اور ہم نے داؤد کو سلیمان بخشش کردیا وہ اچھا بندہ تھا بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا جب پیش کئے گئے اس پر شام کے وقت ایسے گھوڑے جو سامنے کے ایک پاؤں پر کھڑے ہونے والے

الْجِيَادُ ۝۳۱ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّىْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝۳۲

تھے عمدہ گھوڑے تھے سو انہوں نے کہا کہ میں نے مال کی محبت کو ترجیح دی اپنے رب کے ذکر کو چھوڑ کر یہاں تک کہ پردے میں چھپ گئے

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝۳۳

انہیں مجھ پر واپس کرو سو شروع کردیا انکی پنڈلیوں اور گردنوں کا چھونا۔

میں حکمت لے جاتی ہے پس جو جزاء کا منکر ہوا تو وہ گویا تخلیق عالم کی حکمت ہی کا منکر ہو گیا۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ (پس کافروں کیلئے بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ)۔

۲۸: اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ہاں تو کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے) كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ (ان کے برابر کردیں گے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کردیں گے) ام منقطعہ ہے۔ اور استفہام انکاری ہے۔ مراد یہ ہے اگر جزاء باطل ہو جیسا کہ کفار کہتے ہیں تو نیک و بد کے احوال برابر ہوئے اور متقین اور فاجر میں فرق نہ ہوا اور جو ان کے مابین برابری کرتا ہے وہ عقل مند نہیں بلکہ عقل سے پیدل اور بے وقوف ہے۔

۲۹: كِتٰبٌ (یہ کتاب ہے) اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ (جس کو ہم نے تیری طرف اُتارا) یعنی قرآن مجید مُبٰرَكٌ (بابرکت ہے) یہ دوسری صفت ہے۔ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ (تاکہ وہ اس کی آیات پر غور کریں) اس کی اصل لیتدبروا ہے اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ اور اس کا معنی تاکہ وہ اس میں سوچ و بچار کریں اور جو کچھ اس میں ہے اس کی اطلاع پائیں اور اس پر عمل کریں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

اس قرآن کو غلاموں اور بچوں نے پڑھا۔ جن کو اسکے مطالب کا علم نہیں اور اسکے حروف کو یاد کیا اور اس کی حدود کو ضائع کیا۔

قراءت: یزید نے لتدبّروا خطاب کا صیغہ ایک تاء کو حذف کر کے پڑھا ہے۔ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (تاکہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں) تاکہ عقلاء قرآن سے نصیحت پکڑلیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر گھوڑوں کا پیش کیا جانا:

۳۰: وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ (اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا بہت اچھے بندے ہے) یعنی سلیمان۔ ایک قول

یہ ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام ہیں۔اور یہ درست نہیں مخصوص بالمدح محذوف ہے۔اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (بہت رجوع کرنے والے تھے) ممدوح ہونے کی علت اواب بتلائی یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔

۳۱: اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ (جبکہ پیش کیے گئے ان کے روبرو) سلیمان علیہ السلام کے سامنے بِالْعَشِيِّ (شام کے وقت) ظہر کے بعد الصّٰفِنٰتُ (اصیل) تین پاؤں پر کھڑے ہونے والے گھوڑے اور چوتھا صرف کھر کا کنارہ لگاتے ہیں۔الْجِيَادُ (عمدہ گھوڑے) جمع جواد کی ہے،تیز رفتار،کیونکہ وہ گھوڑ دوڑ میں عمدہ ہوتے ہیں۔ان کو صفون کہا کیونکہ یہ صفت عربی گھوڑوں میں ہوتی ہے۔دوغلے گھوڑوں میں نہیں ہوتی۔

ایک قول یہ ہے:

ان کو صافن اور جیاد کہا تا کہ وہ دونوں وصفوں کے جامع بن جائیں رکنے اور دوڑنے والے۔یعنی جب کھڑے ہوتے ہیں تو اپنے مواقف پر ساکن و مطمئن ہوتے ہیں اور جب دوڑتے ہیں تو وہ اپنی دوڑ میں تیز اور خفیف ہوتے ہیں۔ایک اور قول یہ ہے کہ الجیاد،لمبی گردنوں والے۔یہ الجِید سے بنا ہے۔

روایت میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اہل دمشق اور نصیبین سے جہاد کیا۔جس میں ایک ہزار گھوڑے ملے۔ایک قول یہ ہے کہ باپ کی طرف سے وراثت میں ملے اور آپ کے والد نے وہ عمالقہ سے حاصل کیے۔ایک قول یہ بھی ہے سمندر سے گھوڑے نکلے جن کے پر بھی تھے۔ایک دن آپ ظہر کی نماز پڑھ کر اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔اور ان کا معائنہ کرنے لگے۔معائنہ میں مصروف رہے۔تا آنکہ سورج غروب ہوگیا اور عصر کی نماز سے غفلت ہوگئی۔اور یہ فرض تھی۔آپ غمزدہ ہوئے کیونکہ وہ فوت ہوگئی تھی۔ان کو واپس منگوایا اور قرب الٰہی حاصل کرنے کیلئے ان تمام کو ذبح کرڈالا صرف سورہ گئے۔آجکل جو لوگوں کے پاس گھوڑے ہیں یہ انہی کی نسل سے ہیں۔ایک قول یہ ہے جب ان کو ذبح کرڈالا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر ہوا عنایت فرمائی جو ان کے حکم سے چلتی تھی۔

۳۲: فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ (تو کہنے لگے کہ میں اس مال کی محبت میں اپنے رب کی یاد) ذِكْرِ رَبِّیْ (سے غافل ہوگیا) یعنی میں نے گھوڑوں کی محبت کو رب کی یاد پر ترجیح دی۔یہ زجاج کا قول ہے۔پس اَحْبَبْتُ کا معنی 'اثرت' ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **فاستحبوا العمی علی الهدی** [فصلت:١٧]۔عَن یہ علٰی کے معنی میں ہے گھوڑے کو خیر فرمایا۔گویا وہ مجسمہ خیر ہے کیونکہ خیر اس سے متعلق ہے۔جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **الخیل معقود بنواصیها الخیر الی یوم القیامة** ۔ [بخاری، ٢٨٤٩، المسلم ١٨٧١]

ابوعلی کا قول ہے کہ احببت کا معنی جلست ہے یہ احباب البعیر اونٹ بٹھانا سے ماخوذ ہے۔

نحو : حب الخیر ۔یہ مفعول لہ ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔

حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (یہاں تک کہ سورج پردہ میں چھپ گیا) توارت سے سورج کا چھپنا مراد ہے۔الحجاب سے

پردہ میں چھپنا۔توارت کی ضمیر کا مرجع سورج اس لئے ہے کہ پہلے شی کا ذکر گزرا ہے۔مضمر کیلئے پہلے ذکر ضروری ہے یا ذکر کی دلیل ضروری ہے۔نمبر۲۔یا ضمیر صافنات کی طرف راجع ہے یعنی وہ رات کے پردے یعنی اندھیرے میں چھپ گیا۔

گھوڑوں کا واپس لوٹا کر ذبح کرنا:

۳۳: رُدُّوْهَا عَلَيَّ (ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے پاس لاؤ) ملائکہ کو کہا سورج کو واپس لاؤ تا کہ میں عصر کی نماز ادا کرلوں پس سورج لوٹا دیا گیا۔اور آپ نے عصر کی نماز ادا کی۔یا عمدہ گھوڑوں کو میری طرف واپس کردو۔ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ (پس انہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا) پس چھونے لگے چھونا یعنی تلوار سے ان کی پنڈلیوں کو چھونے لگے۔سوق یہ جمع ساق کی ہے جیسادار اور دور اوراعناق کو چھونے لگے۔یعنی کاٹنے لگے۔کیونکہ گھوڑے نمازعصر کیلئے رکاوٹ بنے تھے۔تم کہو گے مسح عِلَاوَتَهُ جبکہ وہ اس کی گردن اڑا دے۔اور مسح المسفر الکتاب جب کہ وہ اپنی تلوار سے اس کے اطراف کو کاٹ ڈالے۔

ایک قول یہ ہے:

نمبر۱۔یہ کفارہ صلوٰۃ کیلئے کیا۔نمبر۲۔سورج لوٹانے کے شکریہ میں کیا۔ان کی شریعت میں گھوڑا ماکولات میں سے تھا۔پس تلف کرنا نہ پایا گیا۔ایک قول یہ ہے آپ نے ہاتھ سے ان کی گردنوں اور پنڈلیوں کو بطور استحسان اور پسندیدگی کے چھوا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِىْ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا اور ہم نے انکی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا پھر انہوں نے رجوع کیا عرض کیا اے میرے رب میری مغفرت فرما

وَهَبْ لِىْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ

اور مجھے ایسا ملک عطا کیجئے جو میرے بعد کسی دوسرے کو میسر نہ ہو، بلاشبہ آپ بڑے دینے والے ہیں۔ سو ہم نے ان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا

تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ

جو ان کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی جہاں ان کو جانا ہوتا تھا اور ان کے لئے شیاطین مسخر کر دیئے ہر بنانے والا اور غوطہ لگانے والا اور ان کے علاوہ بھی

مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ

جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ یہ ہماری بخشش ہے۔ سو آپ احسان کریں یا روک لیں کوئی حساب نہیں، اور بلاشبہ ان کے لیے

عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

ہمارے پاس نزدیکی ہے اور اچھا انجام ہے۔

ع ۳ ۱۲

سلیمان علیہ السلام کا امتحان:

۳۴: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ (ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا) وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ (اور ان کے تخت پر لا ڈالا) کرسی سے تخت مراد ہے۔ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ (ایک دھڑ پھر انہوں نے رجوع کیا) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔

ایک قول:

سلیمان علیہ السلام کی آزمائش بیس سال حکومت کرنے کے بعد کی گئی۔ اور اس آزمائش کے بیس سال بعد آپ نے حکومت کی۔ ان کی آزمائش یہ تھی کہ ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ شیاطین نے کہا اگر یہ زندہ رہا تو ہم مسخر ہونے سے چھوٹ نہیں سکتے۔ اس کا راستہ یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیں یا اس کو پاگل بنا دیں۔ سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوگیا۔ آپ اس کو بادل میں دودھ پلواتے تاکہ شیاطین کی طرف سے نقصان نہ پہنچے۔ ایک دن انہوں نے بچے کو اپنے تخت پر مردہ پایا۔ پس آپ اپنی اس لغزش پر متنبہ ہوئے کہ اس میں اگر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے تو اچھا تھا۔

روایتِ بخاری:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ آج رات میں اپنی ستر ازواج کے ہاں جاؤں گا۔ ہر ایک ان

میں سے ایک شہسوار رومجاہد فی سبیل اللہ جنے گی۔ ان شاء اللہ نہ کہا۔ آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے کسی عورت کو حمل نہ ہوا سوائے ایک بیوی کے اس کے ہاں بھی ادھورا دھڑ جنا گیا۔ اسی کو لا کر کرسی پر ڈال دیا گیا اور آپ کی گود میں رکھ دیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر آپ انشاء اللہ فرما دیتے تو تمام مجاہد و شہسوار پیدا ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ [رواہ البخاری: ۳۴۲۴]

تبصرہ بر تذکرہ:

جو انگوٹھی اور شیطان کی بات لوگ بیان کرتے اور سلیمان علیہ السلام کے گھر میں بت کی پوجا کا تذکرہ کرتے ہیں وہ اباطیل یہود میں سے ہے۔

۳۵: قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا (کہا اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہت دے) ملک کا عطیہ طلب کرنے سے پہلے استغفار لائے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا طریقہ چلا آ رہا ہے کہ وہ سوال سے پہلے استغفار کرتے ہیں۔ لَّا یَنْۢبَغِیْ (جو میسر نہ ہو) جو نہ ہو لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ (کسی کو میرے بعد) میرے سوا۔

قراءت: مدنی اور ابوعمرو نے بَعدِیَ پڑھا ہے۔ آپ نے اس انداز کی سلطنت مانگی تا کہ وہ معجزہ ہوتا کہ کسی کو اس پر حسد نہ ہو۔ آپ سے پہلے ہوا و شیاطین کسی کیلئے مسخر نہ ہوئے تھے۔ جب آپ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو ان کے لئے مسخر فرما دیا۔ اور بطور معجزہ اور خرق عادت کے طور پر دیا گیا۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آپ بڑے دینے والے ہیں)

تسبیح ریح:

۳۶: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ (پس ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا)

قراءت: ابوجعفر نے الریاح پڑھا ہے۔

تَجْرِیْ (وہ چلتی)

نحو: یہ الریح سے حال ہے۔

بِاَمْرِهٖ (ان کے حکم سے) سلیمان علیہ السلام کے حکم سے رُخَآءً (نرمی کے ساتھ) نرم و پاکیزہ جو شدید نہ ہو۔

نحو: یہ تجری کی ضمیر سے حال ہے۔

حَیْثُ (جہاں)

نحو: یہ تجری کا ظرف ہے۔

اَصَابَ (وہ چاہتے) قصد و ارادہ کرتے۔ عرب کہتے ہیں۔ اصاب الصواب و اخطأ الصواب۔ اس نے صحیح بات کا قصد کیا اور اس نے غلط بات کا قصد کیا۔

۳۷: وَالشَّیٰطِیْنَ (اور شیاطین کو)

نحو: اس کا عطف الریح پر ہے ای سخرنالہ الشیاطین کُلَّ بَنَّآءٍ (تعمیر کرنے والوں کو) یہ شیاطین سے بدل ہے شیاطین آپ کے لئے بڑی عمارات بناتے تھے۔ وَّ غَوَّاصٍ (اور غوطہ لگانے والوں کو بھی) یعنی موتی نکالنے کیلئے وہ سمندر میں غوطہ لگاتے۔ سلیمان علیہ السلام پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے سمندر سے موتی نکالے۔ مطلب یہ ہے ہم نے تعمیر کرنے والے اور غوطہ لگانے والے شیاطین کو ان کا مطیع کر دیا تھا۔

بیڑی بند شیطان:

۳۸: وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ (اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے)

نحو: آخرین کا عطف کل بناء پر ہے اور یہ حکم بدل میں داخل ہے۔ آپ سرکش شیاطین کو ایک دوسرے کے ساتھ قیود و سلاسل میں سزا کیلئے جمع کر دیتے تاکہ وہ شر و فساد نہ برپا کریں۔ الصفد بیڑی اور عطاء کو کہتے ہیں کیونکہ وہ منعم علیہ کو منعم کے ساتھ جوڑتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں ہے۔ من برّك فقد اسرك ومن جفاك فقداطلقك ۔ جس نے تجھ پر احسان کیا اس نے تجھے قیدی بنالیا اور جس نے درشتی اختیار کی اس نے تجھے آزاد کر دیا۔

رزق پر عدم داد گیر کا وعدہ:

۳۹: هٰذَا (یہ) جو تمہیں بادشاہی، مال، وسعتِ رزق عنایت کی ہے۔ عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ (عطیہ ہے اس کو دو) اس میں سے جو چاہو جتنا چاہو دو یہ فامنن اَلْمَنُّ سے بنا ہے۔ وہ عطاء کو کہتے ہیں اَوْ اَمْسِكْ (یا نہ دو) یعنی عطاء سے رک جاؤ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب دیتے تو اجر ملتا اور اگر روک لیتے تو گناہ گار نہ تھے بخلاف دیگر لوگوں کے۔ بِغَیْرِ حِسَابٍ (تم سے کچھ داروگیر نہیں) یہ عطاؤنا کے متعلق ہے بعض نے کہا یہ اس سے حال ہے یعنی یہ ہمارا کثیر مقدار میں عطیہ ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا یا نمبر۲۔ یہ تسخیر ہمارا عطیہ ہے۔ شیاطین میں سے جن کو تم چاہو احسان کر کے چھوڑ دو اور جن کو چاہو اپنے ہاں زنجیروں میں جکڑے رکھو اس سلسلہ میں آپ سے پوچھ گچھ نہ ہوگی۔

۴۰: وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ (اور ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور نیک انجامی ہے)

نحو: لزلفٰی یہ اِنّ کا اسم ہے اور لہٗ خبر ہے اور عند میں خبر عامل ہے۔

وقف لازم

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے شیطان نے دکھ اور آزار پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں

بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

مارو یہ غسل کرنے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا، اور ہم نے انکو انکا کنبہ اور ان کے ساتھ انکے برابر عطا کئے

رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا

ہماری رحمت خاصہ کے سبب سے اور عقل والوں کی یادگار کے لئے، اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لے لو پھر اس سے ماردو اور قسم

تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

نہ توڑو، بلاشبہ ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندہ تھے وہ، بیشک وہ بہت رجوع ہونے والے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر:

۴۱: وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ (اور آپ ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجئے)

نحو: ایوب یہ عبدنا سے بدل یا عطف بیان ہے اور اذ اس سے بدل الاشتمال ہے۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ (جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا) نادی دعاہ کے معنی میں ہے۔ اَنِّيْ مَسَّنِيَ (کہ مجھے پہنچایا ہے) یہ بانی مسنی ہے اور یہ ان کے کلام کی حکایت ہے جس کے سبب سے انہوں نے پکارا۔ اگر حکایت کلام نہ ہوتی تو اس طرح ہوتا۔ بانہ مسّہٗ کیونکہ وہ غائب ہے غائب کا صیغہ چاہیے تھا۔ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ (شیطان نے رنج اور دکھ)

قراءت: عام قراء نے تو صاد کا جزم پڑھا۔ یزید نے بنصُب صاد کو ضمہ دیا۔ اور یعقوب نے نَصْب اور نَصَبْ جیسا کہ رُشد اور رَشَدٌ اور ہبیرہ نے اصل مصدر کی صورت میں نَصْب پڑھا ہے۔ معنی سب کا ایک ہے تکلیف و مشقت کو کہتے ہیں۔ وَّعَذَابٍ (دکھ) نمبر۱۔ ان کی مراد اس سے بیماری ہے اور جو اس بیماری میں قسم قسم کی دردیں پیش آتیں تھیں۔ نمبر۲۔ ایک قول یہ ہے اس سے مراد وہ وسوسہ ہے جو ان کے اس مرض کو بڑھا کر پیش کرتا اور ان کو کراہت و گھبراہٹ پر آمادہ کرتا۔ پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی کہ اللہ تعالیٰ اس آزمائش کو ہٹا کر ان کی کفایت فرمائیں نمبر۳۔ یا اس کے دفاع کی توفیق اور صبر جمیل سے اس کو لوٹانے کی ہمت دے۔

روایت میں ہے ان کی عیادت کو تین شخص آتے تھے۔ ایک ان میں سے مرتد ہو گیا اس سے جب پوچھا گیا تو القائے شیطانی سے وہ کہنے لگا اللہ تعالیٰ انبیاء اور صالحین کو ابتلاء میں نہیں ڈالتا۔ اور اس نے ذکر کیا کہ ایوب کی آزمائش کا سبب یہ ہے کہ اس نے

ایک بکری ذبح کی اور اس کو کھالیا حالانکہ ان کا ہمسایہ بھوکا تھا۔ ۲ نمبر۔ یا ایوب نے کوئی منکر فعل دیکھ کر اس پر خاموشی اختیار کی جس کی وجہ سے ابتلاء آئی۔ نمبر ۳۔ یا اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات کو بلند کرنے کیلئے بلالغزش سابقہ ان کو ابتلاء میں ڈالا ہے۔

ایڑی سے چشمہ اُبلنے لگا:

۴۲: اُرْکُضْ بِرِجْلِكَ (اپنا پاؤں مارو) یہ اس کی حکایت ہے جو ایوب علیہ السلام کو جواب دیا گیا یعنی ہم نے ان کی طرف جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ارکض بر جلك تم اپنا پاؤں زمین پر مارو۔ یہ جابیہ شام کا علاقہ تھا۔ آپ نے پاؤں مارا تو چشمہ ابل پڑا۔ پس ان کو کہا گیا۔ ھٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ (یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا) یعنی یہ وہ پانی ہے جس سے تو غسل کرے گا اور پیئے گا اور تیرا ظاہر و باطن سب درست و صحت یاب ہو جائے گا۔

ایک قول:

دو چشمے جاری ہوئے ایک سے غسل کیا اور دوسرے سے پانی نوش فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے اندر باہر سے بیماری کا اثر جاتا رہا ہے۔

۴۳: وَوَهَبْنَا لَهٗ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ (اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عنایت فرمایا اور ان کے برابر اور بھی) **ایک قول:** اللہ تعالیٰ نے انہی کو زندہ کر دیا اور اتنے اور بھی دے دیئے۔ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ (اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے یادگار رہنے کے سبب سے) دونوں کیلئے۔ مفعول ہے ای الهبة كانت للرحمة له و لتذكير اولى الالباب (یہ ہبہ ان پر رحمت کیلئے اور عقلاء کو یاد دلانے کیلئے تھا) کیونکہ جب وہ سنیں گے کہ ہم نے صبر کی وجہ سے ان پر انعام فرمایا تو تکالیف پر صبر کرنے میں ان کو اس سے رغبت حاصل ہوگی۔

بیوی کے متعلق حلف سے نکلنے کا طریقہ:

۴۴: وَخُذْ (اور تم لو) اس کا ارکض پر عطف ہے۔ بِيَدِكَ ضِغْثًا (اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا) ضِغْثًا گھاس کے تنکوں کا ایک گٹھا یا ریحان کا مٹھا یا اور کسی چیز کا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ (پس اس سے مارلو اور قسم نہ توڑو!) انہوں نے ایام مرض میں حلف اٹھا لیا تھا کہ اپنی بیوی کو ایک سو کوڑے لگائیں گے اگر ان کو صحت یابی میسر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم سے حلال ہونے کا ایسا راستہ بتلایا جو ان کے اور ان کی بیوی کیلئے سہل ترین تھا۔ اس لئے کہ اس نے آپ کی ایام مرض میں بہت خوب خدمت کی تھی اور یہ رخصت باقی ہے۔ واجب یہ ہے کہ مضروب کو سو میں سے ہر ایک پہنچے۔ قسم کا باعث یہ ہوا کہ ایک دن کسی کام کے دوران ان سے واپسی میں سستی ہوگئی جس سے آپ کا دل تنگ ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے دو برتن جو آپ سے متعلق تھے جب آپ اٹھے تو وہ دو روٹیوں کے بدلے فروخت کر دیے۔ اِنَّا وَجَدْنٰهُ (بیشک ہم نے اس کو پایا) یعنی اس کو جانا صَابِرًا (صابر) مصائب پر۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ۝۴۵ اِنَّآ

اور یاد کیجئے ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے، بیشک ہم نے

اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۝۴۶ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۝۴۷

انہیں ایک خاص بات کیساتھ مخصوص کیا تھا جو آخرت کی یاد ہے اور بلاشبہ یہ بندے ہمارے نزدیک انتخاب کردہ اچھے لوگوں میں سے ہیں

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝۴۸ هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ

اور یاد کیجئے اسماعیل کو اور الیسع کو اور ذوالکفل کو، اور یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے، یہ ایک نصیحت ہے، اور بلاشبہ

لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝۴۹ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝۵۰ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا

پرہیز گاروں کے لئے اچھا ٹھکانہ ہے، ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے لئے دروازے کھلے ہوں گے، وہ ان میں تکیہ لگائے ہوں گے،

يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝۵۱ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝۵۲

وہ وہاں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں طلب کریں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی ہم عمر بیویاں ہونگی

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۵۳ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝۵۴

یہ وہ ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا تھا بلاشبہ یہ ہمارا رزق ہے جس کو ختم ہونا ہی نہیں۔

سوال: انہوں نے اپنی تکلیف کا شکوہ تو کیا اور رحمت الٰہی طلب کی۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکوہ جزع میں آتا ہی نہیں

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا قال انما اشکوا بثی و حزنی الی اللّٰہ [یوسف:۸۶] اس کے ساتھ ساتھ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے شفاء طلب کرتے تاکہ آپ کی قوم فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں کہیں شیطان ان کے دل میں یہ وسوسہ اندازی کرنے لگ جائے کہ اگر یہ نبی ہوتے تو ان پر ایسا ابتلاء نہ آتا اور طلب شفاء سے طاعت پر قوت حاصل کرنا بھی مقصود تھا۔ کیونکہ بیماری کے اثر سے دل اور زبان کے علاوہ سارا جسم نڈھال ہو چکا تھا۔ نِعْمَ الْعَبْدُ (اچھے بندے تھے) ایوب علیہ السلام اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (بیشک وہ بہت رجوع کرتے تھے)

آخرت سے غافل بے بصیرت ہے:

۴۵: وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ (اور ہمارے بندوں کا ذکر کرو)

قراءت: عبدنا مکی نے پڑھا ہے۔
اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ (ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا)
نحو: جنہوں نے جمع پڑھا انہوں نے ابراہیم اور مابعد کو عبادنا کا عطف بیان قرار دیا اور جنہوں نے واحد پڑھا انہوں نے صرف ابراہیم کو عطف بیان مان کر پھر ان کی اولاد کو عبدنا پر عطف بنالیا۔
وجہ: اکثر اعمال کی انجام دہی ہاتھوں سے ہوتی ہے تو ان کو تغلیباً ذکر کر دیا۔ ہر عمل کے متعلق کہا جاتا ہے **هذا مماعملت ايديهم** خواہ ایسا کام ہو جس میں براہ راست ہاتھ کا دخل نہ ہو۔ یا کام کرنے والے مجذوم ہوں کہ ان کے بالکل ہاتھ نہ ہوں۔ اور اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ (یعنی وہ اعمال و فکر والے تھے)

بے بصیرت:

گویا جو لوگ آخرت کے اعمال اختیار نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور دینی فکر سے خالی ہیں وہ اپاہج لوگ ہیں جو کہ اپنے اعضاء سے کام کرنے سے عاجز ہوتے ہیں اور مسلوب العقل ہیں جن میں بصیرت کا نشان نہیں یا اس میں ان لوگوں پر تعریض کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر کام کرنے والے نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے دین میں بصیرت حاصل کرنے والے ہیں اور مجاہدہ اور غور و فکر چھوڑنے پر ان کو توبیخ کی گئی حالانکہ ان دونوں باتوں پر قدرت حاصل تھی۔

انبیاء علیہم السلام یادِ آخرت کے لئے مخصوص:

۴۶: اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ (ہم نے ان کو مخصوص کیا تھا) ہم نے ان کو اپنے لیے خاص کر لیا۔ بِخَالِصَةٍ (ایک خاص بات سے) ایک خاص خصلت کے ساتھ جس میں ملاوٹ نہ تھی۔ ذِكْرَى الدَّارِ (وہ یادِ آخرت کی ہے)
نحو: نمبر ۱۔ ذکری یہ محل نصب میں ہے۔ یا محل رفع میں ہے اعنی محذوف مانیں تو نصبی حالت اور ھی مقدر ہو تو رفعی ہے۔
نمبر ۲۔ خالصة سے بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ مطلب یہ ہوا ہم نے ان کو یادِ آخرت کے ساتھ مخصوص کر دیا یعنی ہم نے اس طرح خالص بنایا کہ وہ لوگوں کو آخرت یاد دلانے والے ہیں اور دنیا سے بے رغبتی دلانے والے ہیں۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا طرز عمل ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے وہ آخرت کا کثرت سے تذکرہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھتے اور دنیا کا تذکرہ بھول جاتے ہیں۔
قراءت: مدنی نے بخالصة ذکری پڑھا ہے اور یہ اضافة الشئی الی مابینه کے قبیل سے ہے یعنی کسی ایسی شئی کی طرف اضافت کرنا جو اس کو بیان کردے کیونکہ خالص ذکر اور غیر ذکر کئی چیزیں ہو سکتی ہیں۔ ذکری مصدر ہے جس کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے بان خلص ذکری الدار ایک قول یہ ہے: خالصہ یہ خلوص کے معنی میں ہے۔ اور اس کی اضافت فاعل کی طرف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح بنے گی بان **خلصت لهم ذكرى الدار على انهم لايشوبون**

ذکری الداربھم آخر انما ھمھم ذکری الدار لاغیر ۔ یہ کہ ان کا آخرت کا تذکرہ خالص ہے اس طرح کہ وہ آخرت کے تذکرہ کے ساتھ اور کسی فکر کو نہیں ملاتے ان کا ایک غم اور فکر ہے وہ آخرت کی یاد ہے نہ کہ اور کچھ۔

ایک قول:

ذکری الدار سے دنیا میں اچھی تعریف ہے اور یہ بات ہے جس کے ساتھ ان کو خالص کر لیا گیا اوروں کا تذکرہ اس طرح نہیں کیا جاتا جیسا ان کا کیا جاتا ہے اسی معنی کی تقویت اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ وجعلنا لھم لسان صدق علیًّا [مریم:۵۰]

۴۷: وَاِنَّھُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ (اور بیشک وہ ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں) (المصطفین اپنے ہم جنسوں میں مختار و منتخب الاخیار جمع خیر یا خیّر جیسا کہ اموات جمع میت اور مَیّت۔

۴۸: وَاذْکُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ (اور تذکرہ کریں اسماعیل اور یسع علیہما السلام کا) الف لام جو کہ حرف تعریف ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ یسع پر داخل کیا گیا ہے۔ وَذَا الْکِفْلِ وَکُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ (اور ذوالکفل کا بھی یہ سب اچھے لوگوں میں سے تھے)

نحو: کُلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای کُلّھُمْ۔

متقین کو ملنے والی جنت کی تفاصیل:

۴۹: ھٰذَا ذِکْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ (یہ ایک نصیحت کا مضمون تو ہو چکا اور پرہیزگاروں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے) ھذا سے مراد مرتبہ اور اچھا تذکرہ جس سے ان کو یاد کیا جاتا رہے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عمدہ لوٹنے کی جگہ ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اچھائی سے انکا تذکرہ جاری رہے گا اور آخرت میں وہ رب جلیل کی مغفرت کو پائیں گے۔

ربط: پھر اس لوٹنے کے مقام کی خوبی وحسن کو ذکر فرمایا۔

۵۰: جَنّٰتِ عَدْنٍ (ہمیشہ رہنے کے باغات)

نحو: یہ حسن مآب سے بدل ہے۔

مُّفَتَّحَۃً (اس حال میں کہ کھلے ہونگے) نحو: یہ جنات سے حال ہے کیونکہ وہ عدن کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے۔ عدن علم ہے اور اس کا عامل فعل کا وہ معنی ہے جو للمتقین میں عمل کر رہا ہے۔ لَّھُمُ الْاَبْوَابُ (ان کے لئے دروازے)

نحو: ابواب مفتحۃ کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور ضمیر عائد محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے مفتحۃ لھم الابواب منھا۔ ضمیر اس میں اسی طرح حذف کی ہے جیسا اس ارشاد میں حذف کی ہے فان الجحیم ھی الماوٰی [النازعات ۳۹] ای لھم۔ نمبر۲۔ یا تقدیر کلام اس طرح مانیں ابوابھا مگر اول وجہ عمدہ ہے۔ نمبر۳۔ یا مفتحۃ کی ضمیر سے بدل ہے اور وہ ضمیر جنات ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ مفتحۃ ھی الابواب اور جنات کا بدل الاشتمال ہے۔

۵۱: مُتَّکِئِیْنَ فِیْھَا یَدْعُوْنَ فِیْھَا بِفَاکِھَۃٍ (وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے وہ وہاں بہت سے میوے) کَثِیْرَۃٍ وَّ شَرَابٍ (اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے)

هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ

اس بات کو سمجھ لو، اور بلاشبہ سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے سو وہ برا بچھونا ہے، یہ

فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ ؕ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ

عذاب ہے سو تم اس کو چکھ لو، حمیم ہے اور غساق ہے، اور اس کے سوا اسی طرح کی انواع عذاب ہیں یہ جماعت ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو رہی ہے

لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ

جن کے لئے کوئی مرحبا نہیں ہے بیشک یہ لوگ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں، وہ کہیں گے بلکہ تم ایسے ہو کہ تمہارے لئے مرحبا نہیں ہے تم نے اس کو ہمارے لئے

لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿۶۱﴾

آگے بڑھایا سو یہ بری جگہ ہے ٹھہرنے کی، وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب جس نے اس کو ہمارے آگے کیا اسے دوزخ میں دوگنا عذاب بڑھا دیجئے،

وَ قَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ ؕ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا

اور وہ کہیں گے کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم اشرار یعنی برے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے کیا ہم نے ان کا مذاق بنا رکھا تھا

اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع

یا انکے دیکھنے سے آنکھیں چکرا رہی ہیں؟ بلاشبہ یہ حق ہے دوزخ والوں کا جھگڑنا۔

نحو: متکئین یہ لھم کی ضمیر سے حال ہے۔ اور اس کا عامل مفتحۃ ہے۔ فاکھۃ کے بعد کثیرۃ کی صفت یہ شراب کی بھی صفت ہے عطف اس کا متقاضی ہے پہلے پر اکتفاء کر کے دوسرے سے حذف کر دی گئی ہے۔

۵۲: وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی) ان کی نگاہیں اپنے خاوندں تک محدود رہیں گی۔ اَتْرَابٌ (ہم عمر) دونوں کی عمریں یکساں ہونگیں کیونکہ ہم عمروں میں محبت زیادہ قائم رہنے والی ہوتی ہے۔ گویا ہم عمروں کو اتراب کہہ دیا کیونکہ ان کو مٹی نے ایک ہی مرتبہ چھوا۔

۵۳: هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِیَوْمِ الْحِسَابِ (یہ وہ ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے)

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے یوعدون یاء سے پڑھا ہے۔ یوم حساب سے مراد جس دن ہر نفس کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا۔

۵۴: اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَالَهٗ مِنْ نَّفَادٍ (بیشک یہ ہماری عطاء ہے اس کا کہیں ختم ہونا ہی نہیں) نفاد انقطاع کو کہتے ہیں۔

نحو: یہ جملہ الرزق سے حال ہے اور اس کا عامل اسم اشارہ ہے۔

۵۵: هٰذَا (یہ بات ہو چکی) یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر کلام الا مر هذا یا هذا کما ذکر۔ وَاِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ

(اور سرکشوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے)

مجرمین کے ٹھکانہ جہنم اور اس کی تفاصیل:

۵۶: جَهَنَّمَ (دوزخ) یہ بدل ہے یَصْلَوْنَهَا (وہ اس میں داخل ہونگے) فَبِئْسَ الْمِهَادُ (وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) سونے والا جو کپڑا سونے کیلئے نیچے بچھاتا ہے آگ کو اس بچھونے سے تشبیہ دی ہے۔

۵۷: هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ (یہ لوگ پس اس کو چکھیں یہ کھولتا ہوا پانی ہے) یعنی یہ گرم کھولتا پانی ہے پس اس کو چکھیں۔

نحو: ھذا مبتدأ اور حمیمٌ اس کی خبر ہے اور غساق یہ خبر پر معطوف ہے فلیذوقوہ یہ جملہ معترضہ ہے۔ نمبر۲۔ العذاب مبتدأ ھذا اس کی خبر ہے۔ فلیذوقوہ جملہ معترضہ ہے پھر ھو مبتدأ محذوف اور حمیم و غساق اس کی خبر ہے۔

قراءت: حمزہ، علی، حفص نے غساق کو تشدید سے پڑھا ہے۔

اور تخفیف سے بھی ہے۔ غساق وہ کچ لہو جو جہنم والوں کے زخموں سے بہے گا۔ کہا جاتا ہے غَسَقَتِ العین آنکھ بہہ پڑی۔

ایک قول:

الحمیم: وہ گرم پانی جو اپنی حرارت سے جلائے۔ الغساق وہ ٹھنڈا پانی جو ٹھنڈک سے جمادے۔

۵۸: وَّاٰخَرُ (اور دوسری) یعنی دوسرا عذاب یا چکھائی گئی دوسری چیز مِنْ شَكْلِهٖ (اسی قسم کی) مذکور عذاب جیسی۔

قراءت: بصری قراء نے اُخَرُ پڑھا۔ یعنی مَذُوقات اُخَرُ من شکل ھذا المذوق فی الشدة و الفظاعة۔ دوسری چکھنے کی چیزیں جو ذلت و سختی میں اس کی طرح ہونگی۔ اَزْوَاجٌ (طرح طرح کی چیزیں) یہ آخر کی صفت ہے کیونکہ جائز ہے۔ کہ اس کی اقسام ہوں۔

جہنمیوں کی باہمی چپقلش:

۵۹: هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ (یہ ایک جماعت) اور آئی جو تمہارے ساتھ گھس رہی ہے) یہ اکٹھی جماعت ہے جو تمہارے ساتھ دوزخ میں گھسنا چاہتی ہے یعنی تمہارے ساتھ ہی دوزخ میں داخل ہو رہی ہے۔ الاقتحام کسی چیز میں زبردستی داخل ہونا۔ القحمہ سختی کو کہتے ہیں۔ یہ سرکش سرداروں کو باہمی کلام ہے۔ فوج سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ گمراہی میں گھس گئے پس وہ ان کے ساتھ عذاب میں گرفتار ہونگے۔ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ (ان پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار!) یہ اپنے پیروکاروں کے متعلق بددعا ہے تم دعا کیلئے کہوگے مرحبًا ای اتیت رحبًا من البلاد لا ضیقًا (تو کھلی جگہ میں آیا نہ کہ تنگی میں) یا رحبت بلادك رحبًا۔ پھر اس پر لا داخل کیا گیا اور بددعا کیلئے لایا گیا ہے۔

نحو: بھم میں ان لوگوں کا بیان ہے جن کے متعلق بددعا کی گئی ہے۔

اِنَّھُمْ صَالُوا النَّارِ (یہ بھی دوزخ میں ہی آ رہے ہیں) داخل ہور ہے ہیں۔اس میں ان کے جلد بددعا دینے کی علت بیان کی گئی ہے۔ایک قول یہ ہے ھذا فوج مقتحم یہ جہنم کے داروغہ کا کلام ہے۔جووہ روسائے کفارکوان کے پیروکاروں کے سلسلہ میں کریں گے۔اور لا مرحبًا بھم انھم صالوا النار ۔یہ رؤساء کا کلام ہے۔**ایک قول** یہ ہے یہ تمام جہنم کے داروغہ فرشتوں کا کلام ہے۔

۶۰ :قَالُوْا (وہ کہیں گے)وہ پیروکار بَلْ اَنْتُمْ لَامَرْحَبًام بِکُمْ (بلکہ تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو)یعنی جو بددعا ہمیں دے رہے ہو وہ تمہارے لائق ہے اور پھر اس کی علت بتلائی اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْہُ لَنَا (بلکہ تمہیں تو یہ ہمارے سامنے لائے)ہٗ کی ضمیر عذاب کی طرف راجع ہے یا ان کے داخلے کی طرف لوٹتی ہے یعنی تم نے ہمیں اس کی طرف بلایا پس ہم نے تمہاری اتباع میں کفر اختیار کیا۔فَبِئْسَ الْقَرَارُ (پس وہ بہت براٹھکانہ ہے)یعنی آگ ۔

۶۱ :قَالُوْا (وہ کہیں گے)پیروکار رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا ھٰذَا فَزِدْہُ عَذَابًا ضِعْفًا (اے ہمارے رب جوشخص اس کو ہمارے آگے لایا اس کو دوگنا عذاب دیجیو)ضعف بمعنی مضاعف ہے بڑھا کر دیا جائے ۔فِی النَّارِ (دوزخ میں) بڑھائی والا عذاب جیسا دوسرے ارشاد میں فرمایا ربنا ھٰؤلاءِ اضلونا فاٰتھم عذابا ضعفا [الاعراف:۳۸] ضعف اسی طرح کا اور بڑھانا۔

جہنم والوں کا جنت والوں کے متعلق باہمی سوال:

۶۲ :وَقَالُوْا (وہ کہیں گے) کفار کے سرداروں کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔مَا لَنَالَا نَرٰی رِجَالًا (کیابات ہے ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے)کُنَّا نَعُدُّھُمْ (ہم ان کو شمار کرتے تھے) دنیا میں مِّنَ الْاَشْرَارِ (برے لوگوں میں سے) رذیل جن میں کوئی خیر نہ پائی جائے اور نہ شرافت ۔

۶۳ :اَتَّخَذْنٰھُمْ سِخْرِیًّا (کیا ہم نے ان کا مذاق اڑا رکھا تھا)

قراءت: یہ قراءت ابوعمرو،حمزہ،کسائی کی ہے اور خبر کے انداز سے عراقی قراء نے سوائے عاصم کے پڑھا ہے۔اس وجہ سے کہ وہ رِجَالًا کی صفت ہے یہ کنانعدھم من الاشرار کی طرح ہے دیگر تمام قراء نے ہمزہ استفہام سے پڑھا ہے اس طرح تمسخر کا اپنے نفوس کے متعلق انکار ہے۔مدنی،حمزہ،علی،خلف،مفصل نے سُخْرِیًّا پڑھا ہے۔

اَمْ زَاغَتْ (یا چکرا رہی ہیں)عَنْھُمُ الْاَبْصَارُ (ان سے آنکھیں) یہ مالنا سے متصل ہے۔مطلب یہ ہے مالنا لا نراھم فی النار کانھم لیسوا فیھا ؟ بل ازاغت عنھم ابصارنا فلانراھم وھم فیھا؟ ہمیں کیا ہوا کہ ہم ان کو آگ میں دیکھ نہیں رہے گویا آگ میں نہیں ہیں؟ بلکہ ہماری آنکھیں ان سے پھر گئیں جس کی بناء پر ہم ان کو دیکھ نہیں رہے اگر وہ اس میں ہیں؟ انہوں نے اپنے معاملے کو دو باتوں میں منحصر کیا کہ آیا وہ اہل جنت سے ہیں یا اہل دوزخ سے ہر دو حالتوں میں ان کی جگہ ہمیں نظر نہیں آ رہی۔

۶۴ :اِنَّ ذٰلِکَ (بیشک یہ بات) جو ہم نے ان کی طرف سے بیان کی ہے۔لَحَقٌّ (بالکل سچی بات ہے) یہ سچائی ہرصورت پوری

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖۗ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۚ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

آپ فرما دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو واحد ہے قہار ہے وہ آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان سب کا رب ہے، عزیز ہے، غفار ہے، آپ فرما دیجئے کہ یہ بڑی خبر ہے تم اس سے

مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى

اعراض کئے ہوئے ہو، مجھے ملأ اعلیٰ کا کچھ علم نہیں ہے جبکہ وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں، میری طرف تو صرف

اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾

یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

ہو کر رہے گی وہ ضرور کلام کریں گے پھر بتلایا کہ وہ کیا بات سچی ہے فرمایا۔ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ (جہنمیوں کا باہمی لڑنا جھگڑنا) جب اللہ تعالیٰ نے ان کے باہمی لے دے اور گفتگو کو اس بات سے تشبیہ دی جو دو باہمی جھگڑے والوں میں ہوتی ہے۔ تو اس کو تخاصم سے تعبیر فرما دیا۔ کیونکہ سرداروں کا قول لا مرحبا بھم اور ان کے معتقدین کا قول بل انتم لا مرحبا بکم یہ خصومت و جھگڑے ہی کی قسم میں سے ہے۔ اس وجہ سے ان کی ساری گفتگو کو تخاصم کہہ دیا۔ کیونکہ ان کی باتوں میں مخاصمت پائی جاتی ہے۔

۶۵: قُلْ (کہہ دیں) اے محمد ﷺ ان مشرکین مکہ کو۔ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ (کہ میں تو ڈرانے والا ہوں) میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانے والا اور ان کے عذاب سے ڈرانے والا رسول ہوں۔ وَّ مَامِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ (اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں) اور میں تمہیں کہتا ہوں کہ توحید باری تعالیٰ یہی دین حق ہے اور تمہارا یہی اعتقاد ہونا چاہیے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو الْوَاحِدُ (اکیلا ہے) بلا شریک و شرکت غیر۔ الْقَهَّارُ (غالب) ہر شئی پر۔

۶۶: رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (وہ پروردگار آسمان و زمین کا ہے اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں) تمام جہاں میں بادشاہی و ربوبیت اسی ہی کیلئے ہے۔ الْعَزِيْزُ (زبردست) وہ ذات جب وہ سزا دے تو مغلوب نہیں ہوتا۔ الْغَفَّارُ (بخشش کرنے والا ہے) جو گناہوں سے اس کی پناہ میں آئے۔

توحید کا عظیم الشان مضمون:

۶۷: قُلْ هُوَ (آپ کہہ دیجئے یہ) یعنی جو میں نے اپنے رسول منذر ہونے کی خبر دی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ایک عظیم الشان مضمون ہے) شدید ترین غافل ہی اس سے اعراض کر سکتا ہے۔ پھر تمہارا حال یہ ہے۔

۶۸ :اَنۡتُمۡ عَنۡهُ مُعۡرِضُوۡنَ (کہ اس سے تم بے پروائی اختیار کرنے والے ہو) غافل ہونے والے ہو۔

۶۹ :مَا كَانَ لِيَ مِنۡ عِلۡمٍۢ بِالۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰٓى اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ (مجھے عالم بالا کی کچھ بھی خبر نہ تھی جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے) اس سے آپ کی نبوت کے صحیح ہونے پر استدلال کیا گیا کہ آپ ملأ اعلیٰ کی باہمی گفتگو کی اطلاع دے رہے ہیں۔ جس کا آپ کو پہلے بالکل علم نہ تھا۔ پھر اسکو جان لیا اور جاننے کیلئے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا جو لوگ اختیار کرتے ہیں کہ جس کو نہیں جانتے اس کو اس علم کے جاننے والوں سے اخذ کرتے اور لیتے ہیں اور کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جب یہاں ان میں سے کوئی ذریعہ ثابت نہیں تو ثابت ہوا کہ وحی سے ہی معلوم ہوئی ہے۔

۷۰ :اِنۡ يُّوۡحٰٓى اِلَىَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا۠ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ (میرے پاس وحی صرف اس سبب سے آتی ہے کہ میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں) یعنی اس لئے کہ میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے پاس وحی ڈرسنانے کے لئے ہوتی ہے۔

نحو : لام کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو اس تک پہنچا کر منصوب ہوا اور یہ بھی درست ہے کہ اس معنی کے لحاظ سے یہ مرفوع ہو مایوحی الی الا ھذا وھو أن انذروا بلغ ولا افرّط فی ذٰلك یعنی مجھے صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں ڈراؤں اور بلاکم وکاست پہنچادوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ میرے ذمہ نہیں۔

قراءت: اِنَّمَآ کو مکسور یزید نے حکایۃً پڑھا ہے۔ یعنی الا ھذا القول وھو ان اقول لکم انما انا نذیر مبین ولا ادعی شیئا آخر، مگر یہ قول کہ میں تمہیں کہوں انما انا نذیر مبین اس کے علاوہ اور کسی چیز کا دعویٰ نہ کروں۔ **ایک قول** یہ ہے النبأ العظیم سے مراد قصص آدم علیہ السلام اور بغیر کسی سے سننے کے ان کی اطلاع دینا۔ **قول** ابن عباس رضی اللہ عنہما: النبأ العظیم سے قرآن مجید مراد ہے۔ **قول** حسن رحمہ اللہ قیامت کا دن مراد ہے۔ اور ملأ اعلیٰ سے اصحاب القصہ۔ یعنی ملائکہ، آدم، ابلیس مراد ہیں کیونکہ وہ آسمان میں تھے اور گفتگو ان کے مابین ہوئی۔

اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ (جبکہ وہ گفتگو کر رہے تھے) یہ محذوف سے متعلق ہے اس کا معنی یہ ہے ما کان لی من علم بکلام الملأ الا علی وقت اختصامھم مجھے کوئی علم نہ تھا۔ ملأ اعلیٰ کی گفتگو کا جب کہ وہ آپس میں مصروف گفتگو تھے۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ

جب کہ آپکے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بیشک میں کیچڑ سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں، سو جب میں اسے پوری طرح بنادوں اور اس میں اپنی روح

مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ

پھونک دوں تو اسکے لئے سجدہ میں گر پڑنا، سو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا

اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ

اسنے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے اس بات سے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے

بِيَدَىَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِىْ

اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، کیا تو نے تکبر کیا یا یہ کہ تو بڑے درجے والوں میں سے ہے ابلیس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں مجھے آپ نے

مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ

آگ سے اور اسے کیچڑ سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو تو یہاں سے نکل جا کیونکہ بلاشبہ تو مردود ہے اور قیامت کے

عَلَيْكَ لَعْنَتِىْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِىْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾

دن تک تجھ پر میری لعنت ہے ابلیس نے کہا اے میرے رب مجھے اس دن تک مہلت دیجئے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے،

تخلیق آدم علیہ السلام کی فرشتوں کواطلاع:

۷۱: اِذْ قَالَ رَبُّكَ (جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا)۔

نحو: اذقال یہ اذیختصمون سے بدل ہے۔آدم علیہ السلام کی شان میں فرشتے کی زبان پر فرمایا۔

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ (کہ میں گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں) اور فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفة قالو ا اتجعل فیها من یفسد فیها [البقرۃ:۳۰]

۷۲: فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ (پس جب میں اس کو پورا بنا چکوں) جب میں اس کی خلقت کی تکمیل کردوں اور درست کردوں۔ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ (اور اس میں اپنی طرف سے جان ڈالدوں) وہ جس کو میں نے بنایا۔ روح کی اضافت تخصیص کیلئے ہے جیسے بیت اللہ، ناقة اللہ۔ مطلب یہ ہے اس کو زندہ کردوں اور حسن والا بنادوں اور جاندار کردوں۔ فَقَعُوْا (پس تم سب گر جانا) یہ وقع یقع سے امر ہے یعنی سقطوا علی الارض معنی سجدہ کرو۔ لَهٗ سٰجِدِيْنَ (اس کے روبرو سجدہ میں) ایک قول یہ ہے۔ یہ

جھکنا تھا جو کہ تواضع پر دلالت کرتا ہے ایک قول یہ سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کو تھا یا سجدۂ سلام و تعظیم تھا۔

فرشتوں کا سجدہ اور ابلیس کا انکار:

۷۳: فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (پس سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا) کل احاطہ کیلئے ہے اور اجمعون اجتماع کیلئے کہ مل کر کیا۔ پس اس سے نتیجہ نکلا کہ انہوں نے ملکر ایک ہی وقت میں تمام نے سجدہ کیا کوئی پیچھے نہ رہا۔

۷۴: اِلَّآ اِبْلِيْسَ اِسْتَكْبَرَ (مگر ابلیس نے تکبر کیا) سجدہ کرنے سے بڑائی ظاہر کی وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (اور کافروں میں سے ہو گیا) حکم کے انکار کی وجہ سے کافروں میں سے ہو گیا۔

۷۵: قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ (فرمایا اے ابلیس کونسی چیز تجھ کو سجدہ کرنے سے مانع بنی) تمہیں کس چیز نے سجدہ سے روکا۔ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا) یعنی بلا واسطہ کے میرے حکم کو مانتے ہوئے اور میرے خطاب کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے۔

نادر تحقیق:

یہ بات گزری ہے کہ دو ہاتھوں والا اعمال کو چونکہ براہ راست ہاتھوں سے انجام دیتا ہے۔ اس لئے تمام اعمال پر ہاتھوں کا عمل اس قدر غالب آیا کہ تمام اعمال کی تعبیر یدین سے کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اعمال قلبیہ کیلئے بھی کہتے ہیں ھو ما عملت یداك بلکہ جس آدمی کے ہاتھ بالکل نہ ہوں اس کو بھی کہتے ہیں۔ یداك اَوکتا وفوك نفخ یہاں تک کہ اس قول ھذا مِمَّا عَمِلَتْهُ وھذا مما عَمِلَتْهُ یداك۔ میں کوئی فرق نہیں رہا۔ اور اس ارشاد کا مطلب یہی ہے مما عملت ایدینا [یٰسین: ۷۱] اور لما خلقتُ بیدی۔

اَسْتَكْبَرْتَ (کیا تو غرور میں آ گیا) یہ استفہام انکاری ہے۔ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ (یا تو بڑے درجہ والوں میں سے ہے) جن پر تو بلند ہوا اور فوقیت لے گیا۔ ایک قول کیا تو نے اب تکبر کیا یا ہمیشہ سے متکبرین میں سے چلا آ رہا ہے۔

بڑائی کا دعویٰ:

۷۶: قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ (کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور) مِنْ طِيْنٍ (اس کو خاک سے پیدا کیا) یعنی اگر وہ آگ سے پیدا ہوا ہوتا تو ضرور اس کو بھی سجدہ نہ کرتا۔ اس لئے کہ وہ میری طرح کی مخلوق ہے پس میں اس کو کیسے سجدہ کر سکتا ہوں جو مجھ سے کم درجہ ہے؟ کیونکہ وہ مٹی سے بنا ہے اور آگ مٹی پر غالب ہے اور اس کو کھا جاتی ہے۔

نحو: دوسرا جملہ پہلے کیلئے اسی طرح لایا گیا جیسے عطف بیان اپنے معطوف علیہ کیلئے ہوتا ہے۔ اور دوسرا جملہ خلقتنی من نار ہے۔

۷۷: قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس سے نکل) ھا سے مراد جنت۔ نمبر۲۔ یا آسمان۔ نمبر۳۔ اس خلقت سے۔ جس

میں تو تھا کیونکہ وہ اپنی خلقت پر فخر کرنے لگا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی خلقت کو بدل دیا۔ سفید رنگت سے سیاہ ہو گیا خوبصورت سے بدصورت اور نورانی سے ظلمانی بن گیا۔ فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ (بیشک تو مردود ہے) دھتکارا ہوا ہے۔ ابلیس نے مٹی سے پیدا ہونے والی چیز کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور پھسل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے تعمیل میں ذرا توقف نہ کیا اللہ تعالیٰ کے خطاب اور حکم کی عظمت کے پیش نظر شیطان حکم الٰہی کو چھوڑ کر ملعون اور مردود ہو گیا۔

۷۸: وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ (اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے)

قراءت: مدنی نے لَعْنَتِیَ پڑھا۔ لعنت ہر خیر سے دوری کو کہا جاتا ہے۔

اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (قیامت کے دن تک) یوم جزاء تک اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس کی لعنت کا یوم جزاء کو خاتمہ ہو جائے گا۔ اور پھر وہ منقطع ہو جائے گی۔ کیونکہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں تو صرف اس پر لعنت ہے اور جب قیامت کا دن آ جائے گا۔ تو لعنت کے ساتھ عذاب بھی مل جائے گا۔ اور لعنت کا اکیلا ہونا ختم ہو جائے گا۔ نمبر۲۔ جب زمانہ رحمت میں اس پر لعنت ہو رہی ہے تو جب رحمت کا وقت ہی نہیں تو اس پر کیونکر رحمت ہوگی اور لعنت منقطع بھی کیسے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَذَّنَ مؤذن بینھم ان لعنۃ اللّٰہ علی الظالمین [الاعراف:۴۴]

۷۹: قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ (کہنے لگا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے) انظر بمعنی امھل ہے۔ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک)

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝۸۰ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝۸۱ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک وقت معلوم کے دن تک تجھے مہلت دی گئی۔ ابلیس نے کہا سو آپ کی عزت کی قسم

لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۸۲ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۸۳ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ

میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا سوائے آپ کے ان بندوں کے جو منتخب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سچ کہتا ہوں اور سچ ہی

اَقُوْلُ ۝۸۴ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۸۵

کہا کرتا ہوں۔ میں جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے ضرور بھر دوں گا جو تیرے پیچھے چلیں گے۔

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝۸۶ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں، یہ تو صرف جہان والوں کے لئے

لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۸۷ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝۸۸

ایک نصیحت ہے اور کچھ عرصہ کے بعد تم اس کا حال ضرور جان لوگے۔

۸۰: قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (فرمایا بیشک تجھے مہلت دے دی گئی)

۸۱: اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (معین وقت کی تاریخ تک تجھے مہلت دے دی) الوقت المعلوم سے مراد وہ وقت جس میں نفخہ اولیٰ ہوگا۔ اور نفخہ کا وقت اس دن کے اجزاء میں سے ہے۔ المعلوم کا معنی بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معلوم و معین ہے۔ نہ متقدم ہوگا اور نہ متاخر۔

۸۲: قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (کہنے لگا تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کروں گا) شیطان نے عزت الٰہی کی قسم کھائی! عزت سے سلطنت اور غلبہ الٰہی مراد ہے۔

۸۳: اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کئے ہوئے ہیں)

قراءت: مُخْلِصِيْنَ، مکی، بصری و شامی قراء نے لام کا کسرہ پڑھا۔

۸۴: قَالَ فَالْحَقُّ (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں سچ کہتا ہوں)

نحو: الحقُّ رفع کے ساتھ علی کے علاوہ دیگر کوفی قراء نے پڑھا ہے۔ اور ابتداء کی وجہ سے مرفوع مانا ہے۔ ای الحقّ قسمی یا خبر کی بناء پر مرفوع ہے۔ ای انا الحقُّ۔ نمبر۲۔ دیگر قراء نے نصب سے پڑھا ہے اس لئے کہ یہ مقسم بہ ہے جیسا کہ اس طرح کہا جاتا ہے اَللّٰهَ افعلن کذا۔ یعنی باء کو حذف کر دیا تو منصوب پڑھا گیا۔ اور اس کا جواب قسم لأ ملان ہے۔ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ (اور

میں سچ ہی کہا کرتا ہوں)

نحو : مقسم بہ اور مقسم علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ اور اقول کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا معنی یہ ہے ولا اقول الا الحق میں حق ہی کہتا ہوں۔ الحق سے مراد اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک مراد ہے۔ جو اس آیت میں آیا ہے بان اللّٰہ ھو الحق [الحج: ۶۲] نمبر۲۔ الحق یہ باطل کی ضد ہے اس کی قسم سے حق کی شان بڑھانا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان:

۸۵: لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ (میں ضرور جہنم بھرونگا تجھ سے) منك سے مراد تیری جنس سے اور مراد شیاطین ہیں۔ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ سے مراد اولادِ آدم ہے (ان میں سے جو تیرا ساتھ دے گا) اَجْمَعِيْنَ (تمام) یعنی جہنم میں تابع اور متبوع تمام ہونگے یہ کہہ کر بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔

۸۶: قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ (کہہ دیجئے میں اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا) علیہ کی ضمیر قرآن مجید یا وحی کی طرف راجع ہے۔ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں) ان لوگوں میں سے جو بناوٹ کرتے اور ایسے کاموں کیلئے تزیین کرتے ہیں جن کے وہ اہل نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی تم میرے بارے میں جانتے ہو کہ میں نے کبھی تکلف و تصنع کیا ہو۔ اور نہ ہی کسی ایسے کام کا دعویٰ کرتے پایا ہو جو میرے پاس نہ ہو یہاں تک کہ میں نبوت کی نسبت کروں اور قرآن بنا لاؤں۔

۸۷: اِنْ هُوَ (نہیں ہے وہ) قرآن مجید اِلَّا ذِكْرٌ (مگر نصیحت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے لِّلْعٰلَمِيْنَ (تمام جہان والوں کیلئے) جن وانس کیلئے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی تا کہ میں اس کو پہنچادوں۔

فرمانِ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متکلف کی تین علامات ہیں۔ نمبر۱۔ اپنے سے بڑے کے ساتھ منازعت و جھگڑا کرتا ہے۔ نمبر۲۔ وہ کہتا ہے جو وہ جانتا نہیں۔ نمبر۳۔ وہ دیتا ہے جو وہ پاتا نہیں (الثعلبی)

۸۸: وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ (اور تھوڑے دنوں بعد تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا) ہٗ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف لوٹ رہی ہے اور جو اس میں وعدے اور وعید اور بعث ونشور کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بعد حین سے مراد ہے موت کے بعد کا وقت یا یوم بدر یا قیامت کا دن ۔

ربط اوّل وآخر:

ابتدائے سورت ذکر سے کی گئی اور اختتام سورت بھی ذکر پر فرمائی۔

الحمد للہ تمت ترجمة سورة ص لیلة الخمیس بعد نصف الیل بعونہ و فضلہ ومنّہ ۔

سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانِيْ رُكُوْعَاتٍ

سورۃ الزمر مکہ میں نازل ہوئی اس کی پچھتر آیات اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ کی طرف سے جو غلبہ والا ہے۔ حکمت والا ہے۔ بلاشبہ ہم نے آپکی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی سو آپ اللہ کی عبادت کیجئے

مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ

اسطرح سے کہ اسی کے لئے دین خالص ہو، خبردار اللہ ہی کے لئے دین خالص ہے اور جن لوگوں نے اس کے علاوہ شرکاء بنا لئے

وقف لازم

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ

وہ کہتے ہیں کہ ہم انکی عبادت صرف اسی لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کا زیادہ مقرب بنا دیں۔ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف

يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا

کرتے ہیں بلاشبہ اللہ انکے درمیان فیصلہ فرما دیگا بلاشبہ اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو کافر ہو، اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو اولاد بنائے

لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

تو جسے چاہتا اپنی مخلوق میں سے منتخب فرما لیتا، وہ پاک ہے وہ اللہ ہے، تنہا ہے زبردست ہے

۱: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے کی طرف سے)۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔

نحو: مبتدأ تنزیل الکتاب اور خبر من اللہ ہے۔

مِنَ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے اور جار و مجرور تنزیل کا صلہ ہے۔ نمبر۳۔ غیر صلہ ہے بلکہ دوسری خبر ہے۔ یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے جس کی تقدیر کلام یہ ہے ھذا تنزیل الکتاب ھذا من اللّٰہ یہ کتاب کا اترنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ الْعَزِيْزِ (وہ زبردست ہے) اپنی سلطنت میں الْحَكِيْمِ (حکمت والا ہے) اپنی تدبیر میں۔

۲: اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے) یہ تکرار نہیں کیونکہ پہلا تو

کتاب کیلئے بطور عنوان ہے اور دوسرا اس بات کو ظاہر کرنے کیلئے کہ کتاب میں کیا ہے۔ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (پس آپ خالص اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں)۔

نحو: مخلصًا یہ حال ہے۔ اور الدین یہ مخلصًا کی وجہ سے منصوب ہے۔ اندرونی صفائی کے ساتھ دین کو شرک و ریا کاری سے خالص کرنے والے بنو۔

قراءت: الدینُ کو رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس کے مرفوع ہونے کا حق یہ ہے کہ مخلصًا پڑھیں۔

۳: اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (سنو! عبادت جو خالص ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے) یعنی اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس کا طاعت کے ساتھ خاص کرنا ضروری ہے جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تمام غیوبات و اسرار پر کامل اطلاع ہے۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

الدین الخالص سے لا اله الاّ اللّٰه کی شہادت مراد ہے۔ قول حسن رحمہ اللہ: اسلام مراد ہے۔

جھگڑے والوں میں فیصلہ:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں) اولیاء کا معنی یہاں معبود ہے یہ مبتدأ اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے والذین عبدوا الاصنام یقولون۔ بتوں کے پجاری کہتے ہیں۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں) زُلفٰی مصدر ہے جس کا معنی تقرب ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ ان کے مابین فیصلہ کریں گے) یعنی مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے) ایک قول یہ ہے جب مسلمان انہیں کہتے کہ آسمان و زمین کو کس نے بنایا؟ وہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے۔ جب مسلمان ان کو کہتے تم ان بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ وہ کہنے لگے مانعبد هم الا لیقربونا الی اللّٰه زلفٰی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان جھگڑا کرنے والے فریقوں میں فیصلہ فرمائیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتے جو جھوٹا کافر ہو) یعنی اس کی راہنمائی نہیں فرماتے جس کے متعلق اس کے علم میں ہو کہ وہ کفر ہی کو اختیار کرے گا۔ راہنمائی کا مطلب ہدایت کی توفیق عنایت کرنا اور کفر اختیار کر لینے پر اس کی اعانت نہیں فرماتے بلکہ اس کو رسوا کرتے ہیں۔ کذب سے مراد ان کا قول کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اسی لئے ان کے خلاف اس انداز سے حجت پیش فرمائی۔

۴: لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى (اگر اللہ تعالیٰ اپنے لئے اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں) مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ (سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا) یعنی اگر تمہارے خیال کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹا بنانا جائز ہوتا تو پھر وہ اپنی مرضی سے جس مخلوق کو چاہتا منتخب کرتا تمہارے انتخاب و مشورہ کی ضرورت نہ تھی۔ سُبْحٰنَهٗ (وہ پاک ہے) اس نے اپنی ذات کو اس سے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ

اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا اور رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

مسخر فرمایا ہے، ہر ایک وقت مقرر تک جاری ہے، خبردار وہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا ہے، اس نے تمہیں ایک جان سے

وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۗ يَخْلُقُكُمْ فِيْ

پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا، اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ قسم کے جوڑے بنائے، وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں

بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۗ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ

پیدا فرماتا ہے ایک پیدائش دوسری پیدائش کے بعد ہوتی ہے۔ تین اندھیریوں میں۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے اسی کے لئے ملک ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

اس کے سوا کوئی معبود نہیں سو تم کہاں پھرے جارہے ہو۔

منزہ اور پاک قرار دیا کہ اولیاء و اولاد میں سے کوئی بھی اس کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا۔ اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (وہ اللہ اکیلا زبردست ہے) یعنی وہ اکیلا ہے اور گنتی کے ملانے سے پاک اور اولاد و جزئیت سے بلند و بالا ہے ہر چیز پر زبردست و غالب ہے اور ان کے معبود تو چیزوں میں سے ہیں پھر وہ کس طرح اس کے شریک و سہیم ہو سکتے ہیں۔

آسمان و زمین کی تخلیق اور سورج کی تسخیر ایک وحدہ لاشریک کا قبضہ ظاہر کرتی ہے:

۵: پھر آسمان و زمین کی تخلیق اور دن رات کی تکویر اور سورج و چاند کی تسخیر اور ان کا ایک وقت مقررہ کیلئے چلنا اور ایک نفس آدم سے تمام زمین میں انسانوں کو بسا دینا اور ان کے لئے چوپاؤں کو پیدا کرنا اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ سب کام ایک وحدہ لاشریک کے قبضہ میں ہیں۔ جو سب پر غالب و زبردست ہے چنانچہ فرمایا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ (اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا فرمایا وہ رات کو دن اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے) التکویر موڑنا، لپیٹنا۔ کہا جاتا ہے کار العمامة علی رأسه و کوّرها اس نے پگڑی کو سر پر لپیٹا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کو غائب کر دیتا ہے جبکہ وہ اس پر طاری ہوتا ہے۔ اس کے غائب کرنے کو ایسی شئی سے تشبیہ دی جو ظاہر ہو اور اس پر کوئی ایسی چیز لپیٹ دیں جو اس کو آنکھوں سے غائب کر دے۔ یا ایک ان میں سے دوسرے پر پے در پے حملہ آور ہوتا ہے پس اس کو پگڑی کے پے در پے بلوں سے تشبیہ دی گئی۔

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى (اور سورج اور چاند کواس نے کام میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک ان میں سے ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا) یعنی قیامت کے دن تک اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ (یاد رکھو کہ وہ زبردست ہے) وہ غالب اور قادر ہے ان لوگوں کو سزا دے سکتا ہے جو سورج و چاند کی تسخیر کو معتبر نہیں مانتے اور ان کی تسخیر پر ان کا ایمان نہیں۔ الْغَفَّارُ (وہ بخشنے والا ہے) جو سوچ و بچار کرے اور عبرت حاصل کر کے ان کے مدبّر پر ایمان لائے۔

۶: خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (اس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا) یعنی آدم علیہ السلام سے ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (پھر اسی سے اسکا جوڑا بنایا) یعنی حواء کو اس کی سب سے چھوٹی پسلی سے۔ **ایک قول** یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو ان کی پشت سے چیونٹیوں کی مثل نکالا۔ پھر اس کے بعد حواء کو پیدا کیا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ (اور تمہارے لیے اس نے اتارے چوپایوں میں سے) یعنی بنادیئے۔ یہ حسن بصریؒ کا قول ہے یا ان کو آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی جنت میں بنایا پھر ان کو اتارا کیونکہ چوپائے نباتات سے زندہ رہ سکتے ہیں اور نباتات پانی ہی سے باقی رہ سکتی ہیں اور پانی کو آسمان سے اتارا تو گویا ان کو بھی اتارا ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ (آٹھ جوڑے) یعنی مذکر و مؤنث چار قسموں میں سے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، جیسا کہ سورۂ انعام کے اندر اس کو بیان کیا گیا ہے۔ الزوج کا لفظ اس واحد پر بولا جاتا ہے جس کے ساتھ اور بھی ہو۔ جب وہ منفرد ہو جائے تو وہ فرد اور وتر کہلاتا ہے۔

تخلیق انسانی کے مراحل:

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ (وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے) نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر تکمیل تخلیق فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ (تین تاریکیوں میں) پیٹ کی تاریکی، پھر رحم اور جھلی کی تاریکی یا پشت کی تاریکی اور پیٹ اور رحم کی تاریکی ذٰلِكُمُ (جس کے یہ کام ہیں وہی) اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی اسی کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں پھر تم کہاں پھرے جارہے ہو) یعنی پھر کس طرح تم کو اس کی عبادت سے غیر کی عبادت کی طرف پھیرا جاتا ہے پھر اس نے بیان فرمایا کہ وہ سب سے بے نیاز ہے فرمایا۔

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ

اگر تم کفر کرو سو بلاشبہ اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں فرماتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کو

لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

تمہارے لئے پسند فرماتا ہے، اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹ جانا ہے، سو وہ تمہیں تمہارے سب

تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۷

اعمال جتادے گا بلاشبہ وہ سینوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

۷: اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ (اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا حاجتمند نہیں) یعنی تمہارے ایمان کا۔ تم اس کے محتاج ہو کیونکہ کفر میں تمہارا نقصان اور ایمان میں تمہارا فائدہ ہے۔

وہ بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا:

وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ (وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا) کیونکہ کفر پر اللہ راضی نہیں اگرچہ کفر اور ایمان سب اس کے ارادہ سے ہے۔ وَاِنْ تَشْكُرُوْا (اور اگر تم شکر کرو گے) پس ایمان لے آؤ گے یَرْضَهُ لَكُمْ (تو اس کو وہ تمہارے لیے پسند کرتا ہے) یعنی تمہارے لیے شکر کو پسند کرتا ہے۔ کیونکہ وہ تمہاری کامیابی کا سبب ہے پس وہ اس پر تمہیں جنت بطور ثواب دے گا۔

قراءت: مکی اور علی نے یرضہ ہاء کے ضمہ اور اشباہ کے ساتھ پڑھا ہے اور نافع، ہشام اور عاصم تمام نے سوائے یحییٰ اور حماد کے ہا کے ضمہ اور بغیر اشباہ کے پڑھا ہے اور دیگر قراء نے ہاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) یعنی کسی کو دوسرے کے گناہ کے بدلے نہ پکڑا جائے گا۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ (پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہوگا) ربکم سے پہلے جزاء کا لفظ محذوف ہے یعنی اپنے رب کی جزاء کی طرف تم نے لوٹنا ہے۔ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پس وہ تم کو تمہارے سب اعمال جتلا دے گا) پس تمہارے اعمال کی تمہیں خبر دے گا۔ اور اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بلاشبہ وہ دلوں تک کی باتوں کو جانتا ہے) یعنی دلوں کی مخفی باتوں کو۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا

اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے اس کی طرف متوجہ ہو کر، پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس

كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ

بات کو بھول جاتا ہے جس کے لئے پہلے پکارا تھا۔ اور اللہ کے لئے شریک تجویز کرنے لگتا ہے، تا کہ اسکی راہ سے گمراہ کرے، آپ فرما دیجئے کہ تو

بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ

اپنے کفر کے ذریعہ تھوڑا سا نفع حاصل کر لے، بلاشبہ تو دوزخ والوں میں سے ہے، کیا وہ شخص جو رات کے اوقات میں عبادت میں لگا ہوا ہوتا ہے حالت سجدہ میں اور

قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ

حالت قیام میں آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے، آپ فرما دیجئے کیا وہ لوگ برابر ہیں جو جاننے والے ہیں

وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۹﴾ ع

اور جو جاننے والے نہیں ہیں، عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ع ۹ ۱ ۱۵

کافر کا طرزِ عمل:

۸: وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ (اور آدمی کو جب پہنچتی ہے) انسان سے یہاں ہر کافر یا ابوجہل مراد ہے۔ ضُرٌّ (آزمائش و تکلیف) اور مس کا لفظ اعراض کے لیے بطور مجاز بولا گیا۔ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ (تو اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع کر کے پکارنے لگتا ہے) دعا سے اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اس کے غیر سے دعا نہیں کرتا۔ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ (پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو عطاء فرماتا ہے)۔ نِعْمَةً مِّنْهُ (اپنی طرف سے نعمت) ہ کی ضمیر اللہ عز وجل کی طرف لوٹتی ہے۔ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ (تو جس کے لیے پہلے سے پکار رہا ہے اس کو بھول جاتا ہے) یعنی اپنے اس رب کو بھول جاتا ہے جس کے سامنے وہ گڑگڑا رہا تھا۔

نحو: یہاں مَا مَنْ کے معنی میں ہے جیسے اس آیت میں وما خلق الذکر والانثٰی [سورۃ الیل: ۳] یا اس نقصان کو بھول جاتا ہے جس کے دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکار رہا تھا وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا (اور اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے لگتا ہے) انداد کا معنی امثال ہے۔ لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ (جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ سے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے) سبیل سے یہاں اسلام مراد ہے۔ قراءت، مکی، ابوعمرو، یعقوب نے لِيَضِلَّ یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلْ تَمَتَّعْ (کہہ دے اے محمد ﷺ تم بہار لوٹ لو) تمتع میں امر تہدید کے لیے آیا ہے۔ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا (اپنے کفر کے تھوڑے دنوں) یعنی دنیا میں اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ (تو دوزخیوں میں سے ہونے والا ہے) یعنی اصحب النار بمعنی اہل النار ہے۔

مؤمن کو خوف اور اُمید کے درمیان رہنا ضروری ہے:

۹: اَمَّنۡ (آیا وہ شخص)۔

قراءت: مکی، نافع اور حمزہ نے تخفیف کے ساتھ پڑھا اور ہمزہ استفہام کو مَن پر داخل تسلیم کیا دیگر قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا اور اَم کو مَنۡ پر داخل کیا۔

نحو: من مبتدأ ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے :

اَمن هُوَ قَانِتٌ کغیرہ یعنی امن هو مطیع کمن هو عاصٍ (وہ عبادت کرنے والا ہے) القُنت کا معنی اللہ تعالیٰ کا مطیع۔ دلالت کلام کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا (کمن هو عاصٍ) کیونکہ کافر کا تذکرہ پہلے گزرا اور اس کے بعد بھی یہ ارشاد موجود ہے۔ قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ۔ اٰنَآءَ الَّیۡلِ (رات کے اوقات میں) سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا یَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَۃَ (اس حال میں کہ وہ سجدے اور قیام میں ہوتا ہے آخرت سے ڈرتا ہے)

نحو: ساجد اور قائم دونوں قنتٌ کی ضمیر سے حال ہیں۔ یحذر الاخرۃ سے مراد یحذر عذاب الاٰخرۃ ہے۔ وَیَرۡجُوۡا رَحۡمَۃَ رَبِّہٖ (اور وہ اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے) رحمت سے یہاں جنت مراد ہے۔

آیت یہ دلالت کر رہی ہے کہ مؤمن کا خوف اور امید کے درمیان رہنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ رب کی رحمت کا امیدوار ہو نہ کہ اپنے عمل کا اور اپنے عمل کی کوتاہی پر اس کے عذاب سے خوف زدہ ہو پھر رجاء جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو امن بنتی ہے اور خوف جب حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو ناامیدی آجاتی ہے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا فلا یامن مکر اللّٰہ الا القوم الخسرون [الاعراف:۹۹] اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ انه لا یایئسُ من روح اللّٰہ الا القوم الکٰفرون [یوسف:۸۷] پس ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔

قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ط (آپ کہہ دیجئے کیا علم والے اور جہالت والے برابر ہوتے ہیں) یعنی جو جانتے اور عمل کرتے ہیں گویا یہاں عمل نہ کرنے والے کو غیر عالم قرار دیا۔ اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی تذلیل ہے۔ جو علوم کو جمع کرتے ہیں پھر اس میں عاجزی اختیار نہیں کرتے اور اس میں طرح طرح کے فنون حاصل کرتے ہیں۔ پھر دنیا پر فریفتہ ہیں وہ اللہ کے ہاں جاہل ہیں اس لیے کہ اس آیت میں قانتین کو علماء قرار دیا گیا ہے۔ یا مراد اس سے تشبیہ دینا ہے کہ جس طرح عالم و جاہل برابر نہیں اسی طرح مطیع اور نافرمان برابر نہیں۔ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ (بے شک وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل ہیں) الالباب جمع لُبّ کی ہے یعنی عقل والے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی نصیحت سے عقل والے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے اپنے رب سے ڈرو، یہی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھے کام کئے انکے لئے اچھا بدلہ ہے

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩ قُلْ

اور اللہ کی زمین فراخ ہے، صبر کرنیوالوں کو ان کا پورا اجر بغیر کے حساب دیا جائے گا، آپ فرما دیجئے

اِنِّىْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ⑪ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫

کہ بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اسطرح اللہ کی عبادت کرو کہ عبادت اسی کے لئے خالص ہو، اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں،

قُلْ اِنِّىْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑬ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِىْ ⑭

آپ فرما دیجئے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں آپ فرما دیجئے کہ بیشک میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اسطرح سے کہ میری عبادت اسی کے لئے خالص ہے

۱۰: قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ (کہہ دیجئے اے میرے ایمان والے بندو! تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو) اس کے اوامر کو بجالاؤ اور نواہی سے گریز کرو۔

قراءت: اکثر قراء کے ہاں یعباد بغیر یاء پڑھا گیا ہے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ (ان لوگوں کیلئے جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے) یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ نحو: فی احسنوا کے متعلق ہے حسنة کے ساتھ متعلق نہیں یعنی آیت یہ ہے کہ جو اس دنیا میں اچھائی کرتے ہیں ان کے لئے آخرت میں بھلائی ہے آخرت کی بھلائی کا مطلب جنت ہے یعنی ان کو ایسی نیکی ملے گی جس کا بیان نہیں ہوسکتا۔

سری کا قول:

یہ حسنة سے متعلق ہے پھر حسنة کی تفسیر اس نے صحت و عافیت سے کی ہے۔

نیکی میں کوتاہی والے کے ہاں کوئی عذر نہیں:

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ (اور اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے) جو لوگ نیکی میں کوتاہی کرنے والے ہیں ان کے ہاں کوئی عذر نہیں یہاں تک کہ اگر وہ یہ سبب بتائیں کہ وہ اپنے وطن میں نیکی کی زیادہ قدرت نہیں پاتے ہیں۔ تو انہیں بتلا دیا گیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے اور ملک بے شمار ہیں۔ دوسرے ملکوں میں چلے جاؤ۔ اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی سیرتوں کی اتباع کرو کہ انہوں نے دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کی تاکہ نیکی میں اضافہ ہو اور اطاعت در اطاعت ان کو میسر آئے۔

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ (مستقل رہنے والوں کو پورا ملے گا) جنہوں نے ترکِ وطن، انقطاعِ خاندان اور دیگر گھبرا دینے والی پریشانیاں برداشت کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصائب برداشت کئے اور نیکی کی ترویج کیلئے دکھ اٹھائے۔ ان کو ملے گا۔ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (ان کا اجر بے شمار) قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: حساب کرنے والے کا حساب اس کی طرف راہ نہیں پاسکتا اور نہ اس کو جانا جاسکتا ہے۔

نحو: یہ اجر سے حال ہے۔ اس حال میں کہ وہ پورا دیا ہوا ہے۔

۱۱: قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ (کہہ دیجئے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں) ای بان اعبد اللہ باء محذوف ہے۔ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ (کہ عبادت کو اسی کے لیے خالص رکھوں) مجھے دین کے اخلاص کا حکم ہوا ہے۔

اخلاص دین میں سبقت کا سبب ہے:

۱۲: وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ (اور مجھے یہ حکم ہوا کہ سب مسلمانوں میں اول میں ہوں)۔ مجھے یہ اس لئے حکم ہوا کہ میں مسلمانوں میں سب سے پہلا فرمانبردار بنوں یعنی ان میں دین کے لحاظ سے سب سے آگے اور دنیا و آخرت میں سب سے بڑھنے والا۔ معنی یہ ہے کہ اخلاص دین میں سبقت کا سبب ہے جو جتنا زیادہ اخلاص برتنے والا ہے وہ سابق ہے۔ پس پہلی بات یہ ہے کہ عبادت بمعہ اخلاص کا حکم ہوا۔ دوسری بات سبقت کا حکم دیا۔ جب دونوں ایک ہیں تو عطف کیسے درست۔ ان کی جہت کے اختلاف نے ان کو الگ الگ کردیا جس سے ان کا عطف ایک دوسرے پر جائز ہے۔

۱۳: قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں) یہ بات آپ اس کو فرما دیں جو آباء واجداد کے دین کی طرف لوٹنے کی آپ کو دعوت دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار قریش نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا کہ تم اپنے والد اور دادا اور اپنی قوم کے سرداروں کو نہیں دیکھتے کہ وہ لات وغیرہ کی پوجا کرتے تھے پس یہ آیت ان کی تردید میں اتاری گئی۔

۱۴: قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِيْ (آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھتا ہوں) یہ آیت خبر دے رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کو عبادت کے ساتھ خاص کرنے والے تھے۔ دوسروں کو چھوڑ کر۔ بہتر قول یہ ہے کہ اس میں اس بات کی اطلاع ہے کہ آپ کو عبادت و اخلاص کا حکم دیا گیا۔ پس کلام اولاً تو نفس فعل اور اس کے اثبات کو ظاہر کررہا ہے۔ اور ثانیاً کلام اس کے متعلق ہے جن کی وجہ سے یہ فعل کیا جائے۔ اسی لیے اس پر اگلی آیت کو مرتب فرمایا گیا۔

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ

سواسے چھوڑ کر تم جس کی چاہو عبادت کرو، آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ نقصان میں پڑنے والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اپنے جانوں سے اور اپنے اہل وعیال سے

الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ

خسارہ میں پڑ گئے۔خبردار یہ صریح خسارہ ہے، ان کے لئے ان کے اوپر سے آگ کے شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی

ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ

شعلے ہوں گے، یہ وہ بات ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو سو تم مجھ سے ڈرو، اور جن لوگوں نے اس بات سے پرہیز کیا

اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰی ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ

کہ شیطان کی عبادت کریں اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے لئے خوشخبری ہے، سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں

فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ

پھر اسکی اچھی سے اچھی باتوں کا اتباع کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی وہ لوگ ہیں جو عقل والے ہیں، سو جس شخص کے بارے میں

عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ

عذاب کی بات طے ہو چکی ہے کیا آپ اسے چھڑا لیں گے جو دوزخ میں ہے، لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرے انکے لئے بالا خانے بنے ہوئے

مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِیَّةٌ ۙ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِیْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ

ہیں انکے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، اللہ وعدہ خلاف نہیں فرماتا، کیا تو نے نہیں دیکھا

اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ

کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر اسکو زمین کی سوتوں میں داخل کر دیا پھر اس کے ذریعہ کھیتیاں نکالتا ہے جن کی قسمیں مختلف ہیں

ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾

پھر وہ کھیتی خشک ہو جاتی ہے۔ سو تو اسے دیکھتا ہے پیلے رنگ کی حالت میں پھر وہ اسے چورا چورا بنا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں عقل والوں کیلئے نصیحت ہے۔

۱۵: فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ (پس اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اس کی تم عبادت کرو) فاعبدوا کا یہ امر تہدید کیلئے ہے۔

درجات کی بجائے درکات والے اصل خسارہ میں:

شان نزول: آپ کو کہا گیا اگر تم اپنے آباء کے دین کی مخالفت کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ (کہہ دیجئے پورے خسارہ اٹھانے والے وہی لوگ ہیں) مکمل خسارے اور اس کے تمام اسباب و وجوہ کو اپنے اندر جمع کرنے والے۔ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (جو اپنی جانوں سے) ان کو آگ میں ہلاک کرنے کے سبب وَاَهْلِيْهِمْ (اور اپنے متعلقین سے خسارہ میں پڑے) يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (قیامت کے دن) کیونکہ انہوں نے ان کو گمراہ کیا پس وہ بھی آگ میں پہنچ گئے۔ اور ان کے نقصان کو اگلے حصہ آیت میں شدید ترین خسارہ قرار دیا گیا فرمایا اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (سنو! کہ صریح خسارہ یہ ہے)

تاکیدات:

نمبر۱۔ جملہ کی ابتداء حرف تنبیہ سے فرمائی۔ نمبر۲۔ مبتدا اور خبر کے درمیان فاصلہ لایا گیا۔ نمبر۳۔ الخسران کو معرفہ لائے۔ نمبر۴۔ معرفہ کی المبین صفت لائے۔ نمبر۵۔ جملہ اسمیہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے جنت کے بدلے آگ لے لی ہے۔ اور اپنے درجات کو درکات سے بدل ڈالا ہے۔

پہلے آگ سے پھر اپنی ذات سے ڈرایا:

۱۶: لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ (ان کے لئے ان کے اوپر سے محیط شعلے ہونگے) ظلل: آگ کے طبقات کو فرمایا۔ مِّنَ النَّارِ (آگ کے) وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ (اور آگ کے محیط شعلے ان کے نیچے سے بھی ہونگے) ظلل یہاں بھی اطباق کے معنی میں ہے اور یہ دوسروں کیلئے ظلل ہونگے حاصل یہ ہے کہ آگ ان کو ہر طرف سے محیط ہوگی۔ ذٰلِكَ (یہ وہی ہے) جو عذاب بیان کیا گیا یا وہ اطباق يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ (جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے) تاکہ وہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی منہیات سے پرہیز کریں۔ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ (اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو) اور اپنے آپ کو ان مقامات پر مت لے جاؤ۔ جو میری ناراضگی کو لازم کرنے والے ہیں۔ اوّلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگ سے ڈرایا پھر اپنی ذات سے ڈرایا۔

شیطان سے بچنے والے خوشخبری کے حقدار ہیں:

۱۷: وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ (اور وہ لوگ جو شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں) الطاغوت سے شیاطین مراد ہیں۔ یہ الطغیان سے فعلوت کا وزن ہے۔ جو مبالغہ کیلئے ملکوت اور رحموت کی طرح استعمال ہوا۔ البتہ اس میں لام کو غین سے بدل کر قلب کیا ہے۔ اس کا اطلاق شیطان پر ہوتا ہے۔ یا شیاطین پر کیونکہ الطاغوت مصدر ہے۔ اور اس میں کئی مبالغات ہیں۔ نمبر۱۔ مصدر سے نام رکھ دیا گیا گویا شیطان بعینہ سرکشی ہے نمبر۲۔ یہ وزن مبالغہ کا ہے الرحموت رحمت واسعہ کو کہتے ہیں اور الملکوت وسیع ملک کو۔ نمبر۳۔ قلب بھی اختصاص کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ یہ شیطان کے علاوہ کسی پر بھی بولا نہیں جاتا۔ یہاں جمع مراد ہے۔ اور ایک قراءت میں

الطّواغیت بھی آیا ہے۔اَنْ یَّعْبُدُ وْھَا یہ طاغوت سے بدل الاشتمال ہے۔ای عبادتھا اس کی عبادت سے۔وَاَنَابُوْٓا (اور وہ متوجہ ہوتے ہیں) اِلَی اللّٰہِ لَھُمُ الْبُشْرٰی (اللہ تعالیٰ کی طرف وہ خوشخبری سنانے کے مستحق ہیں) البشرٰی سے بشارتِ ثواب مراد ہے۔فرشتے حضور موت کے وقت ان کو خوشخبریاں دیتے ہیں اور جب حشر میں اٹھائے جائیں گے تو خوشخبری سنائیں گے۔
فَبَشِّرْ عِبَادِ (پس آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیں)

اعمالِ دین کو نقد و تبصرہ کی نگاہ سے دیکھ کر احسن کو لینے والے ہیں:

۱۸: اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ (جو اس کلام کو کان لگا کر سنتے ہیں اور پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں) یہ وہی لوگ ہیں جو پرہیزگار اور منیب ہیں مقصود یہ ہے کہ پرہیزگاری اور انابت کے ساتھ ساتھ وہ اس صفت سے بھی متصف ہوں۔ یہاں ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا ہے۔مقصد یہ ہے کہ وہ دین کے اعمال کو نقد و تبصرہ کی نگاہ سے دیکھنے والے اور اس میں سے حسن و احسن اور فاضل و افضل کا فرق کرنے والے ہوں۔ جب ان کے سامنے دو معاملے پیش آئیں۔ان میں سے ایک واجب اور دوسرا مستحب ہو تو وہ واجب کو اختیار کرنے والے ہوں۔ اسی طرح مباح و ندب میں تقابل کے وقت ندب کو اختیار کرنے والے ہیں۔گویا اس بات کی ان کو حرص لگی ہو کہ بارگاہ الٰہی میں کونسا امر قریب تر ہے۔اور کس کا ثواب بڑھا ہوا ہے۔نمبر۲۔وہ قرآن اور غیر قرآن کو سنکر پھر قرآن کی اتباع کرتے ہیں۔یا اللہ تعالیٰ کے اوامر کو سن کر پھر ان میں سے احسن کی پیروی کرنے والے ہوں مثلاً قصاص اور عفو میں سے عفو اختیار کرنے والے ہیں۔نمبر۴۔لوگوں کے ساتھ باتیں سنتے ہیں جن میں اچھائیاں اور برائیاں ہوتی ہیں۔وہ اچھی باتوں کو آگے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور ان کے علاوہ سے بچتے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللّٰہُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ (یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی ہیں جو اہل عقل و خرد ہیں) یعنی اپنی عقول سے نفع اٹھانے والے ہیں۔

۱۹: اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْہِ کَلِمَۃُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ (بھلا جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی۔تو کیا آپ ایسے شخص کو جو کہ دوزخ میں ہے چھڑا سکتے ہیں) اصل کلام اس طرح ہے امن حق علیه كلمة العذاب فانت تنقذہ حق بمعنی وجب ہے۔

نَحو: یہ جملہ شرطیہ ہے جس پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہوا اور فاء جزائیہ ہے۔پھر اس پر وہ فاء داخل ہوئی جو اس کی ابتداء میں محذوف پر عطف کیلئے لائی گئی۔تقدیر کلام اس طرح ہے۔ءَ اَنْتَ مالك امرهم ؟ فمن حق عليه العذاب فانت تنقذه؟ ہمزہ ثانیہ وہی پہلا ہی ہمزہ ہے جو انکار کے معنی کی تاکید کیلئے دوبارہ لایا گیا۔اور من فی النار کو مضمر کی جگہ لائے ای تنقذهٗ حاصل یہ ہوا کہ اس کے مطابق آیت ایک ہی جملہ ہے۔نمبر۲۔اسکا معنی یہ ہوا افمن حق عليه كلمة العذاب ينجو منه فانت تنقذهٗ؟ مطلب یہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اس کو آگ سے بچانے کی کوئی قدرت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات سبقت کر چکی کہ وہ اہل نار میں سے ہے۔

حقیقت میں بالا خانے ملیں گے:

۲۰: لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ (لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے۔ان کے لئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر اور بالا خانے ہونگے) جنات کے مکانات بلند ہونگے۔اور ان کے اوپر مکانات ہونگے جو ان سے بھی بلند تر ہونگے یعنی کفار کیلئے اگر آگ کے طبقات ہونگے تو متقین کے لئے بالا خانے ہونگے۔مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں چل رہی ہیں) یعنی ان منازل کے نیچے وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ (یہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ وعدہ میں خلاف نہیں کرتا)

نحو: وَعْدَ یہ مصدر مؤکد ہے کیونکہ هم غرف کا معنی وعدهم الله غرفًا ہے۔

پانی اتارنے، کھیتی نکالنے میں عقل والوں کے لئے عبرت:

۲۱: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (کیا تم نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا ہے) الماء سے مراد بارش ہے۔

ایک قول:

تمام زمین کے پانی بھی آسمان سے ہیں پہلے صخرہ پر اترتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کو تقسیم کر دیتے ہیں۔فَسَلَكَهٗ (پس اس کو داخل کر دیا) يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ (زمین کے چشموں میں) ینابیع چشموں اور پانی کے چلنے کے راستے اور گزرگاہیں۔جیسا کہ جسم میں رگیں۔

نحو: ینابیع یہ حال کی وجہ سے منصوب ہے یا ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے۔فی الارض یہ ینابیع کی صفت ہے۔

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ (پھر اس کے ذریعے سے وہ پیدا کرتا ہے) ہٖ کی ضمیر سے پانی مراد ہے۔زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ (کھیتیاں جن کے رنگ مختلف (ہیں) الوان سے ہیئت و شکل مراد ہے جیسے سبز، سرخ، زرد، سفید یا اقسام مراد ہیں۔گندم، جو، تل وغیرہ۔ثُمَّ يَهِيْجُ (پھر وہ کھیتی بالکل خشک ہو جاتی ہے) فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا (پس اس کو تم زرد دیکھتے ہو) تر و تازگی اور خوبصورتی کے بعد ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا (پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے) حطاماً ریزہ ریزہ ٹکڑے جو نبات ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ہو جائے وہ حطام کہلاتی ہے۔اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) پانی اتارنے اور کھیتی نکالنے، پیدا کرنے میں لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ (اہل عقل کیلئے بڑی عبرت ہے) یادداشت اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ اس کا ایک صانع نہایت حکیم ہے اور یہ سب کچھ بڑے اندازے اور بڑی تدبیر سے ہو رہا ہے۔نہ کہ اہمال و تعطیل سے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ

سو اللہ نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا سو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ سو ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل ذکر اللہ کی جانب سے

مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا

سخت ہیں، یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے بڑا اچھا کلام نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے جس کی باتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔

مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ

جو بار بار دہرائی جاتی ہیں، اس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر انکے بدن اور دل نرم ہو کر

اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا

اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے اسکے ذریعہ وہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ جسے گمراہ کرے

لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ

اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ کیا جو شخص قیامت کے دن اپنے چہرہ کو برے عذاب سے بچائے گا، اور ظالموں سے کہا جائے گا

ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾

کہ جو کچھ تم کمائی کرتے تھے اسے چکھ لو۔ ان لوگوں سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے جھٹلایا سو ان کے پاس اس طور سے عذاب آیا کہ انہیں اس کا خیال بھی نہ تھا۔

۲۲: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ (پس جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا) شرح کو وسیع کر دیا لِلْاِسْلَامِ پس اس نے ہدایت پائی۔

فرمانِ رسول اللہ ﷺ:

رسول اللہ ﷺ سے شرح صدر کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا جب نور دل میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سینہ کھل جاتا اور وسیع ہو جاتا ہے آپ سے سوال کیا گیا۔ کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟ فرمایا ہاں! ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع اور غرور کی طرف سے بے رغبتی اور موت کی آمد سے قبل موت کی تیاری [تفسیر ابن کثیر ۲/۱۸۱]

فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے) نور کا معنی وضاحت و بصیرت۔ معنی یہ ہے افمن شرح اللہ صدرہ کیا وہ آدمی جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا پس وہ ہدایت پا گیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل پر مہر لگ چکی اور اسکا دل سخت ہو گیا؟ اس کو حذف کر دیا کیونکہ ارشاد الٰہی فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ (پس بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے کہ

جن کے دل متاثر نہیں ہوتے) اس پر دلالت کر رہا ہے۔مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے) یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کو چھوڑ دینے کی وجہ سے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے ہاں کیا جائے۔یا اللہ تعالیٰ کی آیات سے ان کے دلوں کی قساوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے۔فزادتهم رجسا الى رجسهم [التوبہ:۱۲۵] اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (وہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں) ظاہری گمراہی میں مبتلا ہیں۔

سب سے عمدہ بات قرآن سن کر انہیں خشیت آتی ہے:

۲۳:اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ (اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے) اللہ کے لفظ سے ابتداء کر کے نزل کو اس پر مرتب فرمانے میں احسن الحدیث کی تفخیم شان مقصود ہے۔

نحو : كِتٰبًا یہ احسن الحدیث سے بدل ہے یا اس سے حال ہے۔

مُّتَشَابِهًا (یہ ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہیں) جو صدق و بیان میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔اسی طرح وعظ، حکمت اور اعجاز وغیر ذلک میں باہم ملتی جلتی ہیں۔مَّثَانِيَ (بار بار دہرائی گئی ہیں) جمع مثنی اسکا معنی بار بار لوٹائی اور دہرائی گئی اس کے واقعات،اخبار،احکام،اوامر،نواہی وعدے اور وعید اور مواعظ بار بار دہرائے گئے ہیں۔

نحو : یہ کتاب کی صفت ہے۔متشابہ کا بیان ہے کیونکہ قصص مکررہ وغیرہ وہ متشابہ ہی ہوتے ہیں۔

ایک قول:

کیونکہ اس کی بار بار تلاوت کے باوجود اس سے اکتاتے نہیں۔واحد کی صفت جمع لائی جاسکتی ہے کیونکہ کتاب مکمل طور پر تفاصیل والا جملہ ہے اور شئی کی تفاصیل وہی اسکا مجموعہ ہوتا ہے۔جیسے کہتے ہیں القرآن اسباع و سورو آیات ؟اسی طرح تم کہتے ہو اقاصیص واحکام و مواعظ مکررات، کہ قصص واحکام ومواعظ بار بار لائے گئے ہیں۔

نمبر۲۔یہ متشابہاً کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جیسا تم کہو: رائیت رجلاً حسناً شمائل۔معنی یہ ہے وہ بار بار دھرائے جانے کی بناء پر متشابہ ہیں۔تَقْشَعِرُّ (ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں) مضطرب ہو جاتے اور حرکت میں آجاتے ہیں،مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (اس سے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں) کہا جاتا ہے اقشعر الجلد اذا تقبض تقبضًا شديدا جب کہ وہ سخت گھٹے۔مطلب یہ ہے جب وہ قرآن مجید سنتے ہیں۔اور آیات وعید ان کے کانوں میں پڑتے ہیں تو ان پر خشیت طاری ہو جاتی ہے جس سے ان کے بدن کانپ اٹھتے ہیں۔حدیث میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی مؤمن کے رونگٹے کھڑے ہوں۔تو اس سے اس کے گناہ مٹادیئے جاتے ہیں۔جس طرح خشک درخت سے پتے گرتے ہیں۔

(الهيثمى فى مجمع الزوائد ۱۰/ ۳۱۰)

ذکراللہ پر اکتفاء:

ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (پھران کے بدن اوردل نرم ہوکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں) یعنی جب رحمت کی آیات ذکر کی جاتی ہیں تو ان کے بدن اور دل نرم پڑ جاتے ہیں اوران پر جوخوف وکپکپی طاری تھی وہ زائل ہو جاتی ہے۔الٰی کے ساتھ اس کومتعدی کیا گیا کیونکہ الٰی کے ساتھ متعدی ہونے والے فعل کے معنی کو متضمن ہے گویا اس طرح کہا گیا اطمانت الی ذکر اللّٰہ لینة غیر منقبضة گھٹنے کے بغیر نرمی کے ساتھ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف مطمئن ہیں۔آیت میں ذکراللہ پر اکتفاء کیا گیا۔رحمت کا تذکرہ نہیں کیا گیا کیونکہ اس کی رحمت غضب پر سبقت کرنے والی ہے۔اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب اس کو یاد کیا جائے تو وہ اپنی رحمت اس بندے کو پہنچاتا ہے اوراس وقت اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رؤفیت اور رحمیت ہی کا غلبہ ہوتا ہے۔اولاً صرف جلود کا ذکر کیا پھر دوسری بار قلوب کو بھی شامل کیا کیونکہ خشیت کا محل دل ہیں۔پس ان کا ذکر کردینا یہ قلوب کا ذکر کرنا تھا۔ذٰلِکَ (اس سے) کتاب کی طرف اشارہ کیا اوروہ ھُدَی اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت دیتا ہے) اپنے بندوں میں سے اوراس سے وہی بندے مراد ہیں جن کے متعلق اس کے علم میں ہے کہ وہ ہدایت کواختیار کریں گے۔وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ (اور اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کرتا ہے) اس میں ضلالت کو پیدا فرما دیتا ہے۔فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ (پس اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں) حق کی راہ کی طرف۔

ظالموں کا قیامت کے دن حال:

۲۴: اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْھِہٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (بھلا وہ شخص جو اپنے منہ کو قیامت کے دن سخت عذاب کی سپر بنائے گا) اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو عذاب سے مامون ومحفوظ ہے؟ یہاں خبر کو اسی طرح حذف کر دیا جیسا کہ اس کے نظائر میں خبر حذف کی جاتی ہے۔سوء العذاب سے شدت مراد ہے اسکا معنی یہ ہے انسان کو جب کوئی خوفناک چیز سامنے آتی ہے۔تو اپنے آپ کو بچانے کیلئے ہاتھ آگے کرتا ہے اور چاہتا یہ ہے کہ اس طرح اسکا چہرہ بچ جائے۔کیونکہ وہ انسان کے ہاں معزز ترین اعضاء میں سے ہے۔اور جس شخص کو آگ میں ڈالا جائے گا۔اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر آگ میں پھینکا جائے گا۔پس اس لئے صرف یہی موقعہ ہوگا کہ وہ اپنے چہرے کو ڈھال کے طور پر استعمال کرے۔وہ چہرہ جس کو مقامات خوف میں ہاتھوں وغیرہ سے بچایا جاتا تھا اوراس کی حفاظت کی جاتی تھی۔ وَقِیْلَ لِلظّٰلِمِیْنَ (اور ظالموں کو حکم ہوگا) یعنی جہنم کے داروغہ ان کو کہیں گے۔ذُوْقُوْا (تم مزہ چکھو) یعنی وبال مَا کُنْتُمْ تَکْسِبُوْنَ (جو کچھ تم کیا کرتے تھے) یہ مصدر کے معنی میں ہے اپنی کمائی کا وبال چکھلو۔

۲۵: کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (ان لوگوں نے جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے ہو چکے) ھم کا مرجع قریش مکہ ہیں۔فَاَتٰھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ (پس ان پر عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا) ایسی جہت سے آیا جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی اور نہ ان کو خیال گزرا کہ کبھی شر اس طرف سے بھی آجائے گا۔اس دوران کہ وہ مطمئن تھے کہ اچانک ان کے امن کے مقام

وقف لازم

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ

سو اللہ نے انہیں دنیا والی زندگی میں رسوائی چکھا دی اور البتہ آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے اگر

كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ

وہ جانتے ہوتے، اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کر دیئے ہیں تا کہ یہ لوگ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

نصیحت حاصل کریں، وہ قرآن ہے، عربی ہے جس میں کوئی کجی نہیں تاکہ یہ لوگ ڈریں، اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے

رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ

کہ ایک شخص ہے، جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں آپس میں ضد اضدی ہے اور ایک وہ شخص ہے جو ایک ہی آدمی کے لئے سالم ہے کیا یہ دونوں حالت کے اعتبار سے برابر ہیں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے بلکہ ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے، بلاشبہ آپ مرنے والے ہیں اور بلاشبہ یہ لوگ بھی مرنیوالے ہیں، پھر یقینی بات ہے کہ قیامت کے دن

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾

تم اپنے رب کے پاس پیش ہو کر مدعی اور مدعٰی علیہ بنو گے۔

ع ١٧

میں ہی عذاب نے ان کو آگھیرا۔

٢٦: فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی دنیوی زندگی میں عذاب کا مزہ چکھایا) الخزی سے ذلت، رسوائی مثلاً مسخ، زمین میں دھنسنا، قتل وجلا وطن ہونا وغیرہ اسی قسم کے اللہ تعالیٰ کے عذاب۔ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ (اور البتہ آخرت کا عذاب اور بھی بڑا ہے) دنیا کے عذاب کے مقابلہ میں لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (کاش یہ لوگ سمجھ جاتے) تو ضرور ایمان قبول کر لیتے۔

٢٧: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے واسطے ہر قسم کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تا کہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں) تذکر نصیحت پانے کو کہتے ہیں۔

٢٨: قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے) یہ حال مؤکدہ ہے جیسے کہتے ہیں جاء نی زید رجلا صالحًا و انسانًا عاقلا۔ اس میں رجلاً اور انساناً کو بطور تاکید لائے ہیں۔ یا نمبر٢۔ منصوب علی المدح ہے۔ غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ (جس میں ذرا ٹیڑھ نہیں) وہ مستقیم اور تناقص واختلاف سے پاک ہے۔

نکتہ: آیت میں مستقیم نہیں فرمایا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں کبھی ٹیڑھ ہوا ہی نہیں۔

ایک قول:

یہ ہے العوج سے شک مراد ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (تا کہ یہ لوگ ڈریں) اور کفر سے بچ جائیں۔

مشترک غلام اور منفرد آقا کا غلام میں فرق:

۲۹: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم اختلاف ہے) متشاکسون کا معنی باہمی منازعت اور اختلاف رکھنے والے وَرَجُلًا سَلَمًا (اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا ہے) سلماً یہ مصدر ہے باب سلِمَ معنی ذا سلامة سلامتی والا لِّرَجُلٍ (یعنی جو شرکت سے بچا ہوا)

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے سالماً پڑھا ہے۔ خالص اسی ہی کا ہو۔

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا (کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہے) مثلاً کا معنی حالت ہے یہ تمیز ہے۔ معنی یہ ہے کیا ان دونوں کی حالت وکیفیت برابر ہے۔ تمیز مفرد لائی گئی کیونکہ وہ جنس کو بیان کر رہی ہے۔

قراءت: ایک قراءت میں مثلین ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں)۔ وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (بلکہ ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں) پس وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک قرار دیتے ہیں۔ اس آیت میں کافر اور اس کی معبودیت کو اس غلام کے ساتھ تشبیہ دی جس کے بہت سے اختلاف وتنازع کرنے والے مالک ہوں۔ جن میں سے ہر ایک اس بات کا مدعی ہو کہ وہ اسکا غلام ہے۔ پس وہ آپس میں کھینچا تانی اور مختلف پُر مشقت کاموں کے لئے باہمی لے دے کرنے والے ہوں۔ اور وہ حیران ہو اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ کون ان میں سے اس کی خدمت سے راضی ہوگا اور اپنی ذاتی ضروریات میں وہ کس پر انحصار کرے اور کس سے اپنا خرچہ مانگے اور کس سے نرمی کا سوال کرے پس ایسی حالت میں اس کی فکر منتشر، دل گھبرانے والا ہوگا۔ اور مؤمن کی مثال ایک ایسے غلام سے دی ہے جس کا ایک ہی آقا ہو۔ اس کی فکر ایک اور دل مجتمع ہوگا۔

موت سب پر ہے تو کسی کے انتظار موت سے اس میں فرق نہیں:

۳۰: اِنَّكَ مَيِّتٌ (آپ کو بھی مرنا ہے) یعنی عنقریب آپ پر موت آئے گی۔ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (اور ان کو بھی مرنا ہے) مَيْتٌ تخفیف سے وہ جس پر موت اترے۔

قولِ خلیل:

ابو عمرو نے یہ شعر پڑھا

وتسألني تفسير مَيْتٌ وَمَيِّتٍ ☆ فدونك وقد فسرت ان كنت تعقل

فمن کان ذا روحٍ فذلك مَیّتٌ ☆ وما الَمیتُ الامن الی القبر یُحمل

جس پر موت آئندہ طاری ہوگی وہ میت ہے اور جو مر چکا اور اس کو قبر کی طرف لے جایا جارہا ہو۔ وہ مَیْتٌ ہے۔ کفار قریش رسول اللہ ﷺ کے متعلق موت کے منتظر تھے۔ پس اس میں خبر دی گئی کہ موت تو ان کو بھی آئے گی۔ پھر کسی کے انتظار موت کا کیا فائدہ۔ اور فانی کا فانی کی موت پر خوش ہونا چہ معنی دارد۔

قولِ قتادہ رحمہ اللہ:

اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی موت کی خبر دی ہے۔ اور تمہارے نفوس کے بھی مرنے کی خبر دی۔ یعنی آپ اور وہ سب موتی کے شمار میں ہو۔ کیونکہ جو ہونے والا ہے اس کو ہو چکا شمار کرنا چاہیے۔

ایک دوسرے کے خلاف دلیل پیش کریں گے:

۳۱: ثُمَّ اِنَّکُمْ (پھر تم) یعنی تم اور وہ۔ اصل کلام انك و ایاھم تھا پھر ضمیر مخاطب کو غیب پر غلبہ دیا۔ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (قیامت کے دن تم اپنے مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے) پھر آپ ان کے خلاف دلیل پیش کریں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا اور انہوں نے جھٹلا دیا۔ اور آپ نے دعوت دینے میں خوب کوشش کی مگر انہوں نے عناد کے سمندر میں غوطے لگائے۔ وہ معذرت پیش کریں گے مگر اسکا فائدہ نہ ہوگا۔

پیروکار کہیں گے! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی بات مانی سرداروں کا جواب! ہمیں شیاطین نے اغواء کیا اور ہمارے آباء واجداد کو بھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ہمارا جھگڑا کیا ہوگا۔ حالانکہ ہم تو بھائی بھائی ہیں۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو کہنے لگے یہ ہماری خصومت ہے۔ ابو العالیہ کا قول یہ ہے کہ یہ اہل قبلہ کے متعلق اتری۔ اور یہ ان مظالم اور خونوں کے متعلق ہے جو مسلمانوں کے باہمی ہیں۔ مگر بہتر قول پہلا ہے۔ اس کی تائید اگلی آیت میں فرمائی۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِیْ

سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جبکہ وہ اس کے پاس آیا۔ کیا دوزخ میں

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۞ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ

کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے، اور جو شخص سچ کو لیکر آیا اور سچ کی تصدیق کی یہ وہ لوگ ہیں

الْمُتَّقُوْنَ ۞ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۞

جو متقی ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہی ہے جو وہ چاہیں یہ بدلہ ہے اچھے کام کرنے والوں کا

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ

تا کہ اللہ ان کے برے کاموں کا کفارہ کر دے اور انہیں ان اعمال کا اچھے سے اچھا اجر دے جو وہ

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞

کیا کرتے تھے۔

متخاصمین :

۳۲: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ (اس شخص سے بڑھ کر بے انصاف کون ہوگا) اور والذی جاء بالصدق وصدق بہ [الزمر:۳۳] یہ درحقیقت ان لوگوں کی وضاحت وتفسیر ہے جن کے مابین یہ خصومت پیش آئے گی۔ ممن کذب علی اللہ (جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے) اللہ تعالیٰ کا شریک بنا کر یا بیٹے کی نسبت اس کی طرف کر کے۔

وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ (اور سچی بات کو جھٹلائے) وہ معاملہ جو بعینہٖ سچائی ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کو محمد ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں۔ اِذْ جَآءَهٗ (جبکہ وہ اس کے پاس پہنچے) پس اس نے سنکر بلاتوقف تکذیب کر دی اس نے اہل انصاف کی طرح حق و باطل میں تمیز کیلئے اہتمام رویہ سے کام نہیں لیا۔ اَلَيْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ (کیا جہنم ایسے کافروں کا ٹھکانہ نہ ہوگا) ان لوگوں کا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بولا اور سچ کی تکذیب کر دی۔ للکافرین کی لام ان کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے۔

۳۳: وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ (اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور اس کو سچ جانا) رسول اللہ ﷺ سچ لے کر آنے والے ہیں اور اس پر ایمان لائے۔ اس سے آپ کی ذات گرامی اور وہ سب مراد ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی۔ جیسا کہ اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام خود اور آپ کی قوم مراد ہے۔ ولقد آتینا موسیٰ الکتاب لعلھم یھتدون [المؤمنون:۴۹] اسی لیے

فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں)

قولِ زجاج رحمۃ اللہ علیہ:

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ والذی جاء بالصدق سے محمد ﷺ مراد ہیں اور الذی صدق بہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ جاء بالصدق تو محمد ﷺ ہیں اور صدق بہ مؤمن ہیں اور ہر دو صحیح ہے علمائے مفسرین نے اسی طرح فرمایا۔ عربی اسلوب کے لحاظ سے اقرب بات یہ ہے کہ جاء اور صدق کا فاعل ایک ہو۔ کیونکہ تغایر سے الذی کو مضمر ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اسکا ذکر پہلے موجود نہیں اور یہ بعید ہے۔

محسنین کا بدلہ:

۳۴: لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ (ان کے لئے ہے جو کچھ وہ چاہیں گے ان کے رب کے ہاں سب کچھ ہے یہ صلہ ہے نیک کاروں کا)

۳۵: لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کر دے۔ اور ان کے نیک کاموں کے عوض ان کو ان کا ثواب دے) آیت میں اسوأ اور احسن کی اضافت۔ یہ اضافة الشی الی ماھو بعضہٗ من غیر تفضیل کے قبیل سے ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ الاشج اعدل بنی مروان۔ اشج بنو مروان سے ہیں۔ اب ان کا عدل بنی مروان میں سے کسی کو تفضیل دینے کے بغیر ہے۔

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ؕ وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ

کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے، اور وہ آپ کو ان سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے علاوہ ہیں، اور اللہ جسے گمراہ کر دے

فَمَا لَہٗ مِنْ ہَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ یَّہْدِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِعَزِیْزٍ

اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اور جسے اللہ ہدایت دیدے سو اس کا کوئی گمراہ کرنیوالا نہیں، کیا اللہ عزت والا

ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَہُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ

بدلہ لینے والا نہیں ہے، اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو تو ضرور یوں کہیں گے

اللّٰہُ ؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰہُ بِضُرٍّ ہَلْ

کہ اللہ نے پیدا کیا آپ فرما دیجئے کہ تم ہی بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی ضرر پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کیا

ہُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَۃٍ ہَلْ ہُنَّ مُمْسِکٰتُ رَحْمَتِہٖ ؕ قُلْ

یہ اسکی پہنچائی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر وہ مجھے رحمت سے نوازنے کا ارادہ فرمائے تو کیا یہ اسکی رحمت کو روک سکتے ہیں، آپ فرما دیجئے

حَسْبِیَ اللّٰہُ ؕ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ

کہ کافی ہے مجھے اللہ! اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو،

اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ وَیَحِلُّ عَلَیْہِ

بیشک میں عمل کر رہا ہوں، سو تم عنقریب جان لو گے کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اس کو ذلیل کر دے گا اور اس پر ایسا عذاب نازل ہونا

عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اہْتَدٰی

ہے جو ٹھہر کر رہ جائے، بے شک ہم نے لوگوں کے لئے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی ہے سو جو ہدایت پر آ جائے

فَلِنَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْہَا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْہِمْ بِوَکِیْلٍ ﴿۴۱﴾ ع

یہ اسکی اپنی جان کے لئے ہے اور جو شخص گمراہی اختیار کرے سو وہ اپنی جان کو ضرر پہنچانے کے لئے گمراہی کو اختیار کرتا ہے، اور آپ ان پر مسلط بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

مان لو ورنہ انتقام الٰہی تمہارا منتظر ہے:

۳۶: اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں) ہمزۂ استفہام انکاری کو حرف نفی پر داخل کیا گیا۔ جس

سے کفایت کا اثبات اور پختگی ہوگئی۔ عَبدہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قراءت: حمزہ، علی نے عبادہ پڑھا ہے۔ اس صورت میں انبیاء اور مؤمنین مراد ہونگے۔ یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ انّا کفیناك المستھزئین [الحجر:۹۵]

وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور یہ آپ کو ڈراتے ہیں ان سے جو اس کے سوا ہیں) یعنی ان بتوں سے جن کو انہوں نے اس کے سوا معبود تجویز کر رکھا ہے۔ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہمارے معبود تمہیں نقصان پہنچائیں گے اور مخبوط الحواس کر دیں گے کیونکہ تم ان کے عیب نکالتے ہو۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں)۔

۳۷: وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ (اور جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں) اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ (کیا اللہ تعالیٰ زبردست انتقام والے نہیں) العزیز غالب و محافظ۔ ذی انتقام وہ اپنے اعداء سے انتقام لے گا۔ اس میں قریش کو ڈرایا گیا اور ایمان والوں سے وعدہ کیا گیا کہ وہ قریش سے انتقام لے گا اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ عنایت فرمائے گا۔ پھر ان کو بتلایا کہ بتوں کی عبادت کے باوجود وہ اس بات کے اقراری ہیں کہ خالق ارض و سماء اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے فرمایا۔

بتوں کے حملہ سے تو اللہ بچائے گا مگر اللہ تعالیٰ کی اتاری تکلیف سے تمہیں کون بچائے گا:

۳۸: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان و زمین کو کس نے بنایا) لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (تو یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کہہ دیجئے بھلا! پھر یہ بتلاؤ کہ) اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ (اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کو تم پوجتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے)

قراءت: حمزہ کے علاوہ باقی قراء نے ارادنیَ یاء کے فتحہ سے پڑھا۔ الضُرّ سے مرض یا فقر یا اسکے علاوہ کوئی تکلیف مراد ہے۔

هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ (کیا یہ اسکی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں) یعنی اس تکلیف کی شدت کو مجھ سے ہٹا سکتے ہیں۔ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ (یا اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے) رحمت سے صحت یا مالداری اسی طرح کی اور چیزیں مراد ہیں۔

هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ (کیا یہ معبود اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں) کاشِفاتٌ ضرہٗ اور ممسکاتٌ رحمته کو بصری نے تنوین کے ساتھ اصل کی بنیاد پر پڑھا ہے۔ مسئلہ کو بطور فرض کے اپنی ذات کے سلسلہ میں ذکر فرمایا کیونکہ کفار آپ کو بتوں کے مجنون بنا دینے اور حملہ آور ہونے سے ڈراتے تھے۔ پس آپ کو حکم دیا گیا کہ پہلے ان کے سامنے بار دیگر فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا تمام جہان کا خالق ہے۔ پھر اس بات کے پختہ کرنے کے بعد فرمائیں کہ اگر جہان کا خالق جس کا تم بھی اقرار کر چکے اگر وہ کچھ تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے۔ کیا تم اس کے خلاف کرنے کی قدرت رکھتے ہو؟ جب ان کو لاجواب کر دیا تو فرمایا اعلان کر دو۔ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (میرے لئے اللہ کافی ہے) بتوں کے چڑھ دوڑنے سے بچائے گا۔ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (اور توکل کرنے والے اسی ہی پر توکل کرتے ہیں) روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا تو وہ خاموش ہوگئے۔ پس یہ

آیت اتری: قل حسبی اللّٰہ ۔کا شفات اور ممسکات۔ یہ دونوں صیغے مؤنث کے استعمال کیے گئے اور اس سے قبل یخوفونک بالذین من دونہ ہے۔تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ مؤنثات ہیں جیسے لات، العزیٰ اور منات اس میں ان کو ان کی معبودیت کے اعتقاد پر شرمندہ کیا گیا ہے۔(کہ تمہیں شرم آنی چاہیے کہ تم عورتوں کے پجاری ہو)

میرا معاملہ تو روبترقی ہے مگر تمہاری رسوائی کا وقت آ پہنچا:

۳۹: قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ (کہہ دیجئے اے میری قوم! تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ) اپنی اس حالت پر جس پر تم ہو اور وہ عداوت جس پر جتنی قدرت تمہیں حاصل ہے۔ المکانۃ یہاں مکان وجگہ کے معنی میں ہے پھر یہ ذات سے معنی کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔جیسا کہ ھنا، حیث جو کہ مکان کیلئے ہیں بطور استعارہ زمانے کیلئے استعمال کیے جاتے ہیں۔اِنِّیْ عَامِلٌ (میں بھی عمل کر رہا ہوں) اپنی جگہ پر علی مکانتی کو بطور اختصار حذف کر دیا کیونکہ اس طرح وعید کا مفہوم زیادہ قوی بنتا ہے اور اس سے یہ بھی اعلان کرنا مقصود ہے کہ میری حالت ہر روز روبترقی ہے کیونکہ میرا معین ومددگار اللہ تعالیٰ ہے۔آیت کا اگلا حصہ اس کی تائید کر رہا ہے۔فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (پس اب جلد تمہیں معلوم ہوا چاہتا ہے)

۴۰: مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ (اور وہ کون شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا چاہتا ہے) عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (جو اس کو رسوا کر دیگا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا) کس طرح اس میں ان کو اپنے ان پر غلبہ وسربلندی پالینے سے ڈرایا گیا جو غلبہ دنیا وآخرت میں میسر ہوگا۔ کیونکہ جب ان پر ذلت ورسوائی اور عذاب اترے گا۔تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پر غلبے کی آمد ہوگی اور وہ غلبہ اس حیثیت سے ہوگا کہ اللہ العزیز اپنے اولیاء کی نصرت سے ان کو غالب کر دیں گے اور ان کے دشمنوں کو ذلیل ورسوا کر دیں گے۔ یخزیہ یہ عذاب کی صفت ہے جیسا کہ مقیم یعنی ایسا عذاب جو اس کو رسوا کرنے والا ہوگا اور وہ بدر کے دن پیش آیا اور عذاب دائم سے عذاب نار مراد ہے۔

قراءت: ابوبکر وحماد نے مکاناتکم پڑھا ہے۔

کتاب دی تاکہ دواعیٔ حق مضبوط ہوں اور دواعیٔ معصیت کی حوصلہ شکنی ہو:

۴۱: اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ (ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے) لام اجلیہ ہے یعنی کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس سے بشارت وانذار کا کام لے سکیں اور اطاعت اختیار کرنے کے دواعی مضبوط ہوں اور دواعیٔ معصیت کی حوصلہ شکنی ہو۔ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ (جو حق کو لیے ہوئے ہے پس جو شخص راہ راست پر آئے گا۔تو اپنے نفع کے واسطے) پس جس شخص نے ہدایت کو اختیار کر لیا اس نے اپنے نفس کو فائدہ پہنچایا۔وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا (اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اسکا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا) جس نے گمراہی کو چن لیا اس نے اپنے نفس کو نقصان میں ڈالا۔وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (اور آپ ان پر مسلط نہیں کیے گئے) الوکیل یعنی محافظ ونگہبان۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ

اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو انکی موت کے وقت،اور ان جانوں کو بھی جنکی موت نہیں آئی انکے سوتے وقت، پھر اسے

الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

روک لیتا ہے جس کے بارے میں موت کا فیصلہ فرما دیا اور دوسری کو اجل مقرر تک چھوڑ دیتا ہے، بلاشبہ اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۲ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں۔ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا سفارش کرنے والے تجویز کر رکھے ہیں۔آپ فرما دیجئے اگرچہ وہ

لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴۳ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ

کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں؟ آپ فرما دیجئے کہ سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔اللہ ہی کے لئے ہے ملک

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۴۴ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ

آسمانوں کا اور زمین کا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض

قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ

ہو جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اچانک

يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۴۵

وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

ربط: اگلی آیت میں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ حفیظ وقدیر ہیں۔

قبض نوم اور موت:

۴۲: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (اللہ تعالیٰ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت) ھا کی ضمیر الانفس کی طرف راجع ہے۔نمبرا۔ جملے اسی ترتیب سے جیسا کہ ہیں توفی سے اماتت انفس مراد ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ انفس جس چیز کے ساتھ زندہ، حساس اور مدرک ہیں وہ چیز چھین لی جائے۔نمبر۲۔ وَالَّتِيْ سے پہلے یتوفی کا فعل محذوف مانا جائے۔تقدیر کلام اس طرح قرار دیا جائے يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ای یتوفا ھا حین تنام اور اللہ تعالیٰ جانوں پر پورا قبضہ کر لیتا ہے۔جو جانیں مرتی نہیں اپنی نیند میں یعنی ان پر پورا قبضہ کر لیتا ہے خواب میں سونے والوں کو موتی کے ساتھ مشابہت حاصل ہے

اس طرح کہ وہ نہ تمیز کر سکتے ہیں اور نہ تصرف کر سکتے ہیں جیسا کہ مردے تصرف وتمیز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی بات کو ذکر فرمایا **وهو الذی یتوفا کم بالیل** [الانعام:۶۰]

فَيُمْسِكُ (پس وہ ان جانوں کو روک لیتا ہے) **الَّتِیْ قَضٰی عَلَيْهَا الْمَوْتَ** (جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے) جن کے متعلق موت حقیقی کا فیصلہ فرما چکا ہے۔ اس وقت ان کو زندگی کی صورت میں نہیں لوٹاتا **وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى** (اور باقی جانوں کو رہا کر دیتا ہے) جو کہ سونے والا ہوتا ہے۔ **اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى** (ایک معین وقت تک کیلئے) جو اس کی موت کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔

ایک قول:

یتوفی الانفس کا معنی ان کو پورا پورا لیتا اور قبض کر لیتا ہے یہ وہی نفوس ہیں جن کے ساتھ حیات و حرکت ہوتی ہے۔ اور ان نفوس کو قبض کر لیتا ہے جو اپنی نیند میں نہیں مرے۔ اس نفس سے مراد نفس تمیز ہے۔ کہا گیا ہے کہ نیند میں جس نفس کو قبض کیا جاتا ہے وہ یہی تمیز والا نفس ہے اور نفس حیات نہیں کیونکہ نفس حیات کے زائل ہونے سے سانس زائل ہو جاتا ہے حالانکہ سونے والا سانس لیتا ہے۔

دو نفس:

ہر انسان کے دو نفس ہیں نمبر ا۔ نفس حیات اور یہ وہی ہے جو موت کے وقت جدا ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ نفس تمیز یہ وہی ہے جو نیند کے وقت جدا ہوتا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

کہ ابن آدم میں نفس و روح دو چیزیں ہیں ان کے مابین ایک شعاعی تعلق ہے جو شعاعِ شمس کی طرح ہے پس نفس وہی ہے جس سے عقل و تمیز حاصل ہوتی ہے۔ اور روح وہ ہے جس سے سانس اور حرکت ہے جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتے ہیں اس کی روح کو قبض نہیں کرتے۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

نیند کے وقت روح نکل جاتی ہے اور اس کی شعاع جسم میں باقی رہتی ہے اسی سے وہ خواب دیکھتا ہے۔ جونہی نیند سے بیدار ہوتا ہے روح اس کے جسم کی طرف ایک پل سے بھی پہلے لوٹ آتی ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی قول ہے سونے والے کی روح جو آسمان میں دیکھتی ہے وہ سچا خواب ہے (یعنی عالم مثال میں روح عالم مثال کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے) اور جو وہ بدن کی طرف چھوڑنے کے وقت دیکھتی ہے۔ جبکہ شیاطین اس کو القاء کرتے ہیں وہ خواب جھوٹے ہوتے ہیں۔

قولِ سعید بن جبیر رحمہ اللہ:

زندوں اور مردوں کی ارواح نیند میں آپس میں ملتی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ آپس میں متعارف ہوتی ہیں۔ پھر جن کے متعلق موت کا فیصلہ ہوتا ہے وہ وہیں رہ جاتی ہیں اور دوسری کو ان کے اجساد کی طرف مدتِ زندگی پورے ہونے تک بھیج دیا جاتا ہے۔ روایت کیا گیا ہے مؤمنوں کی ارواح نیند کے وقت آسمان کی طرف عروج کرتی ہیں۔ جو ان میں سے پاک روح ہوتی ہے اس کو سجدہ کی اجازت مل جاتی ہے۔ اور جو پاک نہیں ہوتی اس کو اس کی اجازت نہیں ملتی۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) انفس کے قبض کرنے میں خواہ بصورت موت ہوں یا بصورتِ نوم اور ان کے روک لینے اور ایک وقت تک چھوڑ دینے میں لَاٰیٰتٍ (اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کی نشانیاں ہیں) لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو سوچنے کے عادی ہیں) وہ اپنی سوچ وفکر کو اس میں لگاتے اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

۴۳: اَمِ اتَّخَذُوْا (ہاں! کیا ان لوگوں نے قرار دے رکھا ہے)۔

نحو: ام یہ بل کے معنی میں ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے سواء) اس کی اجازت کے بغیر شُفَعَآءَ (سفارشی) جبکہ وہ کہتے ہیں ھؤلاء شفعاؤنا عند اللّٰہ۔ حالانکہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں کوئی سفارش نہ کر سکے گا۔ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا یَمْلِكُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ (کہہ دیجئے اگر چہ وہ کچھ بھی قدرت اور عقل نہ رکھتے ہوں) معنی یہ ہے کیا پھر بھی وہ سفارش کریں گے جبکہ وہ کسی ایک چیز کے بھی مالک نہ ہوں اور نہ ان میں عقل ہو۔

۴۴: قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا (کہہ دیجئے سفارش تو تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے)

نحو: جمیعًا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (تمام آسمانوں وزمین کی سلطنت اسی ہی کی ہے) یہ للہ الشفاعۃ کو اور پختہ کرنے کیلئے لایا گیا۔ کیونکہ جب بادشاہی ہر چیز پر اسی ہی کی ہے۔ اور شفاعت بھی ملک میں سے ہے۔ تو شفاعت کا مالک وہی ہوا۔ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے) یہ ماقبل سے متصل ہے مطلب یہ ہوا۔ آسمان وزمین کا مالک آج کے دن وہی ہے۔ پھر تم قیامت کے دن اسی کی بارگاہ میں لوٹائے جاؤ گے۔ پس اس دن بادشاہی اسی ہی کیلئے ہوگی جو دنیا وآخرت کا مالک ہے۔

لا الٰہ الا اللہ پر گھٹن:

۴۵: وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ (جب فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے) یہاں معنی کا مدار وحدہٗ پر ہے۔ مطلب یہ ہے جب فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ان کے معبودوں کا ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔ اشْمَاَزَّتْ (منقبض ہوتے ہیں) نفرت کرتے اور گھٹتے ہیں قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (ان لوگوں کے دل جو آخرت کا یقین

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ

آپ یوں کہیئے کہ اے اللہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا فرمانے والے غیب اور شہادت کے جاننے والے آپ اپنے بندوں کے درمیان

بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي

فیصلہ فرمائیں گے ان باتوں کے بارے میں جن میں اختلاف کرتے ہیں، اور جن لوگوں نے ظلم کیا اگر ان کے لئے

الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اور ہو تو قیامت کے دن عذاب کی بدحالی کی وجہ سے وہ اس سب کو جان کے بدلہ میں دیدیں گے

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا

اور ان کے لئے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہو جائے گا جو ان کے گمان میں نہ تھا، اور انہوں نے جو عمل کئے تھے ان کے برے نتیجے ان کے لئے ظاہر ہو جائیں گے

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫

اور انہیں وہ چیز گھیر لے گی جس کا وہ مذاق بناتے تھے سو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے

ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ

پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت دے دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے ہنر کی وجہ سے ملا ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ وہ امتحان ہے

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے، یہ کلمہ ان سے پہلے لوگوں نے کہا سو جو کچھ کمائی کرتے تھے اس نے انہیں کچھ بھی

يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ

فائدہ نہ دیا، سو انہوں نے جو برے اعمال کئے تھے ان کا بدلہ انہیں پہنچ گیا، اور ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا عنقریب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

پہنچ جائے گا اور وہ عاجز کرنے والے نہیں ہیں، کیا انہوں نے نہیں جانا کہ اللہ رزق پھیلا دیتا ہے

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

جس کے لئے چاہے اور تنگ کر دیتا ہے جس کیلئے چاہے، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

ع ۵ / ۱۱ / ۲

نہیں رکھتے اور جب اس کے سوااوروں کا ذکر آتا ہے) اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے معبودوں کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔یا ذکر نہ کیا جائے۔اِذَا هُمۡ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ (تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں) کیونکہ وہ ان پر مفتون ہیں یا جب ان سے کہا جاتا ہے۔ لا الٰہ الّا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہٗ،تو بھاگ کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ اس میں ان کے معبودوں کی نفی ہے۔

نکتہ: آیت میں استبشار (خوش ہونا) اور اشمئزاز (منقبض ہونا) کو ایک دوسرے کے بالمقابل ذکر کیا گیا ہے۔کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے سلسلہ میں انتہاء ہے۔پس استبشار۔اس خوشی کو کہتے ہیں جس سے اسکا دل سرور وخوشی سے اس قدر پر ہو کہ خوشی اس کے چہرہ کی رونق بن رہی ہو۔اور خوشی سے چہرہ تمتما رہا ہو۔اور اشمئزاز اس گھٹن کو کہتے ہیں جس سے اسکا دل غم وغیظ سے اس قدر پر ہو کہ وہ انقباض اس کے چہرے کے بلوں میں نمایاں ہو رہا ہو۔[کذا قال البیضاوی]

نحو: اذا ذکر میں عامل وہی ہے جو اذا مفاجاتیہ میں عامل ہوا کرتا ہے۔تقدیر کلام یہ ہے۔وقت ذکر الذین من دونہ فاجؤا وقت الاستبشار۔اس کے سوا اوروں کے تذکرہ کے وقت اچانک وہ نہایت خوش ہو جاتے ہیں۔

بارگاہِ الٰہی میں مشرکین کے خلاف محاکمہ:

۴۶: قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (کہہ دیجئے کہ اے اللہ آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے) ای یافاطر یہ وصف نہیں جیسا مبرد وفراء کہتے ہیں۔عٰلِمَ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ (ظاہر وباطن کے جاننے والے) پوشیدہ وراعلانیہ کو جاننے والے۔ اَنۡتَ تَحۡكُمُ (آپ ہی فیصلہ فرمائیں گے) بَيۡنَ عِبَادِكَ فِىۡ مَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ (اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمائیں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے) ہدایت اور گمراہی میں سے۔**ایک قول** یہ ہے یہ پیغمبر ﷺ کی طرف سے مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محاکمہ ہے۔

قولِ ربیع بن المسیّب:

یہ آیت ان آیات میں سے ہے جس کے پڑھنے کے وقت کی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے۔

ربیع بن خثیم یہ بہت کم گفتگو کیا کرتا تھا۔اس کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خبر دی گئی۔لوگ کہنے لگے اب یہ بات کرے گا مگر اس نے آہ کہی اور کہنے لگے کیا انہوں نے ایسا کر دیا ہے؟ اور یہ آیت پڑھی ایک روایت میں یہ ہے کہ ربیع نے سن کر کہا۔وہ قتل ہو گئے جن کو حضور ﷺ گود میں بٹھاتے اور ان کے منہ پر اپنا منہ رکھتے تھے۔

۴۷: وَلَوۡ اَنَّ لِلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا وَّ (اور اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں) مِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَا فۡتَدَوۡا بِهٖ مِنۡ سُوۡٓءِ الۡعَذَابِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ (اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب) وَبَدَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمۡ يَكُوۡنُوۡا يَحۡتَسِبُوۡنَ (سے چھوٹ جانے کیلئے ان کو دینے لگیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا) مثلہ کی ہٗ ضمیر ما کی طرف لوٹتی ہے۔سوء العذاب سے شدتِ عذاب مراد

ہے۔بدالھم ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اسکا وہ عذاب سامنے آئے گا۔جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔اور نہ ان کے نفوس میں کبھی بات آئی تھی۔**ایک قول** یہ ہے۔انہوں نے ایسے اعمال کیے جن کو وہ نیکیاں سمجھ کر کرتے رہے مگر وہ سیئات نکلیں۔

قولِ سفیان ثوری رحمہ اللہ:

انہوں نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا ریاء کاروں کیلئے ہلاکت ہو ریاء کار تباہ ہوں۔ان کے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔محمد بن منکدر رحمہ اللہ موت کے وقت گھبرائے تو ان کو کہا گیا۔کیوں گھبراتے ہو۔تو کہنے لگے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ایک آیت سے خطرہ محسوس کرتا ہوں پھر یہ آیت پڑھی اور کہنے لگے مجھے ڈر ہے کہ میں جس عمل کا گمان بھی نہیں کرتا وہ کہیں قیامت کے دن ظاہر نہ ہو جائے۔

۴۸: وَبَدَالَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا (اور ان کے تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے) یعنی ان کے ان اعمال کی برائی جو وہ کیا کرتے تھے یا ان کی کمائی کی برائیاں جبکہ ان کے نامہائے اعمال پیش ہونگے وہ ان پر پہلے مخفی تھے یا ان برائیوں کی سزا ظاہر کر دی جائے گی۔وَحَاقَ بِهِمْ (اور وہ ان کو آ کر گھیرے گی) اور ان پر اتر پڑے گی اور ان کا احاطہ کرے گی۔مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے) ان کے تمسخر کے بدلہ میں۔

۴۹: فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ (پھر جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے۔تو ہم کو پکارتا ہے اور جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطاء فرما دیتے ہیں۔) خوّل کا معنی ہم اس کو بطور فضل دے دیتے ہیں۔کہا جاتا ہے **خولنی** یعنی جبکہ وہ بغیر بدلے کے تمہیں دے دے۔نِعْمَةً مِّنَّا اس پر وقف نہیں کیا جائے گا۔کیونکہ اذا کا جواب ہے:قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ (تو کہتا ہے یہ تو مجھے تدبیر سے ملی ہے) یعنی میرے علم سے کہ میں اس کے ملنے کا استحقاق وفضیلت رکھتا تھا یا میرے ذرائع آمدنی کی وساطت سے جیسا کہ قارون نے کہا **علی علم عندی** ۔[القصص:۷۸]

یہاں اوتیتهٗ میں ضمیر لائے جبکہ ضمیر مذکر اور مرجع مؤنث ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نعمت کے معنی کے پیش نظر ضمیر لائے کیونکہ **نعمة منا** کچھ نعمت اور نعمت کی ایک قسم مراد ہے۔پس ضمیر لانا درست ہوگیا۔نمبر۲۔ایک قول یہ ہے ما انما میں موصولہ ہے کافہ نہیں ہے اور ضمیر اس ما کی طرف راجع ہے ای **ان الذی اوتیتهٗ علی علم** بیشک وہ چیز جو میں دیا گیا ہوں وہ علم کی بناء پر ہے۔بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ (بلکہ وہ ایک آزمائش ہے) اس میں اس کی بات کا انکار ہے گویا اس طرح فرمایا ہم نے تجھے نعمت اس بناء پر نہیں دی جو تو کہہ رہا ہے۔بلکہ آزمائش وامتحان کیلئے دی ہے۔اس میں تیرا امتحان اور ابتلاء ہے کہ آیا تو شکر کرتا ہے یا ناشکری؟

نحو:جب خبر مؤنث تھی یعنی **فتنة** تو اس کے لئے مبتدأ بھی مؤنث لایا گیا ہے۔

قراءت:یہ ایک قراءت میں **انما اوتیته** کے مطابق **هو فتنة** بھی پڑھا گیا ہے۔

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں) کہ یہ فتنہ وآزمائش ہے۔

فرق واوٗ فاء:

اس آیت میں عطف فآء کے ذریعہ لائے اور اسی طرح کی آیت شروع سورت میں گزری اس میں واوٗ سے عطف کیا گیا ہے۔ یہ آیت اذا ذکر اللّٰہ وحدہ اشمازت کے جواب میں آرہی ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی۔ انھم یشمئزون عن ذکر اللّٰہ ویستبشرون بذکر الألهة فاذا مس احدھم ضرد عامن اشمأزّ عن ذکرہٖ دون من استبشر بذکرہٖ وہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ سن کر منقبض ہوتے ہیں اور الٰہہ کے تذکرہ سے وہ خوش ہوتے ہیں۔ پس جب ان میں سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کو پکارتا ہے جس کے تذکرہ سے منقبض ہوا تھا۔ ان کو نہیں پکارتا جن کی یاد سے خوش ہوا تھا۔ اور درمیان والی آیات تمام اعتراضی جملے ہیں۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ جملہ تو تب لایا جاتا ہے۔ جبکہ وہ جملے جن کے درمیان یہ حائل ہوتا کیدات سے مؤکد ہوں؟

جواب: یہ ہے کہ اعتراض والے جملوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حکم سے دعا کا حکم دیا۔ اور قول یہ ہے انت تحکم بین عبادك۔ پھر اس کے بعد بہت بڑی سخت وعید کا ذکر کیا۔ اور ان کے اشمئز از اور استبشار اور شدائد میں معبودوں کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع پر انکار کی تاکید کی گئی ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا قل یارب لا یحکم بینی وبین ھؤلاء الذین یجترؤن علیك مثل ھذہ الجرأۃ الا انت کہہ دیں اے میرے رب میرے اور ایسے لوگوں کے درمیان جو آپ کے متعلق اس قسم کی جرأت کرنے والے ہیں تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔

اور ولو ان للذین ظلموا کا ارشاد ان کو بھی شامل ہے۔ اور انہی کی طرح کے دیگر ظالموں کو بھی شامل ہے۔ اگر اس کو عام قرار دیا جائے یا اگر وہ مراد ہوں تو پھر خاص ہو جائے گا گویا کلام اس طرح ہوگی۔ ولو ان لھؤلاء الظالمین مافی الارض جمیعًا ومثلہ معہ لا فتدوا حین اُحکم علیھم بسوء العذاب۔ اگر ان ظالموں کے لئے ساری زمین کے خزانے ہوں اور ان کی مانند اور بھی ہو تو یہ ضرور فدیہ میں دے ڈالیں۔ جبکہ ان کے متعلق سخت عذاب کا فیصلہ کیا جائے گا۔

آیت اول کیونکہ مسبب نہیں بن رہی۔ وہ تو ایک جملہ کی طرح ہے جو دوسرے مناسب جملہ کے ساتھ لایا جاتا ہے۔ اس لئے واوٗ کے ساتھ عطف کر دیا گیا جیسے کہتے ہیں قام زیدٌ وقعد عمرو۔ اور اس آیت کی سببیت کی وضاحت اس طرح ہے تم کہو: زیدٌ مؤمن باللّٰہ فاذا مسہ ضر التجأ الیہ پس اسکا سبب ہونا تو ظاہر ہے۔ پھر اس طرح کہیں زیدٌ کافر باللّٰہ فاذا مسہ ضر التجاء الیہ پس فآء کا اس جگہ لانا اسی قبیل سے ہے گویا کہ کافر جب ضرر میں اس طرح التجاء کرتا ہے جیسا مؤمن التجاء کرتا ہے تو التجاء کے سبب بنانے کیلئے اس کے کفر کو ایمان کے مقام پر قرار دیا گیا۔

۵۰: **قَدْ قَالَهَا** (یہ بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی) وہ بات یہی ہے انما اوتیتہٗ علی علم [الزمر:۴۹]

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان لوگوں نے جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی قارون اور اس کے حواری جب کہ اس نے کہا انما اوتیتہ علی علم عندی اور اس کے حواری اس پر راضی اور خوش تھے۔ گویا کہ انہوں نے بھی کہی تھی۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

آپ فرما دیجئے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بلاشبہ اللہ

يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵۳ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا

تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا، بے شک وہ بہت بخشنے والا ہے نہایت رحم والا ہے، اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کے فرماں بردار

لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۵۴ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ

بن جاؤ اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آئے پھر تمہاری مدد نہ کی جائے، اور تم اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۵۵

حکموں پر چلو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو۔

مراد وہ لوگ ہوں جو ان سے پہلے گزرے انہوں نے بھی اسی طرح کے کلمات کہے۔

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پس ان کی کارروائی ان کے کچھ کام نہ آئی) مَا یکسبون سے متاع دنیا اور جو اموال اس سے جمع کرتے تھے۔

۵۱: فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا (پھر ان کی تمام بداعمالیاں ان پر آ پڑیں) ان کے برے اعمال کرنے کی سزا یا نمبر۲۔ جزاء سیۂ کو سیۂ ملے ہوئے ہونے کی وجہ سے کہہ دیا جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا و جزاء سیئة سیئة مثلها [الشوریٰ:۴۰] وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اور ان میں بھی جو ظالم ہیں) ظالم سے کافر مراد ہیں۔ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سے مشرکین قریش کی طرف اشارہ ہے۔ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا (ان کی بداعمالیاں ابھی پڑنے والی ہیں) ان کو اسی طرح کا عذاب و سزا پہنچے گا جیسا ان کو ملا چنانچہ بدر میں صنادید قریش مارے گئے۔ رزق کی تنگی آ گئی سات سال کے قحط میں مبتلا ہوئے۔ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (اور یہ ہرا نہیں سکتے) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نکلنے والے نہیں پھر ان پر وسعت کر دی گئی سات سال بارشیں کی گئیں پھر ان کو کہا گیا۔

۵۲: اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ (کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے)۔ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی بھی کر دیتا ہے) تنگی رزق کر دیتا ہے۔

ایک قول:

وہ خوراک کی مقدار میں کر دیتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (اس میں ایمان والوں کیلئے نشانیاں ہیں) کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا قابض و باسط نہیں۔

یہ آیت دُنیا اور مافیہا سے بڑھ کر ہے:

۵۳: قُلْ (کہہ دیجئے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ (اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں) گناہوں میں اسراف وغلو اختیار کر کے اپنے اوپر زیادتیاں کرلی ہیں۔ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا) لاتقنطوا کا معنی مایوس نہ ہو۔

قراءت: علی، بصری نے لا تَقْنِطُوا نون کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ الذنوب سے شرک کے علاوہ گناہ مراد ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت میں یغفر الذنوب جمیعًا ولا یبالی ہے اور مبالات کی نفی کی نظیر خوف کی نفی ہے جو اس آیت میں پائی جاتی ہے۔ ولا یخاف عُقبٰهَا [الشمس: ۱۵] **ایک قول** یہ ہے کہ یہ وحشی بن حرب. قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ ارشاد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے یہ آیت دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے ان سب سے بڑھ کر ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ (بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے) وہ بڑے بڑے گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔ الرَّحِیْمُ (بڑی رحمت کرنے والا ہے) شدید دکھوں کو کھول دیتا ہے۔

۵۴: وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ (اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو) یعنی توبہ کرو وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ (اور اس کی فرماں برداری کرو) اس کی خاطر مخلصانہ عمل کرو۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (اس سے قبل کہ تم پر عذاب واقع ہونے لگے پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی) اگر تم نزول عذاب سے قبل توبہ نہ کرو گے۔

۵۵: وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اور تم اپنے رب کے پاس آتے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو) یہ آیت اس آیت کی طرح ہے الذین یستمعون القول فَیَتَّبِعون احسنهٗ [الزمر: ۱۸] اور ارشاد الٰہی مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (اس سے قبل کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو خیال بھی نہ ہو) یعنی تم اچانک پکڑ لیے جاؤ اور تم حالت غفلت میں ہو گویا تمہارا حال یہ ہے کہ تم شدتِ غفلت میں کسی چیز کا خطرہ محسوس نہیں کرتے ہو۔

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ

کبھی کوئی جان یوں کہنے لگے کہ ہائے میری حسرت اس چیز پر جو میں نے اللہ کے بارے میں تقصیر کی، اور بے شک بات یہ ہے کہ میں مذاق

السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ

بنانے والوں میں سے تھا، اور کوئی شخص یوں نہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں متقیوں میں سے ہوتا یا کوئی جان یوں کہنے لگے

حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِىْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ

جبکہ وہ عذاب کو دیکھے کہ اگر میری واپسی ہو جاتی تو میں نیک کام کرنے والوں میں سے ہو جاتا، ہاں بات یہ ہے کہ تیرے پاس

اٰيٰتِىْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى

میری آیتیں آئیں تو نے انہیں جھٹلا دیا اور تو نے تکبر اختیار کیا اور تو کافروں میں سے تھا، اور اے مخاطب تو قیامت کے دن دیکھے گا

الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا انکے چہرے سیاہ ہوں گے کیا دوزخ میں تکبر والوں کا ٹھکانہ

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ

نہیں ہے اور اللہ تقویٰ والوں کو انکی کامیابی کے ساتھ نجات دے گا انہیں تکلیف نہ پہنچے گی

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ

اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اللہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ ہر چیز میں تصرف کرنے والا ہے، اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾

کنجیاں ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا یہ لوگ تباہ ہونے والے ہیں۔

قیامت کے دن حکم الٰہی میں کوتاہی کا اعتراف:

۵۶: اَنْ تَقُوْلَ (کبھی کوئی شخص کہنے لگے) یہ اصل میں لئلاتقول ہے۔ نَفْسٌ نفس کو یہاں نکرہ لائے۔ کیونکہ اس سے مراد تمام نہیں بلکہ بعض ہیں اور وہ نفوس کافرہ ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے وہ چنے ہوئے لوگ مراد ہوں۔ جو کفر پر شدید مصر ہوتے ہیں۔ یا بڑے عذاب کیلئے ان کو چن لیا گیا اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے کثرت مراد لی جائے۔ يّٰحَسْرَتٰى (کہ افسوس میری

اس کوتاہی پر) یائے متکلم کوالف سے بدل دیا۔

قراءت: یہ یاحسرتی اصل کی بنیاد پر پڑھا گیا ہے اوریا حسرتایَ بھی پڑھا گیا اس میں یاء کے عوض میں لائی جانے والی الف اور خود یاء کو جمع کر دیا گیا ہے۔

عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ (جو میں نے کی) فرط کوتاہی کرنا۔ ما مصدریہ ہے اس کی مثال سورۂ توبہ میں موجود ہے۔ بما رحبت [التوبہ:۲۵] فِیْ جَنْبِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) نمبرا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم میں یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں۔ قول ابن مسعود رضی اللہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حروف میں ''فی ذکر اللّٰه ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد میں'' الجنب جانب وطرف۔ کہتے ہیں: انا فی جنب فلانٍ و جانبہ و ناحیته وفلان لیّن الجانب والجنب ۔ پھر کہتے ہیں۔ فرط فی جنبہ و فی جانبہ اس سے انکا مقصد اس کے حق میں کوتاہی مراد ہوتا ہے۔ اور یہ درحقیقت کنایہ ہے کیونکہ جب تم نے امر کو آدمی اور اس کے مقام کی جگہ ثابت کر دیا تو گویا تم نے اس آدمی کو اس میں ثابت کر دیا اور اس ارشاد نبوی کا یہی مطلب ہے کہ شرک خفی یہ ہے کہ آدمی کسی کے مرتبہ کی وجہ سے نماز پڑھے۔ [رواہ احمد:۴/۱۸۱] اب مکان الرجل سے مراد لا جل الرجل ہے اس آدمی کی خاطر ۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

اس کا معنی یہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کوتاہی کی ہے اور وہ طریق توحید باری تعالیٰ اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار ہے۔ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ (اور میں تو تمسخر ہی کرتا رہا) ساخر کا معنی استہزاء کرنے والا۔

قولِ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ضائع کرنے پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اطاعت کرنے والوں سے تمسخر پر اتر آیا۔

نحو: ان کنت حال کی وجہ سے محل نصب میں ہے گویا اس طرح فرمایا فرّطت و انا ساخر ای فرطت فی حال سخریتی۔ میں نے اپنے تمسخر کی حالت میں زیادتی کی ہے۔

۵۷: اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ (یا کوئی یوں کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت کرتا) یعنی ہدایت دیتا لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا) ان لوگوں میں سے ہوتا جو شرک سے بچتے ہیں۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا قول:

یہ کافر معتزلہ کی بنسبت اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو زیادہ جاننے والا ہے اور اسی طرح وہ کفار بھی ان سے زیادہ ہدایت الٰہی سے آگاہ ہیں جنہوں نے اپنے متبعین کو یہ کہا: لو هدانا اللّٰه لهدينا كم وہ یہ کہیں گے اگر ہمیں اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دیتے اور ہدایت عنایت فرماتے تو ہم تمہیں بھی اس کی طرف دعوت دیتے اور بلاتے۔ لیکن اس نے ہم سے ضلالت وغوایت کا اختیار کرنا جانا

پس ہمیں ذلیل کردیا اور ہمیں توفیق نہ دی۔ اس کے برخلاف قول معتزلہ یہ ہے بلکہ ان کو ہدایت دی اور توفیق بھی عنایت فرمائی لیکن انہوں نے ہدایت نہ پائی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مہربانی وعنایت ہے جس پر وہ مہربانی ہوگئی وہ ہدایت پا گیا اور اسی مہربانی کا نام توفیق وعصمت ہے اور جس کو توفیق میسر نہ ہوئی وہ گمراہ ہوا اور پھسل گیا۔ اس کا عذاب کو پسند کرنا اور حق کو ضائع کرنا اس کے بعد کہ اس کو اس کے حصول پر پوری قدرت دی گئی اسی بناء پر ہے۔

۵۸: اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ (یا کوئی عذاب دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ کاش) لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً (کہ میں واپس لوٹ جاؤں) کرۃ کا معنی دنیا کی طرف لوٹنا۔ فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ (پھر میں نیک بندوں میں سے ہو جاؤں) المحسنین یہاں موحدین کے معنی میں ہے۔

سابقہ تمناؤں کی تردید:

۵۹: بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (ہاں بیشک تیرے پاس میری آیات پہنچی تھیں۔ پس تو نے ان کو جھٹلا دیا۔ اور تو نے تکبر کیا اور کافروں میں شامل رہا) بلٰی اس میں کافروں کی بات کی تردید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جارہی ہے۔ گویا وہ فرمارہے ہیں بلیٰ قد جاء تك آياتي و بينت لك الهداية من الغواية وسبيل الحق من الباطل و مكّنتك من اختيار الهداية على الغواية و اختيار الحق على الباطل ۔ ولكن تركت ذلك وضيعتهٗ واستكبرت عن قبوله وأثرت الضلالة على الهدٰى واشتغلت بضد ما امرت بهٖ فانما جاء التضييع من قبلك فلاعذرلك ۔ ہاں تیرے پاس میری آیات پہنچیں اور ہدایت وغوایت کو تیرے سامنے کھول دیا گیا اور حق کو باطل سے ممتاز کردیا گیا اور ہدایت کو گمراہی کے مقابلے میں اختیار کرنے پر تجھے میں نے قدرت دی اور حق کو باطل کے مقابلے میں چناؤ کرنے کا موقعہ دیا لیکن تو نے حق کو چھوڑ دیا اور ضائع کردیا قبول حق سے بڑائی اختیار کرلی اور گمراہی کو ہدایت کے بالمقابل ترجیح دی اور میرے مامورات کے مخالف تو مشغول رہا۔ پس حق کو ضائع کرنے کا معاملہ تیری جانب سے پیش آیا۔ اس لئے تیرا کوئی عذر قابل قبول نہیں۔ اور بَلٰی یہ تقدیری نفی کا جواب ہے کیونکہ لو ان اللّٰه هدانی کا معنی یہ ہے ماھُدیت (مجھے ہدایت نہ دی گئی) جواب کو اس کے ساتھ نہیں ملایا کیونکہ نفس کے اقوال کی حکایت اس کی ترتیب کے مطابق ضروری ہے پھر جواب ان کے دوران اقتضاء جواب کے مطابق دیا۔

۶۰: وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ (اور قیامت کے دن آپ دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا تھا) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ صفات بیان کیں جو اس کے لائق نہیں کہ اس کا شریک اور بیٹا بنا دیا۔ اور حقیقی صفات کی نفی کرتے رہے۔ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ (ان کے چہرے سیاہ ہونگے) وجوھھم مبتداء اور مسودۃ خبر ہے اور یہ جملہ محل نصب میں حال ہے جبکہ ترٰی کو روٴیت بصر سے لیا جائے۔ نمبر۲۔ اور اگر روٴیت سے روٴیت قلب مراد ہو تو پھر یہ جملہ محل نصب میں مفعول ثانی بنے گا۔ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى (کیا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے) لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ (ان متکبرین کا) اس میں استکبرت کے قول کی طرف اشارہ ہے۔

اور مثویٰ بمعنی مکان وٹھکانہ۔

ایمان والوں کی کامیابی:

۶۱: وَيُنَجِّي اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نجات دے گا) چھٹکاراوَيُنْجِيْ بھی پڑھا گیا۔ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (ان لوگوں کو جو بچتے تھے) یعنی شرک سے بِمَفَازَتِهِمْ (کامیابی کے ساتھ) فلاح کے ساتھ۔ کہا جاتا ہے فاز بكذا جبکہ وہ اپنی مراد کو پالے اور اس کو پانے میں کامیاب ہو جائے۔ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ (ان کو تکلیف نہ پہنچے گی) یہ مفازۃ کی تفسیر ہے۔ السوء سے آگ مراد ہے۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) گویا اس طرح کہا گیا کہ ان کی کامیابی کیا ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ ان کو تکلیف چھو تک نہ سکے گی۔ یعنی ان کی نجات ان سے نفی سوء وحزن سے ہوگی مطلب یہ ہوا ان کے ابدان کو ایذاء مس نہ کرے گی اور نہ ان کے دلوں کو غم چھو سکے گا۔ یا باء کو سببیہ مان لیں۔ ان کے نجات پانے کے سبب جیسا کہ اس ارشاد میں وارد ہے۔ فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب [آل عمران] کہ کسی سبب سے وہ اس سے چھوٹنے والے ہیں کیونکہ نجات سب سے بڑی کامیابی ہے اور ان کی نجات کا سبب عمل صالح ہے۔ اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر اس طرح فرمائی المفازة بالاعمال الحسنة (کامیابی اعمال حسنہ کے ذریعہ ہوتی ہے) نمبر۲۔ اور یہ بھی جائز ہے بسبب فلا حهم ان کی فلاح کے سبب کیونکہ عمل صالح یہ فلاح کا سبب ہے۔ اور فلاح دخول جنت ہے۔ نمبر۳۔ اور یہ بھی درست ہے کہ عمل صالح ہی کو بذات خود مفازہ کہہ دیا جائے کیونکہ عمل صالح کامیابی کا سبب ہے۔ لا يمسهم کا کوئی محل اعراب نہیں جبکہ تفسیر اول تسلیم کریں اس صورت میں یہ جملہ مستانفہ ہے اور دوسری تفسیر کی صورت میں یہ محل نصب میں حال واقع ہے۔

قراءت: حفص کے علاوہ کوفی قراء نے بمفازاتهم پڑھا ہے۔

۶۲: اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا) اس میں فرقہ معتزلہ اور ثنویہ پر رد کیا گیا۔ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے) وکیل بمعنی حافظ ہے۔

ہر چیز کا خالق ونگہبان وہی:

۶۳: لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی) یعنی وہ انکے معاملے کا مالک اور انکا محافظ ہے یہ باب کنایہ میں سے ہے۔ کیونکہ خزانوں کے محافظ اور خزانوں کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہی خزانوں کی چابیوں کا مالک ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں فلان القيت اليه مقاليد الملك میں نے فلاں کو ملک کی چابیاں سپرد کر دیں۔ المقاليد جمع مقليد اس کا معنی چابیاں۔ ایک قول یہ ہے کہ لفظاً اس کا واحد مستعمل نہیں۔ یہ لفظ اصلاً فارسی ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے) یہ ينجي الله الذين اتقوا سے متصل ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ متقین کو ان کی کامیابی کے سبب نجات دیں گے اور جو لوگ کافر ہیں وہ خسارہ میں

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝۶۴ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ

آپ فرما دیجئے کہ اے جاہلو! کیا میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کروں؟ اور یہ واقعی بات ہے کہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے

وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ

جو رسول تھے انکی طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ اے مخاطب اگر تو نے شرک کیا تو تیرا عمل حبط ہو جائے گا اور تو نقصان اٹھانے والوں میں سے

الْخٰسِرِيْنَ ۝۶۵ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝۶۶

ہو جائے گا بلکہ اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا

رہیں گے۔اور ان کے مابین جملہ معترضہ لائے کہ وہ ہر چیز کا خالق اور نگہبان ہے۔اس پر اعمال مکلفین کا کوئی عمل مخفی نہیں اور جن اعمال پر ان کو بدلہ دیا جائے گا (وہ بھی اس کے سامنے ہیں) یا اس آیت کا تعلق قریب سے ہے کہ ہر شئی آسمان وزمین کی اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے دروازے کا کھولنے والا ہے۔اور وہ لوگ جنہوں نے معاملہ اس طرح تسلیم نہ کیا وہ لوگ کفروانکار کرنے والے ہیں وہی نقصان اٹھائیں گے۔

ایک روایت ہے:

کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے له مقالید السموٰت والارض کی تفسیر دریافت کی۔آپ نے فرمایا اے عثمان! تم سے پہلے اس کے متعلق کسی نے سوال نہیں کیا! اس کی تفسیر لا الٰه الاّ اللّٰه ، اللّٰه اکبر سبحان اللّٰه وبحمدهٖ واستغفر اللّٰه ولا حول ولا قوة الا باللّٰه هو ا لاوّل والآخر والظاهر والباطن بیده الخیریحیی و یمیت وهو علٰی کل شئی قدیر۔ [رواہ البیہقی فی الاسماء والصفات ۱/ ۴۱] اور اس تفسیر کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کیلئے یہ کلمات ہیں ان سے اس کی وحدانیت ظاہر ہوتی ہے اور بزرگی بیان کی جاتی ہے یہ آسمانوں وزمین کی خیر و بھلائی کی کنجیاں ہیں۔متقین میں جس نے یہ کلمات زبان سے کہے وہ اس خیر کو پالے گا۔اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والے ہیں اور اس کی توحید وتمجید کے کلمات نہیں مانتے وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

۶۴: قُلْ (کہہ دیجئے) اس کو جو آپ کو اپنے آباء کے دین کی طرف بلائے۔اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّيْٓ اَعْبُدُ (کیا پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو)

قراءت: مکی نے تامرونی شامی نے اصل پر تامرُوْنَنِیْ پڑھا ہے۔مدنی نے تا مرونیَ۔

نحو: اور افغیر ، اعبد کی وجہ سے منصوب ہے اور تامرونی جملہ معترضہ ہے اور اس کا معنی افغیر اللّٰه اعبد بامرکم بعد هذا البیان۔اس بیان کے بعد میں کیا تمہارے حکم وفرمائش سے غیر اللہ کی عبادت کروں۔اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ (اے جاہلو) اللہ تعالیٰ

کی واحدنیت سے۔

۶۵: وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ (اور آپ کی طرف بھی اور وہ پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوگزرے ہیں) وحی بھیجی جاچکی یعنی انبیاء علیہم السلام کی طرف۔

کلام علی سبیل الفرض:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (کہ اے عام مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا کام غارت ہو جائے گا۔ اور تو خسارہ میں پڑے گا) اور بلاشبہ فرمایالئن اشرکت علی التوحید۔ صیغہ مخاطب مفرد کا استعمال کیا۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام تو بہت بڑی جماعت ہے۔ کیونکہ اس کا معنی اس طرح ہے اوحی الیك لئن اشرکت لیحبطن عملك والی الذین من قبلك مثله آپ کی طرف وحی کی گئی اگر بالفرض تم نے شریک ٹھہرایا ضرور بضرور تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ اور ان لوگوں کی طرف بھی جو آپ سے پہلے ہوئے اس کی مثل وحی کی گئی لئن کی لام قسم محذوف کی تمہید کیلئے لائی گئی ہے۔ اور دوسری لام جواب قسم کیلئے ہے۔ اور یہ لیحبطن کا جواب دو جوابوں کے قائم مقام ہے۔ میرا مطلب دو جوابوں سے قسم و شرط کا جواب ہے۔ یہ کلام صحیح ہے باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے، کیونکہ اس میں صیغۂ خطاب نبی اکرم ﷺ کیلئے لایا گیا ہے۔ اور مراد اس سے آپ کا غیر ہے۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ یہ کلام علی سبیل الفرض ہے اور محالات کو فرض کرنا درست ہے۔ ایک قول یہ ہے اگر سرّ میں میرے سوا اور کی طرف جھانکا تو وہ سرّ جو میرے اور تمہارے مابین ہے وہ ختم ہو جائے گا۔

۶۶: بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ (بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا) اس میں کفار کی طرف سے ملنے والی دعوت کہ ہمارے آلہہ کی تم پوجا کرو۔ اس کی تردید ہے گویا تقدیر کلام اس طرح ہے۔ تم مت عبادت کرو جن کی عبادت کی وہ فرمائش کرتے ہیں۔ بلکہ اگر تم عبادت کرو تو اللہ تعالیٰ ہی کی کرو۔ پس شرط کو حذف کر دیا اور اس کے بدلے میں مفعول کو مقدم کر دیا۔ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (اور شکر گزار رہنا) ان انعامات پر جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرمائیں کہ آپ کو سیّد ولد آدم بنایا۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ

اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہیں کی جیسی عظمت کرنا لازم تھا حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اسکی مٹھی میں ہو گی اور تمام آسمان

مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۞ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ

اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو لوگ شرک کرتے ہیں، اور صور میں پھونکا جائے گا

فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى

تو جو بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہوں گے سب بے کار ہو جائیں گے مگر جنہیں اللہ چاہے پھر اس میں دوبارہ پھونکا جائے گا

فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۞ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِاىْٓءَ

تو اچانک وہ سب کھڑے ہوئے دیکھتے ہوں گے، اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے اور پیغمبروں کو اور

بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۞ وَوُفِّيَتْ كُلُّ

گواہوں کو لایا جائے گا، اور لوگوں کے سامنے حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائیگا ہر جان کو اس کے اعمال کا

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۞

پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ان کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

عظمت وقدرت کا اظہار:

۶۷: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حق پورا نہیں کیا۔ جبکہ آپ کو دعوت دے رہے ہیں کہ غیر اللہ کی عبادت کرو۔ جب سب سے بڑی ذات کو انسان صحیح پہچانتے اور اس کی عظمت کا حق جانتے ہوئے نہ قدر کرے تو کہا جاتا ہے ماقدروا اللّٰہ حق قدرہٖ۔ پھر اس کی عظمت وجلال کے متعلق بطریق تخییل خبردار کیا۔ فرمایا۔ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (حالانکہ ساری زمین اسی کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہونگے اس کے داہنے ہاتھ میں) اس کلام سے مراد اللہ تعالیٰ کی جلالت وعظمت کو ظاہر کرنا ہے اور اس سے اس قبضہ اور یمین جہت نہ حقیقتاً مراد ہے اور نہ مجازاً۔

الارض سے مراد ساتوں زمینیں ہیں۔ اس کی شہادت جمیعًا کے لفظ سے ہوتی ہے اور اسی طرح والسمٰوت سے۔ کیونکہ موقعہ بھی عظمت کو ظاہر کرنے کا ہے اس لئے مبالغہ کو مقتضی ہے۔

نحو : الارض مبتداء قبضتهٗ یہ اس کی خبر ہے جمیعاً حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر کلام اس طرح ہے والارض اذا کانت مجتمعة قبضتهٗ یوم القیامة۔ اور زمین اس حالت میں کہ وہ ساری کی ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی۔

القَبْضَةُ ایک مرتبہ میں لینا القُبْضَة ایک مٹھی میں جتنی مقدار آئے کہا جاتا ہے اعطني قَبضَة من كذا، اس سے تمہارا مقصود وہ مقدار ہے جو ایک مرتبہ مٹھی میں آجائے۔ اور یہ مصدر بول کر اس چیز کا نام بنا دیا۔ اگر دونوں معنوں کا احتمال ہے۔ معنی یہ ہے تمام زمینیں اس کی مٹھی میں ہونگی۔ یعنی اس کے قبضہ والی ہیں جن کو وہ اپنی قبضہ میں لے سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمینیں باوجود اپنی وسعت اور بڑائی کے وہ اس کی ایک مٹھی کی مقدار بنے گی۔ گویا کہ وہ ان کو ایک کف کے قبضہ میں لے لے گا جیسا کہ کہتے ہیں۔ الجزورة اُكلة لقمان ای وہ اس کے لقموں میں سے ایک لقمہ ہی کی مقدار کو بمشکل پورا کرے گا۔ اور جب القبضہ کے معنی میں لیں تو وہ ظاہر ہے کیونکہ اس صورت میں معنی اس طرح ہوگا کہ تمام زمینیں اتنی مقدار ہیں جن کو ایک ہتھیلی میں لے لے گا۔

المطویاتٌ یہ الطیّ سے لیا گیا ہے جو نشر کی ضد ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ یوم نطوی السماء كطيّ السجل للكتب [الانبیاء: ۱۰۴] سجلات کو لپیٹنے والا عموماً دائیں ہاتھ سے لپیٹتا ہے۔ **ایک قول** قبضہ سے ملک مراد ہے بغیر اس کے کہ کوئی مدافعت ومنازعت کرنے والا ہو اور بیمینه سے قدرت مراد ہے۔

ایک قول:

یہ ہے مطویات بیمینه اس کی قسم سے فنا ہو جائیں گے کیونکہ اس نے ان کے فناء کی قسم اٹھا رکھی ہے۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (وہ پاک ہے اور بلند ہے ان کے شرک سے) کتنی بعید بات ہے کہ جس کی یہ عظمت و قدرت ہو اس کی طرف شرکاء کی نسبت کی جائے۔

نفخۂ صعق کا منظر:

۶۸: وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (اور صور میں پھونک ماری جائے گی۔ پس تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے۔ مگر جس کو خدا چاہے) صعق یہ موت کے معنی میں ہے۔ من شاء الله سے مراد جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت علیہم السلام مراد ہیں۔ ایک قول حملة العرش مراد ہیں۔

ایک قول:

داروغۂ جنت رضوان، حور، مالک اور زبانیہ دوزخ مراد ہیں۔ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى (پھر اس میں پھونک ماری جائے گی) اُخرٰی یہ محل رفع میں ہے کیونکہ کلام اس طرح ہے و نفخ فی الصور نفخة واحدة ثم نفخ فيه نفخة اخرى صور میں ایک مرتبہ پھونک ماری جائے گی پھر اس میں دوسری مرتبہ پھونک ماری جائے گی اس کو حذف اس لئے کر دیا کیونکہ اُخرٰی کا لفظ

دلالت کیلئے کافی ہے۔اور غیر مقام پر ذکر کرنے کی وجہ سے وہ خود معلوم میں آ گیا۔

فَاِذَاھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ (تو دفعۃً سب کے سب دیکھنے لگ جائیں گے) اپنی آنکھوں کو چاروں طرف دوڑائیں گے جیسا کوئی مبہوت اچانک مصیبت آ جانے کی وجہ سے کرتا ہے یا ان میں اللہ تعالیٰ کا حکم دیکھیں گے۔

مَسْئَلَہ: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نفخات دو ہیں۔اول نفخۂ موت اور دوسرا نفخۂ بعث۔قول جمہور یہ ہے کہ نفخات تین ہیں۔نمبر ا۔ نفخۂ فزع جیسا کہ فرمایا۔ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السمٰوٰت الایۃ [النمل:۸۷] نمبر۲۔دوسرا موت اور تیسرا بعث کیلئے۔

زمین اس کے عدل سے مزین ہو جائے گی:

۶۹: وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا (اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی) اشرقت کا معنی اضاءت (روشن ہونا) نور سے مراد عدل الٰہی ہے جس کو بطریق استعارہ نور فرمایا گیا ہے جیسا کہ ملک عادل کو کہتے ہیں اشرقت الآفاق بعدلك و اضاء ت الدنیا بقسطك کہ تیرے انصاف سے دنیا روشن ہے۔جیسا کہ کہا جاتا ہے۔اظلمت البلاد بجور فلان۔ فلاں کے ظلم سے ملک اندھیر ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الظلم ظلمات یوم القیامۃ ۔ (رواہ البخاری ۲۴۴۷، مسلم ۲۵۷۹)

رہا زمین کی طرف اضافت کا سوال تو اس کی وجہ یہ ہے زمین کو اپنے عدل سے مزین فرماتا ہے اور زمین میں اپنے انصاف کے میزان قائم کرتا ہے۔اور زمین والوں کے مابین وہ حق سے فیصلے فرماتا ہے۔زمین کے وہ حصے جہاں انصاف ہوتا ہے۔وہ سب سے زیادہ زینت والے اور سب سے زیادہ آباد ہیں۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا قول:

یہ بھی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت کوئی نور پیدا فرمادے جو موقف کو منور فرمادے۔اور نور کی اضافت رب کی طرف پھر بیت اللہ اور ناقۃ اللہ کی طرح بنے گی۔

وَوُضِعَ الْکِتٰبُ (اور نامۂ عمل رکھ دیا جائیگا) یعنی صحائف اعمال رکھ دیے جائیں گے۔لیکن یہاں اسم جنس پر اکتفاء کیا گیا اور الکتاب فرمادیا۔یا لوح محفوظ مراد ہے۔وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ (اور پیغمبروں کو حاضر کیا جائے گا) تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے تبلیغ رسالت کے متعلق سوال فرمائے ان زمانوں کے متعلق جن جن میں ان کی بعثت ہوئی۔وَالشُّھَدَآءِ (اور گواہ) حفاظتی فرشتے۔

ایک قول:

ہر زمانہ کے ابرار وہ اہل زمانہ کے متعلق گواہی دیں گے۔وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ (اور ان کے مابین فیصلہ کیا جائے گا) ھم سے بندے مراد ہیں۔بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) انصاف کے ساتھ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا)

مَسْئَلَہ: آیت کا اختتام ظلم کی نفی سے فرمایا جیسا کہ اس کی ابتداء اثباتِ عدل سے فرمائی تھی۔

۷۰: وَوُفِّیَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ (اور ہر شخص کو اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا) ماعملت سے جزائے عمل مراد ہے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَ

اور کافر لوگ گروہ گروہ بنا کر دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے

قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ

اور ان سے دوزخ کے محافظ کہیں گے کیا تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم ہی میں سے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات سناتے تھے

وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ

اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، وہ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے لیکن عذاب کا کلمہ کافروں پر ثابت

عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧١﴾ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى

ہو کر رہا، کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ اس میں تم ہمیشہ رہو گے، سو برا ٹھکانہ ہے تکبر

الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٢﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا

کرنیوالوں کا، اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرے انہیں جنت کی طرف گروہ گروہ بنا کر روانہ کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب جنت کے قریب پہنچ جائیں گے

وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا

اس حال میں کہ اسکے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے اور ان سے جنت کے محافظ کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم خوشی کے ساتھ رہو، سو تم اس میں ہمیشہ

خَالِدِينَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ

رہنے کے لئے داخل ہوجاؤ اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف ہے اللہ کے لئے جس نے ہم سے سچا وعدہ کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنا دیا، ہم جنت میں جہاں

الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ

چاہیں قیام کریں، سو اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرداگرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں

الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٥﴾

وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے، اور بندوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ سب تعریف ہے اللہ کے لئے جو رب العالمین ہے

وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (وہ سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے) بغیر لکھے اور بغیر گواہ کے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت وھم لا یظلمون کی تفسیر ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگا۔ ووُفيت كل نفس ما عملت من خير و شرلا يزاد فى شرولا ينقص من خير کہ ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا خواہ خیر ہے یا شر اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ نہ شر میں اضافہ ہوگا اور نہ خیر میں کمی کی جائے گی۔

کفار کا چلایا جانا:

۷۱: وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا (اور کافر جہنم کی طرف گروہ گروہ کر کے ہانکے جائیں گے) زبردستی ان کو چلایا جائے گا جیسا کہ قیدیوں سے کیا جاتا ہے اور بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے کیا جاتا ہے۔ جب کہ ان کو قید میں ڈالا جانا ہو۔ یا قتل کرنا ہو۔

زُمَرًا ۔ نحو: یہ حال ہے۔ یعنی ایک دوسرے کے پیچھے متفرق جماعتوں کی صورت میں۔

حَتَّى إِذَا جَآءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا (یہاں تک کہ جب وہ دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے)

قراءت: کوفی نے فُتِحَتْ میں دونوں میں تخفیف پڑھی ہے۔

ابوابِ جہنم سات ہیں:

ابوابِ جہنم سات ہیں۔ وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ (ان کو جہنم کے محافظ کہیں گے) خزنۃ سے جہنم کے حفاظتی فرشتے مراد ہیں۔ وہ فرشتے جہنمیوں کو عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ (کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے پیغمبر نہ آئے تھے) منکم سے مراد اولادِ آدم میں سے۔

يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ ءَايَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هَـٰذَا (جو تم کو تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے) یوم سے وقت مراد ہے۔ اور اس سے دخولِ نار کا وقت ہے قیامت کا دن مراد نہیں ہے۔ قَالُوا بَلَىٰ (کافر کہیں گے ہاں) وہ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہم پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھیں۔ وَلَـٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ (لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر پورا ہو کر رہا) لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کی آیات لازم آ گئیں وہ یہ ہے: لأملأن جهنم [السجدہ:۱۳] ہماری بداعمالیوں کے باعث جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ ربنا غلبت علينا شقوتنا و كنا قومًا ضالين [المؤمنون:۱۰۶] اس میں انہوں نے اس عمل کا ذکر کیا جو عذاب کو لازم کرنے والا تھا اور وہ کفر و گمراہی ہے۔

۷۲: قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا (کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو ہمیشہ اس میں رہا کرو)

نحو: یہ حال مقدرہ ہے یعنی ان کے لئے خلود کو مقدر کر دیا گیا۔

فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ (پس تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے) اس میں لام جنس کا ہے۔ کیونکہ مثوی المتکبرین یہ بئس کا فاعل ہے۔ اور بئس کا فاعل معرف باللام ہوا کرتا ہے یا معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ اور مخصوص بالذم محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فبئس مثوى المتكبرين جهنم۔ متکبرین کا ٹھکانہ جہنم بہت ہی برا ہے۔

سواریوں کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا:

۷۳ : وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا (اور جولوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کو گروہ گروہ جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا) اس سے مراد ان کی سواریوں کا جنت کی طرف روانہ ہونا ہے۔ کیونکہ ان کو عزت و رضا کے مقام کی طرف سوار کر کے لے جایا جائے گا۔ جیسا کہ ان کے ساتھ کیا جاتا ہے جن کا اکرام کیا جاتا ہے اور جن کو بادشاہوں کی خدمت میں پہنچنے میں مشرف باد کیا جاتا ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا (یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے) یہ آمد وہی ہے جس کو بعد والے جملے بیان کر رہے ہیں۔ وہ محکیہ جملے اگرچہ شرطیہ ہیں۔ مگر ان کی جزاء کو حذف کیا گیا ہے اور بلاشبہ ان کو حذف اس لئے کیا گیا کہ وہ اہل جنت کے ثواب کے سلسلہ میں ہیں اور ان کا حذف دلالت کر رہا ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جس کا احاطہ وصف بیان سے نہیں کیا جاسکتا۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

اس کی تقدیر کلام یہ ہے: **حتی اذا جاء وھا و فتحت ابوابھا و قال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلو ھا خالدین دخلوھا۔** پس دخلوھا کو حذف کر دیا کیونکہ کلام میں اس پر دلالت موجود ہے۔

وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہونگے اور وہاں کے محافظ ان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزے میں رہو پس اس میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ) ایک جماعت نے کہا یہ اس طرح **حتی اذا جاء وھا جاء وھا** پس ان کے نزدیک **جاء وھا** محذوف ہے۔ معنی یہ ہوگا یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے ان کی آمد دروازوں کے کھلنے کے ساتھ واقع ہوگی۔ **ایک قول** یہ ہے جہنم کے دروازے اس وقت کھولے جائیں گے۔ جبکہ اہل جہنم اس میں داخل ہوں اور جنت کے دروازے وہ پہلے کھولے جائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **جنات عدن مفتحة لھم الا بواب** [ص:۵۰]

نکتۂ واؤ:

اسی لئے یہاں واؤ کے ساتھ لائے گویا کلام اس طرح ہے۔ **حتی اذا جاء وھا وقد فتحت لھم ابوابھا** یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازوں کو کھلا پائیں گے۔ طبتم تم پاک رہو گناہوں کی میل کچیل سے اور غلطیوں کی گندگی سے صاف کر دیے گئے۔

قولِ زجاج رحمہ اللہ:

ہے کہ **کنتم طیبین فی الدنیا و لم تکونوا خبیثین** تم دنیا میں پاک تھے۔ یعنی تم خباثتوں والے نہ تھے۔ **قول ابن**

عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ طاب لکم المقام تمہارے لیے یہ ٹھہرنا مزے کا ہوگا۔

جنت دار الطیبین :

دخول جنت کو پاکیزگی اور طہارت کا مسبب قرار دیا گیا ہے کیونکہ جنت دار الطیبین ہے اور پاکیزہ لوگوں کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر میل سے پاک کر دیا ہوگا۔ اور گندگی سے ستھرا کر دیا ہوگا۔ پس جنت میں تو جو اس کے مناسب و موافق ہوگا وہی داخل ہوگا اور ان صفات سے موصوف ہوگا جو اہل جنت کی ہیں۔

۷۴: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ (اور وہ کہیں گے تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا) یعنی وہ وعدہ پورا فرما دیا جو آخرت کی نعمتوں کے متعلق فرمایا تھا۔ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ (اور ہم کو اس سرزمین کا وارث بنایا) الارض سے جنت کی زمین مراد ہے اور ان کو اس کا وارث بنایا جائے گا یعنی مالک بنایا جائے گا۔ اور اسکا بادشاہ بنایا جائے گا۔ اور جیسا چاہیں گے اسی طرح ان کو آزادانہ تصرف کی اس میں اجازت ہوگی۔ جیسا کہ وارث کو اپنی جائیداد میں تصرف اور پورا پورا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ نَتَبَوَّاُ (ہم قیام کریں) یہ حال ہے۔

مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ (جنت میں ہم جہاں چاہیں) یعنی ہر جنتی کیلئے اتنی وسیع جنت ہوگی جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور حاجت سے بہت ہی زائد ہوگی پس وہ اپنی جنت میں جہاں چاہے گا ٹھکانہ اور مقام بنائے گا۔ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (غرض عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے) جو دنیا میں عمل کرتے رہے۔ اجر سے مراد جنت ہے۔

فرشتے عرش کے گرد صف اندھے ہونگے اور حق کا فیصلہ کر دیا جائے گا:

۷۵: وَتَرَی الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ (اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ حلقہ باندھے ہونگے)

نحو: حافین یہ الملائکہ سے حال ہے۔

مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (عرش کے گردا گرد) یعنی اس کے گرد نظریں جمائے ہونگے۔ مِنْ یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے یعنی ان کے حلقہ باندھنے کی ابتداء عرش کے گردا گرد سے شروع ہو کر وہاں تک ہوگی جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے۔ یُسَبِّحُوْنَ (وہ تسبیح کرنے والے ہونگے)

نحو: یہ حافین کی ضمیر سے حال ہے۔

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کی تحمید کے ساتھ) یعنی وہ کہہ رہے ہونگے۔ سبحان اللّٰہ، والحمد للّٰہ، ولا الہ الا اللّٰہ، واللّٰہ اکبر، یا کہیں گے سبوحٌ قدوس رب الملائکۃ والروح۔ یہ کہنا بطور تلذذ ہوگا بطور تعبد نہ ہوگا کیونکہ جہانِ تکلیف چلا گیا۔ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ (اور تمام بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا) انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے درمیان نمبر۲۔ اہل جنت اور اہل نار کے درمیان بِالْحَقِّ (ٹھیک ٹھیک) عدل و انصاف کے ساتھ۔ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اور کہا

جائے گا کہ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں ۔ جو تمام عالم کا پروردگار ہے) یہ اہل جنت کہیں گے بطور شکر یہ جبکہ وہ جنت میں داخل ہو چکیں گے ۔ اوران کے متعلق وعدہائے الٰہی پورے ہو جائیں گے ۔ جیسا کہ ارشادفرمایا: **و اٰخر دعوٰھم ان الحمد للّٰہ رب العالمین** [یونس:۱۰] حدیث میں وارد ہے جس کو امام احمد رحمہ اللہ نے اور ترمذی و حاکم نے روایت کیا ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور الزمر پڑھتے تھے ۔ (رواہ احمد ۶ / ۶۸، ۱۲۲، ۱۸۹، ترمذی ۳۴۰۲)

الحمدللہ سورۃ الزمر کا تفسیری ترجمہ آج بعد نماز عشاء منگل کی رات بوقت ۹ بجے ۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ تکمیل پذیر ہوا۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّ ثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّ تِسْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مومن مکی ہے اس میں پچاسی آیات ہیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ② غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ

حٰمٓ ① یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے سب کچھ جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے

شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

سخت سزا دینے والا ہے۔ قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

کہ حوامیم سبعہ مکیہ ہیں:

حٰمٓ :تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ (حم ۔ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست ہے۔ ہر چیز کا جاننے والا۔ گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ سخت سزا دینے والا ہے۔ قدرت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے پاس جانا ہے)

۱: حٰمٓ : اس کا مابعد امالہ سے حمزہ، علی، خلف، یحیٰ، حماد رحمہم اللہ نے پڑھا ہے۔ اور مدنی نے فتحہ و کسرہ کے مابین پڑھا۔ جبکہ دیگر قراء نے تفخیم سے پڑھا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔

۲: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ اس کتاب کا اتارا جانا۔ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ وہ اپنے دبدبے کی وجہ سے اس بات سے محفوظ ہے کہ کوئی اس کے بارے میں بات کرے کوئی الزام لگانے والا۔ الْعَلِيْمِ وہ اس کو جاننے والا ہے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اور تکذیب کی اس میں مشرکین کو ڈرایا گیا ہے اور ایمان والوں کیلئے خوشخبری ہے۔

۳: غَافِرِ الذَّنْبِ (وہ گناہ کا بخشنے والا ہے) گناہ گاروں کے تمام گناہ بخشنے والا ہے۔ وَقَابِلِ التَّوْبِ (اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے) رجوع کرنے والوں کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ شَدِيْدِ الْعِقَابِ (سخت سزا دینے والا ہے) ان کو جو مخالفت کرنے والے ہیں۔ ذِی الطَّوْلِ (قدرت والا ہے) مغفرت والوں پر فضل برسانے والا ہے یا ہر ایک سے بے پرواہ ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا تو مؤمنوں کیلئے جنہوں نے لا الہ الا اللّٰہ کہا شدید العقاب ان کے حق میں جنہوں نے لا الہ الا اللّٰہ کو قبول نہیں کیا۔ اور التوب، الثوب، الاوب یہ تینوں الفاظ ہم معنی ہیں ان سب کا معنی رجوع ہے اور الطّول کا معنی غناء وفضل آتا ہے۔

سوال: جب یہ صفات ایک ہی ذات کی ہیں تو پھر تعریف و تنکیر میں مختلف کیوں ہیں۔

جواب: غافر الذنب اور قابل التوب یہ دنوں معرفہ ہیں کیونکہ ان سے حدوث فعل مراد نہیں۔ یہاں تک کہ یہ تقدیر انفصال میں ہو گئے پس ان کی اضافت غیر حقیقی بنی۔ مقصد اس سے دوام وثبوت ہے۔ باقی رہا شدید العقاب اس کی تقدیر عبارت یہ ہے شدید عقابہ۔ پس نکرہ ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ بدل ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ جب یہ نکرہ ان معارف کے درمیان آ گیا تو اس سے یہ اعلان ہو گیا کہ یہ سارے بدل ہیں۔ وصف نہیں اور واؤ کو و قابل التوب میں داخل کرنا ایک نکتہ کی وجہ سے ہے۔

نکتہ: یہ ہے کہ مذنب وتائب کیلئے دو رحمتوں کو جمع کر دیا گیا ہے کہ یا تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ اور طاعات میں سے ایک طاعت لکھی جائے گی۔ یا پھر گناہ مٹا دیے جائیں گے گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں گویا اس طرح فرمایا وہ مغفرت وقبولیت کو جامع کرنے والا ہے۔

روایت میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شام کے ایک بہادر کے متعلق جانچ پڑتال کی تو آپ کو بتلایا گیا کہ وہ تو مسلسل شراب میں مبتلا ہو گیا ہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو بلایا اور فرمایا اس کے نام اس طرح خط لکھو!

من عمر الی فلان

سلام علیک

میں تیرے سامنے اس اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بسم اللّٰہ الر حمان الرحیم۔ حم۔ الی قولہ الیہ المصیر تک لکھوایا۔ اور خط پر مہر لگا کر فرمایا اس کو اس کے ایسے وقت میں حوالے کرو جب کہ وہ نشے وغیرہ سے بالکل خالی ہو۔ پھر آپ نے اپنے قریب تمام حضرات سے فرمایا۔ اس کیلئے توبہ کی دعا کرو۔ جب اس آدمی کے پاس خط پہنچا تو وہ اس کو پڑھنے لگا۔ اور کہتا جا رہا تھا۔ میرے اللہ نے مجھ سے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اپنے عقاب سے ڈرایا ہے۔ پھر ان الفاظ کو دھراتا رہا یہاں تک کہ اس پر گریہ طاری ہو گیا پھر توبہ کی اور اس کی توبہ خوب رہی، پختہ رہی۔

جب عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو فرمایا اسی طرح کیا کرو۔ جبکہ تم اپنے کسی بھائی کو پھسلتا ہوا دیکھو اس کو درست راستہ بتلاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے توبہ کی دعا بھی کرو اور اس کے خلاف شیاطین مغوبین کے معاون مت بنو۔ ابونعیم فی الحلیۃ ۴/۹۷۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی) یہ ذی الطّول کی طرح صفت ہے اور جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے۔ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (اسی کے پاس جانا ہے) المصیر۔ مرجع کو کہتے ہیں۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝۴

اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہی لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔سو آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالے ان کا شہروں میں چلنا پھرنا،

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ

ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد دوسری جماعتوں نے جھٹلایا اور ہر امت نے ارادہ کیا

بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ

کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں اور باطل کے ذریعہ جھگڑا کریں تا کہ اس کے ذریعہ حق کو باطل کر دیں، سو میں نے ان کو پکڑ لیا ۔

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۵ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ

سو کیسا تھا میرا عذاب، اور اسی طرح آپکے رب کا قول کافروں پر ثابت ہو چکا کہ وہ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۶ۘ

دوزخ والے ہیں۔

وقف لازم - وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۴:مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اللہ تعالیٰ کی آیات میں وہی لوگ جھگڑا کرتے ہیں جو منکر ہیں)۔

دو جدال (باطل وحق):

جدالِ باطل:

ان آیات میں تکذیب وانکار کے ساتھ مخاصمہ کیا جاتا ہے۔اور اگلی آیت اس پر دلالت کر رہی ہے۔وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ [غافر:۵] یہ جھگڑا وجدال ناجائز ہے۔

جدالِ حق:

باقی وہ مجادلہ جو اس کے ملتبس مقامات کی وضاحت اور مشکلات کے حل اور معانی کے استنباط اور ان آیات کے متعلق ٹیڑھا پن اختیار کرنے کو درست کرنے کیلئے کیا جائے وہ تو افضل ترین جہاد ہے۔

فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے) جو کہ وہ نفع بخش تجارات اور فائدہ مند کاروبار کے ساتھ ایک سے دوسرے شہر آتے جاتے اور صحت وسلامتی سے لوٹتے ہیں۔ان کا انجام کار عذاب ہے۔ پھر یہ بیان کیا کہ کس طرح ہوگا پس جتلا دیا کہ سابقہ مکذب امتوں کا حال دیکھ لو۔

نمونۂ جدال:

۵: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ (ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا) نوح علیہ السلام کو وَّ الْاَحْزَابُ (اور دوسرے گروہوں نے) جنہوں نے رسولوں کی مخالفت میں جتھہ بندی اختیار کی اور ان کو دکھ پہنچائے وہ عاد، ثمود، قوم لوط، وغیرہ ہیں۔مِنْ م بَعْدِهِمْ (ان کے بعد) قوم نوح علیہ السلام کے بعد وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ (اور ہر امت نے ارادہ کیا) ان امتوں میں سے جو قوم نوح اور احزاب ہیں۔بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ (اپنے رسول کے متعلق کہ اس کو گرفتار کرلیں) کہ اس کو پکڑ کر قتل کر دیں۔الاخیذ قیدی وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ (اورانہوں نے ناحق جھگڑے پیدا کیے) باطل سے کفر مراد ہے۔لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ (تا کہ وہ اس سے حق کو مٹا دیں) تاکہ ایمان کو باطل کر دیں۔فَاَخَذْتُهُمْ (پس میں نے ان کو پکڑلیا) تاء اور ذال مدغم نہیں ہوئے جیسا مکی وحفص کی قراءت ہے مطلب یہ ہے کہ انہوں نے پیغمبر کو پکڑنا چاہا۔ میں نے ان کے ارادہ اخذ پر سزا مقرر کر دی کہ ان کو پکڑ لیا اور سزا دے ڈالی۔فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (پس میری طرف سے کیسی سزا ہوئی)۔

قراءت: یعقوب نے عِقَابِیْ پڑھا ہے مطلب یہ ہے کہ تم ان کے علاقوں میں سے اپنے سفروں میں گزرتے اور اس کا معائنہ کرتے ہو اس تقریر میں تعجب کا معنی ہے کہ بڑی تعجب کی بات ہے معائنہ کے باوجود وہ عبرت نہیں پکڑتے۔

۶: وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (اور اسی طرح تمام کافروں پر آپ کے رب کا یہ قول ثابت ہو چکا)

قراءت: مدنی وشامی نے کلمات ربك پڑھا ہے۔اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (کہ وہ لوگ دوزخی ہونگے) یہ محل رفع میں کلمة ربك سے بدل ہے۔یعنی جیسے وہ لوگ قطعاً دوزخی ہیں۔اسی طرح یہ بھی دوزخی یقیناً ہیں۔مطلب یہ ہے جس طرح ان کو استیصال والے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔اسی طرح ان کو عذابِ نار کے ساتھ آخرت میں ہلاک کیا جائے گا۔

یا محل نصب میں ہے اور لام تعلیل محذوف ہے اور ایصال فعل و الذین کفروا سے قریش مراد ہیں۔مطلب یہ ہے کہ جیسا ان امتوں کی ہلاکت لازم ہوئی اسی طرح ان کی ہلاکت بھی لازم ہے کیونکہ دونوں کی ایک ہی علت ہے کہ وہ آگ والے ہیں۔ النار کے لفظ پر وقف لازم ہے کیونکہ اگر وصل کریں تو یہ عبارت اس طرح بن جائے۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے انکے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں

وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ

اور ان لوگوں کے لئے استغفار کرتے ہیں جو ایمان لائے، اے ہمارے رب آپ کی رحمت اور آپ کا علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجئے

لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ⑦ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ

جنہوں نے توبہ کی اور آپ کے راستے کا اتباع کیا اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے، اے ہمارے رب اور انہیں ہمیشہ رہنے کی

جَنّٰتِ عَدْنِ ِۣالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ

بہشتوں میں داخل فرمائیے جن کا آپ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور انکے آباء ازواج اور ذریتوں میں جو صالح ہوئے ان کو بھی داخل فرمائیے

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ⑧ ۙ وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ

بلاشبہ آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں اور انکو تکلیفوں سے بچائیے اور اس دن جسے آپ نے تکلیفوں سے بچا لیا

فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ⑨ ع

سو آپ نے اس پر رحم فرمادیا اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

ع ۹ ۱ ۲

حملۃ العرش کی دُعا:

۷: اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ (جو فرشتے کہ عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں) یعنی حملۃ العرش اور عرش کے گرداگرد فرشتے حالانکہ وہ کروبی ہیں جو کہ فرشتوں کے سردار ہیں۔ یہ اس صورت وصل میں اصحاب نار کی صفت بن جائے گی اور اس کا فساد وغلط ہونا ظاہر و باہر ہے اس لئے وقف النار پر لازم ہے۔

روایت میں ہے کہ حملۃ العرش کے پاؤں سب سے نچلی زمین پر ہیں۔ اور ان کے سر عرش کو پہنچنے والے ہیں وہ خشوع اختیار کرنے والے ہیں کہ اپنی نگاہ اوپر کو نہیں اٹھاتے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دے رکھا ہے صبح وشام کو وہ حملۃ العرش کو سلام کریں کیونکہ وہ تمام ملائکہ سے افضل ہیں۔

ایک قول یہ ہے عرش کے گرد ستر ہزار صفوف فرشتوں کی قیام میں ہیں۔ اور وہ تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے عرش کا طواف کرتے ہیں۔ پھر ان کے پیچھے ستر ہزار صفوف ملائکہ کی قیام میں ہیں۔ وہ بھی تہلیل و تکبیر میں مصروف ہیں۔ اور ان کے پیچھے ایک لاکھ

صفوف ایسی ہیں جنہوں نے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا ہے اور ہر ایک وہ تسبیح زبان سے کر رہا ہے جو اس سے دوسرا نہیں کر رہا۔

یُسَبِّحُوْنَ (وہ تسبیح کرتے ہیں) یہ مبتدأ کی خبر ہے اور مبتدا الذین یحملون العرش ہے۔ **بِحَمْدِ رَبِّهِمْ** (اپنے رب کی حمد کے ساتھ) اس کی حمد کے ساتھ یا باء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کی تسبیح اس کی حمد کے ساتھ ہے۔ **وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ** (اور اس پر ایمان رکھتے ہیں) اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں ایمان کا شرف و مرتبہ اور اس کی فضیلت بتلائی اور ایمان کی ترغیب دی گئی۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی صفت صلاح کو ذکر کیا جائے۔ (حالانکہ حملۃ العرش اور حول العرش فرشتے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرنے والے اور ایمان لانے والے ہیں) یہ ایسے ہی ہے جیسے اعمال خیر کو اس ارشاد کے بعد لایا گیا ہے ثم کان من الذین امنوا۔ [البلد: ۱۷] حالانکہ وہ تمام صفات ایمان کے بعد آئیں مگر ایمان کو لاکر اس کی اہمیت وعظمت ظاہر فرمائی۔ اس سے ایمان کی فضیلت ظاہر ہوگئی اور تناسب کی رعایت بھی و یؤمنون بہ ویستغفرون میں فرما دی گئی۔ **وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** (اور وہ ایمان والوں کے لیے استغفار کیا کرتے ہیں) گویا اس طرح فرمایا و یومنون بہ ویستغفرون لمن فی مثل حالھم وہ اس پر ایمان لاتے اور ان لوگوں کیلئے استغفار کرتے ہیں جو حالت میں انہی جیسے ہیں۔

مَسْئَلَہ: اس میں دلیل ہے کہ جب وہ ایمان میں مشترک ہیں تو ضروری ہے کہ وہ نصیحت وخیر خواہی اور شفقت کا ایک دوسرے سے اظہار کریں۔ اگرچہ ان کی اجناس اور مقامات ومساکن کتنے ہی بعید ہوں۔ **رَبَّنَا** (اے ہمارے پروردگار) یہ محذوف سے حال ہے۔ **وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا** (آپ کی رحمت وعلم ہر چیز کو شامل ہے) پس رحمت اور علم وہ ایسی چیزیں ہیں۔ جو ہر چیز کو معنی کے اعتبار سے شامل ہیں۔ اصل کلام اس طرح ہے وسع کل شیء رحمتك وعلمك لیکن کلام کو اصل سے پھیرا گیا کیونکہ فعل کا استناد یہاں خود صاحب رحمت وعلم کی طرف ہے۔ اور دونوں یہاں منصوب لائے گئے۔ کیونکہ تمیز واقع ہیں اور اس طرح لانے سے صفت علم ورحمت میں مبالغہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہے۔

دعائے اوّل:

فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا (پس آپ ان لوگوں کو بخش دیں جنہوں نے توبہ کر لی ہے) یعنی ان لوگوں کو جن کے متعلق آپ جانتے ہیں کہ وہ توبہ کر چکے تاکہ رحمت وعلم کے ذکر کے مناسب ہو جائیں۔ **وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ** (اور انہوں نے تیرے راستہ کی اتباع کی) یعنی وہی ہدایت والی راہ جس کی طرف آپ نے ان کو بلایا۔

دوسری دعا:

وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (اور انہیں جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے)۔

تیسری دعا:

۸: **رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ** (اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ

بلاشبہ جنہوں نے کفر کیا ان کو پکارا جائے گا کہ یہ بات واقعی ہے کہ اللہ کا جو تم سے بغض ہے وہ اس بغض سے بہت بڑا ہے جو تمہیں خود اپنی جانوں سے ہے تم ایمان

اِلَى الْاِیْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ

کی طرف بلائے جاتے تھے تو کفر اختیار کرتے تھے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار زندگی دی۔

فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ

سو ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا تو کیا نکلنے کی کوئی راہ ہے، یہ اس وجہ سے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا

وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ ﴿۱۲﴾

تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اسکے ساتھ کسی کو شریک بنایا جاتا تھا تو اسے مان لیتے تھے۔ سو فیصلہ اللہ ہی کے لئے ہے جو بلند ہے بڑا ہے۔

ان سے وعدہ کیا ہے داخل فرما دیجئے) وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ (اور جو لائق ہوں ان کے ماں باپ میں سے) مَن یہ موضع نصب میں واقع ہے۔ کیونکہ اس کا عطف ادخلهم کے هم پر ہے۔ یا وعد تهم کے هم پر ہے اور معنی یہ ہوگا تو نے ان سے وعدہ کیا اور ان سے وعدہ کیا جو نیک ہوئے ان کے ماں باپ میں سے۔ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (اور ان کی بیویوں اور اولاد میں سے جو لائق ہوں ان کو بھی داخل کر بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں) یعنی ایسے بادشاہ ہیں جو کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اور آپ اپنی ملک وعظمت کے باوجود کوئی کام حکمت سے خالی نہیں کرتے۔ اور تیری حکمت کا تقاضا ہے کہ آپ اپنے وعدہ کو پورا فرما دیجئے۔

چوتھی دعا:

۹: وَقِهِمُ السَّیِّاٰتِ (اور آپ ان کو تکالیف سے بچایئے) السیئات سے جزائے سیئات مراد ہے جو عذاب نار ہے۔ وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَ ذٰلِكَ (اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچائیں گے تو اس پر آپ نے مہربانی فرمائی اور یہ) ذلک کا مشار الیہ دفع عذاب ہے یعنی یہ دفع عذاب هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (وہی بڑی کامیابی ہے)

کافر کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہمیں تم سے نفرت ہے:

۱۰: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنَادَوْنَ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے ان کو پکارا جائے گا) قیامت کے دن جبکہ وہ آگ میں داخل ہونگے اور اپنے نفسوں پر ناراضگی کا اظہار کریں گے تو آگ کے داروغہ ان کو آواز دے کر کہیں گے۔ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ (اللہ تعالیٰ کو تم سے زیادہ نفرت ہے اس کی بنسبت جتنی تمہیں اپنے نفسوں سے نفرت ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کو تم سے

تمہارے نفسوں کی نسبت زیادہ نفرت ہے پس انفس کا ذکر ایک مرتبہ کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ المقت: شدید بغض ونفرت۔ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَی الْاِیْمَانِ (جبکہ تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا) یہ پہلے مقت سے متعلق ہے زمخشری نے اسی طرح کہا معنی اس طرح بنے گا کہ ان کو قیامت کے دن کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے برائی اور کفر کی طرف مائل ہونے والے نفسوں سے نفرت فرماتے تھے۔ جبکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمہیں ایمان کی طرف دعوت دیتے اور تم اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے اور کفر کو اس پر ترجیح دیتے۔ اس سے کہیں بڑھ کر جتنا آج تم اپنے نفسوں سے نفرت کا اظہار کر رہے ہو اس حالت میں کہ تم آگ میں پڑے ہو۔ ہم نے تمہیں آگ میں تمہاری خواہش پرستی کی بناء پر ڈالا ہے۔

ایک قول یہ ہے:

اس کا معنی یہ ہے اب اللہ تعالیٰ کا تم سے نفرت کرنا اس سے بڑھ کر جتنا تم ایک دوسرے سے نفرت کر رہے ہو۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں فرمایا ثم یوم القیامة یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضًا [العنکبوت:۲۵] اور اذ تدعون یہ جملہ تعلیلیہ ہے۔

صاحب جامع العلوم کا قول:

اذ اس فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ جس پر لمقت اللّٰہ دلالت کر رہا ہے یعنی یمقتهم الله حین دعوا الی الایمان فکفروا۔ اللہ تعالیٰ ان سے نفرت فرماتے ہیں جب سے ان کو ایمان کی طرف دعوت دی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اذ مقت اول کی وجہ سے منصوب نہیں ہے۔ کیونکہ لمقت الله مبتداء ہے اور یہ مصدر ہے۔ اور اس کی خبر اکبر من مقتکم ہے۔ پس یہ اذ تدعون میں عامل نہیں کیونکہ جب مصدر کی خبر آ جائے تو پھر کسی چیز کا اس سے متعلق کرنا جائز نہیں جو اس کا صلہ ہو سکے۔ کیونکہ اس کی خبر کا آ جانا یہ اس کے تمام ہونے کی علامت ہے۔ اور اس کا متعلق مان لینا اس کے نقص کی نشانی ہے۔ اسی طرح دوسرے مقت سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ زمانے مختلف ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفوس سے داخلہ نار کے بعد کی حالانکہ ایمان کی دعوت تو دنیا میں دی گئی۔ تو دنیا و عقبیٰ کا زمانہ مختلف ہوا۔ فَتَكْفُرُوْنَ (پس تم کفر کرتے تھے) کفر پر اصرار کرتے تھے۔

آگ والوں کا قول جو کہ مایوس کن ہے:

۱۱: قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ (وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمیں دوبارہ مردہ رکھا اور دوبارہ زندگی دی) یعنی دو موتیں اور دو زندگیاں۔ یا دو موتیں اور دو حیاتیں۔ دو موتوں سے مراد ان کا پہلی مرتبہ ان کی مردہ و بے جان اشیاء سے پیدا کرنا اور ان کو اجل مقررہ کے پورے ہونے پر موت دینا ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ بے جان اشیاء سے پیدائش کو اماتت کہا جاتا ہے جیسا کہ یہ درست ہے کہ کہا جائے۔ سبحان من صغر جسم البعوضة و کبر جسم الفیل اس جگہ بڑے سے چھوٹے کی طرف منتقل ہونا نہیں پایا جاتا ہے۔ اور نہ چھوٹے سے بڑے کی طرف اور اس کا سبب یہ ہے کہ چھوٹا اور بڑا

دونوں کا اطلاق ایک مصنوعہ چیز پر ہوسکتا ہے۔ جب صانع نے دو جائز میں سے ایک پر کر دیا تو گویا صانع نے اس کو دوسرے جائز کی طرف پھیر دیا۔ پس اس کا اس حالت سے پھیر دینا اس سے منتقل کرنے کی طرح ہے۔

الاحیائتین سے۔ پہلی مرتبہ کی پیدائش اور پھر احیائے بعث مراد ہے اور یہ ارشاد اس پر دلالت کر رہا ہے و کنتم امواتا فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم [البقرۃ:۲۸]

ایک قول:

ہے کہ پہلی موت دنیا میں اور دوسری موت سوال کیلئے قبر میں زندہ کرنے کے بعد اور احیائے اول قبر میں موت کے سوال کیلئے زندہ کرنا اور دوسری بعث کے لئے احیاء۔ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا (پس ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں) جب انہوں نے دوبارہ موت اور دوبارہ احیاء کو اپنے اوپر طاری و جاری دیکھ لیا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اعادہ پر قدرت حاصل ہے جیسا کہ وہ انشاء پر قادر ہے۔ اسی لئے انہوں نے اپنے ان گناہوں کا اعتراف کر لیا جن کا ارتکاب انہوں نے کیا تھا جیسے انکارِ بعث اور جو اس کے پیچھے گناہ کیے تھے۔ فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ (تو کیا نکلنے کی کوئی صورت ہے) یعنی آگ سے نکلنے کی مطلب یہ ہے کہ جلدی سے نکلنے کی کوئی قسم ہو یا آہستگی سے چھٹکارا پانے کا کوئی راہ ہوتا کہ ہم چھوٹ جائیں۔ مِّنْ سَبِيْلٍ (کبھی کوئی صورت) یا بالکل مایوسی ہے کہ نہ تو نکلنا اور نہ اس کے لئے کوئی صورت۔ یہ گفتگو ایسے لوگوں کی ہے جن پر مایوسی کے بادل چھا چکے ہونگے اور یہ بات وہ حیرانی کی وجہ سے کہیں گے۔ اسی لئے جواب اس کے مطابق لایا گیا جو اگلی آیت میں ہے۔

سرمدی عذاب کا فیصلہ تمہارے کفر کی وجہ سے ہوا:

۱۲: ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ (وجہ اس کی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا تھا۔ تو تم انکار کیا کرتے تھے) وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا (اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے) یہ وہ چیز ہے جس میں تم مبتلا تھے۔ تمہارے لیے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں اس وجہ سے کہ تم نے توحید کا انکار کیا اور شرک پر تمہارا ایمان تھا۔ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ (پس یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے) کہ اس نے ہی تمہارے لئے سرمدی عذاب کا فیصلہ فرمایا۔ الْعَلِيِّ (بلند و برتر ہے) شان اس کی پس اس کے فیصلوں کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ الْكَبِيْرِ (عظمت والے ہیں) ان کی سلطنت عظیم ہے پس اس کی سزا کی کوئی حد بندی نہیں۔

ایک قول:

خارجی حروریہ فرقہ نے اسی آیت سے اپنا قول لا حکم الا للّٰہ لیا۔ قتادہ کہتے ہیں جب اہلِ حروراء نے خروج کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ کون لوگ ہیں۔ انہیں بتلایا گیا کہ یہ تحکیم کا نعرہ لگانے والے ہیں۔ یعنی یہ لوگ کہتے ہیں لا حکم الا للّٰہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلمہ تو صحیح ہے مگر اس سے مراد غلط لے لی گئی ہے۔ (اس سے ان کا میری تکفیر کرنا غلط ہے)۔

هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ط وَمَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ

وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے رزق اتارتا ہے اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہی لوگ

یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ

جو رجوع کرتے ہیں سو تم اللہ کو پکارو، دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو، وہ رفیع الدرجات ہے۔

ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾

عرش والا ہے، وہ اپنے حکم سے وحی نازل فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے

یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ج لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ط لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ط لِلّٰهِ

جس دن وہ لوگ ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ پر ان میں سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہ ہوگی، آج کس کے لئے ملک ہے، اللہ

الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ ط لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ ط اِنَّ اللّٰهَ

واحد قہار کے لئے ہے، آج کے دن ہر جان کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا آج کے دن ظلم نہیں ہے بیشک اللہ

سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

جلد حساب لینے والا ہے۔

۱۳: هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ (وہی ذات ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے) مثلاً ہوائیں، بادل، گرجیں، بجلیاں، کڑکیں، وغیرہ۔ وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ (اور وہ تمہارے لئے آسمان سے اتارتا ہے)

قراءت: ینزل تخفیف کے ساتھ مکی، بصری نے پڑھا ہے۔ رِزْقًا (رزق) بارش کیونکہ وہ سبب رزق ہے۔ وَمَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ (اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے) آیات اللہ سے عبرت اور نصیحت وہ حاصل کرتا ہے جو شرک سے توبہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پس جو شخص ضدی ہے وہ نہ نصیحت حاصل کرتا ہے اور نہ یاد کرتا ہے۔

ربط: پھر رجوع کرنے والوں کو فرمایا۔

۱۴: فَادْعُوا اللّٰهَ (پس تم اللہ تعالیٰ کو پکارو) پس اسی کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (اس کا خالص اعتقاد کر کے) شرک سے خالص کرنا مراد ہے۔ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ (اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو) اگرچہ تمہارے وہ دشمن تم پر یہ عیب لگائیں جو تمہارے دین پر نہیں ہیں۔

بندوں کے درجات کو بلند کرنے والا اور جس نے عرش کو بنا کر فرشتوں کے طواف کا مقام بنایا:

۱۵: رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ (وہ رفیع الدرجات ہے۔ وہ عرش کا مالک ہے) يُلْقِي الرُّوْحَ (وہ وحی بھیجتا ہے)
نحو: نمبرا۔ هُوَ کی تین خبریں ہیں اور یہ الذی یریکم پر مرتب ہوتا ہے۔ یا نمبر۲۔ مبتداء محذوف کی خبریں ہیں۔ رفیع الدرجات کا معنی نمبرا۔ وہ آسمانوں میں سے بعض کو بعض پر بلند کرنے والا ہے۔ نمبر۲۔ وہ اپنے بندوں کے درجات کو مرتبہ دے کر بلند کرتا ہے۔ نمبر۳۔ جنت میں بندوں کے درجات کو بلند کرے گا۔ ذوالعرش وہ اپنے اس عرش کا مالک ہے جو آسمان سے اوپر ہے۔ اس کو پیدا کر کے فرشتوں کے طواف کا مقام بنادیا۔ اور اس کی تخلیق عظمت باری تعالیٰ کو بھی ظاہر کرنے والی ہے۔ اور اس کی مملکت میں اس کی بے نیازی کو بھی ظاہر کرنے والی ہے۔ الروح سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ نمبر۲۔ وہ وحی جس سے دل زندہ کیے جاتے ہیں۔ مِنْ اَمْرِهٖ (اپنے حکم سے) من یہاں اجلیہ ہے، اپنے حکم کیلئے یا اپنے حکم کے سبب۔ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ (جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے تاکہ وہ ڈرائے) تاکہ اللہ تعالیٰ ڈرائے یا جس پر وحی بھیجی جارہی ہے وہ ڈرائے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعقوب کی قراءت اس پر دلالت کرتی ہے۔
قراءت: لتنذر یعقوب نے پڑھا ہے۔
يَوْمَ التَّلَاقِ (اجتماع کے دن سے) قیامت کے دن۔ یہ نام اس کا اس لئے ہے کہ اس دن اہل سماء اہل ارض سے ملاقات کریں گے اور اسی طرح اولین وآخرین کی ملاقات ہوگی۔
قراءت: مکی اور یعقوب نے التلاقی پڑھا ہے۔

قیامت میں ہر چیز سامنے ہوگی:

۱۶: يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ (جس دن سب لوگ سامنے آموجود ہونگے) بارز کا معنی ظاہر ہے۔ ان کو کوئی چیز نہ چھپائے گی۔ نہ پہاڑ نہ ٹیلہ نہ عمارت۔ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ (ان کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے مخفی نہ رہے گی) شئی سے مراد یہاں اعمال و احوال ہیں۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (آج کے روز کس کی حکومت ہوگی) یہ بات اللہ تعالیٰ اس وقت فرمائیں گے جبکہ کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا۔ بذات خود جواب عنایت فرمائیں گے۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (بس اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی جو یکتا غالب ہے) یعنی وہ ذات جس نے موت سے مخلوق کو مغلوب کیا۔
نحو: الیوم منصوب ہے۔ لمن کا مدلول اس پر عامل ہے۔ ای لمن ثبت الملک فی هذا الیوم۔ آج کے دن بادشاہی کس کے لیے ثابت ہے۔ ایک قول یہ ہے ایک منادی آواز دے گا کہے گا۔ لمن الملک الیوم۔ اہل محشر اس کو جواب دیں گے۔ للّٰہ الواحد القہار۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ

اور آپ ان کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرایئے جس وقت قلوب گلوں کے پاس ہوں گے گھٹن میں پڑے ہوئے ہوں گے، ظالموں کے لئے

مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾

نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنیوالا ہوگا جسکی بات مانی جائے، وہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو اور ان چیزوں کو جنہیں سینے پوشیدہ رکھتے ہیں،

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ

اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے،

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع

بلاشبہ اللہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔

ہر خیر وشر کا بدلہ دیا جائے گا:

۱۷: اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کچھ ظلم نہ ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) جب یہ بات پختہ ہو چکی کہ بادشاہی اس دن اکیلے اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ تو اب اس کے نتائج گنوائے۔ نمبرا۔ ہر نفس کو جو عمل خیر و شر میں سے اس نے کیا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ نمبر۲۔ ظلم اس کی طرف سے بالکل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ظلام للعبید نہیں ہے۔ نمبر۳۔ حساب میں دیر نہ لگے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایک کا حساب دوسرے سے مشغول نہیں کرسکتا۔ پس وہ تمام مخلوق کا حساب ایک ہی وقت میں لے لیں گے۔ اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والے ہیں۔

۱۸: وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ (اور آپ ان کو قریب آنے والی مصیبت کے دن سے ڈرائیں) یوم الأزفة سے قیامت کا دن مراد ہے۔

وجہ تسمیہ:

قیامت کو یوم الأزفة اس کے قرب کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

قیامت کے دن دِل خوف سے بے چین ہوں گے:

اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ (جبکہ دل منہ کو آجائیں گے) الحناجر کا معنی گلے۔ دل اچھل کر اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور ان

کے گلے میں پھنس جائیں گے نہ تو وہ باہر نکلیں گے کہ وہ مر جائیں اور نہ اپنے مقام کی طرف لوٹیں گے کہ وہ سانس لے سکیں اور ان کو چین نصیب ہو۔ كٰظِمِيْنَ (غم وخوف سے بے چین بھرے ہونگے) وہ ان کے گلے میں اٹکنے والے ہونگے۔ یہ کظم القربة سے لیا گیا ہے۔ جبکہ اس کا منہ باندھ دیا جائے اور یہ دلوں کے لئے ناممکن ہے۔ اس لئے اس سے مراد اصحاب قلوب ہونگے۔ الکاظم کو جمع لایا گیا۔ یہ جمع سالم ہے کیونکہ ان قلوب کا یہ فعل عقلاء والا ہے۔ اس لئے جمع سالم کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ (اور ظالموں کیلئے نہ ہوگا) ظالم سے یہاں کافر مراد ہیں۔ مِنْ حَمِيْمٍ (کوئی محبّ مشفق) وَّ لَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ (اور نہ سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا جائے) یعنی جو سفارش کرے یہ مجاز ہے کیونکہ اطاعت تو اس کی ہوتی ہے۔ جو تم سے سربلند اور بڑا ہو۔ مراد اس سے اطاعت وشفاعت کی نفی ہے جیسا کہ اس قول میں

ولا تری الضب بها ينجحر

شاعر کی یہاں مراد ضب اور اس کے بل بنانے کی نفی ہے۔ اگرچہ آیت کے الفاظ میں طاعت کی نفی کا احتمال ہے شفاعت کی نفی کا نہیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

اللہ کی قسم ان کا قیامت کے دن قطعی طور پر کوئی سفارشی نہ ہوگا۔

سینہ کی باتیں اُس سے مخفی نہیں:

۱۹: يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ (وہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے) خائنة یہ مصدر ہے خیانت کے معنی میں ہے جیسا کہ عافیت بمعنی معافات ہے۔ مراد اس سے غیر محرم کی طرف نظر چرا کر دیکھنا۔ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (اور ان کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں) اور جن کو سینے امانت یا خیانت میں سے چھپاتے ہیں۔ چوری چھپے اجنبی عورت کو شہوت سے دیکھنا پھر اس کے جمال کے متعلق دل میں خیال لانا۔ اور اس کو معلوم نہیں اپنے اس نظر وفکر میں کہ میں کس کے سامنے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس تمام کو جانتے ہیں۔ یعلم خائنة الاعین یہ ھو کی خبروں میں سے ہے۔ جو اس قول میں ہے ھو الذی یریکم ایا تہ [غافر:۱۳] جیسے یلقی الروح۔ [غافر:۱۵] لیکن یلقی الروح کی تعلیل لینذر یوم التلاق سے فرمائی۔ پھر بطور استطراد یوم التلاق کے احوال۔ ولا شفیع یطاع تک بیان کئے۔ اس لئے یہ اپنے ہم مثلوں سے دور ہو گیا۔

۲۰: وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ (اور اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا) یعنی وہ ذات جس کی یہ صفات ہیں وہ انصاف سے ہی فیصلہ فرمائے گا۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ (اور جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے) ان کے معبود کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس میں ان کو شرمایا گیا۔ کیونکہ جس کی قدرت کے ساتھ صفت بیان نہیں کی جا سکتی اس کے متعلق یقضی کا صیغہ اس کے لئے بولا ہی نہیں جا سکتا۔ اس لئے کہ دوسرے مقام پر فرمادیا۔ یعلم

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ

کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھرے تا کہ دیکھ لیتے ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے

قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

تھے، وہ قوت کے اعتبار سے ان سے زیادہ سخت تھے اور زمین میں نشانوں کے اعتبار سے بھی بڑھ کر تھے، سو اللہ نے انکے گناہوں کی وجہ سے انکی

بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ

گرفت فرما لی اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہ تھا، یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی ہوئی دلیلیں

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

لے کر آئے سو انہوں نے کفر کیا پھر اللہ نے ان کو پکڑ لیا، بیشک وہ قوی ہے سخت عذاب والا ہے۔

خائنة الاعين وما تخفى الصدور [غافر:۱۹] اور اس میں ان کو وعید سنائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں کو اور ان کے اعمال کو دیکھنے والے ہیں۔ اور ان اعمال پر ان کو وہ سزا دیں گے۔ اور اس میں ان مشرکین پر تعریض ہے کہ جن کو تم معبود مانتے ہو وہ نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (بلاشبہ اللہ سننے والا' دیکھنے والا ہے)

۲۱: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ (کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان کا کیا انجام ہوا) یعنی جنہوں نے ان سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا ان کا انجام کار کیا ہوا)۔ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً (وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے)۔

نحو: ہم ضمیر فصل ہے اور حق تو یہ ہے کہ یہ دو معرفوں کے درمیان لائی جائے۔ البتہ یہاں اشد منھم یہ معرفہ کے مشابہ ہو گیا کیونکہ اس پر الف لام داخل نہیں ہو سکتا۔ پس اس کے قائم مقام شمار کر لیا۔

قراءت: شامی نے منکم پڑھا۔ دیگر نے منہم۔

وَّ اٰثَارًا فِى الْاَرْضِ (اور ان نشانوں میں جو زمین پر چھوڑ گئے) قلعے، محلات وغیرہ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ (اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کے بدلہ میں پکڑا) ان کے گناہوں کے سبب ان کو سزا دی۔ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (ان کو کوئی اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوا) یعنی کوئی چیز ایسی نہ تھی۔ جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لے۔

۲۲: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ (یہ اس سبب سے ہوا کہ) یہ پکڑ اس سبب سے ہوئی کہ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے پھر انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مواخذہ فرمایا بیشک وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے) قوی، ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ شدید العقاب کا مطلب جب

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات اور واضح دلیل کے ساتھ فرعون اور ہامان

وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا

اور قارون کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا ہے، سو جب انکے پاس ہمارے پاس سے حق لے کر آیا تو کہنے لگے

اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ۭ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

کہ جو لوگ اسکے ساتھ ایمان لائے انکے بیٹوں کو قتل کر دو اور انکی عورتوں کو زندہ چھوڑو اور کافروں کی تدبیر محض

اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ

بے اثر رہی، اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکارے بلاشبہ میں

اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى

ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دے یا زمین میں فساد پھیلا دے، اور موسیٰ نے کہا

اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

بلاشبہ میں اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی ہر متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں لاتا۔

وہ سزا دیتا ہے تو سخت دیتا ہے۔

۲۳: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا (ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات کے ساتھ) تسع آیات مراد ہیں۔ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (اور کھلی دلیل کے ساتھ) ظاہر دلیل۔

۲۴: اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا (فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا پس انہوں نے کہا) سٰحِرٌ كَذَّابٌ (وہ جھوٹا جادوگر ہے) انہوں نے واضح دلیل کو سحر و کذب سے تعبیر کیا۔

قانونِ قتل سے اللہ کا فیصلہ نہ روک سکا:

۲۵: فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ (پس جب وہ ان لوگوں کے پاس دین حق لے کر آئے) الحق سے نبوت مراد ہے۔ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (ہماری طرف سے تو ان لوگوں نے کہا جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو) ان پر اس قتل کے حکم کا اعادہ کرو جو پہلے جاری کیا گیا تھا۔ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ (اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو)

خدمت کیلئے وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (اوران کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی) ضلال ضائع ہے انہوں نے اس سے پہلے قتل کا قانون جاری کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اس کو غالب کر کے رہا جس سے ان کو خطرہ تھا۔ پس یہ قتل دوم بھی کام نہ آئے گا۔

فرعون بچوں کے قتل سے باز آ چکا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو اس نے محسوس کیا کہ جس چیز کو اس نے روکنا چاہا وہ تو واقع ہوا چاہتی ہے تو اس نے بنی اسرائیل پر دوبارہ غضبناک ہو کر یہ ظالمانہ قانون جاری کر دیا۔ اس خیال کے پیش نظر کہ وہ لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام سے روک کر غلبۂ موسیٰ علیہ السلام نہ ہونے دے گا۔ مگر اس نے نہ جانا کہ دونوں مرتبہ اس کا مکروفریب ضائع جائے گا۔

فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے سے جلد ہلاکت کے خطرہ کی وجہ سے باز رہا:

۲۶: وَقَالَ فِرْعَوْنُ (اور فرعون نے کہا) اپنے سرداروں کو ذَرُوْنِيْ اَقْتُلْ مُوْسٰى (مجھ کو چھوڑو کہ موسیٰ کو میں قتل کر ڈالوں) جب فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کا ارادہ کرتا تو سردار اس کو یہ کہہ کر منع کرتے یہ وہ نہیں جس سے تجھے خطرہ ہے یہ اس سے کم درجہ ہے یہ تو ایک ساحر ہے۔ جب تو اس کو قتل کرے گا تو لوگوں کے دلوں میں شبہ پیدا کر دے گا۔ لوگوں کو یقین ہو جائے گا۔ کہ تو اس کا دلیل سے مقابلہ کرنے سے عاجز آ چکا ہے۔

اس سے یہ بات کھل کر معلوم ہوتی ہے کہ فرعون کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نبی برحق ہیں۔ اور اس کے سامنے آنے والے نشانات یہ سحر نہیں۔ مگر وہ دغاباز، بہت زیادہ خون بہانے والے اور معمولی چیزوں پر قتل کرنے والے شخص کا مزاج رکھتا تھا۔ پھر وہ اس کے متعلق قتل سے کیوں چوکتا جس کے متعلق وہ محسوس کر چکا تھا کہ وہ اس کی سلطنت کو برباد کرے گا لیکن اس کو خطرہ یہ تھا کہ اگر اس نے قتل کا اقدام کیا تو وہ جلد تر ہلاک کر دیا جائے گا۔ اور اس کا یہ قول ولیدع ربّہٗ اس شدید خوف کے احساس کو خوب ظاہر کرتا ہے۔ اور ایک طرف اپنے بارے میں ربوبیت کا دعوے دار تھا۔ اور دوسری طرف اس کا قول ذرونی اقتل موسٰی کہنا درحقیقت یہ اپنی قوم کو بلیک میل کرنے کیلئے ہے اور اس بات کا وہم دلانے کیلئے ہے کہ وہ روک رہے ہیں میں تو ابھی اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ واقعۃً اس کو دلی گھبراہٹ روکے ہوئی تھی۔ اِنِّيْ اَخَافُ (مجھے ڈر ہے) اگر میں اس کو قتل نہ کروں تو اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ (کہ وہ تمہارا دین بدل ڈالے) وہ اس آبائی دین کو بدل دے جس پر تم چلے آ رہے ہو۔ وہ فرعون اور دیگر اصنام کی پوجا کرتے تھے۔ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ (یا وہ پھیلا دے) یعنی موسیٰ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ (ملک میں کوئی خرابی) يَظْهَرُ الْفَسادُ یاء کا ضمہ اور دال کا فتحہ پڑھا ہے۔ مدنی، بصری، حفص کا یہ مسلک ہے۔ اور دیگر قراء نے یاء کا فتحہ اور دال کا رفع پڑھا ہے۔ مگر پہلا قول اولیٰ ہے۔ کیونکہ و يُبَدِّلَ کے موافق ہے۔ الفساد فی الارض کا مطلب باہمی لڑائی ایک دوسرے کو برانگیختہ کرنا جس سے امن تہہ و بالا ہو اور کھیتیاں اور تجارتیں اور ذرائع آمدنی معطل ہو کر رہ جائیں۔ اور لوگ قتل وضیاع سے ہلاک ہو جائیں۔ گویا وہ انہیں باور کرا رہا تھا۔ کہ مجھے خطرہ یہ ہے کہ وہ اپنے دین کی طرف دعوت دے کر تمہارے دین سے تمہیں برگشتہ کر دے یا اس کی وجہ سے جو فتنے

پیدا ہونے کا خدشہ ہے اس سے تمہاری دنیا تباہ ہو جائے گی۔ اہل کوفہ کے علاوہ دیگر قراء نے واَن پڑھا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے مجھے تمہارے دین ودنیا دونوں کے بیک وقت تباہ ہونے کا خدشہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے قتل کی دھمکی سن کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی:

۲۷: وَقَالَ مُوْسٰی (اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا) جب انہوں نے فرعون کی وہ بات جو اس نے اپنی قوم کو قتل موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں کہی سن پائی تو کہا۔ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ (میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر ایسے خر دماغ سے جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا) آیت میں ربکم کا لفظ ان کو اس بات پر ابھارنے کیلئے ہے کہ وہ اس کی اقتداء اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کی اسی طرح پناہ مانگیں جس طرح میں نے پناہ مانگی ہے۔ اور اس پر توکل کرتے ہوئے اس کو مضبوطی سے تھام لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے من کل متکبر فرمایا تا کہ آپ کا استعاذہ فرعون اور دیگر تمام جبارین کو شامل ہو جائے اور آپ کی بات بطریق تعریض ہو جو تصریح کی نسبت زیادہ مؤثر ہے۔ تکبر سے یہاں قبول حق سے بوجہ تکبر انکار کرنا مراد ہے اور یہ استکبار کی قبیح ترین شکل ہے اور اختیار کرنے والے کی کمینگی کو خوب ثابت کرنے والی ہے اور اس کے شدید ظلم کو ظاہر کرنے والی ہے۔

اور کہا لا یؤمن بیوم الحساب کیونکہ جب کسی انسان میں ظلم، جزاء کا انکار، انجام کی عدم پرواہ جیسی برائیاں جمع ہو جائیں تو اس میں سنگ دلی، اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سلسلہ میں جرأت و دلیری کے اسباب مکمل ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ کوئی گناہ کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

قراءت: عذت، لذت یہ دونوں ایک جیسے ہیں۔ عُتُّ ادغام کے ساتھ ابوعمرو، حمزہ، علی نے پڑھا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا

اور آل فرعون میں سے ایک مؤمن نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو

اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا

جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لے کر آیا ہے، اور اگر وہ جھوٹا ہوگا

فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوگا تو تمہیں بعض وہ مصائب پہنچ جائیں گے جن کی وہ بطور پیش گوئی خبر دے رہا ہے، بلاشبہ اللہ

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي

ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا ہو بہت جھوٹا ہو، اے میری قوم آج زمین میں تمہاری حکومت ہے تم غلبہ پائے

الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ

ہوئے ہو سوا گر اللہ کا عذاب ہم تک آپہنچا تو ہمیں اس سے بچانے کے لئے کون مدد کرے گا؟ فرعون نے کہا میں تو تمہیں وہی رائے

اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

دوں گا جسے میں خود ٹھیک سمجھ رہا ہوں اور میں تمہیں وہی راہ بتاؤں گا جو ہدایت کا راستہ ہے۔

مؤمن آلِ فرعون کی تقریر:

۲۸: وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ (اور ایک مؤمن شخص نے جو فرعون کے خاندان میں سے تھا اور اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا کہا) ایک قول یہ ہے کہ یہ قبطی تھا اور فرعون کا چچازاد بھائی تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام پر پوشیدہ طور پر ایمان لے آیا۔

نحو: من آل فرعون یہ رجل کی صفت ہے۔

ایک قول:

یہ اسرائیلی تھا۔ اس صورت میں من آل فرعون یہ یکتم کا صلہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے یکتم ایمانہ من آل فرعون وہ آل فرعون سے ایمان کو چھپاتا تھا۔ اس کا نام سمعان تھا یا حبیب یا خربیل یا حزبیل مگر قول اول ظاہر سیاق کے زیادہ مناسب ہے۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ (کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے) ان یقول لام مقدر ہے یہ دراصل اس کی طرف سے ان کے فعل پر شدید نکیر ہے۔ گویا اس نے اس طرح کہا۔ کیا تم بدترین حرکت کا ارتکاب کرتے ہو جو ایک

محترم جان کا قتل کر دینا ہے۔ حالانکہ تمہارے پاس اس کے قتل کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ کلمہ حق کہتا ہے کہ رَبِّیَ اللّٰہُ (میرا رب اللہ ہے) حالانکہ وہ تمہارا بھی رب ہے فقط اسی کا رب نہیں۔

وَقَدْ جَآءَ كُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ (حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا) قد جاء کم یہ جملہ حالیہ ہے۔ یعنی اس نے اپنی بات کو درست کرنے کیلئے ایک دلیل بھی پیش نہیں کی بلکہ جس ذات کی طرف ربوبیت کی نسبت کی جاتی ہے اس کی طرف سے دلائل پیش کئے ہیں۔ اور اس کے اعتراف تک ان کو مہلت دی گئی ہے۔ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ (اگر وہ جھوٹا ہی ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو وہ جو کچھ پیشین گوئی کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر پڑیگا) اس نے بطریق تقسیم ان کے سامنے دلیل پیش کی کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ سچا ہے یا جھوٹا اگر وہ جھوٹا ہے تو پھر اس کا وبال اس پر پڑے گا اور اس سے آگے نہ بڑھے گا اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کا وہ وعدہ کر رہا ہے وہ تمہیں آن پہنچے گا۔ اس نے یہ نہیں کہا کلّ الذی یعد کم کہ وہ سارا عذاب تم پر اتر پڑے گا۔ اس کے باوجود کہ یہ سچے نبی کی طرف سے کیا جانے والا وعدہ ہے۔ یہ بات ان کی مدارات اور طریق انصاف پر چلتے ہوئے کہی۔ اس نے وہ بات کہی جو ان کے ذہنوں کو زیادہ اپیل کرنے والی تھی۔ اور اس میں تمام عذاب کے مل جانے کی نفی بھی نہ تھی۔ گویا اس طرح فرمایا کہ اس کی سچائی میں کم سے کم بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس عذاب کا کچھ حصہ تم پر ضرور طاری ہوگا جس کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے اور وہ جلد ملنے والا عذاب ہے۔ اور اس میں تمہاری ہلاکت ہے۔ اس نے ان سے دنیا و آخرت کے عذاب کا وعدہ کیا تھا۔ اسی لئے تو کاذب کو صادق پر مقدم کیا۔ اور بعض کی تفسیر کل سے کرنا درست نہیں ہے۔

اگر وہ مسرف ہے تو خود ہلاک ہوگا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ (اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو حد سے گزرنے والا ہو) مسرف حد سے تجاوز کرنے والا۔ كَذَّابٌ (بہت جھوٹ بولنے والا) اپنے دعوؤں میں یہ باب مجاملہ میں سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ حد سے بڑھنے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کر دیں گے اور ہلاک کر دیں گے پس تمہاری جان اس سے چھوٹ جائے گی یا اگر وہ مسرف و کذاب ہوتا تو اس کو نبوت نہ ملتی اور دلائل سے اس کی پشت پناہی نہ کی جاتی۔ **ایک قول** یہ ہے کہ اس نے وہم دلایا کہ وہ مُسْرِف سے موسیٰ مراد لے رہا ہے حالانکہ وہ فرعون مراد لے رہا تھا۔

۲۹: يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ (اے میرے بھائیو! آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو) ظاہرین کا معنی غلبہ پانے والے۔ لکم کے کُم سے حال ہے۔ فِي الْاَرْضِ (زمین میں) ارضِ مصر فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا (اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ہماری مدد کون کریگا اگر وہ ہم پر آن پڑی) مطلب یہ ہے کہ تمہیں ملک مصر میسر ہے اور لوگوں پر تم صاحب اقتدار ہو۔ اور وہ تمہارے مطیع بنے ہیں۔ پس اپنا معاملہ مت بگاڑو۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا مت کرو۔ اگر وہ آ گیا تو تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ کوئی اس سے تمہیں بچا سکتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ

اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا کہ اے میری قوم میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر سابقہ جماعتوں جیسا دن نہ آپڑے جیسا کہ

دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِھِمْ ؕ وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا

قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا، اور اللہ بندوں پر کسی طرح بھی ظلم کا ارادہ نہیں

لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ

فرماتا، اور اے میری قوم بلاشبہ میں تمہارے بارے میں یَوْمَ التَّنَادِ کا اندیشہ رکھتا ہوں جس دن تم پشت پھیر کر

مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ ﴿۳۳﴾

واپس لوٹو گے تمہارے لئے اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہ ہوگا، اور اللہ جسے گمراہ کرے اسے کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں۔

اگرچہ تم صاحب اقتدار ہو مگر اللہ کے عذاب کا سامنا نہیں کر سکتے:

رجل مؤمن نے ینصرنا اور جاءنا کے صیغے جمع والے استعمال کیے۔ کیونکہ اس کی قرابت داری ان میں پائی جاتی تھی۔ اور تا کہ ان کو یہ جتلائے کہ جو ان کو خیر خواہی کی باتیں کر رہا ہے وہ بھی ان کا حصہ دار اور شریک کار ہے۔ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِیْکُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی (فرعون نے کہا میں تو تم کو وہی رائے دونگا جو خود سمجھ رہا ہوں) یعنی میں تم کو وہی رائے دیتا ہوں اس کو قتل کر دو۔ اس سے زیادہ میرے نزدیک کوئی رائے نہیں ہے۔ اور یہ بات جو تمہیں کہی جا رہی ہے یہ درست نہیں ہے۔

وَمَآ اَھْدِیْکُمْ (اور میں تم کو بتلاتا ہوں) اس رائے کے ذریعہ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ (عین طریق مصلحت) یعنی صلاح و درستگی کا راستہ یا میں تمہیں وہ بتلا رہا ہوں جس کو میں درست جانتا ہوں۔ اور میں اپنی رائے چھپا کر نہیں رکھ رہا اور نہ ہی اپنے پاس محفوظ کر رہا ہوں کہ تمہیں اس کے الٹ بتاؤں۔ مطلب یہ تھا کہ میری زبان و دل دونوں اس بات میں موافق ہیں۔ حالانکہ یہ اس نے کھلا جھوٹ بولا وہ اپنے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے شدید خوف محسوس کر رہا تھا۔ لیکن وہ بناوٹ کے طور پر بہادری ظاہر کر رہا تھا۔ اگر وہ علامت سے ظاہر نہ کرتا تو یہ معلوم نہ ہوسکتا۔ اس نے معاملہ فقط اشارہ پر نہ چھوڑا۔

۳۰: وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ (اور اس مؤمن نے کہا اے میرے دوستو! مجھ کو تمہارے متعلق اور امتوں جیسے برے دن کا اندیشہ ہے) یعنی ان جیسے دن جن میں ان پر عذاب اترے۔

ربط: جب اس نے احزاب کی طرف نسبت کی تو پھر اس کی وضاحت کی۔

۳۱: مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِھِمْ (جیسا قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا

تھا) اس میں یہ بات چھپائی نہیں گئی کہ ان میں سے ہر گروہ کیلئے تباہی و ہلاکت کا دن تھا۔ بلکہ جمع میں سے ایک پر اکتفاء کیا گیا۔ اور ان لوگوں کی عادات عمل میں انہی جیسی ہیں جیسے کفر، تکذیب، اور دیگر معاصی۔

اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا:

نحو: اور چونکہ ان کی عادت انہی جیسی تھی پس حذف مضاف ضروری ہوا۔ یعنی مثل جزاء دأبھم۔ ان کی جزاء ان کے عمل کی جزاء جیسی ہوگی۔ اور مثل کا لفظ دومرتبہ منصوب لائے۔ کیونکہ یہ مثل اول کیلئے عطف بیان ہے۔ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ (اور اللہ تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتے کہ بغیر گناہ کے ان کو سزا دے دیں یا اس عذاب میں اس مقدار سے اضافہ فرما دیں جس کے وہ مستحق ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ان کو تہس نہس کرنا عدل ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے اس کے حقدار ہیں۔ اور یہ جملہ اس جملہ سے زیادہ بلیغ ہے جو سورۂ فصلت میں ہے۔ وما ربك بظلام للعبيد [فصلت:۴۶] اس طرح کہ ظلمًا کو نکرہ لا کر ارادۂ ظلم کی نفی فرمائی اور جو کسی بھی ارادۂ ظلم سے دور رہا جو بندوں کیلئے ہوسکتا ہے تو وہ ظلم سے ابعد بعید ہوگا۔

ردِ معتزلہ:

معتزلہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کے کے متعلق ارادہ نہیں فرماتے کہ وہ ظلم کریں مگر یہ تفسیر حقیقت سے بہت دور ہے۔ کیونکہ اہل لغت کہتے ہیں۔ جب کوئی آدمی دوسرے کو کہے۔ لا اريد ظلما لك ۔ تو اس کا معنی لا اريد ان اظلمك کہ میں آپ پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا کیا جاتا ہے۔ پس ان کا معنی غلط ہوا۔

ربط: اس آیت میں عذابِ دنیا سے ڈرایا گیا۔ پھر اگلی آیت میں عذابِ آخرت سے ڈرایا گیا ہے۔

کثرتِ نداء کا دن قیامت ہے:

۳۲: وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ (اور اے میری قوم مجھے تمہارے متعلق اس دن کا اندیشہ ہے جس میں کثرت سے ندائیں ہونگی) یوم التناد سے قیامت کا دن مراد ہے۔

قراءت: التنادِ مکی، یعقوب نے دونوں حالوں میں پڑھا ہے۔ اور اصل میں اثباتِ یاء کے ساتھ آتا ہے مگر اس کا حذف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ کسرہ یاء کی دلالت کیلئے کافی ہے اور ان آیات کے آخر میں آگے پیچھے دال آ رہی ہے اور یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں ذکر فرمایا: ونادى اصحاب الجنة اصحاب النار [الاعراف:۴۴] اور ونادى اصحاب الاعراف [الاعراف:۴۸]

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ط

اور یہ بات واقعی ہے کہ یوسف تمہارے پاس اس سے پہلے واضح معجزات لے کر آئے سو وہ جو کچھ تمہارے پاس لائے تم اسمیں برابر شک کرتے رہے۔

حَتّٰٓى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ط كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ

یہاں تک کہ جب انکی وفات ہوگئی تو تم نے کہا کہ اللہ انکے بعد کسی رسول کو مبعوث نہ فرمائے گا۔ اللہ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے اس شخص کو

هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ط

جو حد سے بڑھ جانے والا ہو شک میں پڑنے والا ہو جو اللہ کی آیات میں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو جھگڑے بازی کرتے ہیں

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ط كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ

اللہ کے نزدیک اور اہل ایمان کے نزدیک یہ بڑے بغض کی چیز ہے اسی طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر متکبر جبار کے

مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

دل پر۔

ایک قول یہ ہے:

کہ اس سے وہ نداء مراد ہے جو اس طرح دی جائے گی۔اے محشر والو سن لو! فلاں شخص ایسا خوش نصیب ہوا کہ کبھی بد بخت نہ ہوگا۔خبر دار فلاں ایسا شقی ہوا کہ اس کے بعد کبھی سعادت مند نہ ہوگا۔

۳۳: يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ (جس روز پیٹھ پھیر کر لوٹو گے) موقف حساب سے آگ کی طرف لوٹ رہے ہونگے۔مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہوگا) یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مِنْ عَاصِمٍ (کوئی بچانے والا) روکنے اور دفع کرنے والا۔وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت کرنے والا نہ ہوگا) هادٍ بمعنی سیدھے راہ پر لگانے والا۔

یوسف علیہ السلام سے کون مراد ہے؟

۳۴: وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ (اور تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف دلائل لے کر آ چکے ہیں) وہ یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں۔ایک قول یہ ہے وہ یوسف بن ابراہیم بن یوسف بن یعقوب ہیں۔یہ بیس سال ان میں نبوت پا کر زندہ رہے۔ایک قول یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ والا فرعون وہی یوسف علیہ السلام، کے زمانہ کا فرعون ہے ان کے

زمانہ تک وہ زندہ رہا۔

ایک قول:

وہ اور فرعون ہے۔ اس میں ان کو توبیخ کی گئی کہ موسیٰ علیہ السلام سے قبل یوسف علیہ السلام آئے اور معجزات لے کر آئے۔

فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ (تم ان امور میں شک میں پڑے رہے جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے) پس تم ان باتوں میں شک کرتے رہے اور شک کا ازالہ نہ ہو سکا۔ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا (یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم لوگ کہنے لگے اب اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کو رسول بنا کر نہ بھیجے گا) یہ بات تم نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل و حجت کے گھڑ لی یعنی تم اپنے کفر پر برقرار رہے اور یہ یقین کیے رکھا کہ دوبارہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حجت کی تجدید نہ ہوگی۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ (اسی طرح اللہ تعالیٰ آپے سے باہر ہونے والے شبہات میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے) یعنی اس اضلال میں مبتلا رکھتا ہے جو کہ شبہات کا شکار، اپنے دین کے متعلق شک میں پڑا ہو۔

۳۵: الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ (جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا نکالتے ہیں) یہ من هو مسرف سے بدل ہے۔ اور اس کا بدل بننا درست ہے اگرچہ وہ مفرد اور یہ جمع ہے کیونکہ ایک مسرف مراد نہیں بلکہ ہر مسرف مراد ہے۔ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی آیات میں) یعنی ان کے باطل قرار دینے اور دور کرنے میں بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ (بغیر کسی دلیل کے) اَتٰىهُمْ كَبُرَ مَقْتًا (جو ان کے پاس موجود ہو۔ بڑی نفرت) یعنی غصہ کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔ کبر کا فاعل من هو مسرف کی ضمیر ہے۔ وہ لفظاً واحد ہے مگر معناً جمع ہے پس بدل معنی کے لحاظ سے لایا گیا۔ اور ضمیر میں لفظ کا لحاظ رکھا گیا اور واحد لائے اور الذين کا مرفوع ہونا بھی درست ہے۔ مگر اس صورت میں مضاف کا حذف ماننا پڑتا ہے۔ جس کی طرف کبر کی ضمیر لوٹتی ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ جدال الذين يجادلون كبر مقتا ان لوگوں کا جدال جو جدال کرتے ہیں بہت زیادہ ہے نفرت میں عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (اللہ تعالیٰ کو بھی اور ایمان والوں کو بھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے دل پر مہر کر دیتا ہے)

قراءت: قَلْبٍ کو تنوین کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے۔

نکتہ: قلب کی صفت یہاں تکبر و تجبر لائی گئی کیونکہ دل اس کا منبع ہے جیسا تم کہو سَمِعَتِ الاذنُ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے۔ فانه اٰثم قلبه [البقرۃ: ۲۸۳] اگرچہ گناہ گار تمام جسم ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝٣٦ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ

اور فرعون نے کہا کہ اے ہامان میرے لئے ایک محل بنا دے ہو سکتا ہے کہ میں راستوں میں پہنچ جاؤں یعنی آسمان کے راستوں تک

فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

میری رسائی ہو جائے پھر میں موسیٰ کے معبود کا پتہ چلاؤں، اور بے شک میں تو اسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ اور اسی طرح فرعون کے لئے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا

وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝٣٧ ع

اور وہ راستہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر ہلاکت ہی میں لے جانے والی تھی۔

فرعون کی ملمع سازی:

۳۶: وَقَالَ فِرْعَوْنُ (اور فرعون نے کہا) اپنی قوم کے ساتھ ملمع سازی کرتے ہوئے یا ان کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا (اے ہامان ایک بلند عمارت بناؤ) صرح محل کے معنی میں آتا ہے۔ الصرح ایسی عمارت جو دیکھنے والے پر مخفی نہ رہے اگرچہ دور ہو جیسے کہا جاتا ہے صَرِحَ الشیٔ، اذا ظهر۔ لَعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں)

قراءت: لَعَلِّيَ یہ یاء کے فتحہ کے ساتھ حجازی، شامی، ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ پھر اس کو تفخیم شان کیلئے بدل دیا اور اس غرض سے بدلا کہ اس سے مقصود امر عظیم ہے۔

۳۷: اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ (آسمانوں پر جانے کی راہیں) اسبابؔ راستہ اور باب اور جو چیز اس تک پہنچانے کے لیے استعمال ہو ہر وہ چیز جو کسی چیز تک پہنچائے اس کو سبب کہا جاتا ہے مثلاً رسی وغیرہ فَاَطَّلِعَ (پھر دیکھوں بھالوں)

قراءت: حفص نے نصب سے پڑھا ہے۔ ترجی کا جواب قرار دیا اور ترجی کو تمنی کے مشابہ مانا۔ دیگر قراء نے رفع پڑھا اور ابلغ پر عطف کیا۔ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى (موسیٰ کے معبود کو) معنی یہ ہے پس میں اس کو دیکھوں وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا (اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں) ہٗ کی ضمیر موسیٰ کی طرف لوٹتی ہے کاذب سے اس بات میں جھوٹا کہنا مراد ہے کہ وہ کہتا ہے میرے سوا اور بھی کوئی معبود ہے۔

وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) اس تزیین اور رک جانے کی طرح۔ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ (فرعون کی بدکرداریاں اس کو مستحسن معلوم ہوتی تھیں اور راستہ سے رک گیا) السبیلؔ سے سیدھا راستہ مراد ہے۔ صَدَّ فتحہ صاد سے کوفی اور یعقوب کے علاوہ نے پڑھا ہے۔ یعنی اس نے دوسروں کو روکا یا اس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر روکا۔ المزیّن یہ شیطان ہے جو اپنے وساوس سے سبز باغ دکھاتا ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا وزيّن لهم الشيطان اعمالهم فصدهم عن

وَقَالَ الَّذِیۡۤ اٰمَنَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوۡنِ اَہۡدِکُمۡ سَبِیۡلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوۡمِ اِنَّمَا ہٰذِہِ

اور جو شخص ایمان لایا اس نے کہا کہ اے میری قوم میرا اتباع کرو میں تمہیں ہدایت والا رستہ بتاؤں گا اے میری قوم یہ دنیا والی زندگی

الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا مَتَاعٌ ۫ وَّ اِنَّ الۡاٰخِرَۃَ ہِیَ دَارُ الۡقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنۡ عَمِلَ سَیِّئَۃً فَلَا

تھوڑے سے نفع کی زندگی ہے اور بلاشبہ آخرت ہی رہنے کی جگہ ہے، جس نے کوئی بھی برائی کی تو اس کا بدلہ صرف

یُجۡزٰۤی اِلَّا مِثۡلَہَا ۚ وَ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَ ہُوَ مُؤۡمِنٌ

اسی قدر دیا جائے گا اور جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت اور حال یہ ہو کہ وہ مومن ہو

فَاُولٰٓئِکَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّۃَ یُرۡزَقُوۡنَ فِیۡہَا بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَ یٰقَوۡمِ

تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اس میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا، اور اے میری قوم

مَا لِیۡۤ اَدۡعُوۡکُمۡ اِلَی النَّجٰوۃِ وَ تَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَی النَّارِ ﴿۴۱﴾ؕ تَدۡعُوۡنَنِیۡ لِاَکۡفُرَ بِاللّٰہِ

کیا بات ہے میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں

وَ اُشۡرِکَ بِہٖ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِہٖ عِلۡمٌ ۫ وَّ اَنَا اَدۡعُوۡکُمۡ اِلَی الۡعَزِیۡزِ الۡغَفَّارِ ﴿۴۲﴾

اور اس چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، اور میں تمہیں عزیز غفار کی طرف بلاتا ہوں،

النصف

السبیل [النمل:۲۴] یا اللہ تعالیٰ نے مزین کر دیا جیسا اس ارشاد میں ہے زینا لھم اعمالھم فھم یعمھون [النمل:۴] وَمَا کَیۡدُ فِرۡعَوۡنَ اِلَّا فِیۡ تَبَابٍ (اور فرعون کی تدبیر غارت ہی گئی) تباب یہ خسارے اور ہلاکت کا معنی دیتا ہے۔

۳۸: وَقَالَ الَّذِیۡۤ اٰمَنَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوۡنِ (اور اس مؤمن نے کہا اے بھائیو! تم میری راہ پر چلو)

قراءت: مکی ویعقوب نے دونوں حالتوں میں اتبعونی پڑھا ہے۔

اَہۡدِکُمۡ سَبِیۡلَ الرَّشَادِ (میں تم کو ٹھیک راستہ بتلاتا ہوں) الرشاد کا لفظ یہ الغی کا عکس ہے اس میں تعریض کی گئی ہے جو کہ تصریح کے مشابہ ہے کہ فرعون اور قوم فرعون گمراہی کے راستہ پر چل رہا ہے۔ اولاً مجمل مختصر بیان کیا پھر وضاحت کی۔ دنیا کی مذمت اور اس کی بے حیثیتی بیان کرتے ہوئے کہا۔

۳۹: یٰقَوۡمِ اِنَّمَا ہٰذِہِ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا مَتَاعٌ (اے میرے بھائیو! یہ دنیا کی زندگی محض سامان ہے) حقیر سامان ہے اس کو ہمیشگی کی چیز سمجھ لینا یہ شر کی جڑ اور فتنوں کا منبع ہے اور آخرت کی عظمت بیان کی اور واضح کیا کہ اصلی وطن اور جائے قرار وہی ہے۔ وَّ اِنَّ الۡاٰخِرَۃَ ہِیَ دَارُ الۡقَرَارِ (ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے)

ربط : پھر اعمال حسنہ اور سیئہ کا ذکر کر کے ہر ایک کا انجام بیان کر دیا تا کہ نقصان دہ سے بچا جائے اور فائدہ مند کو مضبوطی سے تھاما جائے۔

۴۰: مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر سرابر ہی بدلہ ملتا ہے۔اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مؤمن ہو ایسے لوگ جنت میں جاویں گے۔ وہاں بے حساب ان کو رزق ملے گا)

قراءت: يُدْخَلُوْنَ مکی، بصری، ابوبکر اور یزید نے پڑھا ہے۔

دونوں دعوتوں کا موازنہ:

۴۱: ربط : پھر دونوں دعوتوں کا باہمی موازنہ پیش کیا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا انجام جنت ہے اور تم غیر اللہ کی طرف دعوت دیتے ہو جس کا انجام آگ ہے۔ وَ يٰقَوْمِ مَالِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ (اے میرے بھائیو! یہ کیا بات ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں یعنی جنت کی طرف)

قراءت: مَالِيَ فتحہ یاء کے ساتھ حجازی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔

وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ (اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو)

جب معبود ہونے کی دلیل نہیں تو اسے معبود ماننا درست نہیں:

۴۲: تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ (تم مجھ کو اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کروں) یہ پہلے تدعوننی سے بدل ہے عرب کہتے ہیں: دعاہ الی کذا و دعاہ لہ۔ دونوں کا معنی ایک ہے جیسا کہا جاتا ہے۔ ھَداہ الی الطریق و ھداہ لہ۔ دونوں صلے الی اور لام استعمال ہوتے ہیں۔ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیز کو اس کا ساجھی بناؤں جس کی میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں) یعنی اس کی ربوبیت کی۔ اگرچہ یہاں نفی علم کی کی ہے مگر اس سے نفی معلوم کی گئی ہے۔ گویا اس طرح کہا اور میں اس کے ساتھ اس کو شریک بناؤں جو معبود نہیں اور جو معبود نہیں یہ کیسے صحیح ہے کہ اس کو معبود کے طور پر جانا جائے؟ یعنی جب اس کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں تو پھر اس کا معبود ماننا ہی صحیح نہیں۔ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ (اور میں تم کو اللہ تعالیٰ زبردست خطائیں بخش دینے والے کی طرف بلاتا ہوں) وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہیں۔ نداء کو دوبارہ لانا تنبیہ میں اضافہ کی خاطر ہے اور غفلت کا ازالہ مطلوب ہے اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ قبطی اس کی قوم تھی اور وہ آل فرعون کا فرد تھا۔

واؤ کا نکتہ:

ندائے ثالث میں واؤ لائی گئی جبکہ ندائے دوم میں نہیں آئی کیونکہ ندائے ثانی ایسی کلام پر داخل ہے جو بیان مجمل اور تفسیر مبہم

لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ

یہ یقینی بات ہے کہ تم مجھے جس چیز کی دعوت دیتے ہو اسکی دعوت نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں، اور بلاشبہ ہمارا لوٹنا

اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ

اللہ کی طرف ہے اور بلاشبہ جو لوگ حد سے بڑھ جانے والے ہیں وہ دوزخ والے ہیں سو تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہتا ہوں،

وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ

اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے، سو اللہ نے اس شخص کو ان لوگوں کی تدبیروں کی مضرتوں سے

مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا

بچا لیا اور آل فرعون پر بُرا عذاب نازل ہوا، صبح و شام یہ لوگ آگ کے سامنے

غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو

کیلئے ہے تیسری نداء ایسی نہیں اس لئے اس پر واؤ لائے۔

تمہاری دعوت کا بطلان ثابت شدہ ہے:

۴۳: لَاجَرَمَ (یقینی بات ہے) علمائے بصرہ کے نزدیک لَا اس بات کی تردید کیلئے لایا گیا جس کی طرف اس کی قوم نے اس کو دعوت دی تھی۔ جرم فعل ہے جو حق کے معنی میں ہے اور اَنَّ بمع ما کے اپنے متعلقات سمیت اس کا فاعل ہے مطلب یہ ہے حق و وجب بطلان دعوته تمہاری دعوت کا باطل ہونا ثابت شدہ اور یقینی ہے۔ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ (کہ تم جس کی طرف مجھے بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ ہی آخرت میں) مطلب یہ ہے کہ جن کی طرف مجھے تم بلاتے ہو انہوں نے کبھی اپنی ذات کی عبادت کیلئے دعوت نہیں دی اس لئے کہ معبود برحق کا حق یہ ہے کہ وہ بندوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلائے۔ اور جن کی طرف تم دعوت دیتے ہو اور ان کی عبادت کی طرف بلاتے ہو۔ وہ خود تو اس کی طرف دعوت نہیں دیتا اور نہ وہ ربوبیت کا دعوے دار ہے (پس تمہارا اس کی عبادت کی دعوت دینا باطل ہے) نمبر۲۔ اس کی دعوت کو دنیا و آخرت میں قبولیت حاصل نہیں۔ نمبر۳۔ جن کی طرف تم بلاتے ہو ان کے لئے تو دعوت مستجابہ نہیں اور جس دعوت میں منفعت و استجابت نہ ہو وہ دعوت ایسی ہے گویا وہ دعوت ہی نہیں۔ نمبر۴۔ یا استجابت کو دعوت کہہ دیا۔ جیسا کہ جزائے فعل کو خود جزاء کہہ دیتے ہیں کما تدین تدان۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَی اللّٰہِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ (اورہم سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اور بیشک دائرہ سے نکلنے والے) مَرَدَّ کا معنی رجوع ہے المسرفین سے مشرکین مراد ہیں۔ھُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (وہ سب دوزخی ہیں)

۴۴: فَسَتَذْکُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَکُمْ (پس آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے) یعنی میری نصیحت کو یاد کرو گے جب عذاب نازل ہوگا۔وَاُفَوِّضُ (اور میں سپرد کرتا ہو) اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ (اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے)

قراءت: اَمْرِیَ یہ فتحہ یاء کے ساتھ مدنی اور ابوعمرو نے پڑھا اس نے یہ اس لئے کہا کیونکہ انہوں نے اسے ڈرایا دھمکایا تھا۔اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگران ہے) ان کے اعمال انجام سمیت دیکھ رہا ہے۔

اس کے متعلق تمام فرعونی منصوبے ناکام ہوئے:

۴۵: فَوَقٰہُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِ مَامَکَرُوْا (پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی مضر تدابیر سے محفوظ رکھا) ان کے منصوبوں کی وجہ سے پہنچنے والی تکالیف اور قسم قسم کے عذاب جو اس شخص کو دیئے جاتے جو ان کی مخالفت کرتا تھا۔

ایک قول:

وہ ان سے نکل کر پہاڑ کی طرف رخ کر گیا۔فرعون نے ایک ہزار فوجی اس کی تلاش میں روانہ کیے۔جن میں بعض کو درندوں نے پھاڑ کھایا اور جو واپس لوٹے ان کو ناکامی مہم کی وجہ سے فرعون نے سولی پر لٹکا دیا۔وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ (اور فرعونیوں پر موذی عذاب نازل ہوا) حاقَ کا معنی اترنا ہے۔

فرعونیوں کو آگ سے جلایا جارہا ہے:

۴۶: اَلنَّارُ (آگ)۔

نحو: یہ سوء العذاب سے بدل ہے۔نمبر۲۔مبتداء محذوف کی خبر ہے۔گویا اس طرح کہا گیا کہ وہ سوء عذاب کیا ہے تو جواب دیا ھو النار کہ وہ آگ ہے یا یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر یعرضون علیھا ہے۔یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا (کے سامنے وہ لوگ لائے جاتے ہیں) عرضِ نار کا مطلب آگ سے جلانا ہے جیسا کہ محاورہ ہے: عرض الامام الاساری علی السیف جبکہ وہ ان کو تلوار سے قتل کرے۔غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا (صبح وشام) یعنی ان دو اوقات میں ان کو عذاب دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ درمیانی وقت میں خواہ ان کو اور جنس کا عذاب دیا جائے یا بالکل نہ دیا جائے۔نمبر۲۔غدوًّا وعَشیًّا کی تعبیر سے دوام وہمیشگی بھی مراد لینا درست ہے۔اور یہ عذاب دنیا میں ہے۔وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ (اور جس روز قیامت قائم ہوگی) تو جہنم کے داروغہ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا) اَدْخِلُوْٓا (تم داخل کرو)

قراءت: مدنی، حمزہ، علی، حفص اور خلف نے اس کو الادخال باب افعال سے مانا ہے جبکہ دیگر قراء اُدْخلوا مجرد باب نصر سے مانتے ہیں۔مطلب یہ ہے ان کو خود کہا جائے گا تم داخل ہو جاؤ اے آل فرعون الایۃ۔اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (فرعونیوں

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ کافر لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے سو جو لوگ کمزور تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے بیشک ہم تمہارے

تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

تابع تھے تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو؟ جو لوگ بڑے تھے وہ کہیں گے

اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ

کہ بیشک ہم سب دوزخ میں ہیں بیشک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا، اور جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ دوزخ کے داروغاؤں سے

جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ

کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو وہ ہم سے ایک دن عذاب کا کچھ حصہ ہلکا کر دے، وہ جواب دیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلے ہوئے دلائل

رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

لیکر نہیں آئے تھے وہ لوگ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے اس پر داروغہائے دوزخ جواب دیں گے کہ پھر تو تم ہی دعا کرلو اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے۔

کونہایت سخت عذاب میں) یعنی عذاب جہنم۔

مَسْئَلَہ : یہ آیت عذاب قبر کی دلیل ہے۔

جہنم میں پہنچ کر رؤساء اور خدام کا جدول :

۴۷ : وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ (اور جبکہ کفار ایک دوسرے سے جھگڑیں گے) اذ اذکر محذوف کے متعلق ہے۔ ان کے جھگڑے کے وقت کو یاد کرو۔ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا (دوزخ میں تو ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے) الذین استکبروا سے رؤساء ولیڈر مراد ہیں۔ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا (کہ ہم تمہارے تابع تھے) تبعًا جمع ہے تابع کی جیسے خدم جمع خادم کی ہے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ (کیا تم ہم سے ہٹا سکتے ہو) دفع کر سکتے ہو عَنَّا نَصِيْبًا (کوئی حصہ) مِّنَ النَّارِ (آگ کا)

۴۸ : قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ (وہ بڑے لوگ کہیں گے ہم سب بھی دوزخ میں ہیں) کلٌّ کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے ای کلنا ہم میں سے ہر ایک اس میں ہے کوئی ایک دوسرے سے عذاب کو ہٹا نہیں سکتا۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا) ان کے مابین فیصلہ کر دیا جائے گا کہ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل کر دیا جائے گا۔

۴۹ : وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ (اور جتنے لوگ دوزخ میں ہونگے وہ جہنم کے موکل فرشتوں سے کہیں گے) خزنۃ

سے مراد جہنم کے منتظم جو آگ کا عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ جہنّم کا لفظ صراحۃً لائے حالانکہ ضمیر لوٹ سکتی تھی تا کہ جہنم کا ذکر کر کے مزید خوف و ڈر پیدا کیا جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جہنم جو گہرائی میں جلنے والی آگ ہے اس کو کہا گیا ہو جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں۔ بئرِ جھنّام۔ یعنی گہرا کنواں۔ اس میں سرکش و بڑے باغی ڈالے جائیں گے۔ شاید ملائکہ موکلین عذاب وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے دعا کا جواب جلدی دے دیں اس لئے جہنمی ان کو کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو۔ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ (تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو عذاب ہم سے ہلکا کر دے) یومًا سے مراد دنیا کے دن کی مقدار۔

۵۰: قَالُوْٓا (وہ کہیں گے) وہ نگران فرشتے طویل مدت کے بعد توبیخ کے طور پر کہیں گے۔ اَوَلَمْ تَكُ (کیا تمہارے پاس) کیا تمہارا قصہ اس طرح نہیں۔ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ (تمہارے رسول نہیں آتے رہے تھے) یہ القصہ کی تفسیر ہے۔ بِالْبَيِّنٰتِ (دلائل کے ساتھ) معجزات کے ساتھ قَالُوْا (وہ کہیں گے) یعنی کفار بَلٰى قَالُوْا (ہاں) نگران فرشتے بطور تحکم کہیں گے۔ فَادْعُوْا (تو پھر تم دعا کرلو) تمہاری دعا قبول نہ کی جائے گی۔ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے) ضلال بمعنی باطل ہے بیکار یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ نگران فرشتوں کا قول ہو۔

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾

بلاشبہ ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا والی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے

يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾

جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کام نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برے گھر میں رہنا ہے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا، یہ کتاب ہدایت

ذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ

اور نصیحت تھی عقل والوں کے لئے، سو آپ صبر کیجئے بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور اپنے گناہ کے لئے استغفار کیجئے

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي

اور صبح و شام اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جو حمد کے ساتھ ہو بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات کے بارے میں

آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۙ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم

جھگڑا کرتے ہیں بغیر دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو ان کے سینوں میں تکبر ہی ہے وہ کبھی بھی اس تک پہنچنے والے

بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾

نہیں ہیں، سو آپ اللہ سے پناہ طلب کیجئے بلاشبہ وہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔

دارین میں غلبہ ایمان والوں کا ہے:

۵۱: إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ (ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں کہ گواہی دینے والے کھڑے ہونگے) یعنی دنیا و آخرت میں مدد کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں غلبہ دیں گے ان کے مخالفین پر حجت و فتح کے ساتھ اور اگر کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور امتحان کبھی مغلوب ہو گئے پھر بھی عافیت انہی کیلئے ہے اور ان کے اعداء میں سے ایسے لوگ میسر فرما دیں گے خواہ کچھ وقت بعد ہو۔

نحو: یوم یہ منصوب ہے جار و مجرور کے موضع میں شمار کرنے کی وجہ سے جیسے کہتے ہیں جئتك فی امس و الیوم ۔ الاشہاد جمع

شاہد کی ہے جیسا کہ صاحب کی جمع اصحاب۔اس سے مراد انبیاء اور حفاظتی فرشتے ہیں انبیاء علیہم السلام کافروں پر ان کی تکذیب کی وجہ سے گواہی دیں گے اور حفاظتی فرشتے اعمال بنی آدم کی شہادت دیں گے۔

قراءت: تقوم ، ہشام نے پڑھا جیسا رازی نے نقل کیا۔

۵۲: یَوْمَ لَایَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُھُمْ (جس دن کہ ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی)

نحو: یہ یوم یقوم سے بدل ہے۔تقدیر کلام یہ ہے لا یقبل عذرهم و لا ینفع ان کا عذر قبول نہ ہوگا۔

قراءت: کوفی اور نافع نے لا ینفع پڑھا ہے۔

وَلَھُمُ اللَّعْنَۃُ (اور ان کے لئے لعنت ہوگی) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (اور ان کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی) سوء الدار سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔

ہدیٰ میں تمام دینی اشیاء شامل ہیں:

۵۳: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْھُدٰی (اور ہم موسیٰ کو ہدایت نامہ دے چکے ہیں) الھدٰی اس سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جو دین کے سلسلہ میں ان کو دی گئیں مثلاً معجزات ،تورات ،احکامات ،وَاَوْرَثْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ الْکِتٰبَ (اور ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی) الکتاب سے تورات' انجیل اور زبور مراد ہے۔کیونکہ الکتاب جنس ہے۔

۵۴: ھُدًی وَّ ذِکْرٰی (کہ وہ ہدایت اور نصیحت تھی) حق کی گواہی اور نصیحت کے اعتبار سے۔

نحو: یہ دونوں مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یا حال ہیں۔

لِاُولِی الْاَلْبَابِ (اہل عقل کیلئے)

تلقین صبر:

۵۵: فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) ان امور پر جو آپ کی قوم کی طرف سے آپ کو پیش آتے ہیں۔اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ (بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے) جو آپ کی نصرت اور اعلائے کلمہ کے بارے میں کیا گیا بالکل سچا ہے۔وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ (اور اپنے گناہ کی معافی مانگیے) یعنی اپنی امت کے گناہوں کی معافی مانگیے۔وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ (اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے شام اور صبح) یعنی اپنے رب کی عبادت پر مداومت اختیار فرمائیں اور اس کی ثناء کیجئے۔ایک قول یہ ہے اس سے عصر و فجر کی نمازیں مراد ہیں۔ایک اور قول کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہتے رہیے۔

حسد و بغض کی وجہ سے نبوت کے خودخواہاں ہیں:

۵۶: اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰھُمْ (جو لوگ بلا کسی سند کے جو ان کے پاس موجود ہو اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا نکالتے ہیں)

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

البتہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑی بات ہے لیکن اکثر لوگ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نہیں جانتے اور برابر نہیں نابینا اور دیکھنے والا، اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِىْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ

اور نیک عمل کئے برے لوگوں کے برابر نہیں ہیں، لوگ کم نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بلاشبہ قیامت

لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

ضرور آنے والی ہے اور لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔

نحو، قراءت: اس پر وقف نہیں کیونکہ اِنَّ کی خبر ان فی صدورھم ہے۔

اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ (ان کے دلوں میں نری بڑائی ہے) بڑائی سے مراد آگے بڑھنے، سرداری کا ارادہ اور یہ خیال کہ کوئی اس سے اوپر نہ ہو۔ اسی لئے تو وہ آپ سے دشمنی کرنے والے ہیں۔ اور آپ کے معجزات کو مسترد کرنے والے ہیں کہ کہیں آپ ان سے بڑھ نہ جائیں۔ اور ان کو آپ کی ماتحتی ماننی پڑے اور آپ کے امر ونہی کا پابند ہونا پڑے کیونکہ ہر بادشاہت وسرداری نبوت کے ماتحت ہوتی ہے۔ یا نمبر۲۔ حسد وبغض کی وجہ سے خواہاں ہیں کہ نبوت انہیں مل جائے۔ اور اس پر یہ ارشاد دلالت کرتا ہے لو کان خیرًا ما سبقو نا الیہ [الاحقاف:۱۱] یا نمبر۳۔ مجادلہ کے ذریعہ معجزات کا دفاع کرنا چاہتے ہیں۔

مَّاهُمْ بِبَالِغِيْهِ (وہ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں) وہ بڑائی اور اس کے مقتضی کو پہنچ نہیں سکتے اور وہ نبوت اور سربراہی کا ارادہ یا آیات ومعجزات کو دفع کرنا اور روک دینا۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (پس آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیے) جو آپ سے حسد کرتے اور عدوات رکھتے ہیں ان کے فریب سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ (بیشک وہی ہے ہر بات کو سننے والا) جو آپ کہتے اور وہ کہتے ہیں۔ الْبَصِيْرُ (اور سب کچھ دینے والا ہے) جو آپ عمل کرتے اور وہ کرتے ہیں پس وہ آپ کا ان کے خلاف مددگار اور ان کے شر سے بچانے والا ہے۔

جب آسمان وزمین کی تخلیق مسلّم ہے تو انسان کو دوبارہ اٹھانا کیسے ناممکن ہے:

۵۷: لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ (یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا آدمیوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے) جب ان کا مجادلہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں انکارِ بعث پر مشتمل تھا اور مجادلہ کی جڑ وبنیاد یہی مسئلہ انکارِ بعث تھا۔ تو

ان کے سامنے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے حجت پیش کی گئی۔ کیونکہ ان کو ان کی تخلیق کا اقرار تھا۔ پس جو ان کے اتنے بڑے ہونے کے باوجود ان کو پیدا کر سکتا ہے تو اتنے چھوٹے سے انسان کو بنانے پر بدرجہ اولیٰ وہ قدرت رکھتا ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر آدمی نہیں سمجھتے) کیونکہ وہ غور نہیں کرتے اور ان پر غفلت کا غلبہ ہو چکا ہے۔

۵۸: وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ وَالَّذِيْنَ (اور آنکھوں والا اور اندھا برابر نہیں ہوتے اور) اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ قَلِيْلًا (وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور بدکار باہم برابر) مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ (نہیں ہوتے۔ تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو) تتذکرون کا معنی نصیحت پکڑنا۔

قراءت: دونوں تاء کے ساتھ کوفی قراء نے پڑھا اور باقی قراء نے یاء اور تاء سے پڑھا (تتذکرون، یتذکرون) قلیلًا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تذکرًا قلیلاً یتذکرون۔ وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں حاصل کرنا تھوڑا۔ لا المسئی کالا زائد ہے۔ ماصلہ زائدہ ہے۔

۵۹: اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا (قیامت تو ضرور ہی آ کر رہے گی اس میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں) قیامت کی آمد ضروری ہے اور اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں کیونکہ جزاء تو یقینی ہے تاکہ مخلوق کی پیدائش صرف فناء کے لئے نہ ماننی پڑے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ (مگر اکثر لوگ نہیں مانتے) اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ

اور تمہارے رب نے فرمایا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں

سَیَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیۡنَ ﴿۶۰﴾ ع اَللّٰهُ الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الَّیۡلَ لِتَسۡكُنُوۡا فِیۡهِ

عنقریب بحالت ذلت جہنم میں داخل ہوں گے۔ اللہ وہی ہے جس نے رات کو پیدا فرمایا تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو ایسی چیز بنائی

وَالنَّهَارَ مُبۡصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡكُرُوۡنَ ﴿۶۱﴾

جس میں دیکھتے بھالتے ہیں ، بلاشبہ اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے،

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ خَالِقُ كُلِّ شَیۡءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰی تُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۶۲﴾

یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں سو تم کہاں الٹ کر جا رہے ہو،

كَذٰلِكَ یُؤۡفَكُ الَّذِیۡنَ كَانُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجۡحَدُوۡنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِیۡ

اسی طرح الٹے چلائے جاتے ہیں وہ لوگ جو ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں، اللہ وہ ہے جس

جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَكُمۡ وَرَزَقَكُمۡ

نے زمین کو تمہارے لئے ٹھہری ہوئی چیز بنا دیا اور آسمان کو چھت بنا دیا اور تمہاری صورتیں بنائیں سو تمہاری اچھی صورتیں بنا دیں اور تمہیں

مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۴﴾

پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہ اللہ ہے تمہارا رب ہے۔ سو بابرکت ہے اللہ جو رب العلمین ہے

هُوَ الۡحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادۡعُوۡهُ مُخۡلِصِیۡنَ لَهُ الدِّیۡنَ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ

وہ زندہ ہے کوئی معبود نہیں اسکے سوا تم اسے پکارو اس طرح سے کہ خالص اسکی فرمانبرداری کرنے والے ہو۔ سب تعریف ہے اللہ کے لئے

رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۶۵﴾

جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

ادعوا کا معنی اعبدوا ہے:

۶۰: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِیۡ (اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو) ادعوا بمعنی اعبدوا ہے اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ

میں تمہاری درخواستوں کو قبول کرونگا) تم کو ثواب دونگا۔ الدعاء کا لفظ عبادت کے معنی میں قرآن مجید میں بہت استعمال ہوا ہے قرآن مجید کی یہ آیت اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ (اور جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الدعاء هو العبادة** اور پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی [رواہ احمد: ۴/ ۲۶۷، ابوداؤد ۱۴۷۹، الترمذی، ۳۲۴۷ ابن ماجہ ۳۸۲۸] ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے تم مجھے **وحده لا شريك** مانو میں تمہارے گناہ بخش دونگا۔ یہ تفسیر دعا کی ہے جو عبادت کے معنی میں ہے پھر اس عبادت کی جو توحید کے ساتھ کی جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ استجب کا معنی مجھ سے سوال کرو میں تمہیں دونگا۔ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ (وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے)

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے سَیُدْخَلُوْنَ پڑھا ہے۔ داخرین کا معنی ذلیل ہو کر۔

دن رات کا تقابل:

۶۱: اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے رات بنائی تمہارے لئے تا کہ تم اس میں آرام کرو اور اسی نے دن کو روشن بنایا)

نکتہ: نہار کی طرف مبصر کی نسبت یہ اسناد مجازی ہے ای **مبصرًا فیه** (تا کہ اس میں دیکھا جائے) کیونکہ آنکھیں تو فی الحقیقت اہل نہار کی ہوتی ہیں۔ اللیل کو مفعول لہ اور النہار کو حال سے ملا کر ذکر کیا۔ وہ دونوں نہ تو دو حال بنے اور نہ ان دونوں کے لئے مفعول بنے اس میں دونوں کے تقابل کی رعایت کی۔ کیونکہ دونوں معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کے متقابل ہیں کیونکہ ہر ایک دوسرے کی جگہ پوری کرتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس طرح کہا جاتا۔ **لتبصروا فیه**۔ اسناد مجازی والی فصاحت چلی جاتی اور اگر ساکنًا کہا جاتا تو حقیقت مجاز سے ممتاز نہ ہوسکتی۔ لیکن رات کی صفت حقیقی سکون ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں **لیلٌ ساج و ساکن لا ریحٌ**۔

ایسا فضل کہ کوئی فضل اس کا مقابل نہ ہو:

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ (بیشک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا ہی فضل ہے) یہاں **لمفضل** نہیں فرمایا اور نہ **متفضل** فرمایا کیونکہ مقصود فضل کا نکرہ لانا تھا۔ تا کہ فضل ایسا ہو کہ کوئی فضل اس کے مقابل نہ ہو اور یہ فائدہ اضافت سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ (لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے) یہاں **ولکن اکثرهم** نہیں فرمایا بلکہ الناس کا لفظ دوبارہ لائے۔ تا کہ لوگوں کا تذکرہ متکرر نہ ہو۔ کیونکہ اس تکرار میں کفرانِ نعمت کی تخصیص ان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ وہ وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے منکر اور اس کے ناشکرے ہیں۔ جیسا کہ اس ارشاد میں **ان الانسان لکفورٌ** [الحج: ۶۶] اور اس ارشاد میں **ان الانسان لظلوم کفار** [ابراہیم: ۳۴] (الناس معرفہ ہے اور تکرارِ معرفہ سے ایک ہی مراد ہوتا ہے جو پہلے میں مذکور ہوتا ہے)۔ (مترجم)

۶۲ : ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ (یہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے) جس نے تمہارے لئے رات دن بنائے۔ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی اور لائق عبادت نہیں) یہ مبتداء کی مترادف خبریں ہیں۔ مطلب یہ ہے وہ ان صفات کا جامع ہے الوہیت ربوبیت، خلق کل شئی اور وحدانیت فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ (پس تم لوگ کہاں الٹے چلے جارہے ہو) انی کیف کے معنی میں ہے۔ کس طرح اور کس وجہ سے تم اس کی عبادت سے بتوں کی عبادت کی طرف پھرتے ہو؟

۶۳ : كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (اسی طرح وہ لوگ بھی الٹا چلا کرتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے) ہر وہ جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور ان میں غور وفکر نہ کی۔ اور حق کی طلب نہ کی اور الٹے پھرے جیسے وہ الٹے پھرے۔

انسان سب حیوانات سے زیادہ خوبصورت ہے:

۶۴ : اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا (اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا) قرار بمعنی مستقر ہے۔ وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (اور آسمان کو چھت) تمہارے اوپر چھت وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (اور تمہارا نقشہ بنایا پس عمدہ نقشہ بنایا) **ایک قول** اللہ تعالیٰ نے کوئی حیوان انسان سے زیادہ خوبصورت نہیں بنایا۔ **ایک قول** کہ ان کو بہائم کی طرح اوندھے سر والے پیدا نہیں کیا۔ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں) طیبات سے لذیذ اشیاء مراد ہیں۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے پس بڑا عالیشان ہے۔ اللہ تعالیٰ جو سارے جہان کا پروردگار ہے)

۶۵ : هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ (وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ پس اس کو پکارو) اس کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (خالص اعتقاد کر کے) اطاعت کو شرک وریاء سے خالص کرنے والے ہو۔ یہ کہتے ہوئے **الحمد للّٰہ رب العالمین** (تمام خوبیاں اسی اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہاں کا پروردگار ہے) ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جس نے **لا الٰہ الا اللّٰہ** کہا پس وہ اس کے بعد : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (تمام تعریف ہے اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے) کہہ لے۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ

آپ فرما دیجئے بلاشبہ میں اس سے منع کیا گیا ہوں کہ انکی عبادت کروں جن کی اللہ کو چھوڑ کر تم عبادت کرتے ہو جبکہ میرے رب کی

الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ

طرف سے میرے پاس واضح نشانیاں آ چکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العلمین ہی کا فرمانبردار بنوں اللہ وہ ہے

خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا

جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا پھر تمہیں اس حالت میں نکالتا ہے کہ تم بچے ہوتے ہو پھر تا کہ تم اپنی طاقت کو

اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی

پہنچ جاؤ پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے بعض کو اس سے پہلے اٹھا لیتا ہے اور تا کہ تم اجل مسمیٰ کو پہنچ جاؤ

وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ

اور تا کہ تم سمجھ حاصل کرو، اللہ وہی ہے جو زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی حکم کا فیصلہ فرماتا ہے تو یہی فرما دیتا ہے

لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

کہ ہو جا لہٰذا وہ ہو جاتا ہے۔

عبادتِ اوثان کے مطالبہ کے جواب میں یہ آیت اُتری:

۶۶: جب کفار نے آپ سے عبادت اوثان کا مطالبہ کیا تو یہ آیت اتری قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ (آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس بات سے ممانعت کر دی گئی ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کو تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی نشانیاں آ چکیں)۔ البینات سے قرآن مجید مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے عقل و وحی مراد ہے۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ (اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں گردن جھکا لوں) اسلم کا معنی استقامت اختیار کرنا ہے۔ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (رب العالمین کے سامنے)

۶۷: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ (وہی ہے جس نے تم کو بنایا) یعنی تمہاری اصل کو مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا (مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کر کے نکالتا ہے) یہاں طفلاً فرما کر ایک پر اکتفاء کیا کیونکہ مراد بیان جنس ہے۔ ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ (پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو)

نحو: یہ محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام یہ ہے ثم یبقیکم لتبلغوا ۔ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا (پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ) تقدیر کلام اس طرح ہے ثم یبقیکم لتکو نوا شیوخًا۔

قراءت: شِيُوْخًا ۔شین کے کسرہ کے ساتھ مکی، حمزہ، علی، حماد، یحیٰ، اعشیٰ نے پڑھا ہے۔

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ (اورکوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے) یعنی جوانی تک پہنچنے سے پہلے یا بڑھاپے سے قبل وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى (اور تا کہ تم سب ایک وقت مقرر تک پہنچ جاؤ) اس کا معنی یہ ہے: فعل ذلك لتبلغوا اجلاً مسمیً (وہ ایسا کرتا ہے تا کہ تم ایک مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ) اور وہ وقت موت ہے یا قیامت کا دن ہے۔وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (اور تا کہ تم لوگ سمجھو) کہ اس میں کیا کیا عبرتیں اور دلائل ہیں۔

۶۸: هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (وہی ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا پورا کرنا چاہتا ہے۔سو بس اس کی نسبت فرمادیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے) وہ اس کو جلد بنا دیتا ہے بغیر کسی کلفت و مشقت کے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

اے مخاطب کیا تو نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں کہاں الٹے پھرے جا رہے ہیں وہ لوگ جنہوں نے

بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ

اس کتاب کو جھٹلایا اور اس چیز کو جھٹلایا جس کو ہم نے رسولوں کے واسطے سے بھیجا سو عنقریب وہ لوگ جان لیں گے جبکہ انکی گردنوں میں

اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی وہ گھسیٹے جائیں گے گرم پانی میں پھر ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا

ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ

پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ معبود غیر اللہ کہاں گئے جنہیں تم شریک بناتے تھے وہ جواب دیں گے کہ وہ تو ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم تو

نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْــــًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اس سے پہلے کسی چیز کی عبادت کرتے ہی نہ تھے اللہ تعالیٰ اسطرح کافروں کو گمراہ فرماتا ہے یہ اس وجہ سے کہ تم زمین میں

تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ

ناحق اتراتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم اکڑ کر تکبر کرتے تھے، داخل ہوجاؤ جہنم کے دروازوں

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

میں اس میں ہمیشہ رہو گے۔سو برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا، سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ حق

حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾

ہے سو اگر ہم آپ کو اس میں سے بعض چیزیں دکھا دیں جس کے بارے میں ہم نے انہیں پہلے سے بتا دیا ہے یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو ہماری ہی طرف سب لوٹائے جائیں گے۔

جدال کا تین مرتبہ تذکرہ:

۶۹: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ (کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑے نکالتے ہیں۔کہاں پھرے چلے جارہے ہیں)اس سورت میں جدال کا تین مقام پر ذکر فرمایا گیا ہے۔پس درست ہے کہ اس کو تین اقوام میں مان لیا جائے۔نمبر۲۔تین الگ الگ اصناف میں تسلیم کیا جائے۔نمبر۳۔ایک ہی قسم مراد ہے اور بقیہ مقامات

پرتاکید کیلئے لائے۔

۷۰: اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا (جن لوگوں نے اس کتاب کوجھٹلایا اوراس چیز کوبھی جو ہم نے اپنے پیغمبر کودے کر بھیجا تھا) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے اور مآ ارسلنابہ سے کتب سابقہ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (پس ان کوابھی معلوم ہوا جاتا ہے)

قطعی ہونے کی بناء پر مستقبل کو ماضی سے ذکر کیا:

۷۱: اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ (جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہونگے) اذ ظرف زمان ماضی کیلئے آتا ہے مگر یہاں مراد مستقبل ہے دلیل یہ قول فسوف یعلمون ہے۔ اوراس کی وجہ یہ ہے کہ اخبار مستقبلہ علم الٰہی میں قطعی ہیں۔ اس لئے تعبیر ماضی سے کی گئی۔ اور جو پایا گیا اس سے تعبیر کردی گئی معنی یہ ہے کہ مستقبل میں ایسا ہوگا۔ وَالسَّلٰسِلُ (اور زنجیریں)

نحو : اس کا عطف اغلال پر ہے۔ اور ان کی خبر فی اعنا قھم ہے معنی اس طرح ہوگا جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہونگی۔ يُسْحَبُوْنَ (ان کوگھسیٹا جائے گا)

۷۲: فِي الْحَمِيْمِ (گرم پانی میں) ای یجرون فی الماء الحار۔ (ان کوگرم پانی میں کھینچا جائے گا)۔ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ (پھران کوآگ میں جھونک دیا جائے گا) یسجرونَ سجر التنور سے بنا ہے۔ جبکہ اس کوایندھن سے بھردیں اور اس کا معنی یہ ہے کہ وہ آگ میں ہونگے اور وہ ان کے چاروں طرف چھائی ہوگی اوران کوآگ سے جلایا جائے گا اس حال میں کہ ان کے پیٹ آگ سے بھرے ہونگے۔

۷۳، ۷۴: ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ (پھران کوکہا جائے گا) یعنی ان کوجہنم کے نگران فرشتے کہیں گے۔ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (وہ غیر اللہ کہاں گئے جن کوتم اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے تھے) وہ اصنام جن کی تم عبادت کرتے تھے۔ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا (وہ کہیں گے وہ توسب ہم سے غائب ہوگئے) ہماری آنکھوں سے غائب ہوگئے۔ نہ ہم ان کودیکھتے ہیں اور نہ ان سے نفع اٹھاتے ہیں۔

غیر اللہ کی عبادت کووہ بیکار قرار دیں گے:

بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا (بلکہ ہم تواس سے قبل کسی کوبھی نہیں پوجتے تھے) یعنی ہمارے سامنے کھل گئی کہ وہ کچھ بھی نہ تھے اوران کی جو ہم عبادت کرتے تھے وہ کچھ بھی نہ تھی۔ یہ اسی طرح ہے جیسا کہتے ہیں حسبت ان فلانا شئ فاذا ھو لیس بشئی (جبکہ تم اس کوآزماؤ اوراس کے اندر کوئی بھلائی نہ پاؤ)۔ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ (اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے) جیسے ان کے معبودان سے گم ہوگئے ان کوان کے معبودوں سے گم کردے گا۔ یہاں تک کہ اگروہ اپنے الٰہ کوڈھونڈیں یا ان کے الٰہ ان کوڈھونڈیں توان کا باہمی آمنا سامنا نہ ہوسکے گا یا جس طرح ان مجادلین کوگمراہ کردیا۔ تمام

کافروں کو اسی طرح کردے گا۔ وہ کافر جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ گمراہی کو دین پر ترجیح دیں گے۔

۷۵: ذٰلِكُمْ (یہ) عذاب جو تم پر نازل ہوا۔ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ (اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے۔ اور اس کے بدلہ میں ہے کہ تم اتراتے تھے) بما کی باء سببیہ ہے اس سبب سے کہ تم ناحق خوش ہوتے اور اتراتے تھے۔ اور وہ ناحق اترانا شرک ہی ہے۔ اور بتوں کی پوجا بھی حرام ہے۔ پس ان کو کہا جائے گا۔

۷۶: اُدْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ (تم جہنم کے دروازوں میں گھسو) جہنم کے ساتھ تقسیم شدہ دروازے ہیں۔ جیسے ارشاد فرمایا لھا سبعة ابواب لکل باب منھم جزء مقسوم [الحجر:۴۴] خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے) ان کے لئے خلود کو مقدر کر دیا جائے گا۔ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (پس متکبرین کا برا ٹھکانہ ہے) جو حق سے تکبر کرنے والے تھے ان کے لئے جہنم ہے۔

وہ ہمارے ہاں حاضر ہیں:

۷۷: فَاصْبِرْ (پس آپ صبر کیجئے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ) ہلاکت کفار کے سلسلہ میں حَقٌّ (سچا ہے) بہرصورت ہونے والا ہے۔ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ (پھر اس میں سے تھوڑا سا اگر دکھلاویں) یہ اصل میں فان نُرِيَكَ ہے اور ما اس پر زائدہ ہے تا کہ معنی شرط میں تاکید ہو جائے۔ اسی لئے نون تاکید بھی فعل کے ساتھ برائے تاکید لگا دیا گیا۔ جیسا تم نہیں کہتے ہو۔ ان تکرمنی اکرمك لیکن اما تکرمنی اکرمك کہتے ہیں۔ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ (جو ہم وعدہ کر رہے ہیں یا ہم وفات دیدیں پس ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہوگا) یہ جزاء نتوفینّك کے متعلق ہے۔ اور نرینّك کی جزاء محذوف ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ فامّا نرینّك بعض الذی نعدھم من العذاب۔ اور وہ عذاب یوم بدر میں ان کا قتل ہونا تھا۔ پس وہ یا اگر ہم وفات دیں یوم بدر سے قبل پس وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے بروز قیامت پھر ہم ان سے خوب انتقام لے لیں گے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان کر دیا اور ان میں بعض ایسے ہیں

نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ

جن کا تذکرہ ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا، اور کسی رسول کو یہ قدرت نہیں کہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے اذن سے، پھر جب اللہ کا

اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾

حکم آجائے گا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور اس وقت باطل والے خسارہ میں رہ جائیں گے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے مویشی بنائے تا کہ تم ان میں سے بعض پر سوار ہو،اور ان میں سے بعض کو کھاتے ہو، اور تمہارے لئے

فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

ان میں منافع ہیں، اور تا کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی حاجت پر پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان پر اور کشتیوں پر

تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ ؕ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖۗ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي

لدے ہوئے پھرتے ہو،اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے سو اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے، کیا وہ لوگ زمین میں

الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ

نہیں چلے پھرے سو وہ دیکھ لیتے کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے،وہ ان سے زیادہ تھے اور

وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

ان سے قوت میں بھی سخت تھے اور زمین میں بھی انکی نشانیاں بہت ہیں سو انکی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی

ع ۸ / ۱۳

رسول تو پہلے بھی آئے مگر معجزہ ظاہر کرنا ان کے اختیار میں نہ تھا:

۷۸: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ (اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے) ان کی امتوں کی طرف مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (جن میں سے بعض تو وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے آپ سے بیان کر دیئے اور بعض وہ ہیں جن کا واقعہ ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا)

ایک قول:

یہ ہے اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار پیغمبر بھیجے جن میں چار ہزار بنی اسرائیل میں سے اور چار ہزار دیگر تمام انسانوں میں سے۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسود کو پیغمبر بنایا پس وہ ان میں سے ہے جس کا واقعہ قرآن میں بیان نہیں کیا۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (اور کسی رسول سے یہ نہ ہو سکا کہ کوئی معجزہ بغیر اذن الٰہی کے وہ ظاہر کر سکے) یہ اس بات کا جواب ہے۔ جو عناداً آئے روز آیات کا مطالبہ کرتے رہتے مطلب یہ ہے کہ ہم نے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے کسی کے بس میں نہ تھا کہ وہ کوئی نشانی بغیر اذن الٰہی کے پیش کر سکے۔ پھر میرے لئے یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں وہ نشانی لے آؤں جو تم مجھ سے طلب کرتے ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو اور وہ اس کے پیش کرنے کا حکم نہ کر دے۔ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ (پھر جس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا) یعنی قیامت کے دن۔ یہ کفار کو وعید ہے اور ان کے آیات کے مطالبہ کے بعد ان کی تردید ہے۔ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ (ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جاوے گا اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جائیں گے) المبطلون سے وہ معاندین مراد ہیں جو آیات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے۔

مختلف انعامات کا تذکرہ:

۷۹: اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ (اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے بنائے) پیدا کر دیے لَكُمُ الْاَنْعَامَ (تمہارے لیے مواشی) اونٹ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (تاکہ ان میں سے بعض پر تم سواری کرو اور بعض کو ان میں سے کھاتے بھی ہو) تقدیر کلام اس طرح ہے لتر کبوا بعضھا و تاکلوا بعضھا۔ تاکہ ان میں سے بعض پر سواری کرو اور بعض کو کھاؤ۔

۸۰: وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ (اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں) یعنی دودھ اور اون وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ (اور تاکہ تم ان پر اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے ای لتبلغوا علیھا ما تحتاجون الیه من الامور۔ تاکہ ان پر سواری کر کے تم اپنی ضروریات کو پورا کر سکو۔ وَعَلَيْهَا (اور ان چوپاؤں پر) وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (اور کشتیوں پر تم لدے لدے پھرتے ہو) یعنی صرف چوپاؤں پر فقط سواری نہیں کرتے۔ بلکہ ان پر اور کشتیوں پر خشکی اور سمندر میں سفر کرتے ہو۔

۸۱: وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ (اور تم کو اور بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے پس تم اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے) کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔

نحو: ایَّ یہ تنکرون کی وجہ سے منصوب ہے اور مشہور لغت میں بھی وارد ہے۔ باقی آیۃ آیات اللّٰہ یہ قلیل الاستعمال ہے۔ کیونکہ مذکر و مؤنث میں فرق ۃ کے ذریعہ اسماء میں ہے صفات میں نہیں۔ باقی رہے حمار، حمارۃ وغیرہ قلیل الاستعمال ہیں اور ایّ میں تو

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

سو جب انکے پاس ہمارے رسول دلیلیں لے کر آئے تو جو علم انکے پاس تھا اسکی وجہ سے بڑے اترائے اور ان پر وہ عذاب نازل ہو گیا جس کا

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا

مذاق بنایا کرتے تھے، سو جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اللہ پر جو تنہا ہے، اور ہم جن چیزوں کو اللہ کا شریک بناتے تھے

بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ

ان کے منکر ہیں۔ سو ان کے ایمان نے انکو کچھ نفع نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا، اللہ کی سنت ہے

الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

جو اس کے بندوں میں گزر چکی ہے اور اس موقع پر کفر کرنے والے خسارہ میں رہ گئے۔

ابہام کی وجہ سے یہ اور بھی غریب تر اور انوکھی بات ہے۔

۸۲: اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْهُمْ (کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ان کا انجام کیسا ہوا۔ وہ ان سے زیادہ تھے) تعداد کے لحاظ سے وَاَشَدَّ قُوَّةً (اور قوت میں بڑھ کر) نائب کے اعتبار سے وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ (اور نشانوں میں جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں) مثلاً محلات' کارخانے فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پس ان کی کمائی ان کے کچھ بھی کام نہ آئی)

نحو: مَآ اَغْنٰى کا ما نافیہ ہے۔

کفار نے علم الٰہی کی بجائے علم دنیا کو ہی نفع بخش خیال کیا:

۸۳: فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (غرض جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے علم پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا) اس سے مراد امور دنیا کے متعلق ان کی معلومات اور اس کی تدابیر سے واقفیت ہے۔ جیسا دوسرے مقام پر فرمایا: يعلمون ظاهرًا من الحياة الدنيا وهم عن الاٰخرة هم غافلون [الروم: ۷] جب ان کے ہاں انبیاء علیہم الصلوٰت والسلام دینی علوم لائے وہ ان کے علم کے لحاظ سے بہت بعید چیز تھی کیونکہ وہ دنیا کے انکار پر آمادہ کرتے ہیں اور شہوات ولذات سے روکتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں نے ان کی طرف التفات وتوجہ نہ کی اور ان علوم دینیہ کو حقیر قرار دیا اور ان کا استہزاء کیا۔ اور اعتقاد یہ رکھا کہ ان کا علم دنیا ہی سب سے زیادہ نفع بخش اور فائدہ مند ہے۔ اس لئے اس پر اترانے لگے۔ نمبر۲۔ یا ان کے پاس فلاسفہ اور دہریت والا علم تھا۔ پس جب وہ وحی کو سنتے تو اس کو مسترد کر دیتے اور علم انبیاء کو

حقیر قرار دیتے۔

سقراط کی بات:

سقراط کے متعلق ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق سنا! اس کو کہا گیا اگر تم ہجرت کر کے ان کی خدمت میں جاتے تو بہت خوب ہوتا اس نے کہا ہم مہذب لوگ ہیں۔ پس ہمیں کسی ایسے راہنما کی ضرورت نہیں جو ہمیں تہذیب سکھائے۔ نمبر۲۔ مراد یہ ہے کہ وہ رسولوں کے پاس جو علم تھا اس پر مسخری کرتے ہوئے ہنسے اور اس کا مذاق اڑایا۔ گویا اس طرح کہا انہوں نے دلائل سے استہزاء کیا اور جوان کے پاس علم وحی آیا اس کا مذاق اڑایا۔ اور اس پر ارشاد الٰہی دلالت کر رہا ہے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اور ان پر وہ عذاب آپڑا جس کے ساتھ وہ تمسخر کرتے تھے)۔

یا نمبر۳۔ رسولوں کا خوش ہونا مراد ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے جب ان کی جہالت اور حق کے متعلق استہزاء کو دیکھا اور ان کی بدانجامی سامنے آئی اور جو عذاب ان کو جہالت پر پہنچنے والا تھا اس کو جانا تو اس علم پر جوان کو دیا گیا تھا۔ اس پر خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر یہ ادا کیا اور کفار کو ان کی جہالت واستہزاء کی سزا نے آ گھیرا۔

۸۴: فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا) باسنا سے شدتِ عذاب مراد ہے۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ (تو کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ جو واحد ہے اس پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے ہم منکر ہوئے جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے)

عذاب دیکھ کر ایمان لائے مگر وہ بیکار ثابت ہوا:

۸۵: فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (پس ان کو ان کا ایمان لانا فائدہ مند نہ ہوا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا) یعنی اس وقت ایمان لانا درست اور ٹھیک نہیں تھا۔ سُنَّتَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے) یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی طرح ہے اور اس طرح کے مصادر مؤکدہ یہ فائدہ دیتے ہیں۔ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ (جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آتا ہے) نزولِ عذاب کے وقت کا ایمان غیر مفید ہے اور مکذبین رسل پر عذاب آ کر رہتا ہے۔ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے) هُنَالِكَ یہ ظرف مکان کیلئے آتا ہے۔ مگر یہاں زمان کیلئے استعارۃ استعمال ہوا ہے اور کافر تو ہر گھڑی خسارہ پانے والے ہیں لیکن جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ان کا خسارہ خود ان کے سامنے واضح ہو جائے گا۔

فوائد: ان آیات میں پے در پے فاء لائے گئے ہیں۔ نمبر۱۔ فما اغنیٰ عنھم کی فا کانوا اکثر منھم کے لئے بطور نتیجہ لائی گئی ہے۔ نمبر۲۔ اور فلما جاء تھم کی فا یہ فما اغنی عنھم کیلئے بطور تفسیر و بیان کے ہے جیسے کہتے ہیں۔ رزق زید المال فمنع المعروف فلم یحسن الی الفقراء زید کو مال کیا ملا وہ بھلائی سے رک گیا پس وہ فقراء پر احسان وسخاوت نہیں کرتا۔ اور فلما

راؤا بأسنا یہ **فلما جاء تهم** کے تابع ہے گویا اس طرح کہا: **فكفروا فلما راؤا باسنا 'امنوا**۔ پس انہوں نے انکار کیا پھر جب ہمارے عذاب کو دیکھا تو ایمان لائے اوراسی طرح **فلم يك ينفعهم** یہ ان کے ایمان کے تابع ہے جب کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھ لیا۔ **و الله اعلم**

الحمدللہ سورۂ غافر کا تفسیری ترجمہ نماز عشاء سے قبل آج ۳ صفر المظفر سوموار کی شب تکمیل پذیر ہوا۔

انا طالب المغفرة من الغافر ۱۴۲۳ھ۔۲۔۳

سُوۡرَةُ حٰمٓ السَّجۡدَةِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرۡبَعٌ وَّخَمۡسُوۡنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوۡعَاتٍ

سورۂ حم السجدۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں چون آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۚ﴿۲﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ

حٰمٓ یہ کلام ہے نازل کیا گیا ہے رحمٰن رحیم کی طرف سے یہ کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل طریقہ پر بیان کی گئی ہیں یعنی یہ قرآن ہے جو عربی ہے ان لوگوں کے لئے

يَّعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا

جو جانتے ہیں، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، سو ان میں سے اکثر لوگوں نے اعراض کیا سو وہ لوگ نہیں سنتے، اور انہوں نے کہا جس چیز کی طرف ہمیں

فِيۡۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ وَفِيۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّمِنۡۢ بَيۡنِنَا وَبَيۡنِكَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ

بلاتے ہیں اس کے بارے میں ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے، سو تم کام کئے جاؤ

اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ﴿۵﴾

بیشک ہم کام کرنے والے ہیں۔

۱: حٰمٓ۔ تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ (حم۔ یہ کلام رحمان رحیم کی طرف سے اتارا) الرَّحِيۡمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ (جاتا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات صاف صاف) قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ (بیان کی گئی ہیں۔ یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی ہے ایسے لوگوں کیلئے ہے جو دانشمند ہیں)

۱، ۲: حٰمٓ اگر اس کو سورت کا نام قرار دیں تو مبتدأ ہے۔ اور تنزیل اس کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ اور اگر اس کو حروف مقطعات میں شمار کرو تو پھر تَنۡزِيۡلٌ یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے اور کتاب یہ تَنۡزِيۡلٌ کا بدل ہے یا خبر بعد خبر ہے۔ یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ یا تَنۡزِيۡلٌ مبتدأ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اس کی صفت اور کتاب اس کی خبر ہے۔

تفصیل کا معنی:

۳: كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ الگ الگ کی گئی ہیں اور تفاصیل مختلف معانی میں دی گئی ہے جیسے احکام، امثال، مواعظ، وعدہ، وعید وغیرہ ذلک۔ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا اختصاص و مدح کی بناء پر یہ منصوب ہیں۔ ای ارید بهذا الكتاب المفصل قرانا من صفته

کیت و کیت۔ میری مراد اس کتاب مفصل سے قرآن ہے جس کی صفت یہ یہ ہے۔ نمبر۲۔ حال کی بناء پر منصوب ہے۔ ای فُصِّلت آیاته فی حال کونه قراٰنا عربیاً اس کی آیات مفصل ہیں۔ اس حال میں کہ وہ قرآن عربی ہے۔ لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ یعنی تم قوم عرب کیلئے وہ ان آیات مفصلہ کو جو ان کی طرف اتاری گئیں ان کی زبان عربی سے ان آیات کی تفصیل کر دی گئی ہے۔

نحو: لقوم یہ تنزیل سے متعلق ہے۔ یاتنزیل من اللّٰہ لا جلهم یافصلت ایاتهٗ لهم نمبر۱۔ یہ جاننے والی قوم کیلئے اتارا گیا۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی خاطر اتارا گیا۔ نمبر۳۔ اس کی آیات کی تفصیل ان کی خاطر کی گئی۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ ماقبل اور مابعد کی طرح صفت ہو۔ تقدیر کلام اس طرح ہے: قرانا عربیا کا ئنا لقوم عرب ، قرآن عربی واقع ہونے والا ہے قوم عرب کیلئے۔

۴: بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا (بشارت دینے والا ہے اور ڈرانے والا ہے)

نحو: یہ دونوں قرآن کی صفات ہیں۔

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ (پس اکثر لوگوں نے روگردانی کی پھر وہ سنتے ہی نہیں) یعنی آپ کی بات کو قبول ہی نہیں کرتے۔ عرب کہتے ہیں۔ تشفعت الی فلان فلم یسمع قولی ولقد سمعه ولکنه لما لم یقبله ولم یعمل بمقتضاه۔ میں نے فلاں کے ہاں سفارش کی پس اس نے میری بات نہیں سنی حالانکہ اس نے بات تو سنی ہوتی ہے لیکن قبول نہیں کی ہوتی اور نہ ہی اس کے مقتضیٰ پر عمل کیا ہوتا ہے۔ پس گویا اس نے سنا ہی نہیں۔

انکارِ کفار کی تمثیل:

۵: وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ (اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں) اکنہ جمع کنان کی ہے: پردے۔ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ (جس بات کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں) یعنی توحید وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک حجاب ہے) حجاب کا معنی پردہ۔ دراصل قبول حق سے ان کے دلوں کے انکار کی یہ تمثیل ہے اور اعتقاد حق کے انکار کو اس تمثیل سے ظاہر کیا گیا گویا ان کے دل پردے اور غلاف سے ڈھنپے ہوئے جو کہ نفوذ حق سے رکاوٹ بن گئے ہیں اور ان کے کان سننے سے انکاری ہیں۔ گویا کہ وہ حق سے بہرے ہو چکے ہیں۔ اور حق و باطل کے راستوں میں کیونکہ بہت بڑا فاصلہ ہے گویا ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک روکنے والے پردہ اور پہاڑ سے زیادہ محفوظ رکاوٹ پڑی ہوئی ہے۔ یا اسی طرح کی روکیں پس اس وجہ سے نہ ملاقات ہے اور نہ ایک دوسرے کو دیکھنا پایا جاتا ہے۔ فَاعْمَلْ (پس آپ اپنا کام کیے جائیے) اپنے دین کے مطابق چلتے رہیے۔ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ (ہم اپنا کام کر رہے ہیں) ہم اپنے دین پر عمل کرنے والے ہیں۔ یا تو ہمارے معاملے کو ختم کرنے کیلئے کوشش کرلو۔ ہم تیرے سلسلہ کو ختم کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ

آپ فرمادیجئے میں تو تمہارے ہی جیسا بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے لہٰذا تم ٹھیک طریقہ پر اسکی طرف متوجہ ہو جاؤ

وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

اور اس سے استغفار کرو، اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو شرک کرنے والے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے

كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾ ع

منکر ہیں، بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے۔

فائدہ مِن:

مِن کے اضافہ کا فائدہ یہ ہے کہ حجاب کی ابتداء ہم سے اور ابتداء تم سے ہے۔ اور درمیان والی مسافت پردے سے گھری ہوئی ہے۔ جس میں کوئی خالی جگہ نہیں۔ اگر اسکے بغیر لایا جاتا تو کلام کا معنی اس طرح ہوتا کہ ایک پردہ دو جہتوں کے درمیان میں پڑنے والا ہے۔

بشر ہونے کی حالت میں وحی کی بناء پر میری نبوت درست ہے:

۶: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (آپ فرمادیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے) یہ کفار کے قول قلوبنا فی اکنة کا جواب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ان کو فرمایا میں فرشتہ نہیں ہوں۔ میں تو تمہارے جیسا انسان ہوں اور میری طرف وحی ہوتی ہے تم پر نہیں۔ بشر ہونے کی حالت میں وحی ہونے کی بناء پر میری نبوت صحیح ہے۔ جب میری نبوت درست ہے تو تم پر میری اتباع ان تمام باتوں میں لازم ہے جو میری طرف وحی کی جاتی ہیں۔ وہ بات یہ ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ (پس اسی کی طرف سیدھ باندھ لو) توحید واخلاصِ عبادت کے ذریعے اس کی طرف متوجہ ہو۔ دائیں بائیں مت جاؤ۔ اور نہ ہی ان کی طرف توجہ دو جو شیطان تمہارے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے کہ دوسروں کو شفعاء اور کارساز بنا لو۔ وَاسْتَغْفِرُوْهُ (اور اس سے معافی مانگو) شرک سے وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ (اور ایسے مشرکین کیلئے بڑی خرابی ہے)

زکوٰۃ کو کفر کے ساتھ جمع کرنے کی وجہ:

۷: الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (جو زکوٰۃ نہیں دیتے) ان کا وجوبِ زکوٰۃ پر ایمان نہیں اور نہ ہی اس کو ادا کرتے ہیں یا وہ افعال نہیں کرتے جس سے وہ پاک ہو جائیں اور وہ فعل ایمان ہے۔ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ (اور وہ آخرت کے منکر ہیں) یعنی بعث وثواب اور عقاب کے هُمْ كٰفِرُوْنَ (اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں)

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ

آپ فرما دیجئے کیا تم ایسی ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور تم اسکے لئے شریک تجویز کرتے ہو،

ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ﴿۹﴾ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ

وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ بنادیئے جو اس کے اوپر موجود ہیں اور اس نے زمین میں برکت دی، اور اس نے زمین میں اسکی

اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَ هِیَ

غذائیں مقرر کر دیں چار دن میں، یہ پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے، پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی اس حال میں کہ وہ

دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ﴿۱۱﴾

دھواں تھا سو اس نے آسمان اور زمین سے فرمایا تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی کے ساتھ حاضر ہیں،

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ

سو اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حکم بھیج دیا، اور ہم نے قریب والے آسمان کو ستاروں سے

الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۱۲﴾

زینت دے دی اور حفاظت کی چیز بنادی یہ تقدیر ہے عزیز کی علیم کی۔

یہاں کفر کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ کو کفر بالآخرت کے ساتھ جمع کر دیا کیونکہ انسان کی محبوب ترین چیز اس کا مال ہے اور یہ مال انسانی روح کا ہم جولی ہے جب مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے تو یہی اس کی استقامت کی پختہ دلیل ہوتی ہے اور اس کے صدق نیت کو ظاہر کرتی اور خالص فرمانبرداری کو نمایاں کرتی ہے مؤلفۃ القلوب کو دنیا کی چسک نے دامن اسلام میں پرو دیا۔ اس مال سے ان کی عصبیت محبت میں اور اندرونی کینہ خلوص نیت میں بدل گیا بنوحنیفہ نے زکوٰۃ روک کر ارتداد کی راہ اختیار کر لی۔ غرضیکہ اس آیت میں ایمان والوں کو ادائیگی زکوٰۃ پر آمادہ کیا گیا اور عدم ادائیگی سے سخت ڈرایا گیا ہے۔

غیر منقطع اجر:

۸: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں) ممنون منقطع کو کہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جو اپاہج، بیمار، انتہائی بوڑھے ہیں کہ جب وہ عجز کی عمر تک پہنچ جائیں تو ان کے صحت و جوانی میں کیے جانے والے اعمال کا بدلہ اسی طرح لکھا جاتا ہے۔ (احادیث میں یہ مضمون کثرت سے وارد ہے۔ مترجم)

نمونہ ہائے قدرت‘ نہ آسمان وزمین کی تخلیق:

۹: قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ (کہہ دیجئے کیا تم ایسے اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دوروز میں پیدا کر دیا) یومین سے اتوار اور سوموار مراد ہیں۔ مخلوق کو حوصلہ وترتیب کی تعلیم دینے کیلئے اور اگر ان کو ایک لحظہ میں پیدا کرنا چاہتا تو کر سکتا ہے۔ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا (اور تم اس کے شریک بناتے ہو) شریک اور مشابہ ذٰلِكَ (یہ) جس نے ماسبق مخلوق بنائی رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (سارے جہاں کا رب ہے) تمام موجودات کا خالق ہے اور انکا مالک ومربی ہے۔

پہاڑوں کو گاڑ دیا:

۱۰: وَجَعَلَ فِيْهَا (اور اس نے زمین میں بنا دیئے) رَوَاسِىَ (قائم رہنے والے پہاڑ) مِنْ فَوْقِهَا (اس کے اوپر) اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین کے اوپر گاڑا تا کہ پہاڑوں کے منافع طلب گاروں کے لئے ظاہر ہوں اور تا کہ یہ بھی انسان دیکھ لے کہ یہ پہاڑ بوجھ پر بوجھ ہے اور ہر ایک ان میں سے ایک ایسی ذات کا محتاج ہے جو ان کو تھامے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ ہے۔ وَبٰرَكَ فِيْهَا (اور فائدے کی چیزیں رکھ دیں) یعنی پانی، کھیتی اور درخت وثمر سے برکت دی۔ وَقَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا (اور اس میں اس کی غذائیں تجویز کر دیں) اقوات سے مراد اہل زمین کے رزق اور جن چیزوں پر ان کی معیشت اور درستی کا دارومدار ہے۔

تقسیم اقوات......قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

ابن مسعودؓ نے **وقسم فیھا اقواتھا** پڑھا ہے۔

فِىْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ (چار دنوں میں) دونوں کے تتمہ کے طور پر عرب کہتے ہیں **سرت من البصرة الى بغداد فى عشرة والى الكوفة فى خمسة عشر** مطلب یہ ہوتا ہے یہ پندرہ دن کا تتمہ ہے گویا کل پندرہ ہوئے اور یہ فرض کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر اس کو تسلیم نہ کریں اور ظاہر پر جاری کریں تو یہ آٹھ دن بن جائیں گے کیونکہ پہلے فرمایا **خلق الارض فى يومين** پھر فرمایا: **وقدر فيها اقواتها فى اربعة ايام** پھر فرمایا **فقضٰهن سبع سمٰوٰتٍ فى يومين**۔ پس یہ **فى ستة ايام** کے مخالف ہو جائے گا۔ اور حدیث جس کو مسند احمد ۲/ ۳۲۷ اور مسلم ۲۷۸۹ نے نقل کیا ہے **ان الله تعالىٰ خلق الارض يوم الاحد والاثنين و خلق الجبال يوم الثلثاء و خلق يوم الاربعاء الشجر والماء والعمران و الخراب و ذلك اربعة ايام و خلق يوم الخميس السماء وخلق يوم الجمعة النجوم والشمس والقمر والملائكة و خلق آدم عليه السلام فى آخر ساعة من يوم الجمعة**۔

ایک قول یہ ہے یہ وہ گھڑی ہے جس میں قیامت قائم ہوگی۔ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ (پوچھنے والوں کیلئے یہ پورے ہیں)

قراءت: یعقوب نے ایام کی صفت قرار دے کر سواءٍ پڑھا۔ یعنی پورے چار دنوں میں۔ یزید نے سواءٌ پڑھا ای **هى سواء** وہ برابر ہیں۔ دیگر قراء نے سواء کو نصب کے ساتھ استوت کا مصدر پڑھا ہے۔ ای **استواءً** یا حال کی بناء پر منصوب پڑھا ہے۔

للسائلین نمبرا۔ یہ قدر کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ اس نے طالبین محتاجین کیلئے اقوات کو مقدر کر دیا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک قوت کو طلب کرتا ہے اور مانگتا ہے یا نمبر۲۔ محذوف کے متعلق ہے گویا اس طرح فرمایا یہ شمار و گنتی اس شخص کیلئے ہے جو یہ سوال کرے کہ زمین کتنے عرصہ میں بنی اور اس میں جو کچھ ہے وہ کتنے دنوں میں تیار ہوا۔

تخلیق سماء:

۱۱: ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ (پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ دھواں سا تھا۔ پس اس نے زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں) یہ اللہ تعالیٰ کے آسمان کو بنانے اور جیسا چاہا اس طرح ایجاد کرنے کو مجاز کے اندازے سے بیان فرمایا جیسا محاورہ عرب ہے۔ فعل فلان کذا ثم استوی الی عمل کذا۔ اس سے انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس نے اول کو مکمل کیا اور دوسرے کی ابتداء کی۔

نکتہ نمبر۱: اس آیت سے یہ بات سمجھ آ رہی ہے کہ آسمان کی تخلیق زمین کی تخلیق کے بعد ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔ اور انہی کا قول ہے کہ اول اللہ تعالیٰ نے ایک جوہر پیدا فرمایا جس کا طول و عرض ایک لاکھ سال کی مسافت کے برابر تھا۔ پھر اس کی طرف رعب کی نگاہ سے دیکھا تو وہ پگھل گیا اور حرکت بے قراری میں آ گیا پھر اس میں سے کچھ دھواں اڑا جب اس پر آگ کو مسلط کیا۔ پس وہ بلند ہوا اور جمع ہو کر پانی پر جھاگ سا بن گیا۔ اس جھاگ سے زمین اور دھوئیں سے آسمان بن گیا۔

نکتہ نمبر۲: آسمان و زمین کو اتیان کا حکم دینے اور ان دونوں کے امتثال کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو بنانے کا ارادہ فرمایا۔ دونوں نے اس میں ذرا رکاوٹ نہ ڈالی اور وہ اسی طرح پائے گئے جیسے ارادہ فرمایا تھا۔ وہ دونوں اس سلسلہ میں مطیع خادم کی طرح تھے جبکہ اس کو کسی قابل اطاعت بات کے کرنے کا حکم ملے۔

نکتہ نمبر۳: آیت میں آسمان کے ساتھ زمین کو بھی امر اتیان میں ذکر کیا گیا حالانکہ زمین تو دو دن آسمانوں سے پہلے بنی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وجودِ ارض کی پیدائش تو پہلے ہی ہے البتہ زمین کو بچھایا نہیں گیا تھا۔ آسمان کی پیدائش و تکمیل کے بعد زمین کو بچھایا گیا ہے جیسا کہ فرمایا والارض بعد ذلك دحٰها [النازعات:۳۰] حاصل مطلب یہ ہے کہ تم دونوں اسی طرح آؤ جیسا مناسب شکل وصف کے ساتھ تمہارا آنا ہے اے زمین تم بچھ کر اپنے رہنے والوں کیلئے قرار اور بچھونا بن جاؤ اور اے آسمان تم جھک کر ان کیلئے چھت بن جاؤ۔ الاتیان کا معنی اصول وقوع ہے جیسا تم کہو گے اتی عمله مرضیا اس نے اپنا کام خوش اسلوبی سے کر دیا۔

تاثیر قدرت:

طوعا او کرھا سے آسمان و زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تاثیر کو بیان کرنا ہے اور یہ ظاہر کرنا ہے کہ قدرت کی تاثیر سے ان کا بچے رہنا ناممکن ہے جیسا کہ تم اپنے ماتحت کو کہو۔ لتفعلن ھذا شئت او ابیت و لتفعلنه طوعا او کرھا کہ تمہیں چار و ناچار یہ ضرور کرنا پڑے گا۔

نحو: یہ دونوں حال کی وجہ سے منصوب ہیں۔اس وقت یہ دونوں طائعین کے معنی میں یامکرھتین کے معنی میں ہونگے۔
نکتہ: یہاں لفظ کالحاظ کر کے طایعتین نہیں کہا اور نہ ہی معنی کا لحاظ کر کے طائعات کہا کیونکہ وہ دونوں سموات اور ارضون تھے (جمع مؤنث سالم اور جمع مذکر سالم) کیونکہ جب ان کو مخاطب اور مجیب بنایا گیا تو اس کا لحاظ کر کے طوعا اور کرھا ان کی صفت ذکر کی گئی۔ایک قول یہ ہے طائعین یہ طائعات کی جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں سجدین کا لفظ سورۂ یوسف آیت نمبر ۴۔

سات آسمان بنائے:

۱۲: فَقَضٰهُنَّ (پس ان کو بنا دیا) ان کی تخلیق کو پختہ کیا جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔وعلیهما مسرودتان قضاهما اس میں قضی پختہ کرنے کے معنی میں ہے۔ان دونوں پر دوزرہیں ہیں پختہ کی ہوئی۔
نحو: ھن ضمیر آسمان کی طرف راجع ہے کیونکہ سماء جنس ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر مبہم ہو اور اس کی تفسیر سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ہو دونوں حالتوں میں منصوب ہے مگر نصب کی وجہ اول صورت میں حال بنتا ہے اور دوسری صورت میں تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔
فِیْ یَوْمَیْنِ (دودنوں میں) جمعرات اور جمعہ وَاَوْحٰی فِیْ کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَھَا (اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم بھیج دیا) امرھا سے مراد جو حکم اس میں چلانا مناسب تھا۔اور اس کا ملائکہ اور آگ وغیرہ کی تخلیق کی تدبیر فرمانا ہے۔وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا (اور ہم نے آسمانِ دنیا کو مزین کیا) الدنیا سے مراد زمین کے قریب والا بِمَصَابِیْحَ (ستاروں سے) وَحِفْظًا (اور اس کی حفاظت کی) اور آسمانِ دنیا کی کواکب کے ذریعہ استرقاقِ شیاطین سے حفاظت کی۔ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ (یہ تجویز ہے زبردست واقف الکل کی) جو غالب ہے مغلوب نہیں۔الْعَلِیْمِ (امور کے مواقع سے واقف ہے)

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ

پھر اگر وہ اعراض کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تمہیں ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی آفت عاد و ثمود پر آئی جبکہ ان کے پاس

الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا

ان کے آگے سے اور پیچھے سے رسول آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو انہوں نے کہا کہ اگر ہمارا رب چاہتا

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ

تو فرشتے نازل فرما دیتا سو بلاشبہ ہم اس چیز کے منکر ہیں جو تم دے کر بھیجے گئے ہو، پھر وہ لوگ جو عاد والے تھے انہوں نے زمین میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ

ناحق تکبر کیا کہنے لگے کہ قوت میں ہم سے زیادہ کون ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس ذات نے انہیں پیدا فرمایا وہ قوت میں

مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ

ان سے زیادہ ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے، سو ہم نے انکے اوپر منحوس دنوں میں تیز ہوا

نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى

بھیج دی تا کہ ہم انہیں دنیا والی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھا دیں، اور یہ بات واقعی ہے کہ آخرت کا عذاب اس سے بڑھ کر رسوائی والا ہے

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ

اور انکی مدد نہ کی جائے گی، اور وہ لوگ جو قوم ثمود والے تھے سو ہم نے انہیں ہدایت دی تو انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھے پن کو پسند کیا سو انہیں عذاب کی

صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا

آفت نے پکڑ لیا جو سراپا ذلت تھا انکی بدکرداریوں کی وجہ سے، اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لائے اور ڈرا

يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

کرتے تھے۔

۱۳: فَاِنْ اَعْرَضُوْا (پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) یعنی اس وضاحت کے بعد ایمان سے اعراض کریں۔ فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ (تو آپ کہہ دیجئے میں تم کو ڈراتا ہوں) صٰعِقَةً (ایسی آفت سے) سخت واقع ہونے والا عذاب گویا کہ وہ صاعقہ ہے۔ صاعقہ وہ گرج جس کے ساتھ آگ ہو۔ مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (جیسی آفت عاد و ثمود پر آئی تھی)

۱۴: اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ (جب ان کے پاس ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی رسول آئے) یعنی ہر طرف سے آئے اور انہوں نے ان کے ایمان کے سلسلہ میں ہر حیلہ اختیار کیا۔ مگر ان کی طرف سے اعراض ہی نظر آیا۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

انبیاء علیہم السلام نے ان کو پہلی امتوں میں پیش آنے والے واقعات اور عذاب آخرت سے ڈرایا۔

نحو: ان بمعنی ای ہے۔ یا مخففہ من المثقلہ ہے اس کی اصل بانّہ ہے۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوْا (کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے تم اور کسی کو مت پوجو۔ انہوں نے جواب دیا) یعنی قوم نے لَوْ شَآءَ رَبُّنَا (اگر ہمارے پروردگار کو منظور ہوتا) کہ وہ رسول بھیجے۔

نحو: شاء کا مفعول محذوف ہے۔

کیونکہ تم فرشتے نہیں پس ہم ایمان نہیں لاتے:

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (تو فرشتوں کو بھیجتا۔ پس ہم اس سے بھی منکر ہیں جس کو دے کر تم بھیجے گئے ہو) اس کا معنی یہ ہے پس جبکہ تم بشر ہو اور ملائکہ نہیں ہو۔ تو ہم تم پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اس پر جو وحی تم دے کر بھیجے گئے ہو۔ بما ارسلتم بہٖ یہ اقرارِ رسالت نہیں۔ بلکہ یہ کلام رسولوں کے کلام پر بطور تمسخر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرعون نے کہا تھا ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون [الشعراء: ۲۷] اور یہ ہود و صالح اور تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کے زمانہ والے کفار نے جن کو ایمان کی دعوت دی گئی تھی یہ جواب دیا۔

نمائندۂ قریش عتبہ بن ربیعہ:

روایت میں ہے کہ قریش نے عتبہ بن ربیعہ کو روانہ کیا تا کہ وہ حضور علیہ السلام سے بات کرے یہ ان میں عمدہ بات کرنے والا تھا۔ وہ اس وقت آپ کو ملا جب آپ حطیم میں تشریف فرما تھے۔ اس کے ہر سوال کا آپ ﷺ نے جواب دیا۔ پھر آپ نے ان کے سامنے سورۂ فصلت کی آیات مثل صاعقة عاد و ثمود تک تلاوت فرمائیں تو عتبہ نے قرآن سن کر آپ کو رحم کا واسطہ دیا۔ اور آپ کے منہ پر خوف زدہ ہو کر ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں اس پر ابھی عذاب کا کوڑا نہ برس پڑے۔ عتبہ نے واپس آکر قریش کو کہا میں سحر، شعر سب کو جانتا ہوں۔ اللہ کی قسم وہ نہ سحر ہے نہ شعر۔ قریش نے کہا تو بھی صابی ہو گیا۔ کیا تو نے اس کی کوئی بات سمجھی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اور نہ ہی مجھے اس کے جواب کی کوئی صورت نظر آئی۔ پس عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ کیفیت اس لئے طاری ہوئی تا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ یہ کلام رب العالمین ہے۔

ربط: پھر عاد و ثمود پر صاعقۂ آسمانی کی وضاحت کی۔

عاد کا قوّت پر گھمنڈ:

۱۵: فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (پھر وہ جو عاد کے لوگ تھے۔وہ دنیا میں ناحق تکبر کرنے لگے) انہوں نے ایسی چیزوں سے اپنی بڑائی دوسروں پر جتلائی جس کے وہ حقدار نہ تھے۔اور طاقت اور جسامت اور حکومت پر بلا استحقاق زبردستی قابض ہوگئے۔وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً (اور کہا وہ کون ہے جو طاقت میں ہم سے زیادہ ہے) ان کے اجسام بڑے بڑے اور ڈیل ڈول بڑے تھے۔ان کی قوت یہاں تک پہنچی تھی کہ آدمی پہاڑ سے چٹان اکھاڑ لیتا۔اَوَلَمْ يَرَوْا (کیا ان کو یہ نظر نہ آیا) کیا ان کو اس طرح کا علم نہ ہوا جو آنکھوں دیکھے کی طرح ہو۔اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً (کہ جس اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے) ان سے زیادہ قدرت والا ہے۔کیونکہ اس کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔اور ان لوگوں کو بعض چیزوں پر اس کے طاقت دینے سے قابو ملا ہے۔وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے) اس کا فاستکبروا پر عطف ہے۔یعنی وہ جانتے تھے کہ وہ حق ہے لیکن انہوں نے اس کا انکار کر دیا جیسا وہ شخص جس کے پاس امانت رکھی جائے امانت کا انکار کرتا ہے۔

بادِ صرصر سے ہلاکت:

۱۶: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا (پس ہم نے ان پر ایک ہوائے تند بھیجی) تیز آندھی جس سے صرصراہٹ کی آواز تھی۔یا ٹھنڈی ہوا جو اپنی سردی کی شدت سے ہر چیز کو جلاتی تھی۔الصرّ ٹھنڈک' پالا۔اسی کو رباعی پر لے جایا گیا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ یہ پچھم ہے۔فِيْۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ (ایسے دنوں میں جو منحوس تھے) ان کے لئے منحوس تھے۔

قراءت: مکی، بصری، نافع نے نَحْسَاتٍ پڑھا ہے۔یہ نَحِس نَحَسًا سعد سعدًا کی نقیض وعکس ہے اور ھو نَحِسٌ کہا جاتا ہے۔البتہ نَحْسٌ یا نَحِسٌ کو تخفیف سے پڑھتے ہیں یا یہ مستقل فعلٌ کے وزن پر صفت کا صیغہ ہے یا مصدر کو صفت کے معنی میں استعمال کر لیا یہ آخر شوال میں بدھ سے اگلے بدھ تک تھے۔جتنی اقوام کو عذاب دیا گیا وہ بدھ ہی کا دن تھا۔

لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تاکہ ہم ان کو اس دنیوی زندگی میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں) عذاب کی نسبت خزیٌ کی طرف کی گئی ہے۔اور الخزی، ذلت کو کہتے ہیں اور یہاں عذاب کی صفت کے طور پر لائے ہیں۔گویا اس طرح کہا عذاب خزیٌ جیسا کہ تم برے کام کو کہتے ہو فعل السوء مراد اس سے الفعل السیئ ہوتا ہے اس پر آیت کا اگلا حصہ دلالت کر رہا ہے۔وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى (اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے) یہ اسناد مجازی ہے اور عذاب کی صفت الخزی لانا یہ ان کی صفت الخزی بیان کرنے سے زیادہ بلیغ ہے۔تمہارے ان دو اقوال میں بڑا فاصلہ ہے ھو شاعر نمبر۲۔وله شعر شاعر۔وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ (اور ان کو مدد نہ پہنچے گی) ان بتوں کی طرف سے جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔اسی امید پر کہ وہ ان کی امداد کریں گے۔

ثمود کا اندھا پن:

۱۷: وَاَمَّا ثَمُوْدُ (اور وہ جو ثمود تھے)

نَحْو: ثمودُ کو مرفوع پڑھنا ابتداء کی وجہ سے زیادہ فصیح ہے اس لئے کہ یہ حرف ابتداء کے بعد واقع ہے۔ فَهَدَيْنٰهُمْ (سو ہم نے انہیں ہدایت دی) اور خبر فهدیناهم ہے اور منصوب پڑھنے کی صورت میں فعل مضمر ہے جس کی تفسیر فهدينا هم کر رہا ہے۔ معنی یہ ہوا ہم نے ہدایت ان کے سامنے کھول کر بیان کر دی۔ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (پس انہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا) کفر کو ایمان پر ترجیح دی۔ فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ (پس ان کو عذاب کی آفت نے پکڑ لیا) صاعقہ عذاب کی بڑی مصیبت۔ الْهُوْنِ (سراپا ذلت) ذلت کو عذاب کی صفت بطور مبالغہ قرار دیا گیا یا عذاب کو ذلت سے بدل دیا۔ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے) اور وہ کسب ان کا شرک اور معاصی تھے۔

شیخ ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کا قول (معنی ہدایت کی وضاحت):

ہدایت مذکور کا معنی ممکن ہے کہ یہاں تبیین وضاحت ہو جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد اہتداء کا ان میں پیدا کرنا ہو۔ پس وہ اس کی بناء پر مهتدین ہوئے پھر انہوں نے اس کے بعد کفر کیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدایت کی اضافت جب خالق کی طرف کی جائے تو وہ توفیق بیان کے معنی میں آتی ہے۔ اور اسی طرح فعل اہتداء کے پیدا کرنے کے معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ رہی ہدایت کی نسبت جب مخلوق کی طرف ہو تو وہ صرف بیان کے معنی میں ہی ہوتی ہے اور کوئی معنی نہیں ہوتا۔

صاحب کشاف رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اگر تم کہو کیا تمہارے قول هَدَيْتُهُ کا یہ معنی نہیں۔ ای حصّلت فيه الهدٰی ؟ میں نے اس کو ہدایت کی طرف پھیر دیا۔ اور اس کی دلیل تمہارا یہ قول ہے هدیته فاهتدٰی اس کا معنی مقصود و مراد کا حصول ہے جیسا کہ تم نے کہا ردعته فارتدع میں نے اس کو ہٹایا وہ ہٹ گیا۔ پھر اس کا استعمال فقط دلالت میں کیسے کر لیا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ اس دلالت کی وجہ سے کہ ان کو اختیار و قدرت دی اور اس کے اسباب کو واضح کر دیا اور ان کے لئے کوئی عذر نہ چھوڑا گویا مقصد کو لازم کرنے والے اسباب مہیا کرنے کی وجہ سے ہدایت بذاتہ ان کو مہیا کر دی۔ اس کے تقاضے پورے کرنے کے بعد گویا ہدایت خود دے دی۔

نکتہ: اس نے اس بات کو خواہ مخواہ لمبا کھینچا۔ کیونکہ اس کو یہ موقعہ نہ مل سکا کہ اس آیت کی تفسیر خلق اہتداء سے کرے۔ کیونکہ وہ اس کے اپنے مذہب اعتزال کے مخالف ہے۔

۱۸: وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اور ہم نے انکو نجات دی جو ایمان لائے) جنہوں نے ہدایت کو گمراہی کے مقابلے میں چن لیا ہم نے انکو اس صاعقہ سے بچالیا۔ وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (اور وہ ڈرتے تھے) اس بات سے کہ وہ اندھے پن کو ہدایت کے مقابلے میں منتخب کریں۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰىٓ إِذَا مَا جَآءُوهَا شَهِدَ

اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے پھر وہ روکے جائیں گے یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس آ جائیں گے تو ان کے

عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ

کان اور آنکھیں اور کھالیں ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے

شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىٓ أَنْطَقَ كُلَّ شَىْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ

ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب میں کہیں گے کہ ہمیں اللہ نے بولنے والا بنا دیا جس نے ہر چیز کو بولنے والا بنایا ہے اور اس نے تمہیں پہلی بار پیدا

مَرَّةٍ وَّإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ

فرمایا اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور تم اس وجہ سے پوشیدہ نہیں ہوتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری

أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۲۲﴾

آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گے اور لیکن تم نے یہ خیال کیا تھا کہ اللہ بہت سے ان اعمال کو نہیں جانتا جنہیں تم کرتے ہو،

تذکرہ حشر:

۱۹: وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ (جس دن اللہ تعالیٰ کے دشمن آگ کی طرف جمع کر کے لائے جائیں گے) اعداء اللہ سے کفار مراد ہیں جو اولین و آخرین میں سے ہونگے۔

قراءت: نافع اور یعقوب نے نَحْشُر پڑھا ہے۔

فَهُمْ يُوزَعُونَ (پھر وہ روکے جائینگے) ان کے اول شخص کو پچھلے کی آمد تک روک لیا جائے گا۔ دراصل اس تعبیر سے ان کی کثرت تعداد بیان کرنا مقصود ہے۔ یہ اصل میں وزعته ای کففته سے ہے یعنی میں نے اس کو روکا سے لیا گیا۔

اعضاء کی شہادت:

۲۰: حَتّٰىٓ إِذَا مَا جَآءُوهَا (یہاں تک کہ وہ جب اس کے قریب آ جائیں گے) اس کے بالکل سامنے پہنچ جائیں گے۔

مَا یہ زائدہ ہے جو تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ آگ کی طرف ان کی آمد لازماً ان کی شہادت کے وقت میں ہوگی اس سے خالی ہونے کا مطلب ہی نہیں۔ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گی) جلود کھالوں کی مس بالحرام کے متعلق گواہی مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے یہ

شرمگاہوں سے کنایہ ہے۔

۲۱: وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا (اور وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف میں کیوں گواہی دی) ان کی مخالفت گواہی سے معاملہ ان پر بھاری ہو جائے گا۔ قَالُوْآ اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ (وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اس نے گویائی دی جس نے ہر چیز کو گویائی دی) ہر چیز یعنی حیوانات میں سے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بولنا کوئی عجیب نہیں اس لئے کہ اس کو ہر چیز کے گویائی دینے کی قدرت ہے۔ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور اس نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور اسی کے پاس پھر لائے جاؤ گے) یعنی وہ تمہارے پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر جس طرح قدرت رکھتا ہے اسی طرح تمہارے اعادے اور اپنی بارگاہ میں جزاء کیلئے لوٹانے پر قدرت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگمانی:

۲۲: وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ (اور تم اس بات سے تو اپنے کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں) تم دیواروں سے پردہ کرتے یعنی پردے ڈالتے جب فواحش کا ارتکاب کرتے اور تمہارا یہ چھپنا اس ڈر سے نہ تھا کہ تمہارے اعضاء تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ کیونکہ تمہیں اپنے خلاف ان کی شہادت کا علم نہ تھا۔ بلکہ تم تو زور سے بعث بعد الموت کے بھی انکاری تھے۔ اور جزاء کے بالکل قائل ہی نہ تھے۔ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (لیکن تم اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں رکھتے) تم نے ان سے اس وجہ سے پردے ڈالے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے اعمال سے واقف ہی نہیں اور وہ وہی مخفی اعمال ہیں۔

وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ فَاِنْ

اور تمہارا یہ گمان جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا اس نے تمہیں ہلاک کر دیا، سو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے، سو اگر

يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَيَّضْنَا

صبر کریں تو آگ ٹھکانہ ہے ان کے لئے، اور اگر راضی کرنا چاہیں تو ان کی درخواست قبول نہیں کی جائے گی، اور ہم نے ان کے لئے

لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

ساتھیوں کو مسلط کر دیا سو انہوں نے انکے لئے ان چیزوں کو مزین کر دیا جو انکے آگے اور پیچھے ہیں اور ان پر بات ثابت ہو گئی

فِىْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ع

ان جماعتوں میں شامل ہو کر جو ان سے پہلے جنات میں سے اور انسانوں میں سے گزر چکی ہیں بیشک وہ خسارہ والے ہیں۔

۲۳: وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِىْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ (اور تمہارے اس گمان نے جو تم نے اپنے رب کے متعلق کیا تھا تم کو برباد کر دیا) یہی تو وہ گمان ہے جس نے تمہیں ہلاک کیا۔

نحو : نمبرا۔ ذٰلکم مبتدأ اور ظَنُّکُمْ اس کی خبر ہے۔ الذی ظننتم یہ خبر کی صفت ہے۔ اردٰکم دوسری خبر ہے۔ نمبر۲ ظنکم یہ ذٰلکم کا بدل ہے اور مبتدأ ہوا اور اردٰکم خبر ہے۔ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (پھر تم خسارہ میں پڑ گئے)

صبر وعذر سب بے فائدہ:

۲۴: فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (پس اگر یہ لوگ صبر کریں تب بھی دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے) یعنی اگر یہ صبر کریں تو وہ ذرہ بھر سودمند نہیں۔ اس کی وجہ سے وہ آگ کی قرارگاہ سے آزادی نہیں پا سکتے۔ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ (اور اگر وہ عذر پیش کرنا چاہیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگا) اگر وہ رضا طلب کریں تو ان سے رضا قبول نہ کی جائے گی۔ یا نمبر۲۔ اور اگر وہ طلب رضامندی کا موقعہ چاہیں گے۔ تو وہ بھی ان کو میسر نہ کیا جائے اور ان کی بات اس سلسلہ میں قبول نہ کی جائے گی۔

مکہ والے بھی عذاب کے مستحق ہو چکے:

۲۵: وَقَيَّضْنَا لَهُمْ (اور ہم نے ان کے لئے مقرر کر دیئے) مشرکین مکہ کیلئے مقرر کر دیئے۔ عرب کہتے ہیں هذان ثوبان قیضان ای مثلان۔ یہ دونوں کپڑے مماثل ہیں۔ المقایضہ معاوضہ کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے ہم نے ان پر مسلط کر دیے۔ قُرَنَآءَ (ساتھ دینے والے) شیاطین میں سے دوست۔ قرناء جمع قرین کی ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانًا فهو له قرین (زخرف۔۳۶) فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (پس انہوں نے ان

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سنو اور اسکے درمیان شور مچایا کرو، شاید تم غالب رہو،

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا

سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم انہیں ضرور ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے اور ضرور ضرور انہیں برے کاموں کی سزا دیدینگے جنہیں وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ

کیا کرتے تھے۔ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی جو آگ ہے، ان کے لئے اس میں ہمیشہ کا رہنا ہے اس بات کے بدلہ میں

بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ

کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جنات میں سے اور انسانوں میں سے

اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾

جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ہم کو انہیں دکھا دیجئے ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے کر لیں تا کہ یہ دونوں گروہ خوب زیادہ ذلیلوں میں سے ہو جائیں،

کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں مستحسن کرر کھے تھے) بین ایدیھم سے وہ اعمال جو پہلے کر چکے اور ماخلفھم سے جن کا وہ عزم رکھتے ہیں۔ یا نمبر۲۔ مابین ایدیھم سے دنیا کے امور اور اتباع شہوات اور ماخلفھم سے امر آخرت مراد ہے اور یہ کہ نہ بعث ہے اور نہ حساب وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ (اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کا قول پورا ہو کر رہا) وہ عذاب والی بات ہے۔ فِيْٓ اُمَمٍ (ان لوگوں کے ساتھ) ان من جملہ امتوں میں۔ نحو: علیھم کی ضمیر سے یہ حال ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے حق علیھم القول کا ئنین فی جملة امم ان پر بات پوری ہوگئی اس حال میں کہ وہ بھی ان امتوں سے ہو جانے والے تھے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو ان سے پہلے ہو گزریں)

نحو: ھم سے مراد اہل مکہ ہیں۔

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ (جنات وانس میں سے بیشک وہ خسارہ میں رہے) اس میں ان کے استحقاقِ عذاب کی علت بیان فرمائی۔

نحو: اور ضمیر ان کے اور امم کیلئے ہے۔

۲۶: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ (اور کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو) جب یہ پڑھا جا رہا ہو وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (اور اس کے دوران شور مچا دیا کرو۔ شاید تم ہی غالب رہو) اور اس کا مقابلہ ایسے کلام سے کرو جو سمجھ نہ آنے

والا ہو۔تا کہ تم ان کو تشویش میں ڈال سکواوران کی قراءت پر تم غالب آؤ۔اللغو فضول کلام جس کے اندر کچھ نہ ہو۔

۲۷: فَلَنُذِيقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا (پس ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے) یہ بھی درست ہے کہ الذین کفروا سے خاص کر یہ شورشی لوگ جولغو کا حکم دینے والے تھے مراد ہوں۔اور یہ بھی جائز ہے کہ عام کفار مراد ہوں۔تا کہ اس کے تحت یہ موجود ین بھی آ جائیں۔وَّ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اوران کوان کے برے کاموں کی سزا دیں گے) یعنی ضرور بضرور ہم ان کے بدترین اعمال پر عظیم ترین سزادیں گے وہ سب سے بدترین عمل کفر ہے۔

۲۸: ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ (یہ سزا ہے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی) ذلک کا مشارالیہ اسوء ہے اور تقدیر کلام لازماً اس طرح ہوگی (اسوأ جزاء الذی کا نوایعملون ۔ بدترین بدلہ ان برے عملوں کا جووہ کرتے تھے) تا کہ ذلک کا اشارہ درست ہو سکے۔النَّارُ (آگ)

نحو : یہ جزاء کا عطف بیان ہے۔نمبر۲۔مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

کفار کا دارالخلد:

لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ (اوران کے لئے وہاں ہمیشگی کا مقام ہوگا) یعنی آگ جو کہ بنفس نفیس دارا لخلد ہے۔جیسے تم کہو لك فی هذه الدار دار السرور۔ وانت تعنی الدار بعینها ۔(تیرے لئے یہ گھر دارالسرور ہے تمہاری مراد اس سے بعینہٖ وہی گھر ہے۔جس کو تم دارالسرور کہہ رہے ہو)۔جَزَآءً (اس بات کے بدلہ میں) ان کو اس سے بدلہ دیا جائے گا بدلہ دیا جانا۔بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (کہ وہ ہماری ہی آیت کا انکار کرتے تھے)

مطالبۂ کفار:

۲۹: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا (اوروہ کفار کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دکھلا دیجئے)

قراءت: اَرْنَا سکون راء کے ساتھ کیونکہ کسرہ ثقیل ہے جیسا فَخِذٌ میں فَخْذٌ پڑھتے ہیں مکی،شامی ابوبکر نے پڑھا اور اختلاسِ حرکت سے ابوعمرو نے پڑھا ہے۔

الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا (وہ جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا) دونوں شیطان جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ (جن و انس میں سے) کیونکہ شیطان کی دو قسمیں ہیں۔نمبر۱۔جنّی نمبر۲۔انسی اللہ تعالیٰ نے فرمایاو كذلك جعلنا لكل نبی عدوًّا شیاطین الانس والجن [الانعام:۱۱۲] نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ (ہم ان کو پاؤں کے نیچے مل ڈالیں تا کہ وہ خوب ذلیل ہوں) آگ میں ہمارے گمراہ کرنے کی سزا میں۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَٰئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا

بلاشبہ جن لوگوں نے یوں کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے کہ تم خوف نہ کرو

وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ

اور رنج نہ کرو اور خوش ہو جاؤ جنت کی خبر سے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم دنیا والی زندگی میں تمہارے رفیق ہیں

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾

اور آخرت میں بھی، اور تمہارے لئے اسمیں ہر وہ چیز ہے جسکی تمہارے نفسوں کو خواہش ہوگی اور تمہارے لئے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو گے،

نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾

یہ مہمانی کے طور پر ہے غفور رحیم کی طرف سے۔

ع ۱۸

استقامت والے:

۳۰: إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ (جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے) توحید باری تعالیٰ کا بول بول دیا ثُمَّ اسْتَقَامُوا (پھر مستقیم رہے) پھر اس اقرار اور اس کے تقاضوں پر پورے اترے۔

قولِ ابوبکر رضی اللہ عنہ:

انہوں نے فعلاً استقامت اختیار کی جس طرح زبان سے استقامت اختیار کی اور پھر انہوں نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا تم اس کے متعلق کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے معاملے کو سخت ترین حالت پر محمول کیا انہوں نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا انہوں نے شرک نہ کیا اور عبادتِ اوثان کی طرف لوٹ کر نہ گئے۔

قولِ عمر رضی اللہ عنہ:

وہ لومڑی کی طرح اِدھر اُدھر نہیں پھرے یعنی منافقت اختیار نہیں کی۔

قول عثمان رضی اللہ عنہ:

انہوں نے مخلصانہ اعمال کیے۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

انہوں نے فرائض کی انجام دہی کی۔

قولِ فضیل رحمہ اللہ:

دنیا میں زہد اختیار کیا۔ اور آخرت کی طرف راغب رہے۔

ایک قول:

یہ ہے کہ استقامت اقرار کے بعد اقرار کو کہتے ہیں نہ کہ اقرار کے بعد فرار کو تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (ان پر فرشتے اتریں گے) موت کے وقت اَلَّا تَخَافُوْا (کہ تم اندیشہ نہ کرو) اَنْ یہ ای کے معنی میں ہے یا مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور اس کی اصل اس طرح بانّہٗ لا تخافوا۔ ہٗ ضمیر شان ہے ای لا تخافوا ماتقدمون علیہ ۔جس طرف تم جا رہے اس کے متعلق اندیشہ مت کرو۔ وَلَا تَحْزَنُوْا (اور رنج نہ کرو) اس کو جو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ الخوف وہ غم جو ناپسند چیز کی توقع میں پیش آئے۔ الحزن: نفع بخش چیز کے فوت ہونے پر جو غم وارد ہو یا نقصان دہ چیز کے سامنے آنے سے جو طاری ہو۔ مطلب آیت کا یہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ہر غم سے امان لکھ دی پس تم اس کو ہرگز نہ چکھو گے۔ وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (اور تم جنت پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا)۔

قولِ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ:

ان پر فرشتوں کا نزول اس وقت ہوتا ہے۔ جب ان کی ارواح ان کے ابدان سے جدا ہوتی ہیں۔ لا تخافوا یعنی ایمان کے سلب ہونے کا خطرہ نہ لاؤ۔ ولا تحزنوا جو گناہ ہوگئے ان پر غمزدہ نہ ہو۔ ابشروا ۔ جنت میں داخلے کی تمہیں خوشخبری ہو۔ التی کنتم توعدون جس کا تم سے گزشتہ زمانوں میں وعدہ کیا گیا۔

۳۱: نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ (ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے) جس طرح کہ شیاطین نافرمانوں کے دوست ہیں اسی طرح ملائکہ متقین کے دوست ہیں۔ اور ان کے رفیق دونوں جہانوں میں ہونگے۔ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ (اور تمہارے لئے اس میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے) نعمتوں میں سے وَلَكُمْ فِیْهَا مَاتَدَّعُوْنَ (اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے) تدعون تمنا کرنے کے معنی میں ہے۔

۳۲: نُزُلًا (یہ بطور مہمانی کے ہوگا) وہ مہمان کا توشہ ہے۔

نَحو: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ذوالحال ضمیر ھا محذوف ہے۔ یا ما سے حال ہے۔ مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ (غفور رحیم کی طرف سے) یہ اس کی صفت ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾

اور اس سے اچھی کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کئے اور یوں کہا کہ بلاشبہ میں مسلمین میں سے ہوں،

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ

اور اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوتی آپ ایسے برتاؤ کے ساتھ دفع کیجئے جو اچھا طریقہ ہو، پھر یکا یک ایسا ہوگا کہ

وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا

جس شخص کو آپ سے دشمنی تھی گویا کہ وہ خالص دوست ہے اور اس بات کا صرف انہیں لوگوں کو القا کیا جاتا ہے جو صبر والے ہیں اور اس بات کا القا اسی شخص کو ہوتا ہے

ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

جو بڑے نصیب والا ہو، اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ لیجئے، بیشک وہ

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

سننے والا جاننے والا ہے۔

داعی کی بات سب سے اعلیٰ:

۳۳: وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ (اوراس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے۔ جوخدا کی طرف بلائے) وہ داعی رسول اللہ ﷺ ہیں۔اور جس کی طرف دعوت دی وہ توحید ہے۔ وَعَمِلَ صَالِحًا (اور وہ نیک عمل کرے) صالح سے خالص اعمال مراد ہیں۔ وَّ قَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں) آپ اسلام پر فخر کرنے والے ہیں اور اس کا اعتقاد رکھنے والے ہیں۔اور آپ کے صحابہ کرامؓ یا مؤذن یا تمام ہدایت والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے۔

نیکی، بدی برابر نہیں:

۳۴: وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ (اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا کریں) نیکی اور بدی دونوں ذات کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ جب اچھائیاں سامنے ہوں تو اس حسنہ کو اختیار کریں جو دوسری کے مقابلہ میں بہتر ہو۔ پھر اس سے اس برائی کو ہٹائیں جو آپ پر آپ کے دشمنوں کی طرف سے آئے۔ جیسا کہ اگر کوئی آدمی آپ کے ساتھ زیادتی کرے۔ تو اچھائی یہی ہے کہ اس کو معاف کردیں۔ یہ اس کی برائی کی جگہ احسان کرنا ہے۔ جیسے تمہاری کوئی مذمت کرے تو تم اس کی تعریف کردو۔ یا وہ تمہارے لڑکے کو قتل کردے۔ اور تم اس کے لڑکے کا فدیہ دے کر دشمن کے ہاتھ

سے چھڑوادو۔

فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (یکا یک آپ میں اور جس شخص میں عدوات تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے) جب تم ایسا کرو گے تو تمہارا سخت ماہر دشمن گہرے مخلص دوست میں بدل جائے گا۔ پھر فرمایا

۳۵: وَمَا یُلَقّٰھَآ (اور یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے) برائی کے مقابلہ میں احسان والی خصلت نصیب نہیں ہوتی۔ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا (مگر ان لوگوں کو جو بڑے مستقل مزاج ہیں) یعنی اہل صبر وَ مَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ (اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے۔ جو بڑا صاحب نصیب ہے) بہت نیکی والا آدمی جس کو خیر کا بہت بڑا حصہ ملا ہو۔ یہاں **فادفع بالتی ھی احسن** نہیں فرمایا کیونکہ یہ کلام اس کہنے والے کے قول کی طرح ہے جو یہ کہے میں کیا کروں؟ تو جواب دیا **ادفع بالتی ھی احسن**۔ یعنی فاء نہیں لائی گئی۔

ایک قول:

لا تاکید کیلئے زائدہ ہے مطلب یہ ہے حسنہ اور سیئہ برابر نہیں ہیں۔ اس تفسیر کے مطابق قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جائے: **ادفع بالتی ھی حسنۃ**۔ مگر یہاں اس کی جگہ **التی ھی احسن** لایا گیا تا کہ حسنہ کے ساتھ بدلہ چکانے میں زیادہ بلیغ ہو کیونکہ جس نے اعلیٰ اچھائی سے سیئہ کا جواب دیا تو وہ کم درجہ کی برائی کا جواب بڑی آسانی اور خوش اسلوبی سے دے لے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

بالتی ھی احسن سے مراد غصہ کرنے پر صبر کرنا اور ارتکابِ جہالت کے وقت حوصلہ دکھانا اور زیادتی کے وقت معاف کرنا ہے اور الحظ کی تفسیر انہوں نے ثواب سے فرمائی ہے۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

بڑا نصیب تو جنت ہی ہے۔ **ایک قول** یہ ہے یہ ابوسفیان بن حرب کے متعلق اتری جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ایذاء پہنچانے والا دشمن تھا۔ پھر مخلص دوست وحمایتی بن گیا۔

نزغِ شیطان:

۳۶: وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ (اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے وسوسہ آنے لگے) النزغ یہ نخس کے مشابہ ہے شیطان انسان کے دل میں وساوس ڈالتا ہے۔ گویا کہ وہ شیطان کی چوک سے ہے وہ اس کو نامناسب کاموں پر ابھارتا ہے۔ آیت میں نزغ کو نازغ قرار دیا۔ جیسا کہتے ہیں: جدّ جدّہٗ اس نے پوری کوشش کی یا مراد اما ینزغنك نازغ کو کچوکا لگانے والا آپ کو کچوکا لگائے۔ شیطان کی صفت مصدر سے بیان کی یا اسکی تزیین کو بیان کیا۔ مطلب یہ ہے اگر شیطان نے آپ کو پھیر دیا اس نصیحت

وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ط لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا

اور اللہ کی نشانیوں میں سے رات ہے اور دن ہے اور چاند ہے اور سورج ہے مت سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو،اور سجدہ کرو

لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

اللہ کو جس نے ان کو پیدا فرمایا اگر تم اسکی عبادت کرتے ہو، سو اگر وہ تکبر کریں تو جو تیرے رب کے مقرب ہیں

یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ السجدۃ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ

وہ رات دن اسکی پاکی بیان کرتے ہیں اور اکتاتے نہیں ہیں، اور اسکی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تو زمین کو دبی ہوئی حالت میں

خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ط اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ط

دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر پانی نازل کردیتے ہیں تو وہ ابھر آتی ہے اور بڑھتی ہے بلاشبہ جس نے اس کو زندہ فرمایا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔

اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۳۹﴾

بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے

سے جو آپ کو ادفع بالتی ھی احسن کی صورت میں دی گئی ہے تو فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (تو اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ مانگیں) اور اپنے حلم پر جمے رہیں اور ان کی بات نہ مانیں اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ (وہی آپ کے استفادہ کو سننے والا اور) الْعَلِیْمُ (نزغ شیطانی کو جاننے والا ہے)

۳۷: وَمِنْ اٰیٰتِهِ (اور اس کی نشانیوں میں سے) جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہیں۔ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ (دن اور رات ہے) یہ معلوم اندازہ کے ساتھ ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں اور مقررہ مقدار کے مطابق باری باری آنے میں وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (اور سورج اور چاند ہے) ایک مقررہ سیر پر چلنے میں یہ دونوں خاص ہیں۔ اور ان کا نور بھی مقرر ہے۔ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ (تم لوگ نہ سورج کو اور نہ چاند کو سجدہ کرو) یہ دونوں مخلوق ہیں اگرچہ ان کے منافع بے شمار ہیں۔ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (اور اس اللہ کو سجدہ کیا کرو جس نے ان کو پیدا کیا) خلقھن کی ضمیر آیات کی طرف ہے۔ یا لیل ونہار اور شمس وقمر کی طرف ہے۔ کیونکہ غیر عاقل جماعت کا حکم مؤنث والا ہے۔ یا وہ مؤنث ہے جیسا کہتے ہیں۔ الا قلام بریتھا و بریتھن ۔ شاید ان میں کچھ لوگ سورج چاند کو سجدہ کرتے تھے۔ جس طرح صابئین کرتے ہیں۔ کہ کواکب کی بھی عبادت کرتے تھے۔ اور ان کا خیال یہ ہے کہ ان کا مقصود چاند وسورج کو سجدہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے۔ پس ان کو اس واسطہ سے روک دیا گیا۔ اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سجدہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی مقصود سمجھیں۔ اگر وہ اس کی

عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرنے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا نہیں۔

۳۸: فَاِنِ اسْتَکْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ (پس اگر وہ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں) ملائکہ مراد ہیں۔ یُسَبِّحُوْنَ لَہٗ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَھُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ (وہ شب و روز اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور وہ اکتاتے نہیں ہیں) لایسئمون کا معنی اکتانا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں اور اس کے احکام کی تعمیل نہ کریں اور واسطہ کے بغیر اس کو ماننے سے انکاری ہوں تو ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ عابد و ساجد بالا خلاص کو معدوم نہیں فرماتے۔ اس کے مقرب بندے ایسے بھی ہیں جو دن رات شریکوں سے اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ عند ربک یہ قرب کی تعبیر ہے اور مرتبہ اور عظمت کی تعبیر ہے۔ ہمارے نزدیک سجدہ تلاوت کا مقام لا یسأمون ہے۔ اور شافعی رحمہ اللہ کے ہاں تعبدون ہے۔ اور پہلا قول زیادہ احتیاط والا ہے۔

قدرت وتصرف کی نشانی:

۳۹: وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنَّکَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَۃً (اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے۔ دبی دبائی ہے) خاشعۃ کا معنی غبار والی خشک۔ خشوع اصل میں تذلل اور عاجزی کو کہتے ہیں۔ یہاں بطور استعارہ اس زمین کیلئے استعمال ہوا جو بغیر نبات اور بغیر پانی کے ہو فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ (پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں) الماء سے بارش مراد ہے۔ اھْتَزَّتْ (تو وہ ابھرتی ہے) نباتات کے ساتھ حرکت میں آتی ہے۔ وَرَبَتْ (اور پھولتی ہے) پھولتی پھٹتی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاھَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (جس نے اس زمین کو زندہ کر دیا۔ وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے) پس وہ بعث پر لازماً قدرت والا ہوگا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ

بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی اختیار کرتے ہیں وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں، کیا جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا

مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ

وہ شخص جو قیامت کے دن امن کی حالت میں آئے گا، تم کرلو جو چاہو بیشک وہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے، بیشک جن لوگوں نے

كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ﴿۴۱﴾ ۙ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ

ذکر کے ساتھ کفر کیا جب وہ انکے پاس آ گیا اور بیشک حال یہ ہے کہ وہ کتاب عزیز ہے اس کے پاس باطل نہیں آتا آگے سے

وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ

اور نہ پیچھے سے، وہ اتاری ہوئی ہے حکمت والے کی طرف سے جو ستودہ اوصاف ہے، آپ سے نہیں کہا جاتا مگر وہی جو آپ سے پہلے رسولوں کے لئے

قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا

کہا گیا بلاشبہ آپ کا رب مغفرت والا ہے اور درد ناک عذاب والا ہے، اور اگر ہم اسکو قرآن عجمی بنا دیتے تو یہ لوگ کہتے

لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّ

کہ اس کی آیات کو کیوں واضح طریقہ پر بیان نہیں کیا گیا، یہ کیا بات ہے کہ رسول عربی ہے اور کتاب عجمی ہے، آپ فرما دیجئے کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت ہے

شِفَآءٌ ؕ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی ؕ اُولٰٓئِكَ

اور شفاء ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ ان پر گمراہی کا سبب بنا ہوا ہے یہ وہ لوگ ہیں

یُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۴۴﴾ ع

جنہیں دور سے پکارا جاتا ہے۔

حق سے منحرف:

۴۰: اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا (بلاشبہ جو لوگ ہماری آیات میں کجروی اختیار کرتے ہیں) وہ ہمارے دلائل سے منہ موڑ کر حق سے روگردانی اختیار کرتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں الحد الحافر و لحد جبکہ وہ استقامت سے جھک جائے اور ایک جانب کو کھودے۔ یہ لفظ یہاں بطور استعارہ قرآن مجید کی آیات کی صحیح و درست تاویل سے انحراف کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔

قراءت: حمزہ نے یَلْحَد پڑھا ہے۔

لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا (وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں) اس میں ان کی تحریف پر وعید وڈراوا سنایا گیا ہے۔اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ (پس بتلاؤ جو شخص آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن واَمان کے ساتھ آئے) یہ کافر ومؤمن کی تمثیل پیش کی گئی ہے۔اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ (تم جو جی چاہے کرلو) یہ انتہائی تہدید اور وعید میں مبالغہ ہے۔اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے) پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

۴۱: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ (جولوگ قرآن مجید کا جبکہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں) الذکر سے قرآن مجید مراد ہے کیونکہ انہوں نے اپنے کفر کی وجہ سے قرآن مجید کے متعلق طعن وتشنیع کی اور اس کی تاویل میں تحریف سے کام لیا۔ لَمَّا جَآءَ ھُمْ (جب وہ ان کے پاس پہنچا)

نحو : اِن کی خبر محذوف ہے ای یعذبون یاھالکون یااولئک ینادون من مکان بعید اور درمیان میں جملے معترضہ ہیں۔

وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ (اور بیشک وہ بڑی باوقعت کتاب ہے) محفوظ ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔

قرآن منافقین سے بری:

۴۲: لَّا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ (اس میں غیر واقعی بات نہیں آسکتی) باطل سے تبدیلی یا تناقض مراد ہے۔مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ (نہ اس کے آگے کی طرف سے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے) یعنی کسی بھی وجہ سے تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (یہ اللہ تعالیٰ جو حکیم وحمید ہیں ان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے) حمید وہ ذات ہے جو حمد کی مستحق ہو۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

۴۳: مَا یُقَالُ لَکَ (اور آپ کو وہی باتیں کہی جاتی ہیں) جو کہ آپ کو آپ کی قوم کے کافر لوگ کہتے ہیں۔اِلَّا مَاقَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ (جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں) اسی طرح کی باتیں ہیں جو رسولوں کو ان کی کافر اقوام نے ایذاء دینے کیلئے کہیں اور آسمانوں سے نازل شدہ کتابوں پر طعن وتشنیع کی۔اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ (بیشک آپ کا رب بڑی مغفرت والا ہے) اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرنے والا ہے۔وَّذُوْعِقَابٍ اَلِیْمٍ (اور دردناک سزا دینے والا ہے) انبیاء علیہم السلام کے دشمنوں کو اور یہ بھی درست ہے کہ اس طرح مطلب لیا جائے آپ کو اللہ تعالیٰ اسی طرح فرماتے ہیں جیسا آپ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا اور اس مقولہ سے یہ ارشاد مراد ہے۔ان ربك لذو مغفرۃ و ذو عقاب الیم۔

کفار کے قرآن پر اعتراض کا جواب:

۴۴: وَلَوْ جَعَلْنٰہُ (اور اگر ہم اس کو بناتے) اس ذکر کو قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا (عجمی قرآن) یعنی اس کی لغت عجمی ہوتی اس وقت ضد کی وجہ سے اس طرح کہتے ہیں کہ یہ قرآن عجمی لغت میں کیوں نہ اترا۔تو جواب دیا گیا۔اگر اسی طرح ہوتا جیسا تم تجویز کرتے ہو۔

لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ (تو یوں کہتے اس کی آیات صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں) فصلت کا معنی بینت ہے یعنی بیان کی گئیں عربی زبان میں تا کہ ہم اس کو سمجھ لیتے اور یہ بات ضد کے طور پر کہتے۔ ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ (یہ کیا بات ہے کہ عجمی کتاب اور عربی رسول)

قراءت: کوفی قراء نے حفص کے علاوہ دو ہمزہ سے پڑھا۔ ایک ہمزہ انکار یعنی لا نکروا وقالوا أقرآن اعجمی و رسول عربی تا کہ وہ انکار کریں اور کہیں کیا قرآن عجمی اور رسول عربی ہے یا جن کی طرف رسول بھیجا گیا وہ عربی اور قرآن عجمی۔ باقی قراء نے ایک ہمزہ ممدودہ استفہامیہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ الاعجمی جو غیر فصیح ہو اس کا کلام سمجھ نہ آتا ہو خواہ وہ عجمی ہو یا عربی۔ العجمی جو عجم کا رہنے والا ہو۔ خواہ وہ فصیح ہو یا غیر فصیح۔

مطلب یہ ہے کہ آیات جس طریقہ پر بھی اتاری جائیں وہ ضد کی وجہ سے اعتراض کرتے کیونکہ ان میں طلب حق تو ہے نہیں۔ بس خواہشات پرستی میں مبتلا ہیں۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ اگر قرآن مجید کو عجمی زبان میں اتارا جاتا تو بھی قرآن ہوتا۔ پس اس صورت میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہ دلیل بن جائے گی کہ اگر فارسی میں قراءت کر لی تو نماز جائز ہوگی۔ (مگر اس قول کی نسبت خود قابل دلیل ہے انظر شروح الھدایة)

قُلْ هُوَ (آپ کہہ دیجئے کہ وہ) یعنی قرآن لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى (ایمان والوں کیلئے راہنما ہے) حق کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔ وَّ شِفَآءٌ (اور شفاء ہے) اس شک کیلئے جو سینوں میں ہے اس لئے کہ شک مرض ہے۔ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ (اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے)۔ یہ موضع جر میں واقع ہے کیونکہ اس کا عطف للذین اٰمنوا پر ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے ھو للذین اٰمنوا ھدی و شفاء وھو للذین لا یؤمنون فی اٰذانھم وقر۔ وقرٌ بہرہ پن۔ البتہ اس میں ایک بات ہے کہ اس میں دو عاملوں پر عطف ہے۔ اور اخفش نحوی کے ہاں وہ جائز ہے۔ نمبر۲۔ رفعی حالت ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ والذین لا یؤمنون ھو فی اٰذانھم وقرٌ مبتدأ محذوف ہے یافی اذانھم منه وقرٌ۔ وقرٌ مبتداء مؤخر ہے۔ وَّهُوَ (اور وہ) یعنی قرآن عَلَيْهِمْ عَمًى (ان کے حق میں اندھا پن ہے) یعنی اندھیرا اور شبہات ہیں۔ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ (یہ لوگ کسی دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں) یعنی قرآن کو قبول نہ کرنے اور اس سے فائدہ نہ اٹھانے کی بناء پر گویا ان کو قرآن پر ایمان لانے کی دعوت کسی دور جگہ سے دی جا رہی ہے۔ اور یہ فاصلہ کی دوری کی وجہ سے سن نہیں پاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کو قیامت کے دن دور جگہ سے پکارا جائے گا۔ اور ان کے قبیح ترین نام لے کر بلایا جائے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپکے رب کی طرف سے طے

رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

ہو چکی ہے تو انکے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ یہ لوگ اسکی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں، جس نے نیک عمل کیا

فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٤٦﴾

سو وہ اس کی جان کے لئے ہے اور جس نے برا عمل کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے، اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

تورات میں اختلاف کیا گیا:

۴۵: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ (اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی۔ پس اس میں بھی اختلاف ہوگیا) بعض نے کہا وہ برحق ہے۔ اور بعض نے کہا وہ باطل ہے۔ جیسا کہ تمہاری قوم اس کتاب کے متعلق اختلاف کر رہی ہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ (اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے مقرر ہو چکی ہے) کہ ان سے عذاب کو مؤخر کر دیا گیا۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو اس کا فیصلہ ہو چکا ہوتا) تو ان کا ضرور استیصال کر دیا جاتا۔

ایک قول:

یہ ہے کہ کلمہ سابقہ سے قیامت والا وعدہ مراد ہے۔ اور تمام جھگڑوں کا حقیقی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو دنیا میں ہی ان کا فیصلہ کیا جا چکا ہوتا۔ وَاِنَّهُمْ (اور بیشک وہ) کفار لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ (اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے) مریب شک میں ڈالنے والا۔

۴۶: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ (جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کیلئے) اس کے نفس کو اس کا فائدہ ہوگا۔ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا (اور جو شخص برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑیگا) اس کے نفس کو اس کا ضرر پہنچے گا۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں) کہ غیر مجرم کو عذاب دے۔

اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ

اسی کی طرف قیامت کا علم حوالہ کیا جاتا ہے، اور جو پھل اپنے خولوں سے نکلتے ہیں اور جو کوئی عورت حاملہ

اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ اَيۡنَ شُرَكَآءِىۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا

ہوتی ہے اور جو بچہ جنتی ہے یہ سب اسکے علم میں ہے، اور جس دن وہ پکارے گا کہاں، ہیں میرے شرکاء، وہ کہیں گے کہ ہم اعلان کے ساتھ آپ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم میں سے

مِنۡ شَهِيۡدٍ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَظَنُّوۡا مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِيۡصٍ ﴿۴۸﴾

کوئی دعویدار نہیں ہے، اور اس سے پہلے وہ جن کو پکارا کرتے تھے، وہ سب غائب ہو جائیں گے اور یہ لوگ یقین کرلیں گے کہ ان کے چھوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

قیام قیامت کا علم اللہ عزوجل ہی کو ہے:

۴۷: اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ (اور قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جاسکتا ہے) قیامت کے قیام کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ مسئول پر لازم ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوا کہے۔ اللہ یعلم ذلك۔ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ (اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا)

قراءت: مدنی، شامی، حفص نے ثمرات اور دیگر قراء نے بغیر الف پڑھا ہے۔

مِّنۡ اَكۡمَامِهَا (اپنے خولوں سے) جمع کُمّ کی ہے معنی خول جس میں پھل ہوتا ہے اس سے قبل کہ وہ پھٹے۔ وَ مَاتَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى (اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے) یعنی اس کا حمل وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ (اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے) یعنی جو چیز بھی نئی پیدا ہوتی ہے خواہ وہ کوئی نیا پھل نکلے اور کسی حاملہ کے پیٹ میں حمل ٹھہرے اور کوئی حاملہ اپنے پیٹ سے بچہ جنم دے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ ایام حمل کی گنتی اور ساعات اور تمام احوال، ناقص، کامل، مذکر، مؤنث، خوبصورت، قبیح وغیرہ سب سے واقف و مطلع ہے۔ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ اَيۡنَ شُرَكَآءِىۡ (اور جس روز اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا۔ کہ میرے شریک کہاں ہیں) اس میں اللہ تعالیٰ نے شر کا ء ی فرما کر شرکاء کی اضافت اپنی طرف فرمائی دراصل مخاطبین کے زعم وخیال کے مطابق اور اس کی وضاحت خود دوسرے ارشاد میں اسی طرح موجود ہے۔ این شر کا ء ی الذین زعمتم اس میں ان کو خبردار کیا گیا اور شرمندہ کیا گیا ہے۔ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ (وہ کہیں گے ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں) آپ کو بتلا دیا۔ **ایک قول** یہ ہے آپ کو خبر دے دی اور یہ معنی زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو پہلے سے ہی جاننے والے ہیں۔ اور جاننے والے کو بتلانا یہ محال ہے البتہ عالم کو کسی چیز کی اطلاع دینا تا کہ جو چیز اس کے علم میں ہے وہ پختہ ہو جائے۔ ورنہ معنی یہ ہے۔ آپ ہمارے دلوں کو اب جانتے ہیں ہم وہ باطل اور غلط گواہی نہیں دیتے۔ کیونکہ جب ان کے نفوس سے یہ بات معلوم ہوئی تو گویا انہوں نے اس کو بتلائی۔ مَا مِنَّا مِنۡ شَهِيۡدٍ (ہم میں سے کوئی بھی مدعی نہیں ہے) ہم سے کوئی بھی نہیں جو یہ گواہی دے کہ تیرا کوئی شریک ہے۔ ہم میں سے ہر ایک آپ کو وحدہ

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ

انسان خیر کی دعا کرنے سے نہیں اکتاتا، اور اگر اسے تکلیف پہنچ جائے تو پوری طرح ناامید ہو جاتا ہے، اور تکلیف پہنچ جانے کے

رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ

بعد اگر ہم اسے اپنی رحمت چکھا دیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ چاہیئے اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہونے والی ہے،

وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا

اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا تو میرے لئے اس کے پاس بہتری ہوگی، سو جن لوگوں نے کفر کیا ہم ضرور ضرور ان کے اعمال سے

عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ

انہیں باخبر کر دیں گے اور ہم انہیں ضرور سخت عذاب چکھا دیں گے، اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾

اور ایک جانب کو دور چلا جاتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچ جاتی ہے تو لمبی چوڑی دعا والا ہو جاتا ہے۔

لاشریک ماننے والا ہے۔ یا ہم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو ان کے شرکاء کو دیکھ سکے۔ کیونکہ وہ ان سے گم ہو گئے ہونگے اور ان کے الٰہ ان سے گم ہو گئے ہونگے اس توبیخ کی گھڑی میں وہ ان کو دیکھ نہ سکیں گے۔ ایک قول یہ ہے یہ کلام شرکاء کا ہے، ہم میں سے کوئی بھی نہیں جو اس بات کو مانے جو انہوں نے ہماری طرف نسبت کی ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت حاصل ہے۔

۴۸: وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ (اور سب غائب ہو جائیں گے جن کو یہ لوگ پہلے سے پوجا کرتے تھے) یدعون کا معنی عبادت کرنا۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) دنیا کی زندگی میں وَظَنُّوْا (اور وہ یقین کر لیں گے) مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ (کہ ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں) محیص بھاگ کر پناہ لینے کا ٹھکانہ۔

انسان مال ونعمت میں ترقی کا خواہاں ہے:

۴۹: لَا يَسْـَٔمُ (جی نہیں بھرتا) اکتاتا نہیں الْاِنْسَانُ (انسان کا) انسان سے کافر مراد ہے۔ اس کی دلیل اس ارشاد میں ہے۔ وما اظن الساعة قائمة [الکھف: ۳۶] مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ (ترقی کی خواہش سے) مال اور نعمت میں وسعت مانگتے ہوئے اس کا دل نہیں بھرتا۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ من دعا ئه الخير۔ فاعل کو حذف کر کے مفعول کی طرف اس کی اضافت کر دی اس کے خیر کو مانگنے سے۔ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ (اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے) الشر سے مراد فقر فَيَـُٔوْسٌ (وہ نا اُمید ہو جاتا ہے) بھلائی سے قَنُوْطٌ (ہراساں ہو جاتا ہے) رحمت سے مایوس۔ اس میں دو طریق سے مبالغہ ہے۔ نمبرا۔ فعول کے وزن پر لائے جو مبالغہ

کا وزن ہے نمبر۲۔ اور دو مرتبہ لائے۔ القنوط ناامیدی کا اثر ظاہر ہونا جس سے وہ مضمحل اور منکسر ہو کر رہ جائے یعنی ایسی حالت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے امیدیں منقطع کر بیٹھے اور یہ کافر کی حالت و کیفیت ہے اس کی دلیل یہ ارشادِ الٰہی ہے۔ انہٗ لاییائس من روح اللّٰہ الا القوم الکافرون [یوسف:۸۷]

انسان کی کم عقلی اور سرکشی کی سزا:

۵۰: وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ (اور اگر ہم اس سے کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی۔ اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہیے تھا) جب ہم صحت دے کر مرض کے بعد کشادگی کرتے ہیں یا تنگدستی کے بعد وسعت دیتے ہیں تو کہتا ہے ھذا لی کہ یہ میرا حق ہے جو مجھے ملا ہے کیونکہ میرے پاس جو خیر ہے اس کی وجہ سے میں نے اس کو اپنے لئے واجب کر لیا۔ اور اسی طرح میرے جو اعمال صالحہ اور فضیلتیں ہیں ان کی وجہ سے میں اس کا حقدار ہوا۔ یا یہ تو میرا ہی رہے گا کبھی مجھ سے زائل نہ ہوگا۔ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً (اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت آنے والی ہے) یعنی میرے گمان میں وہ واقع ہونے والی ہی نہیں ہے۔ وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ (اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا) جیسا کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ (تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہے) اللہ تعالیٰ کے ہاں لَلْحُسْنٰى (بہتری ہی ہے) للحسنٰی سے جنت مراد ہے۔ نمبر۲۔ اچھی حالت جیسے عظمت و نعمت۔ درحقیقت اس نے قیامت کے معاملہ کو دنیا پر قیاس کیا فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا (تو ہم ان منکروں کو ان کے سب کردار ضرور بتلا دیں گے) ہم ان کے ان اعمال کی حقیقت کی اطلاع ضرور ان کو دیں گے وہ اعمال جو ان کو عذاب میں ڈالنے والے ہیں۔ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ (اور ان کو سخت عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے) غلیظ شدید و سخت جو ان سے منقطع نہ ہو۔

سرکشی کی دوسری قسم:

۵۱: وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ (اور جب ہم آدمی کو نعمت عطاء کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے) یہ انسان کی سرکشی کی دوسری قسم ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو نعمت عنایت فرماتے ہیں تو وہ نعمت اس کو مغرور کر دیتی ہے۔ وہ منعم کو بھول جاتا ہے اور اس کے شکریہ سے اعراض کر لیتا ہے۔ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ (اور کروٹ پھیر لیتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے دوری اختیار کرتا اور اس کے پکارنے سے پہلوتہی کرتا ہے یا وہ اپنے آپ سے نکل کر تکبر کرنے لگتا ہے۔ اور بڑا بنتا ہے۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ اس کے پہلو کو اس انسان کی جگہ رکھا گیا ہے کیونکہ آدمی کا مکان اور اس کی جہت اس کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔ جیسا کہ کاتب کہا کرتے ہیں کتبت الی جھتہٖ والی جانبہ العزیز۔ مراد اس سے اپنی ذات ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ونأبنفسہٖ اور اس نے اپنے آپ کو دور کیا۔ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ (اور جب اس کو پہنچتا ہے شر) نقصان اپنے پاس سے۔ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ (تو وہ خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ

آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم نے اس کا انکار کیا تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو دور کی

شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

مخالفت میں پڑ گیا ہم عنقریب انہیں آفاق میں اور انکے نفسوں میں نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے

اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ

کہ بلاشبہ وہ حق ہے، کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے، خبردار وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کی طرف سے

مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

شک میں ہیں خبردار اس میں شک نہیں کہ وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

عریض کا معنی بہت زیادہ، یعنی ہمیشہ دعاؤں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور گڑگڑاتا ہے اور زاری کرتا ہے اور کثرت ودوام دعاء کو بتلانے کیلئے بطور استعارہ عریض کو استعمال فرمایا گیا ہے حالانکہ یہ جسم والی اشیاء کی صفت ہوتی ہے جیسا کہ شدت عذاب کیلئے غلیظ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس ارشاد اور دوسرے ارشاد فیئوس قنوط میں کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ فیئوس الگ لوگوں کے متعلق ہے اور دوسرا الگ لوگوں سے متعلق ہے۔ یا خشکی میں ناامیدی اور سمندر میں لمبی لمبی دعائیں۔ یا دل سے ناامید اور زبان سے دعا گو یا بت سے ناامید اور اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا۔

۵۲: قُلْ اَرَءَيْتُمْ (کہہ دیں کہ مجھے بتلاؤ) خبر دو اِنْ كَانَ (کہ اگر وہ) یعنی قرآن مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ (اللہ کی طرف سے پھر تم انکار کرو) مَنْ اَضَلُّ (تو ایسے شخص سے بڑھ کر کون غلطی پر ہوگا۔ یعنی تم سے بڑھ کر) البتہ قول مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ اس کی جگہ لایا گیا تا کہ ان کے حال کو واضح کر دیا جائے اور ان کی حالت ظاہر ہو جائے۔

قرآن کی حقانیت واضح ہو جائے گی:

۵۳: سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ (عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں گردونواح میں بھی دکھائیں گے) کہ شرقاً اور غرباً ممالک فتح ہوگئے ہیں۔ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (اور خود ان کے اپنے نفسوں میں) مکہ کی فتح حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (یہاں تک کہ ان کے سامنے واضح ہو جائے گا کہ وہ برحق ہے) یعنی قرآن مجید یا اسلام اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ (کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں)

نحو: بربک رفع کے مقام میں فاعل ہے اور مفعول محذوف ہے۔

اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے) یہ بربک کا بدل ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ اولم یکفهم ان

ربك علی كل شئ شهيد ۔ کیا ان کو یہ بات کافی نہ ہوئی کہ تیرا رب ہر چیز پر گواہ ہے۔ مطلب یہ ہے یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو گردونواح میں ظاہر کردے گا اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی وہ ان آیات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور مشاہدہ کریں گے پس اس وقت ان کے سامنے یہ بات کھل جائے گی کہ قرآن مجید عالم الغیب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ وہ عالم الغیب جو کہ ہر چیز پر شاہد اور حاضر و ناظر ہے۔

۵۴: اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ (خبردار وہ لوگ شک میں پڑے ہیں) مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ (اپنے رب کی بارگاہ میں جانے کی طرف سے یاد رکھو وہ ہر چیز کو احاطہ میں لیے ہوئے ہے) وہ اشیاء کے اجمال و تفاصیل اور ظواہر و بواطن کو جاننے والا ہے۔ اس پر کوئی چیز چھپنے والی نہیں ہے پس وہ ان کے کفر پر ان کو سزا دے گا۔ اور اس پر بھی سزا دے گا کہ وہ اس کی ملاقات کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔

الحمدللہ سورۂ فصلت کا تفسیری ترجمہ لیلۃ الخمیس بعد نماز عشاء کو تکمیل پذیر ہوا ے صفر المظفر ۱۴۲۴ء

اللھم ان ذنبی احاطنی فا حطنی برحمتك الواسعة

سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰی مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّخَمۡسُوۡنَ اٰيَةً وَّخَمۡسُ رُكُوۡعَاتٍ

سورة الشوری مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اسمیں ترپن (۵۳) آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ① عٓسٓقٓ ② كَذٰلِكَ يُوۡحِىۡۤ اِلَيۡكَ وَاِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۙ اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ③

حٰم ○ عٓسق ○ اسی طرح وحی بھیجتا ہے آپ کی طرف اور انکی طرف جو آپ سے پہلے تھے اللہ جو عزیز ہے حکیم ہے۔

لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡعَظِيۡمُ ④ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ

اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ برتر ہے بڑا ہے، کچھ بعید نہیں کہ آسمان اوپر سے پھٹ

مِنۡ فَوۡقِهِنَّ وَالۡمَلٰۤئِكَةُ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ ؕ

پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں،اور اہل زمین کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں،

اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ⑤ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيۡظٌ

خبردار! اللہ ہی مغفرت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کار ساز تجویز کر رکھے ہیں وہ اللہ کی نگاہ

عَلَيۡهِمۡ ۖ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ⑥ وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنۡذِرَ

میں ہیں آپ انکے ذمہ دار نہیں اور اسیطرح ہم نے آپکی طرف قرآن عربی کی وحی بھیجی تا کہ آپ ام القری

اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ حَوۡلَهَا وَتُنۡذِرَ يَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ فَرِيۡقٌ فِى الۡجَنَّةِ وَفَرِيۡقٌ

اور اسکے آس پاس کے رہنے والوں کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں، ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریق

فِى السَّعِيۡرِ ⑦ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنۡ يُّدۡخِلُ مَنۡ يَّشَآءُ فِىۡ

دوزخ میں، اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا،اور وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں

رَحۡمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوۡنَ مَا لَهُمۡ مِّنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ⑧ اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ۚ

داخل فرماتا ہے اور ظالموں کیلئے کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار، کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں

فَاللّٰهُ هُوَ الۡوَلِىُّ وَهُوَ يُحۡىِ الۡمَوۡتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ⑨

سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حٰمٓo عٓسٓقٓ o کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَاِلَی (حم۔عسق۔اسی طرح آپ پر اور جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں) الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (ان پر اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے۔وحی بھیجتا رہا ہے)۔

۱،۲: حٰمٓ۔ عٓسٓقٓ حٰمٓ کو عسق سے الگ کر کے لکھا گیا ہے۔ کھیعص کو اکٹھا لکھا گیا۔کیونکہ حم،عسق دو آیات ہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ حروف مقطعات تمام جدا لکھے جاتے ہیں ان کے ساتھ ملانے کیلئے اس طرح لکھا۔

تمام کتابوں میں بار بار یہ مضمون اُتارے:

۳: کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ (اس وحی کی طرح یا اس کتاب کی طرح جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ اور ان رسولوں کی طرف جو آپ سے قبل ہوئے۔ اللّٰہُ یعنی اس سورت میں جو مضامین اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بذریعہ وحی بھیجے ہیں۔اس جیسے مضامین اللہ تعالیٰ نے دوسری سورتوں میں آپ کی طرف وحی کیے ہیں اور ان لوگوں پر جو آپ سے پہلے ہوئے یعنی ان کے رسولوں کی طرف۔مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان معانی کو بار بار تمام آسمانی کتابوں میں اتارا کیونکہ اس میں بندوں کے لیے شدید تنبیہ اور بڑی مہربانی ہے۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

جو پیغمبر صاحب کتاب ہوئے ان سب پر حم، عسق کو اتارا۔

قراءت: مکی نے یُوْحٰی ح کو مفتوح پڑھا اور لفظ اللہ کو مرفوع اس قراءت کے مطابق جس پر یُوْحٰی دلالت کر رہا ہے۔گویا کہنے والا کہہ رہا ہے۔کہ وحی کرنے والا کون؟ تو جواب دیا گیا۔اللّٰہُ الْعَزِیْزُ (وہ اپنے زور سے غالب ہیں) الْحَکِیْمُ (اپنے قول و فعل میں درستی پر قائم ہیں)

۴: لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اس کا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے) مُلک ومِلک کے لحاظ سے۔وَھُوَ الْعَلِیُّ (اور وہ برتر ہے) الْعَظِیْمُ (عظیم الشان ہے)

اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اولاد قبیح ترین کلمہ ہے:

۵: تَکَادُ السَّمٰوٰتُ (کچھ بعید نہیں کہ آسمان)

قراءت: نافع اور علی نے یَکاد پڑھا ہے۔

یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِھِنَّ (اوپر سے پھٹ جائیں)

قراءت: بصری اور ابوبکر نے ینفطرن پڑھا ہے۔اس کا معنی یہ ہے قریب ہے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کی عظمت و بلند شان کی وجہ سے پھٹ پڑیں۔اور اس پر العلی العظیم کے بعد اسکا لے آنا دلالت کر رہا ہے۔

ایک قول:

اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنے کے قبیح ترین قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائیں جیسا دوسرے مقام پر فرمایا تکاد السموت یتفطرن منه[مریم:۹۰]

من فوقهن کا مطلب یہ ہے پھٹنے کی ابتداء آسمانوں کی بالائی جانب سے شروع ہو۔ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا یتفطرن من تحتهن یعنی وہ جانب جس سے کلمۂ کفر آیا۔ کیونکہ جو لوگ یہ کلمہ کہنے والے ہیں وہ آسمانوں کے نیچے ہیں۔ مگر اس میں مبالغہ کر کے اس کو اوپر والی جانب سے اثر انداز ہونے والا قرار دیا گویا اس طرح کہا گیا یکدن ینفطرن من الجهة التی فوقهن۔ دع الجهة التی تحتهن قریب ہے کہ وہ اس بالائی جانب سے پھٹ پڑیں نیچے والی جانب کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ من فوقهن سے من فوق الارض مراد ہے۔ پس کنایہ زمین کی طرف راجع ہے کیونکہ ارض اسم جنس بمعنی ارضین ہے۔ اور ایک قول یہ ہے ملائکہ کے ہجوم کی وجہ سے پھٹنے کے قریب ہیں۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے آسمان چر چر کرتا ہے اور اس کو ایسا کرنے کا حق ہے کیونکہ اس میں ایک قدم کے برابر ایسی جگہ نہیں جس پر کوئی فرشتہ قیام، رکوع یا سجدہ کی حالت میں نہ ہو۔ [احمد ۵/۱۷۳، والترمذی ۲۳۱۲، ابن ماجہ ۴۱۹۰] وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھ کر خشوع وخضوع سے۔ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ (اور اہل زمین کیلئے معافی مانگتے ہیں) اہل زمین میں سے ایمان والوں کیلئے۔

فرشتوں کا استغفار:

جیسا کہ دوسرے اشاد میں فرمایا :و یستغفرون للذین امنوا [غافر:۷] ان پر اللہ تعالیٰ کے دبدبے سے ڈر کی بناء پر یا اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریك قرار دیتے اور ان صفات سے اس کو پاک قرار دیتے ہیں جو اس کی ذات کے مناسب ولائق نہیں۔ وہ اپنے اوپر کی جانے والی مہربانیوں کی بناء پر ثناء خوان ہیں۔ اور اہل زمین کا اللہ تعالیٰ کی ناراضگیوں میں مشغول ہونا دیکھ کر متعجب ہوتے ہیں۔ اور زمین پر تمام ایمان والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ یارب العالمین کی بارگاہ سے طلب گار ہیں کہ وہ اہل ارض سے حلم کا معاملہ فرمائے اور ان کو جلد سزا نہ دے۔ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے) ان پر۔

۶: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے) اس کے شریک اور حصہ دار بنا رکھے ہیں۔ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ بھال رہا ہے) ان کے اموال و اعمال پر نگہبان ہے۔ ان میں سے کوئی چیز اس کے علم سے رہ جانے والی نہیں۔ پس وہ ان کو ان اعمال پر سزا دے گا۔ وَمَآ اَنْتَ (اور نہیں ہے آپ کو) اے محمد ﷺ۔ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ (ان پر اختیار) نہ ان پر نگران اور نہ ہی آپ کو ان کا معاملہ سونپا گیا آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔

امّ القریٰ کا نام:

۷: وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (اور اسی طرح ہم نے وحی کی آپ کی طرف) اس سے گزشتہ آیت کے معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر نگہبان ہیں آپ نہیں بلکہ آپ منذر ہیں کیونکہ اس معنی کو قرآن میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

نحو: كذلك کا کاف یہ اوحینا کا مفعول بہ ہے۔

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا (قرآن عربی زبان میں)

نحو: یہ مفعول بہ سے حال ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے۔ اوحينا اليك وهو قرآن عربي مبين ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور وہ قرآن عربی مبین ہے۔

لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى (تا کہ آپ مکہ والوں کو ڈرائیں) ام القریٰ یہ مکہ کا نام ہے کیونکہ زمین اس کے نیچے سے پھیلائی گئی یا اس لئے کہ وہ زمین کے حصوں میں سب سے اعلیٰ ہے اور مراد اہل ام القریٰ یعنی مکہ والے ہیں۔ وَمَنْ حَوْلَهَا (اور جو اس کے آس پاس عرب ہیں) وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ (اور ان کو جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں) یوم الجمع سے قیامت کا دن مراد ہے کیونکہ مخلوق اس میں اکٹھی ہوگی۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ (جس میں ذرا شک نہیں) یہ جملہ معترضہ ہے۔ اس کا محل اعراب نہیں۔ عرب کہتے ہیں انذرته كذا و انذرته بكذا۔

نحو: اور کبھی لتنذر ام القریٰ کو مفعول اول کی طرف متعدی کیا گیا ہے۔ اور تنذر يوم الجمع کو مفعول ثانی کی طرف۔ فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ (ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا) ان میں سے ایک گروہ جنت میں اور ان میں کا ایک گروہ دوزخ میں جائے گا۔

نحو: ضمیر دونوں مجموعوں کی طرف راجع ہے کیونکہ معنی یہ ہے: يوم جمع للخلائق ۔مخلوق کو جمع کرنے کا دن۔ اضافت لامی ہے۔

۸: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا) یعنی تمام مؤمن ہوتے وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ (مگر وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے) اسلام کی سعادت سے جس کو چاہتا ہے فیض یاب کر دیتا ہے۔ وَالظّٰلِمُوْنَ (اور ظالموں کا) یعنی کافروں کا مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ (کوئی حامی نہیں) یعنی شفاعت کرنے والا وَّلَا نَصِيْرٍ (اور نہ مددگار) مدافعت کرنے والا۔

حقیقی کارساز اللہ تعالیٰ ہے:

۹: اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ (کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز قرار دے رکھے ہیں پس اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے)

وَمَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِيۡهِ مِنۡ شَىۡءٍ فَحُكۡمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّىۡ عَلَيۡهِ

اور جس کسی چیز میں تم اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے، وہ اللہ میرا رب ہے میں نے اسی پر

تَوَكَّلۡتُ ۖۚ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ۝۱۰ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ جَعَلَ لَكُمۡ مِّنۡ

بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں، وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے اس نے تمہارے نفسوں

اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا وَّمِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا ۚ يَذۡرَؤُكُمۡ فِيۡهِ ؕ لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ ۚ وَهُوَ

میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں میں سے جوڑے بنائے وہ تمہیں مادر رحم میں پیدا فرماتا ہے،اس جیسی کوئی چیز بھی نہیں ہے اور وہ

السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ۝۱۱ لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ

سننے والا دیکھنے والا ہے، اسی کے اختیار میں ہیں آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں وہ رزق بڑھا دیتا ہے جس کے لئے چاہے

وَيَقۡدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۝۱۲

اور کم کر دیتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

نحو : فاء فالله کی شرط مقدر کا جواب ہے۔ گویا اس کے سوا ہر ایک کی کارسازی سے انکار کے بعد فرمایا کہ اگر وہ حقیقی کارساز کے طالب ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی وہی حقیقی کارساز ہے۔ اور ضروری ہے کہ اسی کی دوستی اختیار کی جائے کوئی اور کارساز اس کے سوا ہے ہی نہیں۔ وَهُوَ يُحۡيِ الۡمَوۡتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ (اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے) پس وہی اس لائق ہے کہ اس کو کارساز بنایا جائے۔ نہ کہ وہ جو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔

مختلف فیہ امر کا فیصلہ اللہ کے سپرد:

۱۰: وَمَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِيۡهِ مِنۡ شَىۡءٍ (اور جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو) یہ قول رسول اللہ ﷺ ہے جو مؤمنین کیلئے بطور حکایت نقل کیا۔ کہ اے مسلمانو! جس بات میں کفار تمہاری مخالفت کریں تم اور وہ امور دین میں سے کسی امر کے سلسلہ میں اختلاف کرو۔ فَحُكۡمُهٗۤ (اس کا فیصلہ) اس مختلف فیہ امر کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ اِلَى اللّٰهِ (اللہ کے سپرد ہے) وہی اس میں حق پرستوں کو ثواب دینے والے اور باطل پرستوں کو سزا دینے والے ہیں۔ ذٰلِكُمُ (یہ) اللہ تمہارے مابین فیصلہ فرمانے والا ہے۔ اللّٰهُ رَبِّىۡ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ (میرا رب ہے میں اسی پر توکل رکھتا ہوں) اس میں اعدائے دین کے مکر و فریب کی تردید ہے۔ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ (اور اس کی طرف میں رجوع کرتا ہوں) ان کے شر کی کفایت کیلئے میں اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

ایک قول:

جوتمہارے مابین علوم کا اختلاف واقع ہو جوتمہارے دائرۂ اختیار میں نہ ہو۔ اور اس کے جاننے کا کوئی راستہ بھی نہ ہوتو اس کے متعلق کہو۔ اللّٰہ اعلم جیسا کہ روح کی معرفت وغیرہ مسائل۔

۱۱: فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے) نحو: ذلکم کی خبر ہونے کی وجہ سے یہ مرفوع ہے یا مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے) تمہارے لئے تمہاری جنس میں سے لوگ پیدا کر دیئے۔ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا (اور مواشی کے جوڑے بنائے) اور چوپایوں کیلئے بھی انہی کی جنس میں سے جوڑے بنائے۔ يَذْرَؤُكُمْ (وہ تمہاری نسل چلاتا ہے) تمہیں بڑھاتا ہے۔ کہا جاتا ہے ذرأ اللّٰه الخلق اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو بڑھایا۔ پھیلایا۔ فِيْهِ (اس تدبیر سے) وہ یہ ہے کہ انسانوں اور چوپایوں کے جوڑے بنا کر افزائش نسل کا ذریعہ بنا دیا۔

لطیفہ: یہاں لفظ فِیہ کو منتخب کیا گیا۔ بہٖ نہیں لائے کیونکہ اس تدبیر کو آبادکاری اور کثرت کیلئے منبع اور معدن قرار دیا گیا۔ نمبر۲۔ یذرؤ کم کی ضمیر مخاطبین اور انعام کی طرف راجع ہے اس میں عقلاء کو غیر عاقل پر تغلیب دی گئی ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (کوئی چیز اس کی مثل نہیں) **ایک قول** یہ ہے کلمہ تشبیہ کو مماثلت کی نفی میں تاکید کرنے کیلئے دوبارہ لایا گیا ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہے لیس مثله شیئ۔

مقصود مثلیت کی نفی:

مثل کا لفظ زائد ہے تقدیر کلام اس طرح ہے لیس کھو شیئ جیسا کہ اس آیت میں فان امنوا بمثل ماآمنتم به [البقرۃ: ۱۳۷] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود مثلیت کی نفی ہے جب کاف یا مثل کو زائد نہ مانیں گے تو اسی سے اثبات مثل لازم آئے گی۔

ایک قول:

اور ہے کہ مراد اس کی ذات جیسی کوئی شئی نہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔ مثلك لا یبخل ۔ اس سے ان کا مقصد اس کی ذات سے بخل کی نفی کرنا ہوتا تھا۔ پس کنایہ کے راستہ کو اختیار کر کے وہ اس میں مبالغہ پیدا کرتے کیونکہ جب وہ اس کی ایسے شخص سے نفی کرتے جو اس کے قائم مقام ہوتو وہ اس سے بالکل نفی کرتے۔ پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ باب الکنایات میں سے ہے تو ان اقوال میں فرق نہ رہا۔ لیس کاللّٰه شیئ اور لیس کمثله شیئ البتہ کنایہ کا فائدہ تو اپنا ہے ہی گویا یہ دونوں عبارتیں ایک معنی کو ادا کر رہی ہیں اور وہ معنی اللہ تعالیٰ کی ذات سے مماثل کی نفی ہے۔ اور اسی طرح بل یداہ مبسوطتان۔ [المائدہ: ۶۴] اس کا معنی یہ ہے بلکہ وہ سخی ہے بغیر ہاتھ اور بسط کے تصور کے کیونکہ یہ جود کی تعبیر ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کو اس کے متعلق استعمال کرتے ہیں

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مشروع فرمایا ہے جس کی اس نے نوح کو وصیت فرمائی اور جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجا اور ہم نے جس کی وصیت کی

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى

ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو کہ تم دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو! مشرکین کو

الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ

وہ بات گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں، اور اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف

يُّنِيْبُ ⑬ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا

ہدایت دے دیتا ہے، اور یہ لوگ متفرق نہیں ہوئے مگر ضدا ضدی میں اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، اور اگر آپ کے

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا

رب کی طرف سے وقت معین تک ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بلاشبہ انکے بعد جنہیں کتاب

الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ⑭

دی گئی وہ اسکی طرف سے شک میں پڑے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے۔

جس کے ہاتھ نہیں۔ پس اسی طرح اس کا استعمال ان کے لئے بھی ہے جن کی مثل ہے اور ان کے لئے جس کی کوئی مثل نہیں۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ (اور وہ ہر بات کو سننے والا) تمام مسموعات بغیر کان کے سننے والا ہے۔ الْبَصِيْرُ (دیکھنے والا ہے) تمام مرئیات کا بغیر آنکھ کی پتلی کے گویا ان دونوں کو ذکر کیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس کی کوئی صفت نہیں جیسا کہ اس کی کوئی مثل نہیں۔

۱۲: لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اس کے اختیار میں ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں) یہ سورۃ الزمر میں گزر چکی ہے۔ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (وہ جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور کم کر دیتا ہے) یقدر تنگ کر دیتا ہے۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے)

۱۳: شَرَعَ (اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا) لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى (تم لوگوں کیلئے وہی دین جس کا اس نے حکم دیا تھا نوح کو اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا) یعنی تمہارے لئے دین میں مقرر کیا دین نوح اور دین محمد اور ان انبیاء علیہم السلام کا دین جو ان کے درمیان ہوئے۔ پھر دین کی اس مشترک قدر کی تفسیر ذکر کی جو ان انبیاء علیہم السلام کے درمیان رہا ہے فرمایا:

دین کی مشترک قدریں:

اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ (کہ تم اس دین کو قائم رکھنا) مراد اس سے دین اسلام کو قائم کرنا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت اور ایمان برسل اللہ اور اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور یوم جزاء پر ایمان و دیگر تمام ضروریات دین جن کے قائم کرنے سے آدمی مسلمان ہوتا ہے کا نام ہے اس سے مراد احکامات نہیں کیونکہ وہ مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لکل جعلنا منکم شرعة و منها جا [المائدہ:۴۸]
نحو نمبرا: ان اقیموا محل نصب میں شرع کے مفعول اور اس کے دونوں معطوف علیہ کا بدل ہے۔ نمبر۲۔ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے گویا اس طرح کہا گیا وہ مشروع کیا ہے؟ تو جواب دیا وہ اقامت دین ہے۔
وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ (اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا) دین میں اختلاف نہ کرنا۔ **قول علی** رضی اللہ عنہ تفرقہ مت ڈالو۔ جماعت رحمت ہے اور تفرقہ عذاب ہے۔ کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ (مشرکین کو وہ بات بڑی بھاری ہے) ان پر گراں گزرتی ہے اور شاق گزرتی ہے۔ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ (جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین اور توحید کی اقامت اَللّٰهُ یَجْتَبِیْ (اللہ تعالیٰ کھینچ لیتا ہے) جمع کرتا اور کھینچ لیتا ہے۔ اِلَیْهِ (اپنی طرف) دین کی طرف اپنی توفیق اور تسدید کے ساتھ۔ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ (جس کو چاہتا ہے اور جو شخص رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دے دیتا ہے) یعنی اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔
۱۴: وَمَا تَفَرَّقُوْا (اور وہ متفرق نہیں ہوئے) انبیاء علیہم السلام کے بعد اہل کتاب اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ (مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا) مگر اس بات کے جان لینے کے بعد کہ تفرقہ بازی گمراہی ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جس کے متعلق انبیاء علیہم السلام کی زبان پر بار بار وعیدیں اتر چکیں ہیں۔ بَغْیًا بَیْنَهُمْ (آپس کی ضدا ضدی کی وجہ سے) حسد اور ریاست طلبی اور بلا استحقاق حق جتانے کی وجہ سے۔
وَلَوْلَا کَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف ایک وقت معین تک ایک بات پہلے طے نہ پا چکی ہوتی) اور وہ یہ ہے بل الساعة موعد هم [القمر:۴۶] لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ (تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا) تو وہ اس عظیم بہتان کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہوتے۔ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ (اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے) اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو زمانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے تھے۔ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْهُ (وہ اس کی طرف سے شک میں پڑے ہیں) اپنی کتاب کے متعلق شک میں پڑے ہیں۔ اور اس پر ہی ان کا سچا ایمان نہیں ہے۔ مُرِیْبٍ (جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے) ان کو شک میں داخل کرنے والا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے کہ اہل کتاب نے اختلاف نہیں ڈالا مگر اس وقت جب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا صحیح علم آ چکا جیسا کہ

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ

سو آپ اسی کی طرف بلایئے اور جیسا آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیے، اور انکی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے، اور آپ فرمایئے کہ اللہ نے جو کتابیں نازل فرمائیں

اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا

میں ان پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل رکھوں، اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے ہمارے لئے ہمارے اعمال

وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٥﴾

اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی حجت بازی نہیں اللہ ہمیں اور تمہیں جمع فرمائے گا۔ اور اسی کی طرف جانا ہے،

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اس کے بعد کہ اس کی دعوت کو مان لیا گیا ہے انکی حجت انکے رب کے نزدیک باطل ہے

وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿١٦﴾ اَللّٰهُ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

اور ان پر غضب اور انکے لئے سخت عذاب ہے اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب کو اور میزان کو

وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا

نازل فرمایا اور آپکو کیا پتہ ہے عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو، جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ اس کے

يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ

جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ ایمان لائے وہ اس سے ڈرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ حق ہے، خبردار اس میں

الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِى السَّاعَةِ لَفِىْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿١٨﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ

شک نہیں کہ جو لوگ قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اللہ بندوں پر مہربان ہے وہ رزق دیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِىُّ الْعَزِيْزُ ﴿١٩﴾ ع ۲ ۱۰ ۳

جسے چاہے، اور وہ قوی ہے عزیز ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاء تھم البینۃ [البینۃ:۴]

وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے) اس سے مراد مشرکین ہیں جن کو اہل تورات وانجیل کے بعد قرآن مجید ملا۔

۱۵: فَلِذٰلِكَ فَادْعُ (پس آپ اسی طرف بلاتے جائیں) لذلك لام اجلیہ ہے اس تفرق کی بناء پر اور اس بناء پر جو کہ پیش آیا کہ کفر مختلف گروہوں میں بٹا ہوا ہے۔ آپ ان کو اتفاق والفت کی طرف ملت حنیفیہ کے مطابق دعوت دیتے رہیں۔ وَاسْتَقِمْ (اور مستقیم رہیں) اس پر اور اس کی طرف دعوت دینے پر كَمَآ اُمِرْتَ (جس طرح آپ کو حکم ہوا) جیسا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (اور ان کی خواہشات پر نہ چلیں) جو کہ مختلف اور باطل ہیں۔ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ (اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں) یعنی وہ کتابیں جن کے متعلق پختہ یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ یعنی تمام کتب منزلہ پر ان کا ایمان ہے کیونکہ تفرقہ بازوں کا بعض پر ایمان تھا اور بعض سے انکار تھا جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض اِلی قوله...... اولئك هم الکافرون حقًا [النساء:۱۵۰،۱۵۱]

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمُ (اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں) جبکہ تم اپنا جھگڑا چکانے کیلئے میرے ہاں فیصلہ لاؤ۔ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ (اور اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا پروردگار ہے) یعنی ہم تمام اس کے غلام و بندے ہیں۔

ہمارے اور تمہارے درمیان دلیل بازی نہیں:

لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ (ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال) یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا لکم دینکم ولی دین۔ [الکافرون:۶] اور یہ بھی درست ہے کہ اس کا معنی یہ لیا جائے ہم سے تمہارے اعمال کا مؤاخذہ نہ ہوگا۔ اور تم سے ہمارے اعمال کا نہ ہوگا۔ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ (ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں) کوئی جھگڑا نہیں کیونکہ حق ظاہر ہو چکا اور تم پر حجت پوری ہو چکی۔ اسلئے اب تبادلۂ حجت کی ضرورت نہیں۔ حاصل مطلب یہ ہے ہم اور تمہارے درمیان دلیل و حجت بازی نہیں کیونکہ دونوں فریق اس سے اپنی دلیل لاتے ہیں کہ یہ اس کی دلیل ہے دوسرا کہتا ہے یہ اس کی دلیل ہے۔ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا (اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا) قیامت کے دن وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) فیصلوں کیلئے وہاں واپسی ہے۔ پس ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ ہمارے لئے تم سے انتقام لے گا۔

مخاصمتِ یہود و نصاریٰ:

۱۶: وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑے نکالتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے متعلق مخاصمت کرتے ہیں۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ (اس کے بعد کہ اس کو مان لیا گیا ہے) لوگوں نے قبول کر لیا اور وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو دین جاہلیت کی طرف واپس کر دیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے ود کثیر من اهل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارًا [البقرة:۱۰۹]

یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے۔ ہماری کتابیں تمہاری کتاب سے پہلے کی ہیں۔ اور ہمارا پیغمبر تمہارے پیغمبر سے پہلے ہوا ہے پس ہم تم سے بہتر ہیں۔ اور حق کے زیادہ حقدار ہیں۔ **ایک قول** یہ ہے اس کے بعد کہ آپ ﷺ کی دعا کفار کے حق

میں قبول ہوچکی۔ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ (ان کی دلیل باطل ہے) ان کی دلیل کو حجت کے نام سے ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بقول ان کے وہ حجت تھی۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ (ان کے رب کے ہاں اور ان پر غضب ہے) ان کے کفر کی وجہ سے وَّ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (اور ان کے لئے سخت عذاب ہے) جو آخرت میں پیش آئے گا۔

حق و میزان اللہ تعالیٰ نے اتارے ہیں:

۱۷: اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ (اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے کتاب کو اتارا) الکتاب سے جنس کتاب مراد ہے۔ بِالْحَقِّ (حق کے ساتھ) سچائی۔ کے ساتھ یعنی اس حال میں کہ وہ حق سے ملنے والی ہے۔ وَالْمِيْزَانَ (اور انصاف کو نازل فرمایا) عدل اور برابری کو اور انزالِ عدل کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ نے عدل کو اپنی کتب منزلہ میں نازل فرمایا۔ ایک قول یہ ہے وہ بعینہٖ میزان ہے۔ اس کو نوح علیہ السلام کے زمانہ میں اتارا گیا۔ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ (اور آپ کو کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو) شاید قیامت تمہارے قریب ہو۔ اور تمہیں پتہ بھی نہ ہو۔ مراد یہ ہے قیامت کی آمد اور الساعۃ کا معنی تاویلاً بعث ہے۔ قیامت کے قرب اور انزال کتاب اور میزان میں وجہ مناسبت یہ ہے کہ قیامت حساب کا دن ہے اور میزان کا قائم کرنا بھی انصاف کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدل و برابری اور شرائع و احکامات پر عمل کا حکم دیا۔ پس تم کتاب اور عدل پر عمل پیرا رہو اس سے قبل کہ اچانک تمہارے حساب و کتاب اور وزن اعمال کا دن آن پہنچے۔

قیامت کی حقانیت پر صحیح قول کی گمراہی:

۱۸: يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا (جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے وہ اس کا تقاضا کرتے ہیں) وہ بھی بطور استہزاء وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا (اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں) قیامت کے ہول و ڈر سے لرزاں و ترساں ہیں۔ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ (اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے) ہر صورت میں آنے والی ہے۔ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ (یادرکھو کہ جو لوگ قیامت کے بارہ میں جھگڑتے ہیں) المماراۃ اونٹنی کے تھنوں کو زور سے دبانا۔ کیونکہ ہر فریق دوسرے فریق کو اپنی بات سے دبانے کی کوشش کرتا ہے۔ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ (وہ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں) حق سے دور کیونکہ قیامت کا لانا قدرت باری تعالیٰ کیلئے کوئی بعید بات نہیں۔ کتاب و سنت قیامت کے وقوع پر دلالت کرتے ہیں اور عقول صحیحہ اس بات پر گواہ ہیں کہ ایک بدلے کا دن لازماً ایسا ہونا چاہیے جس میں حقداروں کو حق ملے۔

رزق مصلحت سے:

۱۹: اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ (اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے) وہ بڑے لطیف انداز سے اپنے بندوں کو منافع پہنچاتا اور بلاؤں کو ان سے ہٹاتا ہے۔ یا ان پر بڑا مہربان ہے اس کی مہربانی تمام کو پہنچنے والی ہے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ اس کا علم غوامض سے بھی لطیف تر ہے۔اوراس کا حلم جرائم سے وسیع تر ہے۔یا وہ مناقب کو پھیلاتا اور گناہوں کو چھپاتا ہے۔ یا وہ اس کو معاف کرنے والا ہے جو لغزشوں کا مرتکب ہے۔ یا وہ بندے کو کفایت سے بڑھ کر دیتا ہے اور طاقت سے کم تر طاعت کا ذمہ دار بناتا ہے۔**قولِ جنید** رحمہ اللہ ہے اولیاء پر لطف وکرم کیا تو ان میں پہچان آ گئی اگر وہ اپنے اعداء پر بھی نگاہ لطف ڈال دیتا وہ اس کا کبھی انکار نہ کرتے۔**يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ** (وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے) وہ جس کا رزق چاہتا ہے وسیع کر دیتا ہے جب وہ اس کی مصلحت اس میں دیکھتا ہے۔

ارشادِ نبوت:

میرے کچھ مؤمن بندے ایسے ہیں۔جن کا ایمان مالداری سے ہی درست رہ سکتا ہے۔اگر میں ان کو فقیر بنا دوں تو وہ فقر ان کے ایمان کو خراب کر دے۔ (رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس۔۸۰۹۸) **وَهُوَ الْقَوِيُّ** (اور وہ قوت والا ہے) ہر چیز پر غالب زبردست قدرت والا۔**الْعَزِيْزُ** (وہ زبردست ہے) ایسا محفوظ کہ مغلوب نہیں ہو سکتا۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا ارادہ کرتا ہے ہم اس کے لئے اسکی کھیتی میں اضافہ کر دیں گے اور جو شخص دنیا کی کھیتی کا

حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيبٍ ﴿۲۰﴾

ارادہ کرتا ہے ہم اس میں سے اسے دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لئے کوئی بھی حصہ نہیں۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

کیا ان کے لئے شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین میں وہ چیزیں مشروع کر دی ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی، اگر فیصلہ کی بات

الْفَصْلِ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ

طے شدہ نہ ہوتی تو انکے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ ظالموں کے لئے درد ناک عذاب ہے، آپ ظالموں کو دیکھیں گے

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ڈر رہے ہوں گے حالانکہ وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے

فِىْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ

وہ جنتوں کے باغیچوں میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے انکے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا یہ بڑا

الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِىْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ

فضل ہے۔ یہ وہی ہے جس کی بشارت اللہ اپنے بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں

اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ

اس پر تم سے کسی عوض کا سوال نہیں کرتا بجز رشتہ داری کی محبت کے، اور جو کوئی شخص کوئی نیکی کریگا ہم اس کے لئے اسمیں زیادہ خوبی کر دیں گے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ

اور بلاشبہ اللہ بخشنے والا ہے قدر دان ہے کہ کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے سو اگر اللہ چاہے آپ کے دل پر

عَلٰى قَلْبِكَ ۭ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

مہر لگا دے، اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ ثابت کرتا ہے، بلاشبہ وہ سینوں کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔

دوطلبگار:

۲۰: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ (جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو) وہ عمل جس سے عمل کرنے والا فائدہ کا خواہشمند ہے۔ اس کو مجازاً حرث سے تعبیر کیا۔ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ (ہم اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے) اس کے عمل میں توفیق شامل فرما کر یا اس کی نیکیوں کو دوگنا کر دیں گے یا اس سے دنیا و آخرت پائے گا۔ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا (اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو) یعنی جس کا عمل دنیا کیلئے ہوا اور آخرت پر ایمان نہ لایا۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا (تو ہم اس کو کچھ دنیا دے دیں گے) منہا یعنی کچھ اس دنیا میں سے۔ کیونکہ مِنْ تبعیض کیلئے ہے اور اس سے مراد اس کا وہ رزق ہے جو اس کے لئے مقدر کیا گیا وہ نہیں جس کا وہ ارادہ رکھتا اور خواہش مند ہے۔ وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ (اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں) آخرت میں قطعاً اس کا حصہ نہیں ہے۔

ایک نکتہ:

آخرت کے عوامل میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس کو رزق مقسوم پہنچے گا۔ کیونکہ عمل کی پاکیزگی اور انجام کی کامیابی اس کو میسر ہونے والی ہے۔ اس کے بالمقابل یہ انتہائی حقیر چیز ہے۔ (جو اس مؤمن بندے کے مرتبہ کے مناسب نہیں)

۲۱: اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا (کیا ان کے کچھ شریک ہیں) **ایک قول** یہ ہے کہ یہ ام منقطعہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے بل ألهم شركاء (بلکہ کیا ان کے کچھ شریک ہیں)۔ اور **ایک قول** یہ ہے یہ ام الف استفہام کا معادل آیا ہے۔ کلام میں اضمار ہے تقدیر کلام اس طرح ہے أيقبلون ماشرع الله فى الدين (کیا وہ قبول کرتے ہیں اس دین کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کیا) یا ان کے معبود ہیں۔ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ (جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت نہیں دی) یعنی انہوں نے اس کا حکم نہیں دیا۔ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ (اور اگر فیصلہ کن بات نہ ہوتی) جلدی سزا کے متعلق جو تقدیر کا فیصلہ ہو چکا یا اگر یہ وعدہ نہ ہوتا کہ فیصلے قیامت کے روز ہونگے۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو ان کے مابین فیصلہ ہو چکا ہوتا) کفار و مؤمنین کے مابین یا ان کو جلد سزا مل جاتی۔ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا) اگرچہ مشرکین سے عذاب دنیا میں تو مؤخر کر دیا گیا ہے مگر آخرت میں ان کو شدید قسم کا عذاب ہوگا۔

ظالمین اور صالحین کا انجام:

۲۲: تَرَى الظّٰلِمِيْنَ (آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے) آخرت میں مشرکین کو مُشْفِقِيْنَ (وہ ڈر رہے ہونگے) مِمَّا كَسَبُوْا (اپنے اعمال سے) یعنی اپنے کفر کی سزا سے وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ (اور وہ ان پر پڑ کر رہے گا) وہ عذاب ان پر بہر صورت نازل ہوگا۔ خواہ وہ ڈریں یا نہ ڈریں۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ بہشتوں کے باغوں میں ہونگے) گویا مؤمن کی جنت کا عمدہ ترین حصہ اور سب سے زیادہ نزہت والا حصہ روضہ ہوگا۔ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اور وہ جس چیز کو چاہیں ان کو ان کے رب کے پاس ملے گی)

نحو :عِندَ یہ ظرف یشاؤون کی وجہ سے منصوب ہے۔

ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (یہی بڑا انعام ہے) قلیل عمل پر۔

۲۳: ذٰلِكَ (یہی ہے) مشارالیہ فضل کبیر ہے۔ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ (جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے)

قراءت: مکی، ابوعمرو، حمزہ، علی نے یَبْشُر پڑھا ہے۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے) یعنی اس کی بشارت دیتا ہے۔ بہ جار کو حذف کر دیا جیسا کہ اس ارشاد میں واختار موسٰی قومه سبعین [الاعراف:۱۵۵] پھر وہ ضمیر بھی حذف کر دی جو اسم موصول کی طرف لوٹنے والی تھی۔ جیسا کہ اس ارشاد میں أهذا الذی بعث اللّٰه رسولا [الفرقان:۴۱] ای بعثه۔

مشرکین کے قول کی تردید:

مشرکین نے جب یہ واویلا کیا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ رسالت کا دعویٰ کر کے کچھ مال کمائے؟ تو یہ آیت اتری۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ (آپ اس طرح کہہ دیں کہ میں تم سے اور کچھ نہیں مانگتا) تبلیغ پر اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى (مگر صرف رشتہ داری کی محبت) جائز ہے کہ مستثنیٰ متصل ہو یعنی میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میرے اہل قرابت سے محبت کرو۔ اور یہ بھی درست ہے کہ مستثنیٰ منقطع ہو۔ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں چاہتا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ تم محبت کرو میرے ان قرابت داروں سے جو کہ تمہارے بھی قرابت دار ہیں اور ان کو ایذاء مت دو۔

آیت میں الا مودة القربٰی یا المودة للقربٰی نہیں فرمایا کیونکہ ان کو مودت کا مکان اور مودت کا ٹھکانہ قرار دیا گیا۔ جیسا کہتے ہیں لی فی آل فلان مودة ولی فیهم حب شدید اس کا مقصد یہ ہے میں ان سے محبت کرتا ہوں اور وہ میری محبت کا مقام ومکان ہیں۔ فی مودة کا صلہ نہیں جیسا کہ لام جب تم کہو: الا المودة للقربٰی تو یہ جار مجرور محذوف کے متعلق ہوگا۔ جیسا ظرف متعلق ہوتا ہے اس جملہ میں المال فی الکیس تقدیر کلام یہ ہوگی الا المودة ثابتة فی القربٰی ومتمکنة فیها۔ مگر وہ مودت ثابت و متمکن ہونے والی ہے قرابتداروں میں۔ القربٰی یہ زلفیٰ کی طرح مصدر ہے۔ اسی طرح بشرٰی اس کا معنی قرابت ہے۔ اور مراد فی اهل القربٰی ہے یعنی قرابت والوں میں روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ سے دریافت کیا گیا یارسول اللہ! یہ آپ کے اہل قرابت کون ہیں جن کی مودت ہم پر لازم ہے۔ تو فرمایا علیؓ اور فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹے۔ (یہ روایت ابن مردویہ نے نقل کی ہے مگر اس کی سند نا قابل اعتبار ہے اس لئے کہ اس میں حسین اشعری راوی کذاب شیعہ ہے)

ایک قول:

یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے محبت کرو اس لئے کہ میری قرابت تم میں پائی جاتی ہے اور تم مجھے ایذاء نہ دو اور نہ میرے خلاف لوگوں کو بھڑکاؤ۔ اس لئے کہ بطون قریش میں کوئی بطن ایسا نہیں تھا جس میں آپ کی قرابت نہ ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ

القربیٰ سے التقرب الی اللّٰہ مراد ہے مطلب یہ ہوگا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرو اور اپنے اطاعت اور عمل صالح کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کرنے میں۔ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً (جو شخص کوئی نیکی کریگا) وہ طاعت انجام دیتا ہے۔ سری سقطی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ حسنہ سے مراد آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مودت ہے یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی اور ان کی رشتہ داری ان میں تھی۔ مگر ظاہر کلام متقاضی ہے کہ عام مراد ہو خواہ کوئی بھی حسنہ ہو البتہ مودت کو یہ اولین درجہ میں شامل ہوگی کیونکہ مودت قربیٰ کے بعد اس کا تذکرہ ہے۔ نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا (ہم اس میں اور خوبی زیادہ کریں گے) یعنی اس کو کئی گنا بڑھا دیں گے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: من ذاالذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفه له اضعافا کثیرة [البقرہ:۲۴۵]

قراءت: حُسْنٰی بھی پڑھا گیا اس صورت میں یہ بُشریٰ کی طرح مصدر ہے اور ضمیر الحسنہ یا الجنت کی طرف راجع ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے) اس کو اپنی وسعت سے جو گناہ گار ہے۔ شَكُوْرٌ (بڑا قدر دان ہے) اپنے فضل سے جو اس کی اطاعت کرے۔ ایک قول یہ ہے وہ توبہ کو قبول کرنے والا اور برداشت کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں الشکور ہے جس کا مطلب ہے طاعت پر اعتماد کرنے والا اور اس کا پورا ثواب دینے والا اور عنایت کرنے میں فضل کرنے والا۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم :

۲۴: اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (کیا یہ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ و بہتان باندھ رکھا ہے) ام منقطعہ ہے ہمزہ توبیخ کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا: ایتمالکون ان ینسبوا مثله الی الا فتراء ثم الی الافتراء علی الله الذی هو اعظم الفری وافحشها؟ کیا وہ قابو نہیں رکھتے کہ اس جیسی شخصیت کی طرف افتراء کی نسبت کریں پھر اس اللہ تعالیٰ پر افتراء کا الزام جو سب سے بڑا اور سب سے قبیح بہتان ہے۔ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ (پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے دل پر مُہر لگا دے)

قولِ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ:

یختم کا معنی یربط ہے۔ آپ کے دل پر صبر کا بند لگا دے اور ان تکالیف کے سلسلہ میں جو وہ پہنچاتے ہیں۔ اور ان کے اس قول پر کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا تا کہ ان کی تکذیب پر آپ کو تکلیف نہ ہو۔ وَیَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ (اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے)۔ باطل سے شرک مراد ہے یہ کلام ابتدائی ہے یختم پر اس کا عطف نہیں ہے کیونکہ محو باطل شرط سے معلق نہیں ہے۔ بلکہ وہ مطلق وعدہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اللہ کو تکرار سے لایا گیا ہے۔ وَیُحِقُّ (اور ثابت کرتا ہے) یہ مرفوع ہے اور واؤ اس طرح ساقط ہے جیسا اس آیت میں وید ع الانسان بالشر دعاء ہ بالخیر [الاسراء:۱۱] اور آیت وسند ع الزبانیة [العلق:۱۸] اس کے باوجود کہ یہ مصحف نافع میں قائم ہے۔ وَیُحِقُّ الْحَقَّ (اور وہ اسلام کو غالب کریگا۔ اور اسکو مضبوط کر دے گا)۔ بِكَلِمٰتِهٖ (اپنے احکام سے) اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جو کتاب اس نے اتاری اس کے ذریعہ اور اللہ

وَهُوَ الَّذِیۡ یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ وَیَعۡفُوۡا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۲۵﴾

اور وہ ایسا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرماتا ہے، اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو،

وَیَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَالۡکٰفِرُوۡنَ لَهُمۡ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے وہ انکی دعا قبول فرماتا ہے اور اپنے فضل سے ان کے اعمال میں اضافہ فرماتا ہے، اور جو کافر ہیں ان کے لئے

عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَلٰکِنۡ یُّنَزِّلُ

سخت عذاب ہے، اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے روزی فراخ کر دے تو وہ زمین میں بغاوت کرنے لگیں اور لیکن وہ نازل فرماتا ہے،

بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیۡرٌۢ بَصِیۡرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِیۡ یُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ مِنۡۢ بَعۡدِ

ایک اندازہ کے ساتھ جو وہ چاہتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے دیکھنے والا ہے، اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد

مَا قَنَطُوۡا وَیَنۡشُرُ رَحۡمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الۡوَلِیُّ الۡحَمِیۡدُ ﴿۲۸﴾

بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے، اور وہ ولی ہے مستحق حمد ہے۔

تعالیٰ نے ایسا کر دیا۔ ان کے باطل کو مٹا دیا اور اسلام کو غالب کر دیا۔ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ (وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے) یعنی وہ اس کو بھی جانتا ہے جو تمہارے اور ان کے دلوں میں ہے پس وہ معاملے کو اس کے مطابق جاری فرمائے گا۔

۲۵: وَهُوَ الَّذِیۡ یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ عَنۡ عِبَادِهٖ (اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے) عرب کہتے ہیں **قبلت منه السئ** جبکہ وہ اس سے لے اور سب سے پہلے لے۔ کہتے ہیں: **قبلته عنه** یعنی میں نے اس سے اعراض کیا اور جدائی اختیار کی۔ التوبۃ برائی اور خلل واجب سے ان پر اظہارِ ندامت کرتے ہوئے لوٹنا اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرنا، اور اگر کسی بندے کا حق ہو تو اس کے طریقے پر پڑتال میں بھی کوئی حرج نہیں۔

قولِ علی رضی اللہ عنہ:

التوبہ کا لفظ چھ معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

① فرائض کے ضائع کرنے پر پشیمانی۔

② فرائض کو دوبارہ ادا کرنا۔

③ حقوق لوٹا کر دے دینا۔

④ جس طرح نفس کو گناہوں میں گھلایا ہو اسی طرح نفس کو طاعت میں پگھلانا۔

﴿۵﴾ جس طرح پہلے نفس کو گناہوں کی لذت چکھائی ہو اسی طرح نفس کو طاعت کی تلخی چکھانا۔

﴿۶﴾ جیسے پہلے ہنستا رہا تھا۔اسی طرح اب رونا۔

قولِ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ:

گناہوں کے چھوڑنے کا سچا ارادہ، علام الغیوب کی طرف دل سے رجوع کرنا۔

دیگر کا قول یہ ہے:

جب گناہ کا تذکرہ ہو تو اس کی حلاوت کا کوئی اثر دِل میں نہ ہو۔

قولِ سہل رحمۃ اللہ علیہ:

مذموم حالات سے محمود حالات کی طرف منتقل ہونا۔

قولِ جنید رحمۃ اللہ علیہ:

غیر اللہ سے اعراض کرے۔وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ (اور تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے) سیّئات سے مراد شرک سے کم گناہ وہ جس کو چاہتا ہے بلا توبہ معاف کر دیتا ہے۔وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو)

قراءت: ابو بکر کے علاوہ تاء کے ساتھ یعنی توبہ اور معصیت میں سے۔اس پر وقف نہیں اس پر عطف کی وجہ اور اتصال معنی کی وجہ سے۔

۲۶: وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور ان کو اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے) یعنی جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی دعاؤں کو قبول کرتا اور جو وہ طلب کریں وہ ان کو عنایت فرماتا ہے اور ان کے مطلوب سے ان کو بڑھا کر دیتا ہے۔استجاب اور اجاب کا ایک ہی معنی ہے ایسے مواقع پر سین فعل کی تاکید کیلئے لائی جاتی ہے جیسے تم کہو تعظم و استعظم ۔ تقدیر کلام یہ ہے ویجیب اللّٰہ الذین امنوا (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی دعاؤں کو قبول کرے گا)۔

ایک قول:

یہ ہے کہ ویستجیب للذین اور قبول کرتا ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے لام کو حذف کر دیا۔اور ان پر اس طرح احسان فرمایا کہ جب وہ توبہ کریں تو وہ ان کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کی سیئات سے درگزر کرتا ہے۔اور جب وہ دعا کرتے ہیں تو قبول کرتا ہے اور ان کے سوال سے زیادہ دیتا ہے۔

قولِ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ:

ابراہیم بن ادہم سے کسی نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی ۔انہوں نے جواب دیا کہ اس نے تم کو طاعت کی طرف بلایا تم نے اس کی دعوت قبول نہیں کی ۔ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (اور کافروں کیلئے سخت عذاب ہے) آخرت میں۔

مالداری سرکشی کا سبب ہے:

۲۷: وَلَوْبَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ (اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کیلئے روزی فراخ کر دیتا) یعنی اگر تمام کو مالدار بنا دیتا لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ (تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے) بغوا یہ بغی سے ہے جس کا معنی ظلم ہے یعنی ایک دوسرے پر سرکشی کرنا کیونکہ مالداری تکبر اور سرکشی میں ڈال دیتی ہے۔اس میں عبرت کیلئے فرعون کا حال کافی ہے۔ یا بغی بمعنی تکبر سے ہے ضرور زمین میں بڑائی کرتے وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ (لیکن وہ اتارتا ہے)

قراءت: مکی ، ابوعمرو نے یُنْزِلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ (اندازہ سے جتنا چاہتا ہے) عرب کہتے ہیں قدرہ قَدْرًا و قَدَرًا اندازہ کرنا۔ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ (وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے) وہ بندوں کے احوال سے واقف ہے اس لئے بتقاضائے حکمت ان کے لئے اندازہ کرتا ہے پھر فقیر وغنی بناتا ہے۔اور رزق روکتا اور عطاء کرتا تنگ کرتا اور کھولتا ہے اور اگر وہ تمام کو مالدار بنا دے تو وہ سرکش ہو جائیں اور سب کو فقیر محتاج بنا دے تو ہلاک ہو جائیں ۔ باقی بعض سرکشوں پر وسعت رزق ہے اور بعض سرکش تنگ دست ہیں مگر وہ قلیل ہیں ۔فقر کی حالت میں سرکشی بنسبت مالداری کی حالت میں سرکشی سے کم ہے۔ مالداروں کی اغلب اکثریت نافرمان ہے۔

مایوسی کے بعد بارش:

۲۸: وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ (اور وہ ایسا ہے جو بارش نازل کرتا ہے)۔

قراءت: یُنَزِّل کو مدنی ، شامی وعاصم نے پڑھا۔

مِنْۢ بَعْدِ مَاقَنَطُوْا (اس کے بعد کہ وہ مایوس ہو جاتے ہیں)

قراءت: قَنِطُوا پڑھا گیا ہے۔

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (وہ اپنی رحمت پھیلاتا ہے) رحمت سے مراد بارش کی برکات اور منافع اور اس سے جو سرسبزی حاصل ہوتی ہے۔

مقولۂ فاروقی رضی اللہ عنہ:

عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا۔ قحط زیادہ ہوگیا ہے اور لوگ مایوس ہوگئے تو آپ نے فرمایا اب بارش ملے گی انہوں نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا یا انہوں نے ہر شئی میں اللہ تعالیٰ کی جو رحمت ہے اس کا ارادہ کیا۔ وَهُوَ الْوَلِيُّ (اور وہ کارساز ہے) جو کہ اپنے بندوں کا احسانات کے ساتھ ذمہ دار ہے۔ الْحَمِيدُ (وہ قابل تعریف ہے) اس پر اس کی تعریف کی جاتی ہے اہل طاعت اس کی تعریف کرتے ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى

اور اسکی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانا، اور ان جانوروں کا پیدا فرمانا جو اس نے ان دونوں میں پھیلا دیئے ہیں، اور وہ انکے جمع

جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ

کرنے پر جب چاہے قادر ہے، اور تمہیں جو بھی کوئی مصیبت پہنچ جائے سو وہ تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے

يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور وہ بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے اور تم زمین میں عاجز بنانے والے نہیں ہو، اور تمہارے لئے اللہ کے سوا

مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ

کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے، اور اس کی نشانیوں میں سے کشتیاں ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح ہیں، اگر وہ چاہے تو ہوا کو

الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ ۙ

روک دے، سو یہ کشتیاں سمندر کی پشت پر رکی ہوئی رہ جائیں، بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لئے

اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِنَا ؕ

یا وہ ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاک فرما دے، اور بہت سوں کو معاف کر دے اور وہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں

مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾

ان کے لئے کوئی بھی بچنے کی جگہ نہیں ہے۔

چلنے والے جاندار آسمان وزمین میں:

۲۹: وَمِنْ اٰيٰتِهٖ (من جملہ اور اس کی نشانیوں میں سے) یعنی علاماتِ قدرت میں سے خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کا پیدا کرنا ہے) ان کے اتنے بڑے ہونے کے باوجود۔ وَمَا بَثَّ (اور وہ جاندار جو اس نے پھیلا دیے) ما جائز ہے کہ مرفوع ہو اور مجرور ہو مضاف پر محمول کر کے یا مضاف الیہ پر فِيْهِمَا (آسمانوں اور زمین میں) مِنْ دَآبَّةٍ دواب تو صرف زمین کے اندر ہیں مگر کسی چیز کو مجموعہ کی طرف منسوب کرنا جائز ہے اگرچہ وہ بعض سے متعلق ہو۔ جیسا کہا جاتا ہے بنو تمیم فیهم شاعر مجید انما هو فخذ من افخاذ هم ۔ بنو تمیم میں شاعر وہ ایک قبیلہ ہے ان کے قبائل میں سے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان [الرحمان:۲۲] حالانکہ موتی نمکین سمندر سے نکلتے ہیں۔ البتہ یہ بھی کوئی بعید بات نہیں

کہ وہ آسمانوں میں ایسے جاندار پیدا کر دے جو انسانوں کی طرح زمین پر چلتے ہوں یا فرشتے اڑنے کے ساتھ چلتے ہوں۔ پس آہستہ چال جو انسانوں کی ہے ان کی تعریف بیان کی گئی۔ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ (اوران کو جمع کرنے پر) قیامت کے دن اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ (جب وہ چاہے قدرت رکھتا ہے)

نحو: اذا ماضی اور مضارع دونوں پر داخل ہوتا ہے ارشاد الٰہی ہے۔ والیل اذا یغشٰی [الیل: ۱]

۳۰: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ (اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے) غم، دکھ، ناپسند بات فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے ہے) یعنی وہ اس گناہ کے باعث ہے جو تم نے کیے ہیں تا کہ سزا دی جائے۔

قراءت: مدنی، شامی اور علی نے بما کسبت پڑھا ہے۔

نحو: ما مبتدا اور بما کسبت اس کی خبر بغیر اس کے کہ اس میں شرط کا معنی پایا جائے اور جنہوں نے فاء کو قائم رکھا انہوں نے شرط کے معنی کو خبر میں متضمن تسلیم کیا ہے۔

اہل تناسخ کا استدلال: اگر بچوں کی اس حالت سے قبل اور کسی شکل میں حالت نہ ہوتی تو ان کو تکالیف نہ آتیں۔

جواب: آیت اپنے سیاق وسباق سے بتلا رہی ہے کہ یہ مکلفین سے متعلق ہے اور سیاق ملاحظہ ہو ویعفو عن کثیر وہ بہت سے گناہوں کو ان گناہوں میں سے معاف فرماتے ہیں۔ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ (اور وہ بہت سے تو درگزر کر دیتا ہے) پس وہ ان پر سزا نہیں دیتے یا بہت سے لوگوں کے گناہ معاف کر دیتے ہیں ان کو جلد سزا نہیں دیتے۔

قول ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ:

جو شخص نہیں جانتا کہ جو مصائب وفتن اس کو پیش آ رہے ہیں یہ اپنے کیے ہوئے اعمال کے باعث ہیں اور جو اس کے آقا نے اس کو معاف کر دیئے ہیں وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہیں وہ شخص اپنے رب کے احسانات کی زیادہ قدر نہیں کرتا۔

قولِ محمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ:

بندہ تو ہر گھڑی گناہ کرنے والا ہے۔ طاعات میں اس کی جنایات معاصی کی جنایات سے بڑھ کر ہیں کیونکہ معصیت والی جنایت تو ایک اعتبار سے ہے اور طاعات والا گناہ کئی اعتبار سے گناہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قسم قسم کے مصائب کے ذریعہ جنایات سے پاک کرتا ہے تا کہ قیامت کے دن اس کا بوجھ ہلکا ہو اگر اللہ تعالیٰ کی معافیاں اور رحمتیں نہ ہوں تو یہ پہلے قدم پر ہی ہلاک ہو جائے۔

قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

قرآن مجید میں ایمان والوں کیلئے یہ آیت سب سے زیادہ امید بندھانے والی ہے۔ کیونکہ کریم جب ایک مرتبہ سزا دے دیتا ہے تو دوسری مرتبہ سزا نہیں دیتا اور جب معاف کرتا ہے تو پھر دوبارہ ان پر باز پرس نہیں کرتا۔

۳۱: وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ (اور تم زمین میں ہرا نہیں سکتے) یعنی جن مصائب کا تمہارے لئے فیصلہ کر دیا گیا ان سے

بچ نہیں سکتے۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ (اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے) جو کہ اس وقت عذاب دور کردے جب وہ تم پر اتر پڑے۔

۳۲: وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ (اور اس کی من جملہ نشانیوں میں سے جہاز ہیں) الجوار جمع جاریہ کی ہے بمعنی کشتیاں۔

قراءت: مکی، سہل، یعقوب نے ہر دو حالتوں میں الجواری پڑھا ہے۔ مدنی، ابو عمرو نے وصل میں ان کی موافقت کی ہے۔ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ (سمندر میں جیسے پہاڑ)

صابر وشاکر:

۳۳: اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ (اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرادے)

قراءت: مدنی نے الریاح پڑھا ہے۔ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ (وہ کھڑے کے کھڑے رہ جائیں) کھڑے رہیں نہ چل سکیں۔ عَلٰى ظَهْرِهٖ (اس کی سطح پر) سمندر کی سطح پر اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بیشک اس میں نشانات ہیں ہر صابر) جو مصائب پر صبر کرتا ہے۔ شَكُوْرٍ (شاکر کیلئے) نعمتوں کا قدردان ہے یعنی ہر مخلص ایمان والے کیلئے۔ ایمان کے دو حصے ہیں نمبر۱۔ آدھا صبر ۲۔ آدھا شکر یا اطاعتوں پر جم جانے والا اور نعمتوں کی قدردانی کرنے والا۔

۳۴: اَوْ يُوْبِقْهُنَّ (یا ان کو ہلاک کردے) یہ یسکن پر معطوف ہے۔ معنی یہ ہے اگر چاہے تو ہوا کو ٹھہرادے پس وہ رک جائیں یا ان کو تیز چلادے جس سے وہ غرق ہو جائیں بِمَا كَسَبُوْا (ان کے کمائے ہوئے گناہوں کے باعث) وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ (اور وہ بہت سے آدمیوں سے درگزر کر جاتا ہے) بہت سے گناہوں سے درگزر کر کے ان پر سزا نہیں دیتا۔ اس آیت میں عفو و درگزر کو ایباق کے حکم میں داخل کیا گیا اس لئے کہ وہ تو اس کا پختہ ارادہ کر چکا ہے کیونکہ معنی یہ ہے یا اگر وہ چاہے تو کچھ لوگوں کو ہلاک کر دے اور کچھ لوگوں کو بطریق عفو نجات دے دے۔

۳۵: وَّيَعْلَمَ (اور معلوم ہو جائے) یہ منصوب ہے اس کا عطف جملہ تعلیلیہ پر ہے جو کہ محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے لینتقم عنهم ویعلم ، الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا (ان لوگوں کو جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں) ان آیات کو باطل کرنے اور دور کرنے کیلئے۔

قراءت: مدنی اور شامی نے ویعلمُ بطور جملہ مستانفہ پڑھا ہے۔

مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ (کہ ان کے لئے کوئی بچاؤ نہیں) عذاب سے بچ جانے کی جگہ۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ

اور تم کو جو بھی چیز دی گئی ہے سو وہ دنیا والی زندگی کا سامان ہے، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والا ہے ان لوگوں کے لئے

اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۳۶ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ

جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝۳۷ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

اور جب انہیں غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہیں اور جنہوں نے اپنے رب کے حکم کو مانا اور نماز قائم کی

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳۸ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ

اور انکے کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کو ظلم

الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝۳۹

پہنچ جاتا ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔

۳۶: فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ (پس جو کچھ تم کو ملا ہوا ہے وہ صرف دنیوی زندگی کے استعمال کیلئے ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے) یعنی ثواب خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائیدار ہے وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر وہ توکل کرتے ہیں)

نَحو: ما پہلا شرط کے معنی کو متضمن ہے اسی لئے اس کے جواب میں فاء آئی ہے اور دوسرا ما شرط کا معنی نہیں رکھتا اسی لئے اس کے جواب میں فاء نہیں یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جب انہوں نے اپنا سارا مال راہ خدا میں صرف کر دیا اور بعض لوگوں نے ان کو ملامت کی۔

۳۷: وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ (اور وہ لوگ جو پرہیز کرتے ہیں)

نَحو: اس کا عطف الذین اٰمنوا پر ہے اور اسی طرح اس کا مابعد كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ (بڑے گناہوں سے) یعنی بڑے گناہ جو اس جنس سے ہیں۔

قراءت: علی، حمزہ نے کبیر الاثم پڑھا ہے۔ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کبیر الاثم سے شرک مراد ہے۔

وَالْفَوَاحِشَ (اور بے حیائی کی باتوں سے) ایک قول یہ ہے جس کی قباحت زیادہ ہو وہ فاحشہ ہے جیسے زنا وَاِذَا مَا غَضِبُوْا (اور جب ان کو غصہ آتا ہے) اپنے کسی دنیاوی معاملے میں هُمْ يَغْفِرُوْنَ (وہ معاف کر دیتے ہیں) وہ غصہ کی حالت

میں معاف کرنے کی خصوصیت رکھتے ہیں۔

فَائِدَہ : آیت میں ھم اور پھر اس کو بطور مبتدأ لانا۔ اور یغفرون کی اسناد خصوصاً اس کی طرف کرنا۔ اسی خصوصیت کے اظہار کیلئے ہے۔ وھم ینتصرونَ میں یہی نکتہ پیش نظر رکھیں۔

انصارِ مدینہ کی طاعت شعاری:

۳۸: وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ (اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا) یہ آیت انصار مدینہ کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی طرف بلایا اور طاعت کی دعوت دی تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کا حکم مان لیا۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ (اور وہ نماز کے پابند ہیں) وہ پانچوں نمازیں ادا کرنے والے ہیں۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ (اور انکا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے) ای ذو شوری۔ وہ کسی رائے میں انفرادیت اختیار نہیں کرتے جب تک اس پر اتفاق نہ کر لیں۔

قولِ حسن رحمہ اللہ:

جس قوم نے مشورہ سے کام لیا وہ سب سے بہتر کام کی طرف ہدایت پا گئے۔ الشوریٰ یہ الفتیا کی طرح مصدر ہے جو کہ التشاور کے معنی میں ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ (اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں) وہ صدقہ کرتے ہیں۔

بغی پر انتقام:

۳۹: وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْیُ (اور ان لوگوں پر جب ظلم واقع ہوتا ہے) هُمْ یَنْتَصِرُوْنَ (وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں) وہ اس ظالم سے انتقام لیتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بدلہ اس کا مقرر فرمایا ہے۔ اس پر وہ اکتفاء کرتے ہیں۔ اس سے تجاوز نہیں کرتے۔ وہ اپنے آپ کو اس میں ملوث کرنے کو تیار نہ تھے مگر فساق نے ان پر جرأت کی تو وہ بدلہ پر آمادہ ہوئے۔

ایک نکتہ:

یہاں ان کی بدلہ لینے پر تعریف کی گئی ہے کیونکہ جس نے بدلہ لیا اور حق لیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز نہ کیا اگر وہ ولی دم تھا تو اس نے قتل میں اسراف نہ کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور ہر مطیع قابل تعریف ہے ھم ینفقون کے تحت لکھے ہوئے کا دوبارہ مطالعہ کر لیں۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

اور برائی کا بدلہ برائی ہے اسی جیسی، سو جو شخص معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے، بلاشبہ وہ

لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ

ظالموں کو پسند نہیں فرماتا، اور البتہ جو شخص مظلوم ہو جانے کے بعد بدلہ لے لے سو یہ ایسے لوگ ہیں جن پر کوئی

سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى

الزام نہیں، الزام انہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور دنیا میں ناحق

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ

سرکشی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے درد ناک عذاب ہے، اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بلاشبہ

ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ ع

یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

بدلہ کی حدود:

۴۰: پھر بدلہ کی حد کو بیان فرمایا وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے) پہلا لفظ سیئہ تو اپنے حقیقی معنی میں ہے اور دوسرا حقیقی معنی میں نہیں۔ بلکہ جزاء سیئہ کو سیئہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ نمبر۲۔ کیونکہ وہ برائی و زیادتی کرتا ہے اور اس شخص پر جس پر وہ اترتی ہے اس لئے اس کو سیئہ کہہ دیا اور اس وجہ سے بھی کہ اگر پہلی زیادتی نہ ہوتی تو دوسری سیئہ بنتی اس صورت میں وہ ایذاء دینا شمار ہوتا۔ وہ غیر کی وجہ سے حسنہ بنی ہے تو اصل کا لحاظ کر کے اس کو سیئہ کہہ دیا۔ نمبر۳۔ دوسری کو سیئہ کا نام اس لئے دیا گیا کہ عفو اولیٰ (وان تعفوا اقرب للتقویٰ) مطلب یہ ہے جب زیادتی کی جائے تو ضروری ہے کہ اس کا سامنا اتنی ہی زیادتی سے کیا جائے البتہ حد سے تجاوز نہ ہو۔

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ (پھر جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرے) اس کے اور اس کے مخالف کے درمیان عفو و چشم پوشی سے کام لے۔ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (پس اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے) مبہم وعدہ ہے بڑائی اور شان میں ناقابل قیاس ہے۔ (سبحان اللہ) اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا) جو ظلم سے ابتداء کرتے ہیں یا جو لوگ بدلہ میں حد سے آگے گزر جاتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا قیامت کے دن ایک منادی آواز دے گا۔ جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو وہ کھڑا ہو جائے پس اس وقت صرف معاف کرنے والا کھڑا ہوگا۔ (رواہ العقیلی فی الضعفاء ۳/۴۴۷)

۴۱: وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ (اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے) اس نے ظلم کیے جانے کے بعد اپنا حق لیا۔
نحو : یہاں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف کی گئی ہے۔
فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ (تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں) اولئك کا اشارہ مَن کے معنی کی طرف مشیر ہے نہ کہ لفظ کی طرف بدلہ لینے والے پر کوئی الزام نہیں اور نہ ہی معاتب ومعایب پر کیوں کہ ان سے اس کا بدلہ چکا لیا گیا ہے۔
۴۲: اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ (الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں) ظلم کرنے میں ابتداء کرتے ہیں۔ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ (اور دنیا میں سرکشی کرتے ہیں) تکبر و بڑائی کرتے اور فساد مچاتے ہیں۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ناحق ان کے لئے دردناک عذاب ہے) سبیل کی تفسیر حجت اور پیچھا کرنا۔
۴۳: وَلَمَنْ صَبَرَ (اور جو شخص صبر کرے) ظلم وایذاء پر وَغَفَرَ (اور بخش دے) بدلہ نہ لے۔ اِنَّ ذٰلِكَ (بیشک یہ) یعنی صبر اور اس سے درگزر کرنا لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے) یعنی ایسے امور میں سے ہیں جن کی طرف بڑھنا چاہیے۔ یا یہ ایسے امور میں سے ہے جن کے لئے مناسب ہے کہ عقل مند ان کو اپنے اوپر لازم کرے اور اس کے چھوڑنے کی رخصت اختیار نہ کرے۔ یہاں منہ ضمیر کو حذف کیا گیا ہے کیونکہ وہ درمیان کلام سے سمجھ آ رہی ہے جیسا کہ عرب اس قول میں قرینہ کی وجہ سے حذف کرتے ہیں۔ السمن منوان بدرهم۔

قولِ ابو سعید القرشی رحمۃ اللہ علیہ:

بیداری کی علامت یہ ہے کہ مکارہ پر صبر کرے۔ جس نے کسی ناپسند بات پر صبر کیا اور جزع کا اظہار نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو رضا کی حالت میسر فرمائیں گے اور یہ رضا والا حال سب سے اعلیٰ ہے۔ اور جس نے مصائب پر جزع فزع کی اور شکوہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نفس کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ پھر اس کا شکوہ کسی کام نہیں آتا۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا

اور اللہ جس کو گمراہ کرے اس کے لئے اس کے بعد کوئی چارہ ساز نہیں اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو اے مخاطب تو انہیں

الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۚ﴿۴۴﴾ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ

اس حال میں دیکھے گا کہ یوں کہہ رہے ہوں گے کیا واپس کیے جانے کا کوئی راستہ ہے؟ اور تو انہیں اس حال میں دیکھے گا کہ وہ دوزخ پر پیش کیے جا رہے ہوں گے ذلت کی وجہ سے

مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ

جھکے ہوئے چھپی ہوئی نظر سے دیکھتے ہوں گے، اور ایمان والے کہیں گے بلاشبہ پورے خسارے میں پڑ جانے والے

الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ

وہ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے گھر والوں سے قیامت کے دن خسارہ میں پڑ گئے، خبردار اس میں شک نہیں کہ ظالم لوگ دائمی عذاب میں

مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

رہیں گے، اور ان کے لئے اللہ کے سوا مددگار نہ ہوں گے جو ان کی مدد کریں اللہ کو چھوڑ کر، اور جسے اللہ گمراہ کر دے

فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ﴿۴۶﴾

اسکے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

۴۴: وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی کارساز نہیں) کوئی اس کو ہدایت دینے کی طاقت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ کے اضلال کے بعد اور کوئی اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکتا۔ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ (اور تم ظالموں کو دیکھو گے) قیامت کے دن لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ (جبکہ وہ عذاب کو سامنے دیکھیں گے) جب عذاب سامنے نظر آ جائے گا۔ اس بات کے قطعی واقع ہونے کی وجہ سے ماضی کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ (اور وہ کہیں گے لوٹنے کی کوئی راہ ہے) وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے کہ ان کو ایمان لانے کیلئے دنیا میں واپس لوٹا دے۔

۴۵: وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا (اور آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں گے کہ ان کو آگ کے سامنے لایا جائے گا)۔ ھا کی ضمیر نار کی طرف راجع ہے اس لئے کہ عذاب اس پر دلالت کر رہا ہے۔ خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ (وہ ذلت کی وجہ سے جھکنے والے ہونگے) ذلت کے حاصل ہونے کی وجہ سے بتکلف چھوٹے بنیں گے اور اپنے کو بتکلف حقیر بنائیں گے۔ يَنْظُرُوْنَ (وہ آگ کی طرف دیکھیں گے) مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ (سست نگاہ سے) آنکھیں چرا کر ذرا سی نظر سے دیکھیں گے جیسا کہ قتل گاہ میں موجود شخص تلوار کو دیکھتا ہے۔

اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَکُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ

تم اپنے رب کا حکم مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں اللہ کی طرف سے واپس کرنا نہ ہوگا، تمہارے لئے اس دن پناہ لینے کی

یَّوْمَئِذٍ وَّ مَا لَکُمْ مِّنْ نَّکِیْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ؕ اِنْ عَلَیْكَ

جگہ نہ ہو گی اور نہ کوئی نکیر کرنے والا ہوگا پس اگر وہ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا آپ کے ذمہ

اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌۢ

صرف پہنچانا ہے، اور بلاشبہ بات یہ ہے کہ جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت چکھا دیتے ہیں تو اس پر خوش ہوتا ہے اور اگر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں

بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

کوئی مصیبت پہنچ جائے تو بلاشبہ انسان ناشکری کرنے لگتا ہے، اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں کا اور زمین کا ملک

یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ

وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہے بیٹے دیتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں جنسوں کو

ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾

جمع کر دیتا ہے، اور جسے چاہے بانجھ بنا دیتا ہے بلاشبہ وہ جاننے والا ہے اور قدرت والا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (اور ایمان والے کہیں گے کہ مکمل خسارہ والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں مبتلا ہوئے) یوم کا لفظ خَسِرُوْٓا کے متعلق ہے اور ایمان والوں کا قول دنیا میں واقع ہونے والا ہے یا قال کے متعلق ہے یعنی یقولون یوم القیامة اذا رأوهم علی تلك الصفة وہ کہیں گے قیامت کے دن جب ان کو اس حالت میں دیکھیں گے۔ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ (خبردار! بیشک ظالم لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے) مقیم کا معنی دائمی ۔

۴۶: وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِیَآءَ یَنْصُرُوْنَهُمْ (اور ان کے کوئی مددگار نہ ہونگے جو ان کی مدد کریں گے) مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ سے الگ) اس کے عذاب سے بچانے کیلئے مدد کریں۔ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِیْلٍ (اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں) نجات کی طرف ۔

قیامت سے پہلے اس کی بات مان لو:

۴۷: اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ (تم اپنے رب کا حکم مان لو) اس کو قبول کر لو جس کی طرف اس نے تمہیں بلایا ہے۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ

یَوْمٌ (اس سے پہلے کہ ایسا دن آن پہنچے) یوم سے پہلے قیامت کا دن مراد ہے۔ لَّا مَرَدَّلَهٗ مِنَ اللّٰهِ (جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا) مِنْ یہ لامرد سے متصل ہے ای لا یرده الله بعد ماحکم به اللہ تعالیٰ اس کا حکم کرنے کے بعد واپس نہیں لوٹائے گا۔ نمبر۲۔ یاتی سے تعلق ہے ای من قبل ان یاتی من الله یوم لا یقدر احدٌ علی ردّه۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا دن آ جائے کہ جس دن کوئی شخص اس کے لوٹانے کی طاقت نہ رکھتا ہوگا۔ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ (نہ تم کو اس روز کوئی پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا) یعنی تمہیں کوئی عذاب سے چھوڑانے والا نہ ہوگا۔ اور نہ ہی تمہیں طاقت ہے کہ تم کسی بھی چیز کا انکار کرو جس کا تم نے پہلے ارتکاب کیا ہے وہ تمہارے صحائف اعمال میں درج کر دیا گیا۔ النکیر : انکار۔

۴۸: فَاِنْ اَعْرَضُوْا (پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) ایمان سے فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا (تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا) حفیظ، نگران کو کہتے ہیں۔ اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ (آپ کے ذمہ پیغام رسالت کو ان تک پہنچا دینا ہے) اور وہ آپ نے کر دیا۔ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ (اور ہم جب آدمی کو کچھ اپنی عنایت کا مزہ چکھاتے ہیں) الانسان بول کر جمع مراد ہے۔ مِنَّا رَحْمَةً یعنی نعمت، وسعت، امن، صحت فَرِحَ بِهَا (وہ خوش ہو جاتا ہے) اترانے لگتا ہے۔ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ (اور اگر ان کو مصیبت آ پڑتی ہے مثلاً مرض، تنگدستی وغیرہ اور انہی کی قسم سے۔ فرح کے لفظ کو واحد لایا گیا لفظ کا لحاظ کر کے اور اِنْ تُصِبْهُمْ میں ضمیر جمع لائے۔ معنی کے لحاظ سے۔ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ (بسبب ان کے گناہوں کے جو انہوں نے آگے بھیجے)

انسان نہایت ناشکرا ہے:

فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ (پس بلاشبہ انسان ناشکرا ہے) یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لائے اس طرح نہیں کہا فانه کفورٌ تاکہ یہ بات لکھی جائے کہ یہ جنس کفران نعمت کے ساتھ موصوف ہے جیسا کہ فرمایا ان الانسان لظلوم کفار ۔ بیشک انسان ظالم ہے ناشکرا ہے [ابراہیم: ۳۴] الکفور بہت شدید کفر کرنے والا۔ مطلب یہ ہے کہ مصائب کو تو یاد رکھتا ہے مگر نعمتوں کو بھلا دیتا ہے اور ان کو حقیر قرار دیتا ہے۔ **ایک قول** یہ ہے اس سے کفران نعمت مراد ہے۔ **ایک قول** یہ ہے کہ اس سے مراد کفر باللہ ہے۔

قدرتِ باری تعالیٰ:

۴۹: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی) یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا (وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے) وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ (اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے)۔

۵۰: اَوْ یُزَوِّجُهُمْ (یا ان کو جمع کر کے دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی) ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا (مذکر اور مؤنث اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے)

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا

اور کسی بشر کے لئے یہ موقعہ نہیں ہے کہ وہ اللہ سے بات کرے ہاں وحی کے ذریعہ یا پردہ کے پیچھے سے یا اس طرح بات ہوسکتی ہے کہ اللہ کسی رسول کو بھیج دے

فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ

پھر وہ رسول اسکی اجازت سے اسکی مشیت کے مطابق وحی پہنچادے، بے شک وہ برتر ہے حکمت والا ہے، اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے قرآن کی

اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ

وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان؟ اور لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا ہے اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں

مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ

میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بلاشبہ آپ صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں جو اللہ کا راستہ ہے

الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، خبردار اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں۔

جب انسان کو رحمت چکھانے کا تذکرہ فرمایا گیا۔ اور انسان کو اس کی ضد کے پہنچ جانے کا تذکرہ ہو چکا تو اس کے بعد توحید کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ مطلق ہیں۔ وہی نعمتیں اور قسمتیں تقسیم کرتا ہے جس طرح وہ ارادہ فرماتا ہے اور اپنے بندوں کو جو چاہتا ہے اولاد نصیب کر دیتا ہے بعض کو صرف بیٹیاں اور بعض کو صرف بیٹے اور بعض کو دونوں قسمیں اور بعض کو بے اولاد رکھتا ہے۔ (یہ سارے اس کی قدرت کے کرشمے ہیں) **العقیم** جو اولاد جننے کے قابل نہ ہو۔ **رجل عقیم** وہ مرد جو اولاد کے لائق نہ ہو۔ یہاں مؤنثات کو مذکروں پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ سیاق کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں نہ وہ کچھ جو انسان چاہے پس ان بیٹیوں کا تذکرہ کہ جن کو انسان نہیں چاہتا کہ پیدا ہوں۔ تو ان کا تذکرہ زیادہ اہم تھا۔ اس لئے مقدم کر دیا اور تا کہ وہ جنس قریب ہو جس کو ذکر کرنا عرب کے لوگ مصیبت سمجھتے تھے۔ بلاء کا ذکر بلاء کے قریب ہو جائے۔ جب مذکروں کو مؤخر کیا حالانکہ وہ مقدم کرنے کے لائق ہین۔ تو ان کی تاخیر ذکری کا تدارک ان کی تعریف سے فرما دیا۔ کیونکہ معرفہ لانے میں تشہیر اور شان کو بڑھانا ہے۔ پھر ہر دو جنس کو تقدیم و تاخیر کا حق دیا جاتا رہا۔ اور یہ بتلا دیا کہ عورتوں کا پہلے ذکر کرنا ان کے تقدیم مرتبہ کی علامت نہیں بلکہ اور وجہ سے ہے پس فرمایا ذکرانا و اناثا۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق نازل ہوئی۔ اس لئے کہ لوط علیہ السلام کو فقط بیٹیاں دیں اور شعیب کو بھی اور ابراہیم علیہ السلام کو فقط بیٹے اور محمد ﷺ کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیں۔ یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو بے اولاد رکھا۔ (مگر عیسیٰ علیہ السلام تو آخری زمانہ میں اتریں گے ان کے ہاں اولاد ہو گی جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے۔ مترجم) **اِنَّهٗ عَلِيْمٌ** (بیشک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے) **قَدِيْرٌ** (وہ ہر چیز پر قادر ہے)

طرقِ وحی کی تفصیل:

۵۱: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ (اور کسی بشر کی یہ شان نہیں) کسی بھی انسان کیلئے یہ درست نہیں۔اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا (کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے) الہام کے طور پر جیسا کہ مروی ہے نفث فی روعی کہ دل میں یہ بات ڈالی گئی [رواہ احمد: ۵۰/۳] یا نیند میں خواب کے ذریعہ جیسا کہ نبی علیہ السلام کا قول ہے۔رؤیا الانبیاء وحی۔[رواہ البخاری: ۸۵۹] وہ جیسے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کا حکم خواب میں ملا۔اَوْمِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ (یا حجاب کے باہر سے) یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے کلام براہ راست سنتا ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے سنا بغیر اس کے کہ کوئی سامع کلام کرنے والے کو دیکھے اور اس حجاب سے مراد حجاب اللہ نہیں ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے وہ لفظ استعمال کرنے جائز نہیں جو اجسام کیلئے جائز ہیں۔مثلاً حجاب وغیرہ۔لیکن اس سے مراد یہ ہے سامع کو دنیا میں نظر آنے سے وہ محجوب ہے۔اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا (یا کسی رسول کو بھیجے) یعنی فرشتے کو بھیجے فَيُوْحِيَ (پس وہ پیغام پہنچا دیتا ہے)۔وہ فرشتہ اس کی طرف پیغام پہنچا دیتا ہے۔

ایک قول:

یہ ہے۔وحیاً جیسا کہ رسولوں پر ملائکہ کے واسطہ سے وحی کی گئی۔اویرسل رسولاً یعنی نبی کو بھیجے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی اقوام سے ان کی زبانوں کے مطابق کلام کیا گیا۔وحیاً اور ان یرسل یہ دونوں مصدر ہیں اور یہ حال بن رہے ہیں۔کیونکہ ان یرسل ارسالا کے معنی میں ہے اور من وارء حجاب یہ ظرف ہے جو حال کی جگہ آیا ہے۔جیسا کہ اس ارشاد میں وعلی جنوبھم [آل عمران: ۱۹۱] تقدیر کلام اس طرح ہے اور صحیح نہیں کہ وہ کسی سے کلام کرے مگر یہ کہ وہ وحی کرنے والے ہوں یامسمعًا من وارء حجاب پردے کے پیچھے سے سنانے والے ہوں۔یا مرسل بھیج کر پہنچانے والے ہوں۔نمبر۲۔اور یہ بھی درست ہے کہ معنی اس طرح کرلیں کسی انسان کے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کریں مگر اس طرح کہ وحی کی جائے یا وہ پردے کے پیچھے سے سنتا ہے یا وہ کوئی قاصد بھیجتا ہے خلیل نحوی نے اس کو اختیار کیا ہے اور اویرسل رسولا فیوحی رفع کے ساتھ نافع نے پڑھا تقدیر عبارت: اوھو یرسل رسولا فیوحی (وہ رسول بھیجتا ہے پس وہ ان کے ذریعہ وحی کرتا ہے) نافع اور علی نے مرفوع پڑھا ہے۔تقدیر کلام اس طرح ہے او ھو یرسل فیوحی (یا وہ کوئی رسول بھیج کر پس وہ وحی کرے)۔بِاِذْنِهٖ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) مَا يَشَآءُ (جو وہ چاہے) وحی سے اِنَّهٗ عَلِيٌّ (بیشک وہ غالب ہے) اسے روکا نہیں جا سکتا۔حَكِيْمٌ (وہ اپنے اقوال وافعال میں درستی والا ہے) پس اس کے افعال واقوال میں معارضہ نہیں۔

۵۲: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) یعنی جیسا ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کی طرف وحی بھیجی یا جیسا کہ ہم نے آپ کو بیان کر دیا۔اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (ہم نے آپ کی طرف وحی کی) وحی کرنا اسی طرح ہوتا ہے۔رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (یعنی اپنا حکم بھیجا) مراد یہ ہے کہ جو آپ کی طرف بھیجی گئی کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے اپنے دین میں زندہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ جسم روح سے زندہ ہو جاتا ہے۔مَا

كُنْتَ تَدْرِیْ (آپ کو نہ یہ خبر تھی) نَحو :الیك کے کاف سے یہ حال ہے۔مَا الْكِتٰبُ (کتاب کیا چیز ہے)وَلَا الْاِیْمَانُ (اور نہ ایمان کیا چیز ہے)یعنی اس کے احکامات،اور نہ ایمان بالکتاب کیونکہ جب وہ یہ نہیں جانتے کہ کتاب نازل ہوگی تو وہ اس کتاب کے جاننے والے نہ بنے۔

ایک قول یہ ہے:

کہ ایمان کئی چیزوں کو شامل ہے۔بعض کی طرف راہ تو عقل ہے اور بعض کی طرف راہ کان ہیں۔پس یہاں وہ مراد ہیں جن کا تعلق سمع سے ہے نہ کہ عقل سے اور وہ آپ کو علم نہ تھا یہاں تک کہ وحی سے اس کو حاصل کر لیا۔وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ (لیکن ہم نے اس کو بنا دیا) یعنی کتاب کو نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ(ایک نور جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرر ہے ہیں)تھدی دعوت دینے کے معنی میں ہے اور۔

قراءت: ایک قراءت میں تھدی بہ بھی پڑھا گیا ہے۔صراط مستقیم سے اسلام مراد ہے۔

۵۳: صِرَاطِ اللّٰهِ (یعنی اس اللہ تعالیٰ کے راستہ کی) ۔

نَحو : یہ بدل ہے۔الَّذِیْ لَهٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (کہ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) ملکیت وملوکیت کے لحاظ سے اَلَآ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ(خبردار سب امور اسی ہی کی طرف لوٹیں گے)اس میں جہنم کی وعید اور جنت کا وعدہ ہے۔

الحمدللہ سورۃ الشوریٰ کا تفسیری ترجمہ یوم السبت بوقت ایک بجے اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر فرمائے۔آمین ثم آمین۔صفر المظفر ۹،۲،۱۴۲۴ھ

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ زخرف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں نواسی ۸۹ آیات اور سات ۷ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حٰمٓ ۝۱ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۳ وَاِنَّهٗ

حٰمٓ: ۝ قسم ہے واضح کتاب کی بلاشبہ ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا ہے تا کہ تم سمجھو، اور بلاشبہ وہ

فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝۴ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ

ام الکتاب میں ہمارے پاس ہے بلند ہے حکمت والا ہے، کیا ہم نصیحت کو تم سے اس وجہ سے ہٹا لیں گے کہ تم

قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝۵ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝۶ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ

حد سے بڑھ جانے والے ہو، اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے، اور ان کے پاس جو بھی کوئی

نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۷ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ

نبی آتا تھا اس کا مذاق بناتے تھے، پھر ہم نے ان میں سے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو زور آوری میں خوب بڑھ کر تھے اور پہلے لوگوں کی

الْاَوَّلِيْنَ ۝۸

یہ حالت گزر چکی ہے۔

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ ۝ (حم قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ ہم نے اس کو)
قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (عربی زبان کا قرآن بنایا ہے۔ تا کہ تم سمجھ لو)
وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ (اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے مرتبہ والی اور پر حکمت کتاب ہے)

آیت ۱: حٰمٓ (۲) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین کی قسم کھائی ہے اور کتاب مبین سے قرآن مجید مراد ہے۔
آیت ۳: اِنَّا جَعَلْنٰهُ یہاں جعل صیر کے معنی میں ہے۔ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا یہ جواب قسم ہے۔ یہ بڑی خوبصورت اور شاندار قسم ہے کیونکہ قسم اور مقسم علیہ میں مناسبت پائی جاتی ہے۔ المبین نمبر ۱۔ ان کے لئے واضح ہے جن پر اتاری گئی۔ کیونکہ یہ کتاب ان کی لغت و اسلوب کے مطابق ہے۔ نمبر ۲۔ یا مدبرین کے لئے واضح ہے۔ نمبر ۳۔ یا اس کتاب نے ہدایت کی راہ کو گمراہی سے بالکل

الگ کر دیا دین کے سلسلہ میں جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ سب واضح کر دیں۔ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (تا کہ تم اسکے معانی کو سمجھو)۔

صفاتِ قرآن:

آیت ۴: وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا (قرآن مجید لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے)۔اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ بل هو قرآن مجيد فی لو ح محفوظ۔ البروج۔۲۱۔۲۲۔ لوح محفوظ کو ام الکتاب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام کتابوں کی اصل ہے۔ تمام کتابیں اسی میں مندرج اور اسی سے نقل کی جاتی اور نسخ کی جاتی ہیں۔

قراءت: ام الکتاب۔ الف کے کسرہ سے علی وحمزہ نے پڑھا ہے۔

لَعَلِيٌّ نمبرا۔ وہ بلاغت کے اعلیٰ ترین درجہ میں ہے۔ یا کتابوں میں وہ رفیع الشان ہے۔ کیونکہ ان تمام کتابوں کے مابین یہ معجز ہے۔ حَكِيْمٌ (کامل حکمت والی ہے)۔

یہ حد پھاندنے والے ہیں ہم قرآن کو آپ سے نہ ہٹائیں گے:

آیت ۵: اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا (کیا ہم اس نصیحت کو تم سے ہٹالیں گے) نصیحت کو دور کر دیں گے اور ہٹالیں گے۔ مجاز کے طور پر یہ عرب کے قول :ضرب الغرائب عن الحوض۔ (اس نے حوض سے دوسروں کے اونٹوں کو ہٹا دیا)۔ سے لیا گیا ہے۔ نَحو : فاء عاطفہ ہے۔ اور عطف فعل محذوف پر ہے۔ أنهملكم فنضرب عنكم الذكر۔ اس میں انکار اس بات سے ہے کہ جب وہ آپ پر پہلے کتاب اتار چکا تو اس کا الٹ نہیں ہوسکتا۔ اور قرآن مجید کو قرآن عربی اس لئے بنایا تا کہ وہ اس کو سمجھ سکیں۔ اور اس کے مطابق عمل پیرا ہوں۔ صَفْحًا (دور کرنا۔ ہٹانا) یہ مصدر ہے۔ صفح عنه جبکہ وہ اعراض کرے۔ یہ مفعول لہ ہے۔ معنی اس طرح ہے کیا ہم قرآن مجید کا اتارنا تم سے ہٹالیں گے اور حجت کا اس سے لازم کرنا تم سے اعراض کرتے ہوئے دور کر دیں گے؟ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مفعول و مطلق علی غیر لفظہ بن جائے کیونکہ اہل عرب کہتے ہیں ضربت عنه یعنی میں نے اس سے اعراض کیا اس کو چھوڑ دیا۔ فراء رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اَنْ كُنْتُمْ (کیونکہ تم حد سے گزرنے والے ہو) ان كنتم یہ لان كنتم کے معنی میں ہے۔ قراءت: مدنی، حمزہ و علی نے اِن كنتم پڑھا ہے۔ اور یہ اس شرط میں سے ہے جو دلالت کرنے والے کی طرف سے ثابت ہونے والے امر کی صحت پر ثبوت امر کی خاطر صادر ہوتی ہے۔ جیسا کہ تم مزدور کو کہو۔ ان كنت علمت لك فوفني حقي۔ اگر میں تیرے متعلق جانتا ہوں تو تو میرا حق پورا پورا ادا کر۔ حالانکہ وہ اس کو جانتا ہے۔ مگر پھر شرط کے انداز میں بات کہی ہے اور مزدور بھی اس کا حق پورا ہی دے کیونکہ اس کو مزدوری پر اسی لئے لگایا کہ کام پورا کرے۔ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ (کہ تم حد سے گزرنے والے ہو) جہالت میں افراط کرنے والے ہو۔ گمراہی کی حد کو پھاندنے والے ہو۔

آیت ۶: وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ (اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں) آپ سے پہلے لوگ

گزرے ہم نے ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے۔

آیت ۷: وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اوران لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسانہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو) یہ زمانہ ماضیہ مستمرہ کی حکایت حال ہے۔یعنی وہ اسی بات پر تھے۔اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اس سلسلہ میں کہ آپ کی قوم کا آپ سے استہزاء نئی بات نہیں۔

وعدۂ نصرت اور وعید:

آیت ۸: فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا (پھر ہم نے ان لوگوں کو جوان سے زیادہ طاقت ور تھے ہلاک کر ڈالا) بطشًا یہ تمیز ہے۔ اور ھم کی ضمیر مسرفین کی طرف راجع ہے۔کیونکہ خطاب کو ان سے پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا ان کے متعلق اطلاع دے رہے ہیں۔ وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ (اور پہلے لوگوں کی یہ حالت ہو چکی ہے) ان کے واقعات قرآن مجید میں کئی مرتبہ گزر چکے ہیں اوران کی عجیب حالت اسی قابل ہے کہ بطور مثل مشہور ہو۔

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعدہ (نصرت) اوران کو وعید (عذاب) ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۹﴾

اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ انہیں عزیز علیم نے پیدا فرمایا

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾

جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنا دیا اور تمہارے لئے اس نے راستے بنا دیئے تا کہ تم ہدایت پاؤ

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور جس نے ایک انداز سے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے،

وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور جس نے تمام اقسام کو پیدا فرمایا اور تمہارے لئے کشتیاں اور جانوروں میں سے وہ چیزیں پیدا فرمائیں جن پر تم سوار ہوتے ہو

لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا

تا کہ تم انکی پشتوں پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب تم اس پر بیٹھ جاؤ اور تم یوں کہو

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا

پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرمادیا اور ہم اس کو قابو میں کرنے والے نہ تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف

لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

لوٹ کر جانے والے ہیں۔

آیت ۹: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ (اور اگر آپ ان سے پوچھیں) یعنی مشرکین سے۔ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ (کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور ہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے نے پیدا کیا ہے)

آیت ۱۰: الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا) **قراءت**: کوفی نے مھدًا اور دیگر نے مھادا پڑھا ہے۔ معنی ہر دو کا جائے قرار ہے۔ وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا (اور اس نے تمہارے لئے رستے بنا دیئے) سبلاً۔ راستے۔ لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (تا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو) تا کہ تم اپنے سفروں میں ان کے لئے راستۂ منزل معلوم کرو۔

آیت ۱۱: وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ (اور وہ جس نے آسمان سے پانی ایک اندازہ سے برسایا) اتنی مقدار جس سے انسان صحیح سالم رہ سکیں اور ملکوں کو جتنی ضرورت ہو وہ پوری ہو جائے۔ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا (پھر اس سے ہم نے خشک زمین کو

زندہ کیا) انشرنا۔ زندہ کرنے کے معنی میں ہے۔ غائب سے مخاطب کی طرف عدول کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ یہ خطاب سے مراد کو پالیں۔ قراءت: یزید نے میتاً کو میّتاً پڑھا ہے۔ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (اسی طرح تم نکالے جاؤ گے) اپنی قبور سے زندہ کر کے۔

قراءت: حمزہ، علی نے تَخْرُجون پڑھا۔ العلیم پر وقف نہیں۔ کیونکہ الذی اس کی صفت ہے۔ ابوحاتم نے اس پر وقف کیا۔ تقدیر کلام یہ ہے هو الذی۔ کیونکہ یہ اوصاف کفار کا مقولہ نہیں۔ کیونکہ وہ قبور سے نکلنے کے منکر ہیں۔ تو وہ کیسے کہتے كذلك تخرجون۔ بلکہ یہ آیت تو انکار بعث کرنے والوں کے خلاف حجت ہے۔

آیت ۱۲: وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ (اور جس نے تمام اقسام بنائیں) الازواج۔ اصناف کے معنی میں ہے۔ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ (اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے۔ جن پر تم سوار ہوتے ہو) یعنی تم ان پر سوار ہوتے ہو۔ صرف کہا جاتا ہے۔ ركبوا فى الفلك و ركبوا الانعام۔ بلاواسطہ متعدی ہونا غالب آیا۔ کیونکہ وہ زیادہ قوی ہے۔ اسی لئے کہا گیا تر کبونہ۔

آیت ۱۳: لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ (تاکہ تم ان کی پشت پر جم کر بیٹھو) ان کی پشت پر جن پر تم سواری کرتے ہو اور وہ کشتیاں اور چوپائے ہیں۔ ثُمَّ تَذْكُرُوْا (پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو) اپنے دلوں میں نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَتَقُوْلُوْا (جب ان پر بیٹھ چکو اور اس طرح کہو اپنی زبانوں سے) سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا (اس کی ذات پاک ہے جس نے ان کو ہمارے قابو میں دے دیا) اس سواری کو ہمارا مطیع بنایا۔ وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ (ہم تو ایسے نہ تھے کہ جو ان کو قابو میں کر لیتے) مقرنین طاقت رکھنے والے۔ عرب کہتے ہیں۔ اقرن الشئ اذا اطاقهٗ۔ اقرن کی حقیقت اس کو اپنا قرین پانا۔ کیونکہ سخت و طاقتور کمزور کا قرین نہیں ہوتا۔ ساتھی اس کو بنایا جاتا ہے جو سرکش نہ ہو قابو میں آجائے۔

آیت ۱۴: وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے) منقلبون۔ لوٹنے والے ہیں۔ **ایک قول:** وہ دنیا میں سوار ہوتے وقت اس کو اپنی آخری سواری خیال کرتے ہیں اور وہ آخری سواری جنازہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وارد ہے کہ جب آپ رکاب میں قدم مبارک رکھتے تو بسم اللہ پڑھتے۔ جب سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تو الحمد للّٰه علی كل حال سبحان الذی سخرلنا هذا وما كنا له مقرنین وانا الى ربنا لمنقلبون پڑھتے اور تین مرتبہ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ تین مرتبہ پڑھتے۔ رواہ ابوداؤد ۲۶۰۲۔ [الترمذی ۳۴۴۶]

علماء نے کہا جب کشتی پر سواری کرے تو کہے: بسم الله مجريها و مرسٰها ان ربى لغفور رحيم۔ [ہود۔۴۱]

ایک واقعہ:

کچھ لوگ سفر کے لئے سوار ہوئے اور انہوں نے پڑھا سبحان الذی سخرلنا الایۃ۔ ان میں ایک شخص ایسا تھا جس کی اونٹنی کمزوری کی وجہ سے حرکت نہ کرتی تھی۔ اس کے منہ سے نکلا انی مقرن لهذه۔ میں تو اس کا مطیع ہوں۔ اونٹنی کود پڑی اور یہ

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ

اور ان لوگوں نے اللہ کے لئے اسکے بندوں میں سے جزو ٹھہرا دیا، بلاشبہ انسان واضح طور پر ناشکرا ہے، کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے

بَنَاتٍ وَأَصْفَاكُم بِالْبَنِينَ ﴿١٦﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا

بیٹیاں پسند کیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا اور جب ان میں سے کسی ایک کو اسکی بشارت دی جاتی ہے جسے اس نے بطور مثال رحمان کے لئے تجویز کیا ہے

ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿١٧﴾ أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ

تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل میں گھٹتا ہے، کیا جو زیور میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں واضح بیان

مُبِينٍ ﴿١٨﴾ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ

نہ دے سکے، اور ان لوگوں نے فرشتوں کو عورتیں قرار دے دیا جو اللہ کے بندے ہیں، کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے،

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿١٩﴾

ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور ان سے باز پرس ہوگی۔

شخص اس سے نیچے جا گرا اور گردن ٹوٹ گئی۔ اس کے استہزاء اور ناشکری کا یہ نتیجہ نکلا۔ مناسب یہ ہے کہ عقل مند تفریح وتلذذ کی بجائے عبرت کی نگاہ رکھتے ہوئے سوار ہو اور یہ غور کرے کہ وہ بہرحال مرنے والا اور اپنے رب کی طرف لوٹنے والا ہے۔ تقدیر سے اس کو مفر نہیں۔

آیت ۱۵: وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا (اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ کا جزو قرار دیا) یہ ولئن سالتهم سے متصل ہے۔ یعنی ولئن سالتهم عن خالق السمٰوٰت والارض لیعترفن به وقد جعلوا له مع ذلك الاعتراف من عباده جزءًا۔ اگر آپ ان سے آسمان وزمین کے بنانے والے کے متعلق سوال کریں تو وہ ضرور اس کا اعتراف کریں گے حالانکہ انہوں نے اس اعتراف کے باوجود اس کے بندوں میں سے جزو قرار دے لئے ہیں۔ یعنی وہ کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ انہوں نے ان فرشتوں کو اس کا جزو بعض حصہ بنایا جیسا کہ لڑکا والد کا جزو ہوتا ہے۔

قراءت: جُزُؤًا ابوبکر وحماد نے پڑھا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ (بیشک انسان صریح ناشکرا ہے) نعمتوں کے انکار کی وجہ سے اس کا انکار کھلا ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹے کی نسبت کفر ہے اور تمام ناشکری کی جڑ کفر ہے۔

جہالتِ کفار:

آیت ۱۶: اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰکُمْ بِالْبَنِیْنَ (کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا) ام بل کے معنی میں ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ اور اس سے ان کی جہالت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور ان کی حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ اس لئے کہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے حقیر کو چن لیا اور ان کے لئے اعلیٰ۔

آیت ۱۷: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا (حالانکہ جب تم میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی جس کو اس نے رب رحمان کا نمونہ بنا رکھا ہے) اس جنس کی بشارت دی جاتی ہے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کی مثل قرار دیتا ہے۔ مثلاً بمعنی مشابہ۔ کیونکہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کا جزء بنا دیا تو گویا اس کی جنس بنا دیا اور اس کا مماثل بنا دیا۔ کیونکہ لڑکا والد کی جنس سے ہوتا ہے۔ ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِیْمٌ (تو سارا دن اس کا چہرہ بے رونق رہتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے)۔ انہوں نے اس جنس ملائکہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی۔ حالانکہ ان کی حالت یہ ہے۔ کہ جب ان میں سے کسی ایک کو کہا جاتا ہے۔ تیرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔ تو وہ غم زدہ ہو جاتا ہے اور اس کے چہرے کی غصہ سے ہوائیاں اڑ جاتی ہیں اور وہ افسردہ اور دکھ سے بھرا ہوتا ہے۔ الظلول کا معنی ہو جانا ہے۔

آیت ۱۸: اَوَ مَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَهُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ (کیا جو آرائش میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں قوت بیانیہ نہ رکھتی ہو) یعنی کیا رحمان کے لئے ایسی اولاد ثابت کرتے ہو جس میں یہ صفت مذمومہ پائی جاتی ہو۔ اور وہ صفت اس کا آرائش وزینت میں پرورش پانا ہے۔ جب اس کو مخالف کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر مقابلے کا موقعہ آئے اور مردوں سے دوبدو گفتگو کا موقعہ ہو تو وہ اپنی بات کو پورے طور پر بیان نہیں کر سکتی۔ اس کے پاس طاقت بیان نہیں اور نہ وہ کوئی دلیل پیش کر سکتی ہے اور اس کی وجہ عقل کی کمزوری ہے۔

قولِ مقاتل رحمہ اللہ:

عورت جب بھی گفتگو کرتی ہے تو اس کی دلیل اپنے خلاف نکلتی ہے۔

آیت میں زیب وزینت کو محل مذمت میں استعمال کیا گیا۔ پس آدمی کو چاہیے کہ وہ خوش عیشی سے گریزاں رہے۔ اور لباس تقویٰ کو زینت بنائے۔

اور مَنْ محلاً منصوب ہے اور معنی یہ ہے۔ او جعلوا من ینشؤا فی الحلیة یعنی البنات للّٰہ عزوجل۔ کیا انہوں نے قرار دیا ان کو جو زیور میں پلتی ہیں۔ بیٹیاں اللہ تعالیٰ کے لئے۔

قراءت: یُنْشَأُ۔ حمزہ، علی، حفص نے پڑھا یعنی تربیت کی جائے۔

ایک کفر میں تین کفر:

انہوں نے ایک کفر میں تین کفر جمع کر دیئے۔ نمبرا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف لڑکے کی نسبت کی۔ نمبر۲۔ اور دونوں میں سے خسیس قسم کو اس کے لئے مقرر کیا اور نمبر۳۔ اس کو ملائکہ مکرمین میں سے قرار دیا جس سے ان کی توہین کی۔

آیت ۱۹: وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ رحمان کے بندے ہیں۔ عورت قرار دے رکھا ہے) یعنی انہوں نے ان کا نام تجویز کیا اور کہا کہ وہ عورتیں ہیں۔ قراءت: مکی، مدنی وشامی نے عند الرحمان پڑھا۔ یعنی عندیت سے مرتبہ ومقام مراد ہے نہ کہ منزل ومکان والی۔ اور العباد جمع عبد کی ہے۔ اور یہ جھگڑالو لوگوں کے خلاف مضبوط دلیل ہے۔ اس لئے کہ غلامی اور خودرائی میں تضاد ہے۔ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ (کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے) یہ ان سے تہکم کیا گیا ہے۔ یعنی وہ یہ بات ایسے ہی کہہ رہے ہیں۔ ان کی بات میں کوئی علمی وزن نہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کے جاننے کی طرف مجبور نہیں کیا۔ اور نہ کسی استدلال سے انہوں نے اس کو معلوم کیا ہے۔ اور نہ ہی اسے کسی ایسی خبر سے معلوم کیا ہے جو علم کو لازم کر دے۔ اور نہ ہی انہوں نے ان کی تخلیق کا مشاہدہ کیا ہے کہ یہ اپنے مشاہدے کی بنیاد پر خبر دے رہے ہیں۔ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ (ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے) جو انہوں نے ملائکہ کے متعلق ان کے مؤنث ہونے کے بارے میں کیا ہے۔ وَيُسْئَلُوْنَ (اور ان سے باز پرس کی جائے گی) اس کے متعلق یہ وعید ہے۔

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ⑳ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ㉑ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ㉒ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ㉓ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ㉔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ㉕

اور ان لوگوں نے کہا کہ اگر رحمان چاہتا تو ہم غیر اللہ کی عبادت نہ کرتے، انہیں اس بات کی کچھ بھی تحقیق نہیں وہ محض اٹکل سے بات کرتے ہیں، کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کتاب دی ہے جس سے وہ دلیل پکڑتے ہیں؟ بلکہ انہوں نے یوں کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انکے طریقوں کے مطابق راہ یاب ہیں اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جس کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو اس کے خوشحال لوگوں نے یوں کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم ان کے طریقوں کا اقتداء کرنے والے ہیں، ان کے پیغمبر نے کہا کیا اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بڑھ کر ہدایت والی چیز لایا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس چیز کو دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں، سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ سو دیکھ لیجئے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔

کافروں کی بات جھوٹ ہے:

آیت ۲۰: وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ (اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے) یعنی ملائکہ کی۔ اس آیت کے ظاہر سے معتزلہ نے استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کافر سے کفر نہیں چاہا۔ ایمان چاہا۔ اس لئے کہ کفار نے دعویٰ یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کفر چاہا ہے اور ان سے عبادتِ اصنام کو چھڑوانا نہ چاہا۔ اس لئے تو انہوں نے کہا **لو شاء الرحمان ماعبدناھم**۔ اگر وہ ہم سے چاہتا تو ہم بتوں کی عبادت چھوڑ دیں تو ہمیں ان کی عبادت سے منع کر دیتا لیکن اس نے بتوں کی عبادت ہم سے چاہی اس لئے ہمیں روکا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول واعتقاد کی تردید میں فرمایا۔ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ (ان کو اس کی کچھ تحقیق نہیں) مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (وہ محض بے تحقیق بات کررہے ہیں) یعنی جھوٹ بولتے ہیں۔

آیت کا معنی:

انہوں نے مشیت سے رضا مراد لی اور کہا کہ اگر اس بات پر وہ راضی نہ ہوتا تو ہمیں جلد سزا دے دیتا یا ہمیں زبردستی ان کی عبادت سے روک دیا جاتا اور مجبور کر کے لوٹا دیا جاتا۔ جب اس نے ایسا نہ کیا تو گویا وہ اس پر راضی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے تردید فرمائی مالھم بذالك من علمٍ الایة یا انہوں نے یہ قول استہزاءً کہا۔ اعتقاد و وقار سے نہیں کہا پس اللہ تعالیٰ نے اس میں ان کی تکذیب فرمائی۔ اور ان کو جاہل قرار دیا اس طور پر کہ انہوں نے اعتقاداً نہیں کہی۔ جیسا کہ ان کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ انطعم من لویشاء الله اطعمهٗ [یٰسٓ: ۴۷] اصل میں اتنی بات تو درست ہے مگر جب اس کو بطور استہزاءً کہا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب فرمائی۔ ان انتم الافی ضلالٍ مبین [یٰسٓ: ۴۷] اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قالوا نشهد انك لرسول الله [المنافقون: ۱] پھر فرمایا: والله یشهد ان المنافقین لکاذبون [المنافقون: ۱] کیونکہ انہوں نے اعتقاد سے یہ بات نہ کہی تھی۔ اسی طرح اس آیت میں مشیت کو انہوں نے اپنے لئے اس بات میں حجت بنایا جو وہ اپنے اختیار سے کرتے تھے۔ اور گمان یہ کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی بھی فعل پر سزا نہیں دینگے جو انہوں نے اس کی مشیت سے کئے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو اس میں بریٔ الذمہ قرار دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا۔

آیت ۲۱: اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ (کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے)ۂ یعنی قرآن سے پہلے یا ان کی اس بات سے پہلے فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ (پس وہ اس سے استدلال کرنے والے ہیں) اس پر عمل کرنے والے اور اسی کے حکم کو پکڑنے والے ہیں۔

ایک قول یہ ہے:

اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ أشهدوا خلقهم ام اتیناهم کتابا فیه ان الملائکة اناث۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ ملائکہ عورتیں ہیں۔

کفار کے پاس کوئی دلیل نہیں:

آیت ۲۲: بَلْ قَالُوْٓا (بلکہ انہوں نے کہا) بلکہ ان کے پاس کوئی قابل استدلال دلیل نہیں ہے جس سے وہ دلیل لے سکیں نہ تو ظاہر کے اعتبار سے اور نہ ہی عقلی لحاظ سے اور نہ سمعی اعتبار سے بس ان کی تو ایک ہی بات ہے۔ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا عَلٰٓی اُمَّةٍ (کہ ہم نے تو اپنے آباء و اجداد کو ایک طریقہ پر پایا ہے) امة۔ دین کے معنی میں ہے۔ پس ہم نے ان کی تقلید کی ہے۔ یہ امّ سے ہے۔ جس کا معنی قصد ہے۔ پس اُمة اس طریقے کو کہا جاتا ہے جس کی اقتداء کی جائے۔ جس کا قصد کیا جائے۔ وَاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ (اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے راستہ چل رہے ہیں) علی اٰثارهم یہ مهتدون کا صلہ ہو کر خبر ہے۔ نمبر۲۔ دونوں خبریں ہیں۔

تقلیدِ آباء پرانی بیماری ہے:

آیت ۲۳: وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ (اوراسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا) نذیر سے پیغمبر مراد ہیں۔ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ (مگر کہ وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا) مترف سے مالدار مراد ہیں اور وہ وہی لوگ ہیں جن کو مال تکبر میں مبتلا کر دے۔ وہ شہوات وملاھی ہی کو پسند کریں اور دین کی مشقتوں اور تکالیف کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہی کے پیچھے پیچھے چلے جارہے ہیں)

اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی اور اس بات کی وضاحت ہے۔ کہ تقلید آباء بڑی پرانی بیماری ہے۔

آیت ۲۴: قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ (ان کے پیغمبروں نے کہا کہ کیا اگر چہ میں اس سے اچھا مقصود پر پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں۔ کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہو) قراءت: شامی اور حفص نے قال پڑھا اور اس کا فاعل النذیر کی ضمیر ہے۔ دیگر قراء نے قل پڑھا۔ کہ پیغمبر منذر کو کہا گیا کہہ دیجئے۔ وجدتم علیه اباء کم کا مطلب یہ ہے۔ کیا تم پھر بھی اپنے آباء کی اتباع کرو گے اگر چہ میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت والا دین لے آؤں جس پر تمہارے آباء تھے۔ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (وہ کہنے لگے ہم تو اس کو مانتے ہی نہیں جس کو تم دے کر بھیجے گئے ہو) یعنی دین آباء پر ہم تو قائم رہیں گے خواہ تم اس سے کتنا زیادہ ہدایت یافتہ دین لے کر آ جاؤ۔

آیت ۲۵: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (پس ہم نے ان سے انتقام لیا) پس ہم نے ان کو وہ سزا دی جس کے وہ اصرار علی الکفر کی وجہ سے مستحق ہو چکے تھے۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (پس دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا)۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ بلاشبہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنکی تم عبادت کرتے ہو سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا فرمایا

فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مجھے ہدایت دیتا ہے، اور اس نے اپنے بعد میں آنے والی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ چھوڑ دیا تا کہ وہ باز آئیں' بلکہ

مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ

میں نے انہیں اور انکے باپ دادوں کو سامان دے دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور رسول مبین آ گیا، اور جب ان کے پاس

الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے اور بے شک ہم اس کے منکر ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم اور والد:

آیت ۲۶: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ (اور جب کہ ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا) نحو : اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے۔ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ (میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو) نحو : براء یہ مصدر ہے۔ اس میں واحد و تثنیہ و جمع برابر ہیں۔ اسی طرح تذکیر و تانیث بھی۔ جیسا تم کہو۔ رجلٌ عدلٌ وامراۃ عدلٌ وقوم عدل اور اس کا معنی ذو عدل و ذات عدل لیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بری ءٌ کے معنی میں ہے۔

آیت ۲۷: اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ (مگر ہاں جس نے مجھے پیدا کیا) نحو : یہ استثناء منقطع ہے۔ گویا اس طرح فرمایا لکن الذی فطرنی۔ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ (پھر وہی میری راہنمائی کرتا ہے) یعنی ہدایت پر ثابت قدمی بخشتا ہے۔

آیت ۲۸: وَجَعَلَهَا (اور وہ اس کو کر گئے) ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ توحید جو زبان سے نکالا تھا کہ اننی براء مما تعبدون الا الذی فطرنی۔ اس کو کر دیا۔ كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ (باقی رہنے والی بات اپنی اولاد میں) یعنی ہمیشہ سے ان کی اولاد میں ایسے لوگ چلے آرہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے رہے ہیں اور اس کی توحید کی طرف بلاتے رہے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (تا کہ لوگ باز آتے رہیں) شاید کہ جو ان میں سے شرک کرنے والے ہیں۔ ان کی دعاؤں سے جو توحید پر ہیں واپس لوٹ آئیں۔ ترجی ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہے۔

ان کو مہلت ملی تو انہوں نے انکار کیا:

آیت ۲۹: بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ (بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا ہے) ھؤلاء سے مراد